تجلیاتِ قدسیہ
ترجمہ
جامع الاحادیث القدسیۃ
جلد چہارم
www.besturdubooks.net
ترجمہ مع تشریح
مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی
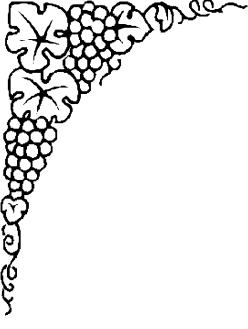
تجلّیاتِ قدسیّہ

ترجمہ

جامع الاحادیث القدسیۃ

جلد چہارم

ترجمہ مع تشریح

حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی

خلیفۂ مجاز حضرت حکیم محمد اختر صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

خلیفۂ مجاز پیرِ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی

خلیفۂ مجاز محبوب العلماء حضرت مولانا پیر ذو الفقار احمد نقشبندی

باہتمام

مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی

نام کتاب	:	تجلیاتِ قدسیہ ترجمہ جامع الاحادیث القدسیۃ
جلد چہارم	:	حدیث نمبر ۵۴۳ تا ۶۷۴
ترجمہ مع تشریح	:	حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی مدظلہ العالی
ناشر	:	ابراہیم لائبریری، مادھوپور سلطانپور، سیتامڑھی، بہار
باہتمام	:	حافظ محمد رزین اشرف ندوی
سنِ اشاعت اوّل	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ (جنوری ۲۰۱۶ء)
تعدادِ اشاعت		۱۰۰۰
صفحات	:	۵۶۰ (جلد چہارم)
قیمت	:	
کمپیوٹر کمپوزنگ وسرورق	:	یسریٰ گرافکس، پونے۔9595031666

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
  حبتور بلڈنگ، بردبئی۔0097143550426, 00971507157431
- مکتبہ دارالمعارف الٰہ آباد، وصی آباد
- ابراہیم لائبریری مادھوپور، سلطان پور ضلع سیتامڑھی (بہار)
- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، موبائل: 9934453995
  ادارۂ دعوۃ الحق، مادھوپور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، موبائل:09370187569
  301، زمزم ٹاور، نزد ڈی ایڈ کالج، میٹھانگر، کونڈوا، پونہ – ۴۸

عرضِ ناشر

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، سیرت و احوال اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

اور حضرت محمد ﷺ جب اللہ ربّ العزّت سے کوئی روایت جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ الہام یا خواب یا بواسطۂ جبرئیل عطا فرمایا، پھر اسے آپؐ اپنے الفاظ و معانی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بیچ بیان فرمائیں تو وہ حدیثِ قدسی کہلاتی ہے۔

آپ کے ہاتھوں 'تجلیاتِ قدسیہ' کی چھ جلدوں میں سے یہ چوتھی جلد ان ہی مبارک و مسعود حدیثوں کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ جلد چہارم میں حدیث ۵۴۳ تا ۶۷۴ مع ترجمہ وتشریح پیش ہیں۔

اصل کتاب 'جامع الاحادیث القدسیۃ' تین ضخیم جلدوں میں دار الریان للتراث، قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔ ان تین جلدوں میں گیارہ سو پچاس احادیثِ قدسیہ پیش کی گئی ہیں۔ کتاب کے مؤلف اپنے عصر کے بڑے محدث، عالمِ کبیر اور احادیثِ قدسیہ پر دقتِ نظر کے حامل علامہ ابوعبدالرحمٰن عصام الدین صبابطی مصری ہیں۔

علامہ کی اس کتاب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ابھی تک کی تمام مطبوعہ احادیثِ قدسیہ ان جلدوں میں جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ جامع کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

احادیثِ قدسیہ کا یہ ذخیرہ اب تک عربی زبان میں تھا۔ اُردو کا دامن اس عظیم سرمائے سے خالی تھا یا برائے نام چھوٹی موٹی چند کتابیں تھیں جو خاص خاص موضوع پر جمع کی گئی ہیں۔

برادرِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی حفظہ اللہ جنھیں احادیثِ قدسیہ سے عشق کی حد تک شغف ہے، کی نظرِ انتخاب علامہ صابطی کے اس الجامع پر پڑی اور انھوں نے 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے ایسا شستہ شگفتہ ترجمہ اور دل کو چھو جانے والی بلکہ موہ لینے والی تشریح کی ہے کہ پڑھنے والا تجلیاتِ ربانی میں غوطہ زن ہوتا چلا جاتا ہے اور اس پر اسرارِ الٰہیہ کھلتے چلے جاتے ہیں۔ نیز برادرِ محترم کا احادیثِ قدسیہ پر یہ پہلا کام نہیں ہے بلکہ موصوف کی پہلی کتاب 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے ابراہیم لائبریری، مادھو پور، ضلع سیتامڑھی، بہار سے شائع ہوکر مقبولِ خاص و عام ہوچکی ہے۔ یہ ترجمہ و تشریح ہے 'الاتحافات السنیّۃ فی الاحادیث القدسیۃ' کی جو اپنے زمانے کے مشہور محدث علامہ شیخ محمد المدنی کی تالیف ہے، جس میں ۸۶۴/ حدیثیں ہیں۔ احادیثِ قدسیہ پر دوسرا جامع کام 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے آپ کے سامنے موجود ہے۔

احادیثِ قدسیہ پر حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ کی تیسری کتاب 'نفحاتِ قدسیہ' جو ترجمہ و تشریح ہے '**الاحادیث القدسیة**' کا جو **لجنة المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیة مصر** کی زیرِ نگرانی بزبانِ عربی متعدد علمائے کرام کی کاوش سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی تھی۔ ماشاء اللہ اس کتاب پر کام بڑی تیزی سے جاری ہے۔ اِنشاء اللہ عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہوگی۔

کتابِ ہٰذا کی چھ جلدوں کے تقریباً پونے تین ہزار صفحات کی ضخامت دیکھ کر آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ صاحبِ کتاب نے اس کتاب پر کس قدر دماغ سوزی اور محنتِ شاقہ کی ہوگی۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ جو کام آج کل ایک اکیڈمی اور ادارہ کرتا ہے وہ کام صرف ایک شخص نے کیا۔ یہ اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہی ممکن ہوا۔

’تجلیاتِ قدسیہ‘ کی کتابت، پروف ریڈنگ اوراس کو ظاہری ومعنوی طور پر شایانِ شان بنانے کا کام پونے میں بندۂ ناچیز کے زیرا ہتمام ہوا۔اگر چہ کچھ ابتدائی مرحلے کا کام دہلی میں ہوا تھا۔کتاب معیاری کاغذ،خوبصورت سرورق اور مضبوط جلد کے ساتھ چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اللہ تعالیٰ اس خدمت کوقبول فرمائے۔

ملک و بیرون کی نامور دینی، دعوتی، اصلاحی اور روحانی شخصیات نے کتاب اور صاحبِ کتاب پر اپنے تاثرات سے جو کچھ لکھا ہے آپ اندرونی صفحات پر اس کا مطالعہ کریں۔طوالت کے خوف سے ان تاثرات کو ہم نے صرف پہلی جلد میں شامل رکھا ہے۔ نیز بندہ کی قارئین سے گزارش ہے کہ عرضِ مترجم جو ہر جلد میں شامل ہے اسے بھی ضرور پڑھیں۔

قارئین سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی کہ عاشقِ احادیثِ قدسیہ کی پہلی بھی کئی مفید کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں جن میں ’وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلو پیڈیا‘ کی چار جلدیں، ’احکام ومسائل‘،’علاماتِ ایمان‘ اور’قرآن وحدیث میں جن پرلعنت کی گئی ہے‘ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ضرورت ہے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اوراس بددینی اور بے دینی خاص طور سے اباحیت کے زمانے میں اصلاحِ حال کے لیے ان کتابوں کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ وما توفیقی اِلا باللہ!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرتِ شارح حفظہ اللہ تعالیٰ کی عمر میں برکت، عافیت و رحمت نازل فرمائے۔ تمام معاونین و مساعدین بالخصوص مولوی سیّد آصف نثار جنھوں نے بڑے شوق و ذوق سے کتاب کی تزئین و آرائش میں بندے کا ساتھ دیا، کو جزائے خیر عطا کرے۔آمین!

(مولانا حافظ) محمد رزین اشرف ندوی
خادمِ قرآن وسنت، دارالعلوم نظامیہ صوفیہ، پونے

بروز پیر، ۱۷/اگست ۲۰۱۵ء
۳۰۱/زمزم ٹاور، کونڈوا، پونہ

فہرست

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلا هَادِیَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِيْ ، وَ يَسِّرْ لِي اَمْرِيْ ، وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي، يَفْقَهُوا قَولِي. يَا رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً. سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ وَ الْآفَاتِ، وَ تَقْضِيْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ، وَ تُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ، وَ تَرْفَعُ لَنَا بِهَا عِنْدَکَ اَعْلٰى الدَّرَجَاتِ، وَ تُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيَاةِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ، إِنَّکَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، رب تبارک وتعالیٰ قادر مطلق علی الاطلاق جو چاہتا ہے بلا ریب اپنی کمالِ قدرت اور عظیم حکمت سے اپنے ارادہ کو وجود بخشتا ہے، اور اپنے امر کو عملی غلبہ عطا کرتا ہے، وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ۔ کائناتِ عالم کا ذرّہ ذرّہ اسی کے خلق وامر کی شہادت دے رہا ہے۔ اسی لیے ابتداء میں بھی وہ حمد کا مستحق ہے اور ہر عمل کے انتہا وآخر میں بھی اسی کی حمد ہے۔ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاَوَّلٰى وَ الْآخِرَةِ۔ اسی کے چاہنے سے بندہ کا

عملی قدم اُٹھتا ہے اور وہی خیر و بھلائی کی طرف اپنے بندہ کو لے جاتا ہے، وَ مَا تَشَاءُ وْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ۔ ورنہ عاجز و ناتواں بندہ جس کا اپنے وجود میں کچھ بھی اپنا نہیں، سب کچھ تو انہی کا عطیہ ہے، کر کیا سکتا ہے۔ کرنا کرانا تو بہت دور ہے، سوچ اور تصوّر بھی خیر و بھلائی کا نہیں کر سکتا جب تک وہ ارحم الراحمین محض اپنے فضل و کرم سے رشد و ہدایت کی طرف طبیعت کو مائل نہ کرے۔ آخر خاتم الرسل ﷺ نے ہر نماز کے بعد حضرت انسؓ کو اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِی رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِی پڑھنے کی ہدایت کیوں فرمائی تھی۔ رشد و ہدایت کا الہام ہی بالآخر بندہ کو راشدین و صادقین کے مقام تک کشاں کشاں لے جاتا ہے۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔ بلقیس کو کفر و شرک سے نکالنے کے لیے ہدہد کو ذریعہ بناتا ہے۔ گمراہی و ضلالت سے نکال کر دارِ رحمت و مغفرت میں لانے کے لیے پرندہ کو یمن صنعاء بھیج دیتا ہے۔ سلیمان بن داوٗدؑ تَفَقُّدْ کرتے ہیں ہدہد پرندہ کا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فیصلہ کرتے ہیں بلقیس کی ہدات کا۔ سبحانہ! سبحانہ!! بندہ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک میرا مولیٰ نہ چاہے۔ پھر ایک ایسا عاجز و ناتواں اور بے بضاعت، جس کو نہ رنگ وڈھنگ، نہ سلیقہ وطریقہ، نہ علم وحلم، نہ ذوق وشوق، نہ فہم وفراست، نہ زبان وقلم، نہ کبھی یہ ذہن میں خیال وتصور آیا نہ کبھی سوچ سکتا تھا کہ حق جل مجدہ کے کلامِ قدسیہ (جس کو محدثین کی اصطلاح میں حدیثِ قدسی سے تعبیر کیا جاتا ہے) کے ترجمہ کی ہمت ہو سکے گی۔ جس کی کچھ تفصیل **حق جل مجدہ کی باتیں** میں آ گئی ہیں۔ جو فضلِ ذوالفضل العظیم سے چھپی اور پھر ایک ہزار کتاب بلا معاوضہ ہند و بیرونِ ہند علماء وفضلاء، مشائخ و مدارس میں تقسیم ہوئیں۔ بعض مساجد میں پوری کتاب کا علماء واہلِ دروس نے درس دیا۔

فجزاء ھم اللّٰہ خیراً و الحمد للّٰہ اولاً و آخراً.

جب کتاب چھپ کر اس عاجز کو ملی تو سب سے پہلے حضرت مولانا شمس الہدیٰ خاندان آبروئے نقشبند کو گھر پر ہدیہ میں پیش کی۔ بات چل پڑی کہ حق تعالیٰ شرف وقبولیت سے نوازے۔ حضرت دامت برکاتہم نے اخلاص کی نصیحت فرمائی اور تاکید کی کہ کام

اخلاص سے ہوتو بارگاہِ بے نیاز میں شرفِ قبولیت کا مقام حاصل کرتا ہے۔ عاجز وآثم پراس کا بہت ہی گہرا اثر ہوا، خوب استغفار اور برأتِ ریا وشرک کی ادعیہ ماثورہ کے ذریعہ حق جل مجدہ کے حضور میں التجاء وابتہال کے ساتھ توبہ واستغفار کرنے لگا، کیونکہ آئندہ اسی کتاب کے ترجمہ کا داعیہ وارادہ منجانب اللہ ہو چکا تھا۔ اسی شش و پنج میں تھا کہ اگر اخلاص نہ ہوا تو وبالِ جان ہی بنے گا، تو پھر اس کام کو کروں یا نہ کروں۔ اسی غم میں تھا کہ ایک روز خواب میں فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کو دیکھا جو کہ شاہ آفاقؒ کے خلیفہ تھے۔ صبح کا وقت ہے، زمین پر ہریالی ہے اور غیر مرئی گھاس جو دنیا میں نہیں دیکھی اُگی ہوئی ہے، اور بارش نہیں بلکہ بارش نما پھوار ہے۔ درخت بہت ہی بلند وخوبصورت ہیں۔ رحمتوں نے پورے باغ کو سایہ کیا ہوا ہے۔ حضرتؒ آگے آگے ہیں اور یہ عاجز وآثم حضرتؒ کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ حضرتؒ نے کچھ فرمایا جو یاد نہیں رہا۔ صبح جب بیدار ہوا تو ارادہ میں پختگی تھی۔ دل میں ایک گونہ سکون تھا۔ ردوکد کی کیفیت ختم ہو چکی تھی اور تذبذب قرار واطمینان میں بدل چکا تھا کہ اب ترجمہ کا کام شروع کر دینا چاہیے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے بھروسہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ کو کام شروع کر دیا۔ حق جل مجدہ نے خوب مدد کی۔ پہلی تو یہی کہ حضرت فضل رحمٰن علیہ الرحمہ کو سنا ہے حدیثِ رسول ﷺ سے خوب شغف تھا اور قرآن تو ان کی جان تھا۔ خواب کی تعبیر عاجز وآثم نے یہ لی کہ اس خیال میں کہ اخلاص ہو نہ ہو کام کو چھوڑ دینا شیطانی وسوسہ ہے۔ اوّل نیت درست کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے ہر لحہ بہ لحہ توفیق طلب کی جائے اور جو کام ہو جائے اس کے فضل پر منسوب کیا جائے۔

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہوئے ربّ العزت کی تحمید وتقدیس کا صمیمِ قلب سے حضورِ حق میں تحفہ پیش کرتا جائے۔ ہر قدم پر ڈرتا جائے اور آگے کی طرف چلتا جائے۔ اس طرح منزل کی طرف بڑھتا جائے۔ اسی درمیان حضرت تھانویؒ کی تحریر نظر سے گذری ریاء

کے خوف سے کام وعمل کو نہ چھوڑنا چاہیے اوراللہ کی طرف متوجہ ہوکرعمل شروع کر دینا چاہیے۔اس طرح کام شروع کر دیا جبکہ درمیان میں بڑی سخت آزمائش کی گھڑی آئی اور ذہنی طور پر مفلوج ہوگیا۔ازحد انتشار کا حملہ ہوا۔زندگی بجھ سی گئی۔تصور و خیال میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس طرح کے غم و پریشانی میں بھی کبھی آ سکتا ہوں۔احباب سوءِ تدبیر کو تقدیر کا نام دے کر اس عاجز و آثم کو آگ کی بھٹی میں جھونک سکتے ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ نے دست گیری فرمائی اوراس حادثۂ فاجعہ کو بھی ہلکا کرنے کا ذریعہ اسی کتاب کے ترجمہ کو بنایا۔ وقتی طور پر چونکہ میں بہت چھوٹے دل کا انسان ہوں گھبرا سا گیا۔مگر تقدیر کو تو نہیں ٹال سکتا تو کیوں نہ راضی برضاءِ رب رہوں۔اوراللہ تعالیٰ کا شکر وحمد کرتا رہوں کہ اس نے جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ مکمل کر کے مداوا کر دیا اور علاجِ غم ہوگیا۔دوگانہ ادا کیا اور بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کیا: ربّا! موت سے قبل رذائل و خبائث سے دیدۂ باطن کو پاک و صاف کر کے نور و رشد و ہدایت سے نواز کر رضاء کا مقام عطا فرمادے،آمین۔خاتم المرسلین ﷺ نے دعا فرمائی ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ خَلِیْلٍ مَاکِرٍ عَیْنَاہُ یَرْعَانِی اِنْ رَأَی حَسَنَۃً دَفَنَھَا وَ اِنْ رَأَی سَیِّئَۃً اَذَاعَھَا ۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جس میں خوبیاں ہوں۔عاجز تو علی الاعلان خامیوں کا مجموعہ ہے۔بس حق جل مجدہ ستاری وغفاری کا معاملہ فرمائے،آمین۔یہ کہاں سے درمیان میں بات آگئی۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک موقع پر فرمایا تھا مسلمانوں کا یہ شعار ہوگیا ہے کہ برائیاں عقاب کی آنکھ سے چنتا اور صبا کی رفتار سے پکڑتا ہے۔کبھی کبھی نیکیوں پر بھی نگاہ کرلیا کرو۔تمہاری فطرتیں اس سے خوبصورت ہوتی چلی جائیں گی۔ابوالکلام آزاد نے فرمایا وہ الفاظ جن پر کھردراپن ہو، اور مقصود کسی کی اہانت یا تضحیک ہو ان سے طبیعت کی نفاست مجروح ہوتی ہے اور سماعت کا حسن مغموم ہوتا ہے۔حق جل مجدہ موت سے قبل عیوب و نقائص کو محاسن سے اور ذنوب و سیئات کو حسنات سے مبدّل فرمائے،آمین۔الغرض حق جل مجدہ نے محض اپنے فضل سے تین جلدوں کا ترجمہ مکمل کرادیا۔ذی علم علماء و راسخین عرفاء شیخ طریقت مرشدی حضرت

مولانا قمرالزماں دامت برکاتہم اور محبوب العلماء والصُّلَحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقاراحمد نقشبندی اَطَالَ اللّٰہُ بَقَاءَ ھُمَا کو دکھلایا۔دونوں حضرات نے ترجمہ کو پسند فرمایا۔ان حضرات نے ہمت دلائی اور پسند فرمایا تو مزید حوصلہ ہوا کہ کتابت وطباعت کا کام شروع کیا جائے۔

مخلص کرم فرما مولانا ثناء الہدیٰ، نائب ناظم امارتِ شرعیہ کو کتاب سپرد کیا کہ وہ پوری کتاب پر اگر نظر ثانی فرمادیں تو ترجمہ کی صحت کا یک گونہ بھروسہ ہوجائے گا۔مولانا نے کتنا دیکھا یہ تو ان کی تحریر میں آپ پڑھیں گے تاہم انھوں نے پوری کتاب کی نظر ثانی کا کام مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری، مدرّس دار العلوم سبیل السلام، حیدرآباد کو سپرد کردیا۔ موصوف نے نظر ثانی ہی نہیں بلکہ تصحیح وترتیب پر کام کیا ہے اور عربی اعراب وپروف کا بہ نظر غائر کام کیا۔کتابت کی ذمہ داری بھی نائب ناظم کے توسط سے طے ہوئی۔

اعترافِ تقصیر اور کچھ کتاب کے سلسلہ میں

اس سے قبل 'حق جل مجدہ کی باتیں'، کتاب الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'حق جل مجدہ کی باتیں' کے نام سے اللہ تعالیٰ نے طبع کرائی اور اب اس وقت جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔شروع میں صرف ترجمہ کا ہی قصد وارادہ تھا، پھر اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے توفیق بخشی تو بعض احادیث کے فائدہ کی سعادت میسر ہوئی۔اس راہ میں اس بے بضاعت کی حق تعالیٰ نے غیر معمولی مدد فرمائی۔جن کتابوں کی احادیث ہیں ان کی شرح کہیں نہیں ملتی بلکہ اصل کتاب بھی حقیر کو دستیاب نہ ہوسکی۔کبھی کبھی بہت مشکلات کا سامنا ہوا۔جن لوگوں کی طرف رجوع کیا وہاں بھی عدیم الفرصتی کا عذر یا اعراض کے سوا کچھ طمانیت کا سامان نہ ملا۔ احادیث کے فوائد جو آپ کے سامنے موجود ہیں وہ عوامی وعمومی فائدہ کی غرض سے لکھے گئے ہیں اور محض فضلِ الٰہی ہے۔وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ کے قبیل سے ہے اور جہاں کہیں خامیاں ونقص نظر آئے وہ اس آثم کے عیوب وذنوب کا عکس ونقص ہے۔

اس وقت جو تحریر آپ کے سامنے جامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' کی شکل میں موجود ہے، وہ تمام کی تمام کلامِ قدسی، یعنی حق سبحانہ وقدوس کے کلام کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے مؤلف جناب عصام الدین الصبابطی مصری ہیں (اللہ تعالیٰ مؤلف اور مترجم دونوں کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لے، آمین) کتاب تین جلدوں میں دارالحدیث قاہرہ سے طبع ہوئی ہے۔ تین جلدوں میں کل احادیث کی تعداد ۱۱۵۰ ہے۔

جلد اوّل میں تین سو سینتالیس (۳۴۷) احادیثِ قدسیہ ہیں۔

جلد ثانی میں ۳۴۸ سے ۷۸۵ تک

جلد ثالث میں ۷۸۶ سے ۱۱۵۰ تک

اس وقت آپ کے سامنے ۲۳۱/احادیثِ قدسیہ کا ترجمہ اور بہت ہی ضروری حاشیہ و فائدہ، 'تجلیات قدسیہ' کے نام سے موجود ہے۔ ترجمہ میں آسان و سہل زبان استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم یہ دعویٰ تو بالکل ہی غلط اور چھوٹی منہ بڑی بات کے مترادف ہوگا کہ بہت ہی اچھا ترجمہ وتشریح ہے۔ ایک ناتواں و بے بضاعت بندہ جو پیش کرسکتا تھا، وہ آپ کے سامنے ہے۔ محض اس ارادے سے کہ خیر کا جو بھی قطرہ و بوند دامن میں سمیٹا جاسکتا تھا سمیٹ لیا جائے۔ شاید یہی نجات ومغفرت کا وسیلہ و ذریعہ بن جائے۔ اور انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام شمار ہوجائے۔ یا خریدارانِ یوسفؑ میں نام آجائے۔ قبول کرنے والا، اپنے ایک عاجز و ناتواں، بے مایہ و بے بضاعت بندہ کو توفیق دے کر بابِ رحمت پر لایا ہے، وہ خوب ہی ضمائر وسرائر کا واقف و باخبر ہے۔ انہی کی توفیق اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئی اور سعادت کا سایہ فگن ہوا تو سبوح وقدوس کے کلامِ قدسیہ کی خدمت کا شرف نصیب میں آیا۔ اخوانِ یوسفؑ نے عرض کیا تھا عزیزِ مصر (یوسف علیہ السلام) سے:

جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا......الخ

یہ حقیر ربّ العٰلمین سے عرض کرتا ہے جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

تاہم یہ کام اگر کسی اہل علم کے قلم سے ہوتا تو زیادہ خوبیوں کا مجموعہ ہوتا۔ کتاب میں ہر طرح کی احادیث صحیح و ضعیف بھی ہیں، جو عربی متن کے بعد نقل بھی کردی گئی ہیں۔ ہر حدیث کی تخریج بھی اصل کتاب میں کی گئی ہے۔ اُردو میں اس کو نقل کرنے کا التزام نہیں کیا گیا کہ عوام کو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اہلِ علم اصل کتاب کی طرف رجوع کرلیں۔ اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ بعض روایات ضعیف ہیں مگر عوامی فائدہ کے تحت کچھ لکھا گیا ہے۔ فضائل کے باب میں تمام محدثین نے ضعیف روایتوں کو ذکر کیا ہے۔ اگر اعمال کا داعیہ و رسوخ اور استقامت علی الطاعات کسی کی نصیحت و ترغیب سے پیدا ہو جائے تو یہ کوئی معیوب وقبیح نہیں، چہ جائیکہ ضعیف حدیث تو ہر حال میں عامۃ الناس کے اقوال ونصائح کے مقابلہ میں درجہ ورتبہ کے اعتبار سے ہزار درجہ فوقیت رکھتی ہیں۔ ہاں احکام وعقائد کے باب میں خوب ناپ تول کر روایتوں کا علماءِ راسخین نے التزام کیا ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر تمام محدثین نے ضعیف سے ضعیف تر روایت کو بھی نہیں چھوڑا اور علم روایت ودرایت کے رسوخ کے باوجود اپنی اپنی کتابوں میں ضعیف روایت نقل کی ہے، اور اس سے امت میں کوئی بدعقیدگی یا برائی وخرابی کو پیدا نہیں کیا گیا بلکہ رجوع الی اللہ اور انابت واطاعت کا جذبہ و شوق جو اُمت میں تھا اس کو اور تیز سے تیز تر کیا گیا۔ عملی قوت کو اُبھارا گیا، قدم کو جمایا گیا۔ عجیب بات ہے کہ ایک گروہ و جماعت ان روایات پر اپنے صبح وشام، رات ودن کو لایعنی حرکتوں سے بچا کر فضائل کی احادیث کو سامنے رکھ کر، ولایت وصدیقت کے مقام پر پہنچ گئی اور دوسرے بحث وتکرار اور فضول ولایعنی حرکتوں میں مشغول ہو کر کمال ایمان کو کھو چکی۔ حقیر کہا کرتا ہے ضعیف حدیث پر عمل کرنے والے مضبوط وقوی ایمان والے بن گئے۔ اور صحیح و قوی روایت ڈھونڈنے اور جستجو میں رہنے والے ضعیف الایمان واعمال بن گئے۔

امام بخاریؒ کے متعلق بہت ہی مشہور ہے کہ اپنی جامع الصحیح میں روایت درج کرنے کے لیے غسل اور دو رکعت نفل کا اہتمام فرماتے تھے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنی جامع میں جب بھی کوئی روایت درج کرتے تو طہارت جسمانی اور طہارت روحانی دونوں کا التزام

فرماتے۔ غسل سے طہارت جسمانی اور نماز نفل سے طہارت روحانی حاصل کرکے پھر بخاری میں روایت درج کرتے تھے، آج کچھ لوگوں کو زبان زد ہے کہ یہ روایت بخاری میں ہے؟ میں انہی سے پوچھتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ عمل کہ ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے غسل و دو رکعت کا التزام، یہ ان کا التزام کس حکم میں ہے۔ کیا یہ التزام مالا یلزم نہیں؟ یا اس التزام کی کون سی حدیث انھوں نے بخاری میں نقل کی ہے۔ ہمارے نزدیک تو بہت ہی آسان جواب ہے کہ تقرب وتعبد بندہ جس قدر اختیار کرے کم ہے مگر جن کو ہر بات پر بخاری کی حدیث درکار ہے میں ان سے بہت ہی ادب واحترام کے ساتھ پوچھتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ عمل کس حدیث صحیح کی بنیاد پر التزام مالا یلزم تھا؟ کیا ہمارے ان بھائیوں کے نزدیک امام بخاریؒ نے بدعت کیا یا کیا وہ بدعتی تھے؟ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ. لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ شیطان گمراہی کا راستہ بہت ہی خوبصورت بنا رہا ہے۔

میرا ذاتی مشاہدہ و تجربہ

ہمارے دعوت کے ساتھیوں نے میخانہ و جام و مینا سے، بازاری واوباش لوگوں پر قبر وحشر، موت وفکرِ آخرت کے احوال سنا کر مسجدوں کو آباد کیا۔ شرابی نے شراب سے توبہ کی، زانی نے بدکاری سے، جوا و قمار کے رسیلے مسجد میں صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوگئے۔ داڑھی سنت کے مطابق نورانی شکل وصورت، اشراق و اوابین، چاشت وتہجد کا پابند بنایا۔ اب دوسروں کو کھجلی ہوئی خارش ہوئی ان ساتھیوں کو کہا پتہ ہے کہ یہ سب روایت ضعیف ہے اور تم لوگ کس ضعیف روایت کے چکر میں پھنس گئے۔ ابلیس لعین کو موقع ملا۔ اب اعمال میں خلل آیا، داڑھی کٹی، نہ چاشت نہ اوابین نہ تہجد، پھر سنن مؤکدہ چھوٹی کہ بھائی فرض ہی پوری ہوجائے تو غنیمت۔ پھر نماز فرض چھوٹنے لگی اور پھر اب وہی جام و مینا۔ میں ذاتی طور پر ایسے لوگوں کو جانتا ہوں۔ گویا کہ دعوت کے ہمارے ساتھی باہر سے مسجد میں لاتے ہیں اور یہ لوگ مسجد سے میخانہ لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا محافظ ہے۔ یہ ساری بددینی

حدیث کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کر کے ہو رہی ہے۔ شیطان بہت ہی عیار و مکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

اس کا یہ مطلب بالکل ہی نہیں کہ ضعیف ہی روایت کو عمل کا مدار بنایا جائے یا دارومدار ہمارا صرف ضعیف روایتوں پر ہی ہو، مقصد صرف یہ ہے کہ شدت ونفرت کو ختم کر کے محدثین کے اصول کو قبول کیا جائے کہ فضائل کے باب میں کسی ضعیف حدیث کی روشنی میں اگر کوئی عملی قدم اٹھا رہا ہو تو اس کو روکا نہ جائے، اور بس۔ ہاں آپ اگر عمل نہ کرنا چاہیں نہ کریں مگر دوسروں کے حق میں مناع للخیر نہ بنیں۔ راہ اعتدال پر رہیں اور شدت ونفرت سے دور رہیں۔ الغرض اس طرح حق جل مجدہ کے فضل وکرم سے جو ہوا وہ ہوا۔ عین ممکن ہے کہ اسلوب وتعبیرات، ترجمہ وترجمانی، حسن وخوبی، کمال و جمال، تفہیم و تسہیل میں وہ بات پیدا نہ ہو جو ہونی چاہیے۔ اس کو اس حقیر کا نقص سمجھا جائے اور اگر کہیں ترجمہ میں غلطی نظر آئے تو خلوص وللّٰہیت کے جذبہ کے تحت مطلع کیا جائے۔

میں ان تمام احباب کا ممنون ومشکور ہوں جنھوں نے اس کارِ خیر میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا۔ اور خاص کر مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری کا جنھوں نے پوری کتاب کی نظر ثانی اور تصحیح میں حقیر کا تعاون کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولیٰ اس کتاب کی برکت سے سبھی لوگوں کی زندگیوں میں برکت ڈال دے اور کلام قدسی کے تقدس وطہارت سے دیدۂ باطن کو تزکیہ اور طہارت قلب نصیب فرمائے اور ہم کو دنیوی واخروی تمام راحت وعافیت عطا فرمائے اور سبوح وقدوس اپنی جناب میں اس کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے خلائق کے لیے نفع عام وتام بنائے اور اس حقیر کے لیے صدقہ جاریہ کے طور پر اپنی رضاء کے لیے قبول فرمائے آمین ثم آمین۔

احادیثِ قدسیہ سے حقیر کی مناسبت کا سبب

آج سے تقریباً ۲۸ سال قبل کی بات ہے جبکہ عاجز و آثم عمان میں بغرض ملازمت مقیم تھا، ملا علی قاری کی ایک کتاب اربعین احادیث قدسیہ ایک مکتبہ میں ملی۔ کتاب پڑھی، احادیث کا مطالعہ کیا، تو ایسا محسوس ہوا کہ آج پہلی بار ہم نے اپنے رب کو شعوری طور پر پایا ہے اور وجدان میں حق جل مجدہ کی محبت کی کشش جاگ اٹھی ہے۔ پھر حق تعالیٰ کی بندوں سے محبت اور بندوں کا حق تعالیٰ سے ربط و تعلق اور محبتِ خالق کا عظیم سرمایہ جس سے بندگی کا لطف و سرور آتا ہے اور بندہ اپنے معبود حقیقی و مسجود حقیقی، مقصود حقیقی، مطلوب حقیقی سے محبت کر کے حقیقت ایمان و ایقان کی شعوری و وجدانی کیفیت کو عبادات و طاعات میں حلاوت و شرحِ صدر کی کیفیات کے ساتھ ذوقی طور پر محسوس کرتا ہے یہ وہ مایہ وعطاء ربانی ہے جس کو الفاظ میں پرویا نہیں جاسکتا، ہاں ذوقی طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ خالق کی عبادت محبت کے ساتھ کرنے کا مزہ و لطف ہی اور ہے۔ حق جل مجدہ کے کلام قدسی کی حلاوت و طراوٹ، ذوق و مٹھاس ہمارے وہم و گمان سے بہت ہی وراء ثم وراء الوراء ہے۔ تاہم جب میرے جیسا سیہ کار و خطا کار پڑھتا ہے یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَیْتُ . یَاعَبْدِیْ اُدْخُلْ عَلٰی یَمِیْنِکَ الْجَنَّةَ وَ غَیْرَ ذٰلِکَ۔ تو ایسا محسوس ہوتا ہے آج تک بحر ظلمات میں تھا، اب کوئی میرا رب ہے جو شعور و وجدان اور دیدۂ باطن میں نور عرفان کی شمع روشن کر رہا ہے۔ اور اپنی ذات رحیم و کریم سے قریب سے اقرب ترین کر رہا ہے، اس سے پہلے الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ حق جل مجدہ کی باتیں کے نام سے طبع ہوئی، الحمد للہ علی ہذا۔ پھر الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ و شرح 'نفحاتِ قدسیہ' کے نام سے زیر طبع ہے۔ الحمد للہ۔ اب اس وقت 'تجلیاتِ قدسیہ' ترجمہ و شرح عوامی آپ کے سامنے ہے۔ احادیث قدسیہ کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گم شدہ نورِ ہدایت، نورِ عرفان، نورِ حق کا خزانہ مل گیا۔ احادیثِ قدسیہ پڑھتے ہی حق جل مجدہ سے باتیں ہونے لگتی ہیں۔ ہر ہر کلام قدسی سے حضورِ حق کی

حضوری، حق آ گاہی کا لطف وسرور، عبد ومعبود اور ربِ ودود وشکور، عفو وغفور کی رحمتِ عام و تام کا سایہ محسوس ہونے لگا تو الجامع الاحادیث القدسیہ کا ترجمہ 'تجلیاتِ قدسیہ' کے نام سے شروع کیا۔ اُردو داں عوام تک حق تعالیٰ کے پیغام کو عام کرنے کی ضرورتھی، تا کہ حق جل مجدہ کے کلام قدسی سے ہر شخص اپنے باطن کو منور کر لے اور اس طرح حق تعالیٰ کا پیغامِ عرفان عام ہوجائے۔ یہی سبب بنا اس فضلِ حق کے ظہور کا۔ وَ مَـا اَصَـابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِّیِن مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔

حدیثِ قدسی محدثین کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ قدوس کے معنی پاکیزہ اور طاہر کے ہیں۔ اسی معنی میں ارضِ مقدسہ اور بیت المقدس بھی بولا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے یَـا قَـوْمِ اُدْخُـلُـوا الْاَرْضَ الْـمُـقَدَّسَۃَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَـکُـمْ۔ حق جل مجدہ کی ذات تمام عیوب سے پاک اور تمام نقائص سے مبرا اور منزہ ہے۔ اس لیے اس کے ناموں میں سے ایک نام قدوس بھی ہے اور احادیث کو قدس کی طرف منسوب کرنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اسی لیے احادیثِ قدسی کو احادیثِ الٰہی اور آثارِ الٰہی بھی کہا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ حدیثِ قدسی کو جب بیان فرماتے تھے تو کبھی بواسطہ جبرئیلؑ بیان فرماتے تھے، اور کبھی براہِ راست حق جل مجدہ سے روایت کرتے تھے، یعنی کبھی یوں فرماتے تھے کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا، اور جبرئیلؑ سے حق جل مجدہ نے فرمایا اور کبھی یوں ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حدیثِ قدسی کی تعریف

اس لیے حدیثِ قدسی کی تعریف یہ ہے کہ حدیثِ قدسی وہ حدیث ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو الہام یا خواب کے ذریعہ اطلاع دی ہو یا جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے اطلاع دی ہو اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنی عبارت اور اپنے الفاظ میں بیان کیا ہو۔

حدیثِ قدسی محدثِ اعظم ملا علی قاریؒ کے نزدیک

حدیثِ قدسی وہ ہے جس کو راویوں کے سردار اور ثقہ لوگوں کے چراغ نبی کریم ﷺ حق تعالیٰ سے روایت کریں، کبھی بواسطہ جبرئیل اور کبھی بطریق الہام و وحی اور کبھی بذریعہ خواب۔ اوراس کے بیان کرنے میں آپ ﷺ مختار ہوں کہ جن الفاظ اورعبارت کے ساتھ چاہیں بیان کریں۔

حدیثِ قدسی اور قرآن مجید میں فرق

قرآنِ مجیداورحدیثِ قدسی میں بڑا فرق ہے۔

(۱) قرآنِ مجید وفرقانِ حمید کا نزول صرف جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا معاملہ ایسانہیں۔

(۲) قرآنِ مجیدلوحِ محفوظ کے الفاظ کے ساتھ مقید ومتعین ہے جبکہ حدیثِ قدسی میں ایسانہیں ہے۔

(۳) قرآنِ مجید ہر وقت ہر زمانے میں ہر طبقہ میں 'تواترِ طبقات' کے ساتھ منقول ہوتا رہا ہے جبکہ حدیثِ قدسی خبرآحاد ہے۔

(۵) قرآنِ مجید کو بغیر طہارتِ کاملہ کے ہاتھ لگانا درست نہیں جبکہ حدیثِ قدسی کا یہ حکم نہیں ہے۔ حدیثِ قدسی کو بغیر طہارتِ کاملہ کے ہاتھ لگانا اور پڑھنا جائز ہے۔

(۶) قرآنِ مجید کی ایک آیت کا انکار کفر کو لازم کردیتا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

(۷) قرآن حکیم سورتوں اور آیتوں میں تقسیم ہے اوراس کے پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ ہر قسم کے تغیر وتبدل سے حق جل مجدہ نے حفاظت کا اعلان کیا ہے جبکہ حدیثِ قدسی کے لیے ایسا کوئی حکم ثابت نہیں ہے۔

حدیثِ قدسی اور حدیث میں فرق

حدیثِ قدسی اور حدیثِ نبوی میں ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ حدیثِ قدسی کی نسبت حق جل مجدہ کی جانب ہوتی ہے یعنی جس حدیث کی سند اللہ جل مجدہ پر ختم ہو وہ حدیثِ قدسی ہے۔

اور حدیثِ نبوی ﷺ وہ ہے جس کی سند جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو۔

حدیثِ قدسی کے شروع میں یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضور ﷺ حق جل مجدہ سے روایت کرتے ہیں۔ یا پھر براہِ راست کہا جاتا ہے کہ حق جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے روایت کیا ہے۔

احادیثِ قدسیہ کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کا فرق

احادیثِ قدسیہ ان احادیث کو کہا جاتا ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے حق تعالیٰ کی جانب منسوب کیا اور حق تعالیٰ سے روایت کیا ہو اس لیے متقدمین کے نزدیک احادیثِ قدسیہ کی تعداد کم ہیں جبکہ متاخرین نے اس میں وسعت سے کام لیا اور توسیع کی ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں حق تعالیٰ کا قول مذکور و منقول ہو اس کو بھی حدیثِ قدسی کہیں گے۔

قارئین سے التجا و دعا

ہمارے قارئین علماء، ادباء، خطباء، محققین، مفسرین ومحدثین سبھی ہوں گے۔ اس عاجز و تہی دامن کو اعترافِ تقصیر ہے کہ حق تعالیٰ کے کلام کی ترجمانی کا حق ادا نہ ہوا۔ خوبصورت تعبیرات، حسین اسلوب، ترجمہ میں روانی و رعنائی پیدا نہ کرسکا۔ تاہم حسنِ نیت اور نفعِ عام کے سبب کوشش کی گئی ہے کہ آسان اور عام فہم زبان استعمال کی جائے تاکہ ہر شخص حق تعالیٰ کی بات کو آسانی سے سمجھ لے، دعویٔ علم تو مجھ جیسے کم مایہ کے لیے جہل ہی ہے۔ اپنے قارئین سے درخواست ہے کہ اگر کہیں ترجمہ وترجمانی میں فاش غلطی ہوگئی ہو یا سہو ونسیان سے تقدیم وتاخیر ہوگئی ہو تو خلوصِ نیت کے ساتھ مطلع کردیں۔ انشاءاللہ اس کی

تصحیح ہو جائے گی اور آئندہ اس کی تلافی بھی کر دے جائے گی۔

آخر میں ربِ سبوح وقدوس سے استغفار وندامت کے ساتھ قبولیت کی درخواست ہے۔ میرا رب جس نے عاجز و آثم کو توفیق بخشی اپنی جناب میں اپنے کلام قدسی کو قبول کرکے اس بندۂ عاجز و آثم کو مرحوم ومغفور بنا کر رحمتِ واسعہ کے سایہ میں لے لے۔ وَ هُوَ عَلٰى مَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ وَ اِنَّهُ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ . سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ، وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ، سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا إِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ، وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقَى مِنْ صَلَاتِكَ شَيْءٌ. اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقَى مِنْ سَلَامِكَ شَيْءٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقَى مِنْ بَرَكَاتِكَ شَيْءٌ.

خاکپائے اولیاء نقشبند
العبد محمد ثمین اشرف ابن الحاج محمد ابراہیم نقشبندیؒ
کان اللّٰہ لہما و غفر والِدَیہ
متوطن مادھو پور، سلطان پور
ضلع سیتامڑھی، بہار
حال مقیم دبئی

المرقوم: یوم الاحد،
قبل صلاۃ الظہر
فی مصلی الحبتور، دبی
۱۴۳۲/۸/۹ھ
۲۰۱۱/۸/۸ء

كِتَابُ الْمَوْتِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ فِى الْمَوْتِ وَ خُرُوْجِ النَّفُسِ

موت اور عذاب کا بیان

باب : قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلنفُسِ : أُخْرُجِىْ ......

(٥٤٣) عن أبى هريرة رضي الله عنه أن النبى ﷺ قال:

"قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى لِلنَّفُسِ : اُخْرُجِىْ. قَالَتْ: لَا أَخْرُجُ إِلَّا كَارِهَةً. قَالَ: اُخْرُجِىْ وَ إِنْ كَرِهْتِ." [صحيح] (البزار، ج ١/٧٨٣. كشف الأستار)

امرِ الٰہی کے سامنے بندے کا عجز

(۵۴۳) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق عزوجل نے نفس وروح سے خطاب کر کے فرمایا: اے نفس جسم سے نکل! روح نے عرض کیا: مولیٰ میں خوشی سے نہیں نکلوں گی، اِلّا یہ کہ آپ کے حکم کے امتثال میں ناپسندیدگی کے ساتھ نکل جاؤں حق جل مجدہ نے فرمایا: نکل! خواہ ناپسندیدگی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔

موت اور عذاب قبر دونوں ہی حق ہے مرنے کے بعد، برزخ، قیامت، آخرت چند اصولی باتیں:

ما بعد الموت کے سلسلہ کی حدیثیں پڑھنے اور ان کے مطالب سمجھنے سے پہلے چند اصولی باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں۔ ان باتوں کے مستحضر کر لینے کے بعد ان حدیثوں کے مضامین کے متعلق وہ وساوس اور شبہات انشاء اللہ پیدا نہ ہوں گے جو حقیقت سے ناشناسی کی وجہ سے بہت سے دلوں میں اس زمانے میں پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) انبیاء علیہم السلام کا خاص کام (جس کے لیے وہ مبعوث ہوتے ہیں) ہمیں

ان باتوں کا بتلانا ہے، جن کے ہم ضرورت مند تو ہیں لیکن اپنی عقل وحواس سے بطور خود ہم ان کونہیں جان سکتے، یعنی وہ ہماری عقل کی دسترس سے باہر ہیں۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کے لیے یقینی علم کا ایک خاص ذریعہ جو دوسرے عام انسانوں کے پاس نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی وحی ہے، ان کو اسی ذریعہ سے ان چیزوں کا علم ہوتا ہے، جس کو ہم اپنی آنکھوں، کانوں سے اور اپنی عقل وفہم سے دریافت نہیں کرسکتے، جس طرح دوربین رکھنے والا آدمی بہت دور کی وہ چیزیں دیکھ لیتا ہے، جن کو عام آدمی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے۔

(۳) کسی نبی کو نبی مان لینے، اور اس پر ایمان لانے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ہم نے اس بات کو تسلیم کرلیا، اور پورے یقین کے ساتھ ان کو مان لیا اور قبول کرلیا کہ وہ ایسی جو بات بتلاتا ہے جس کو ہم خود نہیں جانتے، اور نہیں دیکھتے، وہ اللہ کی وحی سے اس کا علم حاصل کرکے ہمیں بتلاتا ہے اور وہ سب حرف بہ حرف صحیح ہے، اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہتے، جو عقلاً ناممکن اور محال ہو، ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ ہماری عقل اور ہمارے حواس بطور خود اس کو سمجھ لینے سے عاجز اور قاصر ہوں، بلکہ ایسا ہونا ضروری ہے، اگر انبیاء علیہم السلام صرف وہی باتیں بتلائیں جن کو ہم خود ہی غور وفکر سے معلوم کرسکتے ہوں، تو پھر ان کی ضرورت ہی کیا ہے۔

(۵) انبیاء علیہم السلام نے مابعد الموت یعنی عالم برزخ (عالم قبر) اور عالم آخرت کے متعلق جو کچھ بتلایا ہے اس میں کوئی بات بھی ایسی نہیں ہے جو عقلاً ناممکن اور محال ہو، ہاں ایسی چیزیں ضرور ہیں جن کو ہم اپنے غور وفکر سے ازخود نہیں جان سکتے اور اس دنیا میں ان چیزوں کے نمونے نہ ہونے کی وجہ سے ہم ان کو اس طرح سمجھ بھی نہیں سکتے، جس طرح اس دنیا کی دیکھی بھالی چیزوں کو سمجھ لیتے ہیں۔

(۶) علم کے جو عام فطری ذریعے اور وسیلے ہمیں دیے گئے ہیں، مثلاً آنکھ،

ناک، کان، عقل وفہم، ظاہر ہے کہ ان کی طاقت اوران کا دائرہ عمل بہت محدود ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ جدید آلات کی خارجی مدد سے ان کے ذریعہ بہت سی وہ چیزیں ہمارے علم میں آجاتی ہیں جن کا پہلے کبھی تصور بھی نہیں کیا جاتا تھا، مثلاً پانی میں یا خون میں جو جراثیم پائے جاتے ہیں، اب خوردبین کی مدد سے آنکھ ان کو دیکھ لیتی ہے، ریڈیو کی مدد سے کان ہزاروں میل دور تک کی آواز سن لیتے ہیں، اسی طرح کتابی معلومات کی مدد سے پڑھے لکھے انسان کی عقل اس سے زیادہ سوچ لیتی ہے، جتنا کہ آنکھ کان کے ذریعہ حاصل شدہ معلومات کی مدد سے سوچ سکتی تھی، اس تجربے سے معلوم ہوا کہ کسی حقیقت کا صرف اس بنیاد پر انکار کردینا کہ آج ہم اس کو نہیں دیکھتے نہیں سنتے، یا ہماری عقل اس کو نہیں سمجھتی، بے عقلی کی بات ہے۔ ﴿وَ مَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴾

(۷) انسان دو چیزوں سے مرکب ہے، ایک جسم جو ظاہر ہے اور نظر آتا ہے، دوسری روح جو اگرچہ آنکھوں سے نظر نہیں آتی، لیکن اس کے ہونے کا ہم سب کو یقین ہے، پھر انسان کے ان دونوں جزوں کا باہمی تعلق اس دنیا میں اس طرح ہے کہ تکلیف ومصیبت یا راحت ولذت کی جو کیفیت یہاں آتی ہے وہ براہِ راست جسم پر آتی ہے، اور روح اس سے تبعاً متاثر ہوتی ہے، مثلاً انسان کو چوٹ لگتی ہے، وہ زخمی ہوتا ہے، یا مثلاً وہ کہیں آگ سے جل جاتا ہے، تو ظاہر ہے کہ چوٹ اور آگ کا تعلق براہِ راست اس کے جسم سے ہوتا ہے، لیکن اس کے اثر سے روح کو بھی دکھ ہوتا ہے، اسی طرح کھانے پینے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ بھی براہِ راست جسم ہی کو ہوتی ہے، لیکن روح بھی اس سے لذت حاصل کرتی ہے۔

الغرض اس دنیا میں انسان کے وجود اور اس کے حالات میں گویا جسم اصل ہے اور روح اس کے تابع ہے، لیکن قرآن وحدیث میں عالم برزخ کے متعلق جو کچھ بتلایا گیا ہے اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں معاملہ اس کے برعکس ہوگا، یعنی اس عالم میں جسم پر جو اچھی بری واردات ہوگی وہ براہ راست اس کی روح پر ہوگی، اور جسم اس سے تبعاً

متاثر ہوگا، اللہ تعالیٰ نے (شاید اسی لیے کہ اس حقیقت کا سمجھنا ہمارے لیے آسان ہوجائے) اس دنیا میں بھی اس کا ایک نمونہ پیدا کردیا ہے، اور وہ عالم رؤیا یعنی خواب ہے، عقل وہوش رکھنے والا ہر انسان اپنی زندگی میں بار بار ایسے خواب دیکھتا ہے جن میں اس کو بڑی لذت ملتی ہے، یا بڑی تکلیف ہوتی ہے، لیکن خواب میں یہ لذت یا تکلیف براہ راست دراصل روح کے لیے ہوتی ہے اور جسم تبعاً اس سے متاثر ہوتا ہے یعنی خواب میں آدمی مثلاً جب یہ دیکھتا ہے کہ وہ کوئی لذیذ کھانا کھا رہا ہے، تو صرف یہی نہیں دیکھتا کہ میری روح ہی کھا رہی ہے، یا خیالی قوت ہی کھا رہی ہے، بلکہ اس وقت وہ یہی دیکھتا ہے کہ بیداری کی طرح وہ اپنے اس جسم والے منہ سے کھا رہا ہے جس سے روزانہ کھایا کرتا ہے، اسی طرح خواب میں اگر وہ یہ دیکھتا ہے کہ کسی نے اس کو مارا، تو وہ یہ نہیں دیکھتا، کہ اس کی روح کو مارا گیا، بلکہ وہ اس وقت یہی دیکھتا ہے، کہ مار اس کے جسم پر پڑی ہے اور اس کے جسم پر اس وقت ویسی ہی چوٹ لگی، جیسی بیداری میں مار پڑنے سے لگتی ہے، حالانکہ واقعہ میں جو کچھ گزرتا ہے وہ خواب میں دراصل روح پر گزرتا ہے، اور جسم اس سے طبعاً متاثر ہوتا ہے البتہ کبھی کبھی جسم کا یہ تأثر اتنا محسوس ہوجاتا ہے کہ آدمی بیدار ہونے کے بعد جسم پر اس کے نشانات اور اثرات بھی پاتا ہے، الغرض نیند کی حالت میں اچھے یا برے خواب دیکھنے والے شخص پر جو کچھ گزرتا ہے اس کی نوعیت یہی ہے کہ وہ براہ راست اور اصلی طور پر روح پر گزرتا ہے، اور جسم پر اس کا اثر طبعاً پڑتا ہے، اسی لیے خواب دیکھنے والے کے قریب والا آدمی بھی اس کے جسم پر کوئی واردات گزرتے ہوئے نہیں دیکھتا، کیونکہ ہم اس دنیا میں کسی انسان کے ان ہی حالات کو دیکھ سکتے ہیں جن کا تعلق براہ راست اس کے جسم سے ہو، پس عالم برزخ میں (یعنی مرنے کے بعد سے قیامت تک کے دور میں) اچھے برے انسانوں پر جو کچھ گزرنے والا ہے، (جس کی بعض تفصیلات آگے آنے والی حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں) اس کی نوعیت بھی یہی ہے کہ وہ اصلی طور پر اور براہ راست روح پر گزرے گا، اور جسم طبعاً اس میں شریک ہوگا، اور عالم رویا (خواب) کے تجربات کی روشنی

میں اس کو سمجھ لینا کسی سمجھنے والے آدمی کے لیے زیادہ مشکل نہیں ہے۔

اُمید ہے کہ اس دنیا اور عالم برزخ کے اس فرق کو جان لینے کے بعد وہ عامیانہ اور جاہلانہ شبہے اور وسوسے پیدا نہ ہوں گے، جو قبر کے سوال و جواب اور عذاب وثواب کی حدیثوں کے متعلق بعض ضعیف الایمان اور کم عقل لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ (معارف الحدیث: ۱/۱۲۱)

حیات طبعی طور پر محبوب ہے

فطرتاً انسان میں حیات وزندگی کی محبت رگ وریشہ تک میں پیوست ہے۔ مومن تو ازدیادِ اعمالِ صالحہ کے لیے حیات کو موت پر ترجیح دیتا ہے اور غیر مومن کب چاہتا ہے کہ میں اپنی مرضی سے شیطانی حرکتوں کو چھوڑ کر، اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں جاؤں؟ اور اپنے کرتوت کی سزا پاؤں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ بندے کی روح، محض اپنے امر سے قبض کرتے ہیں، خواہ کسی بندے کی روح ہو اور یہی قدرت کی وہ زبردست دلیل وبرہان ہے، جس کا انکار ملحدین بھی نہیں کر سکتے اور موت کے سامنے ہر قسم کا انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ بہر صورت امرالٰہی ہی غالب آتی ہے۔

باب: إِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلْقَاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا ......

باب: مومن کی روح جب جسم سے نکلتی ہے تو دو فرشتے اس کو ہمراہ لے جاتے ہیں

(٥٤٤) عن أبی هريرة ﷺ قال:

"إِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا."

قال حماد: فذكر من طيب ريحها، وذكر المسك ......قال:

"وَ يَقُوْلُ أَهْلُ السَّمَاءِ: رُوْحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَ تْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ عَلٰى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِيْنَهُ، فَيُنْطَلَقُ بِهٖ إِلٰى رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ يَقُوْلُ: اِنْطَلِقُوْا بِهٖ إِلٰى آخِرِالْأَجَلِ. قَالَ: وَ إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا خَرَجَتْ رُوْحُهُ — قَالَ

حَمَّادُ: وَ ذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا وَ ذَكَرَ لَعْنًا ـ وَ يَقُوْلُ أَهْلُ السَّمَاءِ :رُوْحٌ خَبِيْثَةٌ جَاءَ تْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ، قَالَ: فَيُقَالُ: اِنْطَلِقُوْا بِهِ إِلٰى آخِرِ الْأَجَلِ. "

قال أبوهريرة رضي الله عنه : فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ عَلٰى أَنْفِهِ هٰكَذَا.

[صحيح] (أخرجه مسلم، ج: ٤، ص:٢٢٠٢)

روح کی خوشبو یا بدبو

(۵۴۴) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے، انھوں نے کہا: جب مومن بندہ کی روح نکالی جاتی ہے، تو اس سے دو فرشتے ملتے ہیں جو اس کی روح لے کر اوپر کو جاتے ہیں اور آپس میں اس کی صفائی ستھرائی اور خوشبو کا تذکرہ کرتے ہیں۔ تو آسمان والے فرشتے کہتے ہیں: پاک روح ہے، جو زمین سے آئی ہے۔ اے روح تجھ پر اللہ پاک کی رحمت ہو، اور اس جسم پر بھی جس میں تو پرورش پا رہی تھی۔ پس فرشتے اس روح کو حق جل مجدہ کے پاس لے جاتے ہیں، تو حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: اس روح کو حیاتِ برزخیہ کی مدت پوری ہونے تک لے جاؤ، اور کافر کی روح نکالی جاتی ہے تو فرشتے آپس میں اس کی بدبو کا اور لعنت وغضب کا تذکرہ کرتے ہیں، تو آسمان والے فرشتے کہتے ہیں: خبیث وناپاک روح ہے، جو زمین سے آئی ہے حق جل مجدہ کا ارشاد ہوتا ہے: اس ناپاک روح کو حیات برزخیہ کی مدت پوری ہونے تک لے جاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اللہ کے رسول ﷺ نے باریک کپڑے کو ہٹایا جو ان کی ناک پر تھا، (یہ خبیث روح کی گندگی کی وجہ سے تھا)۔

فائدہ: دوسری احادیث حیات برزخ کی تفصیل کے سلسلہ میں واضح آئی ہیں، کہ مومن کی روح راحت وعافیت کے ساتھ جنت میں رحمت ونعمت کے ساتھ رکھ دی جاتی ہے اور کفار ومشرکین، ملحدین ومنافقین کی ارواح کو سجین کی قید وبند میں رکھ دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کا وقت آجائے اور ہر روح اپنے حقیقی مقام ومستقر کو پالے، حیات برزخ کے موضوع پر علماء کرام کی بے شمار کتابیں ہیں مگر مختصر کافی وشافی معارف الحدیث "حیات برزخ

کا باب'' دیکھ لیں آج کل ایک گمراہ فرقہ بھی پیدا ہوا ہے جو حیات برزخ کا منکر ہے۔ العیاذ باللہ۔

مومن کے پاک روح کا فرشتے استقبال کرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کی پاک وطیب روح کا فرشتے استقبال کرتے ہیں اور بارگاہ ربّ العزّت میں حاضری کے لیے ان کی مدد کرتے ہیں۔ظاہر سی بات ہے،اس سرزمین پر بندہ مومن ہی تو تھا جو ربّ العزّت کی حمد وثنا کا زمزمہ گنگناتا تھا خوف وامید کے عالم میں تسبیح وتقدیس کیا کرتا تھا،حق تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کے آگے سرِتسلیم خم کرتا تھا،موت کو یاد کر کے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تعلق کو استوار کر رہا تھا،اپنے انجام سے کبھی بھی غافل نہ تھا،آج ان کا استقبال ہونا ہی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے کافر کی روح کا تذکرہ کیا تو ناک پر کپڑا ڈال لیا

اِسی حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ یہ بھی ذکر فرمارہے ہیں کہ جب کافر کی روح اور اس کی گندگی وبدبو کا ذکر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ناک پر باریک کپڑا رکھ لیا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیب سے مومن کی روح کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو خوشبو محسوس ہوتی ہوگی،جو باعث فرحت ومسرت ہوئی ہوگی اور جب کافر کی روح کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ کو بدبو اوراس کا تعفن محسوس ہوا جس کی وجہ سے آپ نے اپنے ناک مبارک پر کپڑا ڈال لیا اور جب بات ختم ہوئی تو آپ نے وہ کپڑا ہٹالیا درحقیقت بات یہ ہے کہ بے شمار احوالِ آخرت اور غیبی حقائق آپ ﷺ پر منکشف ہوتیں،جن کا ادراک نہ تو ہم کو ہوتا ہے اور نہ ہی ادراک کی صلاحیت ہے،اور نہ ہی قوتِ برداشت وتحمل،اسی لیے ہم کو حکم دیا گیا کہ ان سے سن کر ایمان لے آؤ،اور عملی قدم تیز سے تیز تر کردو۔تمہاری نجات وفلاح اسی میں ہے کہ مخبر صادق ﷺ کی اطلاع پر ایمان لاؤ اور عملی قدم استقامت کے ساتھ آگے بڑھاؤ۔ آخر دنیا کی بے شمار حقیقتیں ایسی ہیں جن کو تم نہیں دیکھتے اور نہ محسوس کرتے ہو مگر اس کا یقین

کرتے ہو، پھر آخر رسول اللہ ﷺ کی سچی و پکی خبروں پر کیوں یقین نہیں کرتے، رسول ﷺ کی بتلائی ہوئی باتوں پر یقین راسخ کر کے نجات کی راہ اختیار کرلو۔ تم سے بس یہی مطلوب ہے اور اسی میں نجات ہے۔

باب : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : مَنْ أَصْحَابُ هٰذِهِ الْقُبُوْرِ

باب: ان قبروں میں کون لوگ ہیں؟

(٥٤٥) عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال:

إِنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ نَخْلًا لِّبَنِی النَّجَّارِ فَسَمِعَ صَوْتًا فَفَزِعَ قَالَ: مَنْ أَصْحَابُ هٰذِهِ الْقُبُوْرِ؟ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! نَاسٌ مَاتُوْا فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَقَالَ: تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ. قَالُوْا: وَ مِمَّ ذَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ:

"إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ أَتَاهُ مَلَکٌ ، فَیَقُوْلُ لَهُ : مَا کُنْتَ تَعْبُدُ؟ فَإِنِ اللّٰهُ هَدَاهُ قَالَ: کُنْتُ أَعْبُدُ اللّٰهَ، فَیُقَالُ لَهُ: مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَیَقُوْلُ : هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهُ. فَمَا یُسْأَلُ عَنْ شَیْءٍ غَیْرَهَا فَیُنْطَلَقُ بِهٖ إِلٰی بَیْتٍ کَانَ لَهُ فِی النَّارِ، فَیُقَالُ لَهُ: هٰذَا بَیْتُکَ کَانَ لَکَ فِی النَّارِ. وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ عَصَمَکَ وَ رَحِمَکَ فَأَبْدَلَکَ بِهٖ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُ: دَعُوْنِیْ حَتّٰی أَذْهَبَ فَأُبَشِّرَ أَهْلِیْ . فَیُقَالُ لَهُ: اُسْکُنْ . وَ إِنَّ الْکَافِرَ إِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ أَتَاهُ مَلَکٌ فَیَنْتَهِرُهُ فَیَقُوْلُ لَهُ:مَا کُنْتَ تَعْبُدُ؟ فَیَقُوْلُ : لَا أَدْرِیْ. فَیُقَالُ لَهُ: لَا دَرَیْتَ وَ لَا تَلَیْتَ. فَیُقَالُ لَهُ: فَمَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ ؟ فَیَقُوْلُ : کُنْتُ أَقُوْلُ مَا یَقُوْلُ النَّاسُ. فَیَضْرِبُهُ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِیْدٍ بَیْنَ أُذُنَیْهِ فَیَصِیْحُ صَیْحَةً یَسْمَعُهَا الْخَلْقُ غَیْرُ الثَّقَلَیْنِ."

و قال أبو داؤد:

حدثنا محمد بن سليمان حدثنا عبدالوهاب بمثل هذا الإسناد نحوه قال:

''إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهِ وَ تَوَلّٰى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ فَيَأْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيَقُوْلَانِ لَهُ: فَذَكَرَ قَرِيْبًا مِنْ حَدِيْثِ الْأَوَّلِ قَالَ فِيْهِ: وَ أَمَّا الْكَافِرُ وَ الْمُنَافِقُ فَيَقُوْلَانِ لَهُ...... زَادَ الْمُنَافِقَ وَ قَالَ: يَسْمَعُهَا مَنْ وَلِيَهُ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ.''

[صحيح] (أخرجه أبوداود: ٤٧٥١،٤٧٥٢)

رسول اللہ ﷺ نے معلوم کیا کہ ان قبروں میں لوگ مدفون ہیں؟

(۵۴۵) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی نجار کے کھجور کے باغ میں داخل ہوئے تو آواز سنی تو گھبرا کر معلوم کیا، ان قبروں میں کون لوگ مدفون ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا: وہ لوگ مدفون ہیں جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے عذاب نار اور فتنۂ دجال سے پناہ چاہو۔ صحابہؓ نے سوال کیا اور کس چیز سے یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: مومن کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے، جو اس سے پوچھتا ہے تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت دی (یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد رہنمائی کرے گی) تو کہتا ہے: میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے: تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ جواب دیتا ہے: وہ اللہ تعالیٰ کے بندہ اور رسول ہیں۔ اس کے بعد اس سے کچھ سوال نہیں ہوتا۔ پھر اس کو فرشتے لے کر ایک دوزخ کے گھر میں لے جاتے ہیں اور اس کو کہا جاتا ہے: یہ تیرا گھر وٹھکانہ تھا، دوزخ میں؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو بچا لیا اور تم پر رحم کر دیا اور اس گھر کے بدلہ میں جنت میں ایک گھر وٹھکانہ دیدیا۔ وہ بندہ عرض کرتا ہے: مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں جا کر اپنے گھر والوں کو بشارت سنادوں، فرشتے کہتے ہیں: یہیں ٹھہر، قیام کر اور کافر کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے، تو فرشتہ آتا ہے اور اس کو زور سے ڈانٹتا ہے۔ جھڑکتا ہے اور پوچھتا ہے: تو کس کی عبادت کیا کرتا تھا؟ وہ کہتا ہے: مجھے کچھ معلوم نہیں۔ اس کو کہا جاتا ہے: اچھا تم کو کچھ معلوم نہیں اور کچھ پتہ نہیں۔ وہ فرشتہ پھر پوچھتا ہے اس شخص کے

بارے میں تو کیا عقیدہ رکھتا ہے؟ وہ کہتا ہے: وہی جو لوگ عقیدہ رکھتے تھے۔ تو اس کو فرشتے لوہے کی گرز سے دونوں کانوں کے درمیان مارتے ہیں تو وہ اتنی زور سے چیختا ہے کہ تمام مخلوقات جنات و انسان کے علاوہ سنتی ہے۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے، کہ بندہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلے جاتے ہیں تو وہ واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ دونوں اس سے کہتے ہیں، پھر وہی روایت، ایک روایت میں منافق کا اضافہ ہے۔ اور اس کی اس آواز کو قریب کی ہر چیزیں سنتی ہیں سوائے جنات و انسان کے۔ (ابوداؤد۔۴۷۵۱/۴۷۵۲)

باب : اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ......

باب: عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگو

(٥٤٦) عن البراء بن عازبٍ رضی اللہ عنہ قال:

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَ لَمَّا يُلْحَدْ، فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ جَلَسْنَا حَوْلَهُ، وَ كَأَنَّ عَلٰى رُؤُوْسِنَا الطَّيْرُ، وَ فِيْ يَدِهِ عُوْدٌ يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ:

"اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ أَوْثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا، وَ إِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ، نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيْضُ الْوُجُوْهِ ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ ، مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَ حَنُوْطٌ مِنْ حَنُوْطِ الْجَنَّةِ، حَتّٰى يَجْلِسُوْا مِنْه مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيْئُ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ ، فَيَقُوْلُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، اُخْرُجِيْ إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ ، قَالَ: فَتَخْرُجُ تَسِيْلُ كَمَا تَسِيْلُ الْقَطْرَةُ مِنْ فِي السِّقَاءِ، فَيَأْخُذُهَا فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهِ طُرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَأْخُذُوْهَا، فَيَجْعَلُوْهَا فِيْ ذٰلِكَ الْكَفَنِ، وَ فِيْ ذٰلِكَ الْحَنُوْطِ، وَ

يَخْرُجُ مِنْهَا كَأَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ، قَالَ: فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا، فَلَا يَمُرُّوْنَ يَعْنِى بِهَا عَلٰى مَلَأٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوْا: مَا هٰذَا الرُّوْحُ الطَّيِّبُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: فَلَانُ بْنُ فَلَانٍ بِأَحْسَنِ أَسْمَائِهِ الَّتِىْ كَانُوْا يَسْمَعُوْنَهُ بِهَا فِى الدُّنْيَا، حَتّٰى يَنْتَهُوْا بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَسْتَفْتِحُوْنَ لَهُ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهُ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوْهَا، إِلَى السَّمَاءِ الَّتِىْ تَلِيْهَا، حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : اُكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِىْ فِىْ عِلِّيِّيْنَ، وَ أَعِيْدُوْهُ إِلَى الْأَرْضِ ، فَإِنِّىْ مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ، وَ فِيْهَا أُعِيْدُهُمْ، وَ مِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرىٰ. قَالَ فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِىْ جَسَدِهٖ فَيَأْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُوْلُ: رَبِّىَ اللّٰهُ. فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَا دِيْنُكَ؟ فَيَقُوْلُ : دِيْنِى الْإِسْلَامُ. فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِىْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ: هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. فَيَقُوْلَانِ لَهُ: وَ مَا عَمَلُكَ؟ فَيَقُوْلُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَآمَنْتُ بِهٖ وَ صَدَّقْتُ. فَيُنَادِىْ مُنَادٍ فِى السَّمَاءِ : أَنْ صَدَقَ عَبْدِىْ فَافْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَ أَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَ افْتَحُوْا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ، قَالَ: فَيَأْتِيْهِ مِنْ رَوْحِهَا وَ طِيْبِهَا ، وَ يُفْسَحُ لَهُ فِىْ قَبْرِهٖ مَدَّ بَصَرِهٖ. قَالَ: وَ يَأْتِيْهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرِّيْحِ فَيَقُوْلُ: أَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُرُّكَ ، هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِىْ كُنْتَ تُوْعَدُ ، فَيَقُوْلُ لَهُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيْئُ بِالْخَيْرِ. فَيَقُوْلُ: أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ، فَيَقُوْلُ: رَبِّىْ أَقِمِ السَّاعَةَ حَتّٰى أَرْجِعَ إِلٰى أَهْلِىْ وَمَالِىْ.

قَالَ: وَ إِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِى انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا، وَ إِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ، نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُوْدُ الْوُجُوْهِ، مَعَهُمُ الْمُسُوْحُ فَيَجْلِسُوْنَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيْئُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ، فَيَقُوْلُ :أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ ! اُخْرُجِىْ إِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ غَضَبٍ ، قَالَ فَتَفَرَّقُ فِىْ جَسَدِهٖ، فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُوْدُ مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْلِ،

فَيَأْخُذُهَا فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهِ طُرْفَةَ عَيْنٍ، حَتّٰى يَجْعَلُوْهَا فِيْ تِلْكَ الْمُسُوْحِ، وَ يَخْرُجُ مِنْهَا كَأَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ ، فَيَصْعَدُوْن بِهَا، فَلَا يَمُرُّوْنَ بِهَا عَلٰى مَلَإٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوْا: مَا هٰذَا الرُّوْحُ الْخَبِيْثُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: فَلَانٌ بْنُ فَلَانٍ بِأَقْبَحِ أَسْمَائِهِ الَّتِيْ كَانَ يُسَمّٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيُسْتَفْتَحُ لَهُ فَلَا يُفْتَحُ لَهُ، ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوٰبُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ (الأعراف:٤٠)

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : اُكْتُبُوْا كِتَابَهُ فِيْ سِجِّيْنٍ فِي الْأَرْضِ السُّفْلٰى، فَتُطْرَحُ رُوْحُهُ طَرْحًا، ثُمَّ قَرَأَ:

﴿وَ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيْحُ فِي مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ (الحج :٣١)

فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِيْ جَسَدِهِ وَ يَأْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُوْلُ : هَاه هَاه لَا أَدْرِيْ، فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَادِيْنُكَ؟ فَيَقُوْلُ هَاه هَاه لَا أَدْرِيْ، فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ: هَاه هَاه لَا أَدْرِيْ، فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ كَذَبَ فَافْرِشُوْا لَهُ مِنَ النَّارِ ، وَ افْتَحُوْا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ. فَيَأْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَ سَمُوْمِهَا، وَ يُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ، حَتّٰى تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ، وَ يَأْتِيْهِ رَجُلٌ قَبِيْحُ الْوَجْهِ، قَبِيْحُ الثِّيَابِ، مُنْتِنُ الرِّيْحِ، فَيَقُوْلُ: أَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُوْءُكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ، فَيَقُوْلُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيْئُ بِالشَّرِّ، فَيَقُوْلُ : أَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيْثُ ، فَيَقُوْلُ: رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ.“

[صحيح] (أخرجه أحمد في مسنده، ج :٤، ص:٢٨٧)

عذابِ قبر اور مومن و کافر کا فرق۔ منکر نکیر کا سوال

(۵۴۶) ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک شخص جو انصار میں سے تھے، ان کے جنازہ میں گئے، ہم لوگ قبر تک پہنچے جب ان کو دفن کردیا گیا تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے ہم لوگ بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے، خاموشی اور سکوت کا یہ عالم تھا کہ گویا ہمارے سروں پر پرندہ بیٹھا ہو، رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کو کرید رہے تھے (سوچ وفکر کے وقت عادتاً ایسا ہوتا ہے کہ ہاتھ میں لکڑی لے کر زمین کو کریدا جاتا ہے، جبکہ گہری سوچ میں ہو) آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور ارشاد فرمایا:

عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرو، دوبار فرمایا، یا تین بار۔ پھر فرمایا: جب مومن بندہ کا دنیا سے جانے کا آخری وقت ہوتا ہے اور آخرت کا ابتدائی مرحلہ شروع ہونے والا ہوتا ہے، تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں، سفید و نورانی شکل جیسے کہ سورج چمک رہا ہو۔ ان کے ساتھ جنت کا کفن اور جنتی خوشبو بھی ساتھ ہوتی ہے اور وہ اس بندہ سے نگاہ کی دوری کی مسافت پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں۔ وہ اس بندہ کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں: اے پاک وصاف روح اس جسم سے نکل جا اللہ تعالیٰ کی مغفرت ورضوان کی جانب۔ (یعنی اس جسم خاکی کو چھوڑ کر نکل جا۔ رب تبارک وتعالیٰ کی مغفرت ورحمت اور رضوان کی طرف چلی جا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ روح نکلتی ہے اتنی آسانی سے جیسے کہ پانی کا قطرہ پینے کے برتن سے نکل جاتا ہے۔ نکلتے ہی فرشتہ اس کو تھام لیتا ہے، پکڑ لیتا ہے اور پھر اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتا؛ بلکہ فوراً پلک جھپکنے سے پہلے اس کو اسی کفن میں رکھ دیتا ہے جو وہ آسمان سے لایا تھا اور اسی خوشبو میں بسا دیتا ہے۔ اس کی روح سے بہترین مشک کی خوشبو پھوٹتی ہے جو پوری روئے زمین کی سب سے اچھی خوشبو ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ فرشتے اس کو لے کر آسمان پر جاتے ہیں، جب بھی کسی فرشتوں کی جماعت سے گزر ہوتا ہے، تو وہ فرشتوں کی جماعت کہتی ہے:

کتنی پاک وصاف خوشبو والی روح ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: فلاں بن فلاں ہے اس کے سب سے بہترین نام کے ساتھ اس کا تعارف کراتے ہیں، جس نام سے اس کو دنیا میں پکارا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کو آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں، تو اس کے لیے دروازہ کھولا جاتا ہے اور اس روح کے ساتھ ہر آسمان کے مقربین فرشتے کی جماعت اس کے ساتھ اپنے قریب کے آسمان تک ساتھ ساتھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ سات آسمان تک سفر ختم ہو جاتا۔ تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں: میرے بندے کا نامۂ اعمال علّیّین میں لکھ دو اور اس کو زمین میں واپس لے جاؤ اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، جو اس کو بیٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ دونوں فرشتے پوچھتے ہیں: تمہارا دین و مذہب کیا تھا؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا دین و مذہب اسلام ہے۔ وہ دونوں فرشتے پوچھتے ہیں: اس رسول کے سلسلہ میں تیرا کیا عقیدہ ہے جو تم لوگوں کے پاس بھیجے گئے تھے؟ وہ بندہ جواب دیتا ہے: وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ دونوں فرشتے اس کو کہتے ہیں: تیرا عمل کیا ہے؟ وہ بندہ عرض کرتا ہے: میں نے کتاب اللہ کو پڑھا ہے اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی، پھر آسمان سے ایک منادی آواز لگاتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا، اس کا بسترہ جنت سے بچھا دو اور جنت کا لباس زیب تن کرا دو اور اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول دو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے جنت کی راحت وغذا اور خوشبو لائی جاتی ہے اور اس کی قبر کو مدّ بصر تا حدِّ نگاہ، جہاں تک آنکھ دیکھ سکتی ہے، وسیع وکشادہ کر دی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک نہایت ہی غیر معمولی خوبصورت انسان، نہایت ہی دیدہ زیب لباس میں، بھڑکدار، اچھی خوشبو لگا کر اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے: تم کو مبارک ہو ہر وہ چیز جو تم کو خوش کرے گی۔ آج ہی کے دن کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ بندہ عرض کرتا ہے: تو کون ہے؟ تمہارے چہرہ سے بھلائی وخیر ہی کی امید کی جاسکتی ہے (یعنی

تمہارے چہرہ سے بشارت وخوشخبری کا اتہ پتہ لگتا ہے)۔

وہ کہے گا: میں تیرا عمل صالح ہوں، وہ بندہ عرض کرے گا: میرے رب قیامت قائم کردیجیے، تاکہ میں اہل ومال کے پاس واپس چلا جاؤں۔ (یہ مومن کا حال تھا۔ اب سنو دوسروں کا کیا ہوگا) اور جب کافر بندہ کا دنیا سے رخصت ہونے کا اور آخرت کی شروعات کا وقت ہوتا ہے، تو آسمان سے بھیانک، کالا سیاہ فرشتہ کا نزول ہوتا ہے، اس کے ساتھ (بدبودار) ٹاٹ ہوتا ہے۔ وہ اس کافر سے نگاہ کی دوری پر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر ملک الموت آتے ہیں اوراس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں: اے خبیث نفس! چل نکل، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اورغضب کی طرف چل۔ وہ کافر کی جان جسم میں ادھر ادھر بھاگتی ہے۔ ملک الموت اس کو کھینچ کر نکالتے ہیں، جیسے کہ سلاخ کو بھیگے اون کے اندر سے نکالتے ہیں اور پکڑ لیتے ہیں اور پکڑتے ہی ہاتھ میں نہیں بلکہ اسی بدبودار ٹاٹ میں بند کردیتے ہیں، اس میں سے بدبودار مردار جو زمین پر ہو ایسی بدبو نکلتی ہے۔ اب فرشتے اس کو لے کر اوپر جاتے ہیں، جب بھی کسی فرشتوں کی جماعت سے اس کا گزر ہوتا ہے، تو وہ فرشتے کہتے ہیں: یہ کیسی خبیث روح ہے؟ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں ہے، جو دنیا میں اس کا سب سے گندا نام تھا اس نام سے ذکر کرتے ہیں، یہاں تک کہ آسمان دنیا پر پہنچ جاتے ہیں۔ تو فرشتے دروازہ کھلواتے ہیں تو دروازہ نہیں کھولا جاتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پڑھا:

﴿لَاتُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوٰبُ السَّمَآءِ وَلَايَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ (الأعراف: ٤٠)

ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے، جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے کے اندر سے نہ چلا جاوے (یہ ناممکن ہے، لہٰذا کافر کا جنت میں داخلہ محال ہے)

حق جل مجدہ فرماتا ہے: اس کا نامہ اعمال سجین میں زمین کے اندر نچلے طبقہ میں

ڈال دو۔ بس اس کی روح کو زور سے پٹخا جاتا ہے آسمان دنیا سے۔

﴿وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُہُ الطَّیۡرُ اَوۡ تَہۡوِیۡ بِہِ الرِّیۡحُ فِیۡ مَکَانٍ سَحِیۡقٍ﴾ (الحج: ۳۱)

جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا کسی دور دراز جگہ میں لے جا کر پٹخا۔

اب اس کی روح کو جسم میں لوٹایا جاتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور وہ اس کو بٹھاتے ہیں، وہ دونوں اس سے کہتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ بندہ کافر کہتا ہے: ہاہ۔ ہاہ۔ مجھ کو معلوم نہیں۔ وہ دونوں فرشتے اس سے کہتے ہیں: **مادینک** تیرا دین و مذہب کیا ہے؟ وہ کافر کہتا ہے: ہاہ۔ ہاہ۔ مجھ کو معلوم نہیں۔ وہ دونوں فرشتے اس سے پوچھتے ہیں: وہ کون شخص ہیں جن کو تمہاری طرف مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ عرض کرتا ہے: ہاہ۔ ہاہ۔ مجھ کو معلوم نہیں۔ پھر ایک منادی آسمان سے پکارتا ہے: یہ جھوٹ بولتا ہے، اس کو جہنم کا بسترا (یعنی جہنم کا ٹھکانہ) اور اس کا دروازہ جہنم کی جانب کھول دو۔ اب اس کی طرف جہنم کی گرمی اور آگ کی لپٹ آتی ہے۔ اس کی قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک پسلی دوسری پسلی میں گھس جاتی ہے اور اس کے پاس ایک بدشکل شخص گندے اور بدبودار کپڑے میں آتا ہے، جو اس سے کہتا ہے: تیرا آنا نامبارک ہو۔ اور ہر وہ چیز جو تم کو تکلیف و اذیت دے اس کی خبر سن لو۔ آج وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ پوچھتا ہے: تو کون ہے؟ تیرے چہرہ سے تو ہر برے حالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے: میں ہی تیرا خبیث عمل ہوں۔ وہ عرض کرتا ہے: یارب! قیامت قائم نہ کیجئے گا۔ (مسند احمد۔ ۴/ ۲۸۷)

منکر سے عذاب نہیں ٹلتا

اِس حدیث میں عذاب قبر اور مومن و کافر کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ عذاب قبر حق ہے، جو کفار و مشرکین پر ہوتا ہے اور کبھی مشیت الٰہی سے موحدین پر بھی ہوتا ہے، اس سلسلہ میں متعدد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایات صحیحین بخاری و مسلم و دیگر کتب حدیث

میں آئی ہیں۔ عہدِ رسالت میں بھی عذابِ قبر کا واقعہ پیش آچکا ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے دو قبروں پر کھجور کی ہری شاخ ڈالی تھی کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے ایک کو پیشاب کی چھینٹ سے عدمِ احتیاط اور دوسرے کو چغل خوری و غیبت پر۔ بخاری شریف میں سعد بن معاذؓ کا واقعہ معروف ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں کسی بے وقوف کے انکار کردینے سے نہ تو اس حقیقت کا انکار کیا جاسکتا ہے نہ ہی انکار کردینے سے منکر سے عذاب قبر ٹل سکتا ہے۔ روایات میں موجود ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ عذابِ قبر سے اور مسیح دجال سے پناہ چاہتے تھے اور آپؐ نے اہلِ ایمان کو تعلیم بھی دی کہ عذابِ قبر سے پناہ چاہے۔ امام بن قیمؒ مشہور شاگرد امام ابن تیمیہؒ نے 'الروح' میں بے شمار واقعات عذابِ قبر کے لکھے ہیں۔ ہمارے فرشتہ صفت انسان حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ، مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ایک رسالہ بہت ہی مفید مرتب کیا ہے 'عالم برزخ'۔ اس میں بھی متعدد مشاہدہ لکھا گیا ہے۔ دنیا میں جسم اصل ہے، روح تابع ہے اور برزخ میں روح اصل ہے، جسم تابع ہے۔ برزخ کی مثال مثل خواب کے ہے۔ خواب میں انسان کبھی خوشی کے احوال دیکھتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور کبھی شدید خوف و ہراس کے عالم میں ہوتا ہے اور ڈرتا ہے۔ یہ دونوں کیفیت روح پر گزرتی ہیں اور روح ہی خوشی اور غم دونوں کے احوال سے متاثر ہوتا ہے؛ مگر جسم بھی روح کے واسطہ سے متاثر ہوتا ہے، برزخ میں یہی حال روح اور جسم کا ہوتا ہے۔ پھر خواہ مخواہ کی بحث میں الجھنا وقت ضائع کرنا ہے۔ آخرت کی فکر کیجئے، عذاب قبر سے نجات کی تدبیر کیجیے۔ ہمارا ایمان ہے رسول اللہ ﷺ نے جس چیز سے باخبر کردیا وہ ایک حقیقت ہی نہیں؛ بلکہ حقیقت سے اوپر کی چیز ہے اور اسی میں ہماری بھلائی ہے کہ ہم من وعن اس کو مان لیں اور سعادت دارین حاصل کریں۔ حدیث میں آیا ہے کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ عذاب قبر کے منکر ہوں گے۔ العیاذ باللہ۔

دوستو! مرنے کے بعد عالم آخرت شروع ہوجاتا ہے۔ اب اس کی کیفیت الگ ہے، حشر و محشر سے پہلے عالم برزخ ہے، پھر برزخ کے بعد حشر و محشر، پھر ابدی جنت وجہنم

اس لیے کسی فریب ودھوکہ میں نہ پڑیے، اپنی آخرت کی فکر کیجئے اور بس۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَ النَّارِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ.

مقامِ جنت اور دوزخ

﴿کَلَّا اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ﴾ سجّین بکسر سین وتشدید جیم بروزن سکّین سجن سے مشتق ہے، جس کے معنی تنگ جگہ میں قید کرنے کے ہیں۔ قاموس میں ہے کہ سجّین کے معنی دائمی قید کے ہیں اور احادیث وآثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سجّین ایک مقامِ خاص کا نام ہے، اور کفار فجار کی ارواح کا مقام یہی ہے اور اسی مقام میں ان کے اعمالنامے رہتے ہیں، جس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے اعمالنامے اس جگہ میں محفوظ کردیے جاتے ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس جگہ کوئی ایسی کتاب جامع ہو جس میں تمام دنیا کے کفار وفجار کے اعمال لکھ دیے جاتے ہیں۔

یہ مقام کس جگہ ہے، اس کے متعلق حضرت براء بن عازبؓ کی ایک طویل حدیث میں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: سجّین ساتویں زمین کے نچلے طبقہ میں ہے اور علّیّین ساتویں آسمان میں زیرِعرش ہے۔ (اخرجہ البغوی بسندہ واخرجہ احمد وغیرہ۔ ازمظہری) بعض روایات حدیث میں یہ بھی ہے کہ سجّین کفار وفجار کی ارواح کا مستقر ہے اور علّیّین، مومنین متقین کی ارواح کی جگہ ہے۔

جنت اور دوزخ کا مقام

بیہقیؒ نے دلائلِ نبوت میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت کیا ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور جہنم زمین میں، اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ قرآن کریم میں جو یہ آیا ہے کہ قیامت کے روز جہنم کو لایا جائے گا ﴿وَ جِآیْ ءَ یَوْمَئِذٍ بِجَھَنَّمَ﴾ اس کا مطلب کیا ہے؟

جہنم کو کہاں سے لایا جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کو ساتویں زمین سے لایا جائے گا، ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم ساتویں زمین میں ہے، وہیں سے بھڑک کر سارے سمندر اور دریا اس کی آگ میں شامل ہوجائیں گے، اور سب کے سامنے آجائے گی، جہنم کے لانے کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے۔ اس طرح جن روایات میں یہ آیا ہے کہ سجّین جہنم کے ایک مقام کا نام ہے وہ بھی اس پر منطبق ہوگیا۔ (مظہری) واللہ اعلم

﴿کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ﴾ مرقوم کے معنی اس جگہ مختوم کے ہیں۔ یعنی مہر لگی ہوئی، امام بغوی اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ جملہ مقام سجّین کی تفسیر نہیں، بلکہ اس سے پہلے جو کِتٰبُ الْفُجَّارِ آیا ہے اس کا بیان ہے، معنی یہ ہیں کہ کفار و فجار کے اعمالنامے مہر لگا کر محفوظ کردیے جائیں گے کہ ان میں کسی کمی بیشی اور تغیر کا امکان نہ رہے گا اور ان کے محفوظ کرنے کی جگہ سجّین ہے۔ یہیں کفار کی ارواح کو جمع کردیا جائے گا۔

﴿اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ﴾ علّیین بعض حضرات کے نزدیک عُلُو کی جمع ہے اور مراد اعلیٰ درجہ کا عُلو اور بلندی ہے اور فراء کے نزدیک یہ ایک موضع کا نام ہے۔ وزن جمع پر آیا ہے جمع نہیں، اور لفظ سجّین کی تحقیق میں اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی مرفوع روایت سے ثابت ہے کہ علّیّین ساتویں آسمان پر زیرِ عرش ایک مقام ہے جس میں مومنین کی ارواح اور صحائف اعمال رکھے جاتے ہیں، اور آگے جو کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ مذکور ہے یہ بھی علّیّین کی تفسیر نہیں بلکہ ابرار کے نامہ اعمال کا بیان ہے جس کا ذکر اوپر اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ میں آیا ہے۔

﴿یَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ یشھد شہود سے مشتق ہے، جس کے معنی حاضر ہونے اور مشاہدہ کرنے کے آتے ہیں۔ بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ مراد آیت کی یہ ہے کہ ابرار و صالحین کی کتاب الاعمال کو مقربین دیکھتے ہوں گے اور مراد مقربین سے فرشتے ہیں اور دیکھنے سے مراد اس کی نگرانی اور حفاظت ہے، مطلب یہ ہے کہ ابرار و صالحین کے صحائف مقرب فرشتوں کی نگرانی میں ہوں گے (قرطبی) اور شہود سے مراد حضور کے معنی

لیے جائیں تو یشھدہ کی ضمیر کتاب کے بجائے علّیّین کی طرف راجع ہوگی اور معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ مقربین بارگاہ کی ارواح اسی مقام علّیّین میں حاضر ہوں گی کیونکہ یہ ہی مقام ان کی ارواح کا مستقر بنایا گیا ہے جس طرح سجّین کفار کی ارواح کا مستقر ہے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہداء کی ارواح اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی، جو جنت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتی ہوں گی اور ان کے رہنے کی جگہ قندیل ہوں گے جو عرش کے نیچے معلق ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کی ارواح تحت العرش رہیں گی اور جنت کی سیر کرسکیں گی اور سورۂ یٰسین میں جو حبیب نجار کے واقعہ میں آیا ہے ﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ﴾ اس سے معلوم ہوا کہ حبیب نجار موت کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہوگئے اور بعض روایات حدیث سے بھی ارواح مومنین کا جنت میں ہونا معلوم ہوتا ہے، ان سب کا حاصل ایک ہی ہے کہ مستقر ان ارواح کا ساتویں آسمان پر تحت العرش ہے اور یہی مقام جنت کا بھی ہے ان ارواح کو جنت کی سیر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، اور یہاں اگر چہ یہ حال صرف مقربین کا ان کی اعلیٰ خصوصیت اور فضیلت کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے مگر درحقیقت یہی مستقر تمام مومنین کی ارواح کا بھی ہے جیسا کہ حضرت کعب بن مالکؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يُعَلَّقُ فِيْ شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى تَرْجِعَ اِلٰى جَسَدِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (رواہ مالک والنسائی بسند صحیح)

مومن کی روح ایک پرندہ کی شکل میں جنت کے درختوں میں معلق رہے گی یہاں تک کہ قیامت کے روز وہ اپنے جسم میں پھر لوٹ جائے۔

اور اسی مضمون کی ایک حدیث اُم ہانیؓ کی روایت سے مسند احمد اور طبرانی میں آئی ہے۔ (مظہری)

موت کے بعد انسانی روحوں کا مقام کہاں ہے؟

اس معاملے میں روایات حدیث بظاہر مختلف ہیں، سجّین اور علّیّین کی تفسیر میں جو روایات اوپر مذکور ہوئی ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کفار سجّین میں رہتی ہیں جو ساتویں زمین میں ہے اور ارواح مومنین علّیّین میں رہتی ہیں جو ساتویں آسمان پر زیر عرش ہے اور مذکور الصدر روایات میں بعض سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کفار جہنم میں اور ارواح مومنین جنت میں رہیں گی، اور بعض روایاتِ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مومنین و کفار دونوں کی روحیں ان کی قبروں میں رہتی ہیں، جیسا کہ حضرت براء بن عازبؓ کی طویل حدیث میں ہے کہ جب مومن کی روح کو آسمان میں فرشتے لے جاتے ہیں تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے کا اعمال نامہ علّیّین میں لکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ اس کو میں نے زمین ہی سے پیدا کیا ہے اور مرنے کے بعد اسی میں لوٹاؤں گا، اور پھر اسی زمین سے ان کو دوبارہ زندہ کر کے نکالوں گا، اس حکم پر فرشتے اس کی روح کو قبر میں لوٹا دیتے ہیں۔ اسی طرح کافر کی روح کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور یہی حکم ہوگا کہ اس کو اس کی قبر میں لوٹا دو، امام ابن عبدالبرؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ سب کی ارواح بعد الموت قبر ہی میں رہتی ہیں، ان میں پہلی اور دوسری روایات میں جو یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعض سے ارواح مومنین کا علّیّین بھی ساتویں آسمان پر زیر عرش ہے اور جنت کا بھی یہی مقام خود قرآن کریم کی تصریح سے ثابت ہے، ﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى﴾ اس میں تصریح ہے کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے۔ اور سدرہ کا ساتویں آسمان پر ہونا حدیث سے ثابت ہے اس لیے مقام ارواح جب علّیّین ہوا تو وہ جنت کے متصل ہے اور ان ارواح کو جنت کے باغات کی سیر نصیب ہے اس لیے ان کا مقام جنت بھی کہا جا سکتا ہے۔

اسی طرح کفار کی ارواح سجّین میں ہیں اور وہ ساتویں زمین میں ہے، اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جہنم بھی ساتویں زمین میں ہے اور اہل سجّین کو جہنم کی تپش اور

ایذائیں پہنچتی رہیں گی اس لیے ان کا مقام جہنم میں کہہ دینا بھی صحیح ہے۔ البتہ اوپر جس روایت میں ارواح کا قبروں میں رہنا معلوم ہوتا ہے بظاہر پچھلی دونوں روایتوں سے بہت مختلف ہے، اس کی تطبیق بیہقیؒ زمانہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں یہ بیان کی ہے کہ یہ بات کچھ بعید نہیں کہ اصل مستقر ارواح کا علیّین اور سجّین ہی ہوں مگر ان ارواح کا ایک خاص رابطہ قبروں کے ساتھ بھی قائم ہو، اس رابطہ کی حقیقت تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا مگر جس طرح آفتاب ماہتاب آسمان میں ہیں اور ان کی شعاعیں زمین پر پڑ کر اس کو روشن بھی کر دیتی ہیں گرم بھی۔ اسی طرح علیّین وسجّین کی ارواح کا کوئی رابطۂ معنویہ قبروں سے ہوسکتا ہے۔ اوران تمام اقوال کی تطبیق میں حضرت قاضی ثناء اللہؒ کی تحقیق سورۂ نازعات کی تفسیر میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ روح کی دو قسمیں ہیں ایک جسم لطیف ہے جو انسان کے بدن میں حلول کرتا ہے اور وہ مادی اور عنصری جسم ہے، مگر لطیف ہے نظر نہیں آتا، اسی کو نفس کہا جاتا ہے، دوسری روح جو ہر مجرد ہے مادی نہیں، اور وہ روح مجرد ہی روح اوّل کی حیات ہے۔ اس لیے اس کو روح کہہ سکتے ہیں، انسان کے جسم سے تعلق تو ان دونوں قسم کی روحوں کا ہے مگر پہلی قسم جسم انسانی کے اندر رہتی ہے اس کے نکلنے ہی کا نام موت ہے۔ دوسری روح کا اس پہلی روح سے تعلق قریب تو ہے مگر اس تعلق کی حقیقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ مرنے کے بعد روح اوّل تو آسمانوں میں لے جائی جاتی ہے پھر قبر میں لوٹا دی جاتی ہے اس کا مستقر قبر ہی ہے، اسی پر عذاب وثواب ہوتا ہے اور روح مجرد علیّین یا سجّین میں رہتی ہے۔ اس طرح اقوال جمع ہوگئے مستقر ارواح کا جنت یا علیّین میں یا اس کے بالمقابل جہنم یا سجّین میں ہونا روح مجرد کے اعتبار سے ہے اور ان کا مستقر قبر میں ہونا روح کی قسم اوّل یعنی نفس کے اعتبار سے ہے جو جسم لطیف ہے، اور مرنے کے بعد قبر میں رہتا ہے۔ واللہ اعلم (معارف القرآن)

كِتَابُ الْقِيَامَةِ

قیامت کے تفصیلی احوال کا بیان

باب : فِيْ قَبْضِ اللّٰهِ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ قَوْلُهُ: أَنَا الْمَلِكُ

(۵۴۷) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال:

"يَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ ، وَ يَطْوِی السَّمَاءَ بِيَمِيْنِهِ ،ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوْكُ الْأَرْضِ؟ " [صحيح] (أخرجه البخاری . ج ۸ ص۱۳۵)

قیامت کے دن بادشاہوں کی بے کسی و بے بسی

(۵۴۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق جل مجدہ قیامت کے دن زمین کو لپیٹ دے گا اور آسمانوں کو لپیٹ کر داہنے ہاتھ میں تھام لے گا، پھر ارشاد فرمائے گا: انا الملک میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زمین کے بادشاہان سلطنت؟

زمین حق تعالیٰ کی مٹھی میں ہوگی

(٥٤٨) عن ابن عمر رضی الله عنهما عن رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم أنه قال:

"إِنَّ اللّٰهَ يَقْبِضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَرْضَ، وَ تَكُوْنُ السَّمَاوَاتُ بِيَمِيْنِهِ ، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا الْمَلِكُ." [صحيح] (أخرجه البخاری، ج:۹، ص:۱۵۰)

(۵۴۸) ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان داہنے ہاتھ میں، پھر فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں۔ (اخرجہ البخاری ۹/۱۵۰)

اَلْمَلِکُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(حقیقی بادشاہ)

اس اسم مبارک کے تحت دو تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) امام غزالیؒ فرماتے ہیں: 'الـمـلـک' جل جلالہ وہ ذات ہے جو اپنی ذات و صفات میں ہر موجود سے مستغنی ہے۔ ہر موجود اس کا محتاج ہے، بلکہ کوئی چیز اپنی ذات میں، صفات میں، وجود میں، بقاء میں، غرض کسی بات میں اس سے مستغنی نہیں۔ موجود کا وجود اس سے ہے یا اس کے ساتھ منسوب ہونے والی کسی دوسری شئے سے ہے۔ اس کے سوا ہر چیز اپنی ذات وصفات میں اس کی مملوک ہے اور وہ ہر چیز سے مستغنی ہے۔ الغرض ایسی ذات ملک مطلق ہے۔ (رسائل امام غزالی، ج:۱،ص:۲۷۴)

''اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ ھُوَ الرَّبُّ عَلَی الْحَقِیْقَةِ، فَلَا رَبَّ عَلَی الْحَقِیْقَةِ سِوَاہُ وَ ھُوَ رَبُّ الْاَرْبَابِ وَ مَالِکُ الْمُلْکِ ، وَ مَلِکُ الْمُلُوْکِ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالیٰ.

(۲) اللہ ربّ العزّت کی ذات ہی حقیقی طور پر رب کہلانے کے لائق ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور رب ہے ہی نہیں۔ وہ تمام پالنے والوں کا پالنے والا، تمام سلطنت کا مالک اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔

قَالَ الْقَرْطَبِیُّ : فَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ رَبُّ الْاَرْبَابِ ، وَ مَعْبُوْدُ الْعِبَادِ ، یَمْلِکُ الْمَمَالِکَ وَ الْمُلُوْکَ ، وَ جَمِیْعَ الْعِبَادِ ، وَ ھُوَ خَالِقُ ذٰلِکَ وَ رَازِقُہٗ، وَ کُلُّ رَبٍّ سِوَاہُ غَیْرُ خَالِقٍ وَ لَا رَازِقٍ، وَ کُلُّ مَخْلُوْقٍ فَمُمَلَّکٌ بَعْدَ اَنْ لَمْ یَکُنْ، وَ مُنْتَزَعٌ ذٰلِکَ مِنْ یَدِہٖ ، وَ اِنَّمَا یَمْلِکُ شَیْئًا دُوْنَ شَیْءٍ ، وَ صِفَةُ اللّٰہِ مُخَالِفَةٌ لِھٰذَا الْمَعْنٰی ، فَھٰذَا الْفَرْقُ بَیْنَ صِفَاتِ الْخَالِقِ وَ الْمَخْلُوْقِیْنَ.

(النهج الاسمیٰ، ج:۱، ص:۴۱۲)

اسی بات کو بیان کرتے ہوئے امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: اللہ ربّ العزت تمام پالنے والوں کا بھی رب ہے، تمام بندوں کا معبود، تمام سلطنتوں اور بادشاہوں پر اس کی بادشاہت

ہے۔تمام بندوں پر اسی کا حکم چلتا ہے۔وہی ان کا خالق اور ان کا رازق ہے۔اس ذات کے علاوہ کوئی خالق اور رازق نہیں ہے۔

مخلوق اگر کسی چیز کی مالک ہے بھی تو اسے اللہ ربّ العزت کی جانب سے عارضی طور پر مالک بنایا گیا ہے، حالانکہ جس وقت وہ دنیا میں آئے تو وہ کسی چیز کے بھی مالک نہ تھے اور جو ملکیت انھیں اب حاصل ہے، یہ ملکیت بھی عارضی ہے۔کسی بھی وقت ان کی ملکیت زائل ہوسکتی ہے، اور ان کی ملکیت بھی چیدہ چیدہ اشیاء پر ہے جبکہ 'مالک الملک' جل جلالہ کی ملکیت اس کے برخلاف کائنات کے ذرّے ذرّے پر ہے۔تو خالق اور مخلوق کی صفات میں یہی فرق ہے۔

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ حقیقی مالک تمام کائنات کے ذرّے ذرّے کا وہی ذاتِ پاک ہے، جس نے ان کو پیدا کیا، ان کی نشو ونما کی، تربیت کی اور جس کی ملکیت ہر چیز پر مکمل ہے۔ظاہر پر بھی، باطن پر بھی، زندہ پر بھی، مردہ پر بھی اور جس کی ملکیت کی نہ کوئی ابتدا ہے نہ انتہا۔

بخلاف انسان کی ملکیت کے کہ وہ ابتدا وانتہا کے دائرے میں محدود ہے۔پہلے نہیں تھی اور پھر نہ رہے گی۔نیز اس کی ملکیت وتصرف اشیاء کے ظاہر پر ہے، باطن پر نہیں، زندہ پر ہے مردہ پر نہیں۔اس لیے تمام اہلِ بصیرت کے نزدیک صرف روزِ جزاء کی نہیں بلکہ دنیا میں بھی تمام کائنات کی حقیقی ملکیت صرف اور صرف مالک الملک جل جلالہ ہی کی ہے۔

اگرچہ حقیقی اور مکمل ملکیت تمام کائنات پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے لیکن اسی نے اپنے کرم اور حکمتِ بالغہ سے ایک قسم کی ناقص ملکیت انسان کو بھی عطا فرما رکھی ہے اور دنیا کے قوانین میں اس کی ملکیت کا کافی احترام بھی کیا گیا ہے۔دنیا میں انسان مال ودولت کا مالک ہے، زمین وجائیداد کا مالک ہے، کوٹھی، بنگلہ اور فرنیچر کا مالک ہے، حشم وخدم کا مالک ہے اور یہ ناقص سی ملکیت جو اس کو محض آزمائش کے لیے دی گئی تھی، سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہوئے اس کو یاد دلایا گیا ہے کہ اس ناقص سی ملکیت سے دھوکہ نہ کھانا۔فرمایا:

﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ یعنی یہ ملکیتیں اور سب تعلقات وروابط صرف چند روز کے لیے ہیں، ایک دن ایسا آنے والا ہے جس میں کوئی کسی چیز کا ظاہری طور پر بھی مالک نہ رہے گا۔ نہ کوئی کسی کا خادم رہے گا نہ مخدوم، نہ کوئی کسی کا آقا رہے گا نہ غلام۔ تمام کائنات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہوگا۔

جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ ملکیت اور بادشاہت اسی ذات 'مالک الملک' جل جلالہ کے لیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یَوْمَ ھُمْ بٰرِزُوْنَ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ شَیْءٌ، لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ، لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ o اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ، اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ﴾ (المومن: ۱۶، ۱۷)

جس دن سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے آموجود ہوں گے (کہ) ان کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے (صورۃً) بھی مخفی نہ رہے گی۔ آج کے روز کس کی حکومت ہوگی؟ بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا اور غالب ہے۔ آج ہر شخص کو اس کے کیے (ہوئے کاموں) کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

(خلاصہ از معارف القرآن، ج:۱، ص:۸۵)

اور مندرجہ ذیل احادیث میں بھی یہ بات بیان کی گئی ہے:

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ – رَضِیَ اللہُ عَنْہُ – عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ: یَقْبِضُ اللّٰہُ الْاَرْضَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، وَ یَطْوِي السَّمَاءَ بِیَمِیْنِہٖ ثُمَّ یَقُوْلُ: اَنَا الْمَلِکُ، اَیْنَ مُلُوْکُ الْاَرْضِ؟" (مسلم، کتاب صفۃ المنافقین)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو اپنے قبضے میں لیں گے اور آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹیں گے، پھر فرمائیں گے کہ میں ہی بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ جب کوئی نہیں بولے گا تو یہ جواب اللہ تعالیٰ خود ہی دے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ منادی کرے گا، جس کے ساتھ ہی تمام کافر اور

مسلمان بیک آواز یہی جواب دیں گے ﴿لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ (تفسیر فتح القدیر)

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

"وَ الْجِبَالَ وَ الشَّجَرَ عَلٰى اِصْبَعٍ ، وَ الْمَاءَ وَ الثَّرٰى عَلٰى اِصْبَعٍ وَ سَائِرَ الْخَلْقِ عَلٰى اِصْبَعٍ ، ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ فَيَقُوْلُ : اَنَا الْمَلِكُ ، اَنَا الْمَلِكُ."

اور (اللہ تعالیٰ قیامت میں) تمام پہاڑ اور درختوں کو ایک اُنگلی پر رکھیں گے اور پانی اور مٹی ایک اُنگلی پر اور تمام مخلوق کو ایک اُنگلی پر، پھر ان کو ہلا کر فرمائیں گے: میں ہی بادشاہ ہوں، میں ہی بادشاہ ہوں۔ (مسلم، کتاب صفة المنافقین)

یعنی اس کی مالکیت اور ملکیت یعنی بادشاہت کے لیے روزِ جزاء کو اس لیے خاص کیا گیا کہ اس کے جلال و جمال کا بلا واسطہ ظہور علی وجہ التمام والکمال عالم کے ہر ہر فرد کیلئے ایک ہی آن میں صرف اسی روز ہوگا۔ دنیا میں بھی وہی حقیقی مالک اور حقیقی بادشاہ ہے، مگر دنیا میں اس کی مشیت اور حکمت سے کچھ مجازی بادشاہت اور مجازی مالکیت نظر آتی ہے۔ قیامت کے دن سارے مجاز ختم ہو جائیں گے اور صرف حقیقت ہی حقیقت رہ جائے گی۔

ہر چیز کا مالک 'اَلْمَلِکْ' جل جلالہ ہے

ایک بچے نے اپنے والد سے آکر کہا کہ مالک مکان آئے ہوئے ہیں۔ والد نے بچے کی تربیت کرتے ہوئے سمجھایا: بیٹا! یوں نہیں کہتے، اس لیے کہ مکان کا حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ ہاں ان کی طرف عارضی نسبت کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ صاحبِ مکان آئے ہوئے ہیں۔ بچپن سے یہ ذہن بنایا جائے کہ ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ آج جس کے قبضے میں یہ چیز نظر آتی ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے قبضے میں دی ہے اور یہ قبضہ اور یہ ملکیت عارضی طور سے اس کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے اس سے لے لے اور جب تک چاہے اس کو دیے رکھے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے آپ بیتی میں اپنا ایک قصہ لکھا ہے کہ جب میں چھوٹا بچہ تھا تو ماں نے میرے لیے ایک چھوٹا سا خوب صورت تکیہ بنا دیا تھا، جیسا

کہ عام طور پر بچوں کے لیے بنایا جاتا ہے۔ مجھے اس تکیہ سے بڑی محبت تھی اور ہر وقت میں اس کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ ایک دن میرے والد صاحب لیٹنا چاہ رہے تھے۔ ان کو تکیے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے والد صاحب سے کہا: ابا جی! میرا تکیہ لے لیجیے۔ یہ کہہ کر میں نے اپنا تکیہ ان کو اس طرح پیش کیا جس طرح کہ میں نے اپنا دل نکال کر باپ کو دے دیا۔ لیکن جس وقت یہ تکیہ میں نے ان کو پیش کیا، اسی وقت والد صاحب نے مجھے ایک چپت رسید کی اور کہا کہ ابھی سے تو اس تکیے کو اپنا تکیہ کہتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ تکیہ تو درحقیقت باپ کی عطا ہے، لہٰذا اس کو اپنی طرف منسوب کرنا یا اپنا قرار دینا غلط ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ لکھتے ہیں کہ اس وقت تو مجھے بہت برا لگا کہ میں نے تو اپنا دل نکال کر باپ کو دے دیا اور اس کے جواب میں باپ نے ایک چپت لگا دی، لیکن آج سمجھ میں آیا کہ کتنی باریک بات پر اس وقت والد صاحب نے تنبیہ فرمائی تھی، اور اس کے بعد سے ذہن کا رُخ بدل گیا۔ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ماں باپ کو نظر رکھنی پڑتی ہے، تب جا کر بچے کی تربیت صحیح ہوتی ہے اور بچہ صحیح طور پر اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ (۱۷/۱)

الملک جل جلالہ کی مالکیت اور وحدانیت کا اقرار

ملا علی قاری نے اپنی کتاب 'الحزب الاعظم' میں ایک دعا ذکر فرمائی ہے۔ اس کے معنی پر خوب غور کرتے رہنا چاہیے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی مالکیت و وحدانیت کا اقرار اور اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثناء بھی ہے:

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ لَا شَرِیْکَ لَکَ ، وَ الْفَرْدُ لَا نِدَّ لَکَ ، کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَکَ ، لَنْ تُطَاعَ اِلَّا بِاِذْنِکَ ، وَ لَنْ تُعْصٰی اِلَّا بِعِلْمِکَ، تُطَاعُ فَتَشْکُرُ ، وَ تُعْصٰی فَتَغْفِرُ ، اَقْرَبُ شَھِیْدٍ وَ اَدْنٰی حَفِیْظٍ ، حُلْتَ دُوْنَ النُّفُوْسِ ، وَ اَخَذْتَ بِالنَّوَاصِیْ وَ کَتَبْتَ الْاٰثَارَ وَ نَسَخْتَ الْاٰجَالَ، اَلْقُلُوْبُ لَکَ مُفْضِیَّۃٌ وَ السِّرُّ عِنْدَکَ عَلَانِیَّۃٌ ، اَلْحَلَالُ مَا اَحْلَلْتَ وَ الْحَرَامُ مَا حَرَّمْتَ وَ الدِّیْنُ مَا شَرَعْتَ وَ الْاَمْرُ مَا قَضَیْتَ وَ الْخَلْقُ خَلْقُکَ وَ الْعَبْدُ

عَبۡدُکَ وَ اَنۡتَ اللّٰہُ الرَّؤُوۡفُ الرَّحِیۡمُ ، اَسۡاَلُکَ بِنُوۡرِ وَجۡھِکَ الَّذِیۡ اَشۡرَقَتۡ لَـہُ السَّـمٰوٰتُ وَ الۡاَرۡضُ وَ بِـکُـلِّ حَـقٍّ ھُوَ لَکَ وَ بِحَقِّ السَّائِلِیۡنَ عَلَیۡکَ اَنۡ تُـقِیۡـلَـنِـیۡ فِـیۡ ھٰـذِہِ الۡـغَـدَاۃِ اَوۡ فِـی ھٰذِہِ الۡعَـشِـیَّـۃِ ، وَ اَنۡ تُـجِـیۡـرَنِیۡ مِنَ النَّارِ بِقُدۡرَتِکَ.'' (کتاب الدعاء، للطبرانی)

اے اللہ! تو ہی بادشاہ ہے، تیرا شریک کوئی نہیں، تو یکتا ہے، تیرا مثل کوئی نہیں، تیری ذات کے سوا جو چیز بھی ہے سب نیست و نابود ہوجانے والی ہے، تیرے حکم کے بغیر تیری فرماں برداری نہیں کی جاسکتی اور نہ تیرے علم کے بغیر تیری نافرمانی ہوسکتی ہے۔ تیری اطاعت کی جائے تو تو خوش ہوتا ہے، اور تیری نافرمانی کی جائے تو تو بخش دیتا ہے، تو ہر حاضر سے نزدیک تر ہے، ہر نگہبان سے زیادہ قریب ہے، تو حائل ہوا اور آڑے آیا لوگوں اور ان کی خواہشات کے درمیان (یعنی تو دلوں کا مالک ہے، جدھر چاہے پھیر دے کفر کی طرف یا اسلام کی طرف)، پکڑ رکھے ہیں تو نے پیشانیوں کے بال (یعنی سب تیرے قبضے میں ہیں) لکھ دیا ہے تو نے لوگوں کے سب کاموں کو (لوحِ محفوظ میں)، اور لکھ دی ہیں سب کی عمریں، مخلوق کے دل تیرے لیے کشادہ ہیں، بھید تیرے سامنے سب کھلے ہوئے ہیں، حلال بس وہ چیز ہے جو تو نے حلال فرمائی، حرام وہی ہے جس کو تو نے حرام فرمایا، دین وہی ہے جو تو نے جاری کیا، اور حکم (فیصلہ) وہی ہے جو تو نے مقدر فرمادیا، سب مخلوق تیری پیدا کردہ ہے، سب بندے تیرے ہی بندے ہیں، تو ہی وہ اللہ ہے جو بڑا مہربان ہے اور بڑی رحمت والا ہے۔ میں تیرے اس روئے انور کے وسیلے سے مانگتا ہوں جس سے سب آسمان و زمین چمک اُٹھے اور تیرے اس حق کے وسیلے سے مانگتا ہوں جو تیرا ساری مخلوق پر ہے (یعنی عبادت) اور اس حق کے وسیلے سے جو سوال کرنے والوں کے واسطے تو نے اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے کہ تو مجھے معاف فرمادے اس صبح میں یا اس شام میں اور یہ کہ تو اپنی قدرت سے مجھ کو دوزخ کی آگ سے پناہ دے۔

یہ اسم مبارک قرآن کریم میں پانچ مرتبہ آیا ہے، جن میں سے تین یہ ہیں:

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ سورۂ طه : ۱۱۴

﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ سورۃ الناس : ۲

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ، اَلْمَلِكُ﴾ سورۃ الحشر : ۲۳

فوائد ونصائح

(۱) بندہ کو چاہیے کہ دنیا کی ہر چیز کا مالک اور بادشاہِ حقیقی 'الملک' جل جلالہ کو مانے اور جانے اور اقبالؔ کے اس شعر کو یاد رکھے۔

اپنے مالک کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک

اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا اور جم

(۲) جب بندہ اللہ کے سوا کسی کو مالک اور حقیقی بادشاہ نہیں مانے گا تو وہ ضرور شرک سے بچے گا اور اس کے ایمان میں بھی اضافہ ہوگا۔ ایمان 'الملک' جل جلالہ پر پکا ہوگا اطمینان اور سکون نصیب ہوگا۔ پھر بندہ خوشی وغم میں مالکِ حقیقی ہی کی تعریف اور اسی سے پناہ طلب کرے گا۔ 'الملک' جل جلالہ ہی کی پناہ میں آئے گا اور ہر چیز کو اللہ تعالیٰ ہی کا محتاج سمجھے گا۔ (المنهج للجوزی: ۲۷۴)

(۳) بندے کو چاہیے کہ یقین رکھے کہ میری جان، میرا مال، میرا وقت یہ میرے پاس امانت ہے، حقیقی مالک اللہ ہے۔ اپنے بشری تقاضوں کو پورا کرکے باقی وقت اور جان اور مال اللہ کے دین کو پھیلانے کی محنت میں گزارے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(اسمائے حسنیٰ، صفحہ ۶۵ تا ۷۰)

میں ہی اللہ ہوں

(٥٤٩) عـن عبيدا للّٰه بن مِقْسَمٍ أنه نظرإلى عبداللّٰه بن عمر ﷛ كيف يحكى رسول اللّٰه ﷺ.قال:

"يَأْخُذُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ سَمَاوَاتِهِ وَ أَرْضِيهِ بِيَدَيْهِ، فَيَقُوْلُ:أَنَا اللّٰهُ (وَ يَقْبِضُ أَصَابِعَهُ وَ يَبْسُطُهَا) أَنَا الْمَلِكُ."

حَتّٰى نَظَرْتُ إِلَى الْمِنبَرِ يَتَحَرَّكُ مِنْ اَسْفَلِ شَيْءٍ مِنْهُ، حَتّٰى إِنِّيْ لَأَقُوْلُ أَ سَاقِطٌ هُوَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ.

وَ قَـالَ مُسْلِمٌ: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ﷛ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْـمِـنْبَرِ وَ هُوَ يَقُوْلُ يَأْخُذُ الْجَبَّارُ عَزَّوَجَلَّ سَمَاوَاتِهِ وَ أَرْضِيهِ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ يَعْقُوْبَ. [صحيح] (أخرجه مسلم، ج:٤، ص:٢١٤٨)

(۵۴۹) ترجمہ: عبیداللہ بن مقسمؒ نے عبداللہ بن عمر ﷛ کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کس طرح اس بات کو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کو ہاتھ میں تھام لے گا (رسول اللہ ﷺ مٹھی بند کرتے تھے اور کھولتے تھے کیفیت کو سمجھانے کے لیے) اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں اللہ ہوں۔ میں بادشاہ ہوں۔ حتی کہ میں نے (راوی کا کہنا ہے) دیکھا کہ منبر نیچے سے اس طرح ہل رہا ہے کہ میں دل ہی دل میں سوچتا رہا کہ کیا منبر رسول اللہ ﷺ کو لے کر نیچے گر جائے گا۔

ابن عمر ﷛ کی دوسری روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا فرماتے ہوئے: کہ "جبار عزوجل تمام آسمانوں کو اور تمام زمینوں کو ہاتھ میں لے لے گا"۔ پھر وہی اوپر والی روایت ہے۔ (اخرجہ امام مسلم۔۴/۲۱۴۸)

اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ

لفظ ’اللہ‘ اسمِ ذات ہے جس کے معنی ہیں ’وہ ذات جو تمام کمالاتِ ذاتیہ وصفاتیہ کی جامع اور تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے۔‘

’اَللّٰہُ، اَللّٰہُ، اَللّٰہُ، مَا أَعْذَبَ الْکَلِمَۃَ، اَللّٰہُ مَا اَحْسَنَ الْاِسْمُ، مَا اَجَلَّ الْمُسَمّٰی، کَلِمَۃٌ حُلْوَۃٌ فِی النُّطْقِ، عَذْبَۃٌ فِی السَّمْعِ، حَبِیْبَۃٌ اِلَی الْقَلْبِ، قَرِیْبَۃٌ مِنَ النَّفْسِ، سَاکِنَۃٌ فِی الْوُجْدَانِ، مَنْقُوْشَۃٌ فِی الْفُؤَادِ، مَحْفُوْرَۃٌ فِی الضَّمِیْرِ، مُمْتَزِجَۃٌ بِالدِّمَاءِ، بِاسْمِہٖ نَبْدَأُ وَ عَلَیْہِ نَتَوَکَّلُ، وَ اِلَیْہِ نَلْجَأُ، وَ بِعَظْمَتِہٖ نَشْدُوْ، وَ بِجَلَالِہٖ نَشِیْدُ، وَ بِصِفَاتِہٖ نَتَرَنَّمُ، وَ عَلٰی نَبِیِّہٖ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ، فَھُوَ الَّذِیْ دَعَانَا اِلَی اللّٰہِ ...... وَ عَرَّفَنَا بِاللّٰہِ، وَ دَلَّنَا عَلَی اللّٰہِ، وَ عَلَّمَنَا کَیْفَ نُثْنِیْ عَلَی اللّٰہِ (فَھُوَ الْقَائِلُ اَمَا اِنَّ رَبَّکَ یُحِبُّ الثَّنَاءَ) وَ الْقَائِلُ (وَ لَا اَحَدَ اَحَبَّ اِلَیْہِ الْمِدْحَۃُ مِنَ اللّٰہِ)، وَ ھَلْ اَحَدٌ اَحَقُّ بِالثَّنَاءِ مِنْہُ؟ وَ ھَلْ خُلِقَ الْاِنْسَانُ، وَ اُعْطِیَ اللِّسَانُ وَ عُلِّمَ الْبَیَانُ اِلَّا لِیُثْنِیَ عَلَی اللّٰہِ وَ یُمَجِّدَ اللّٰہَ، وُ یَسَبِّحَ اللّٰہَ وَ یُذَکِّرَ اللّٰہَ؟ مَنْ اَحَقُّ بِالثَّنَاءِ مِنْہُ وَ مَنْ اَوْلٰی بِالْمَدْحِ مِنْہُ وَ مَنْ اَجْدَرُ بِالتَّمْجِیْدِ مِنْہُ؟

(اللّٰہُ : اھل الثناء و المجد : ۳)

اللہ، اللہ، اللہ، کیا ہی شیریں کلمہ، کیا ہی عمدہ نام ہے اور جس ذات کا یہ نام ہے اس کی بڑائی کا بھی کیا کہنا، بولنے میں یہ کلمہ شیریں، کانوں میں رس گھولنے والا، دل کو محبوب، دھڑکن سے ملا ہوا، موجودات میں پنہاں، دلوں میں منقوش، ضمیر میں جاگزیں اور خون میں رچا بسا ہوا ہے۔

اسی اللہ تعالیٰ کے نام سے ہم ابتدا کرتے ہیں، اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، اسی کی پناہ طلب کرتے ہیں، اسی کی عظمت کی ہم دہائی دیتے ہیں، اسی کی بڑائی سے ہم ایمان کی مضبوطی حاصل کرتے ہیں، اسی کی صفات کو ہم محبت سے بیان کرتے ہیں اور اس کے نبی

محمد ﷺ پر ہم درود بھیجتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ ہی وہ ذات ہے جس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سے ہمیں سرفراز کیا، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ دِکھلائی اور ہمیں سکھلایا کہ کیسے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کریں، لہٰذا آپؐ ہی کا ارشاد ہے کہ ''تمھارا رب ثنا کو پسند کرتا ہے۔''

انسان کی پیدائش، اس کی قوتِ گویائی اور اس کا علم، اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنے، اس کی بزرگی بیان کرنے، اس کی تسبیح اور اس کا ذکر کرنے ہی کے لیے تو ہے۔

اس سے زیادہ مستحقِ تعریف کون ہوسکتا ہے، اس سے بڑھ کر قابلِ مدح کون ہوسکتا ہے؟ اور اس سے بڑھ کر لائقِ بزرگی کون ہوسکتا ہے؟ (ہرگز ہرگز کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔)

''اَللّٰهُ ...... رَبُّ الْعَالَمِيْنَ، وَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ، وَ اَقْدَرُ الْقَادِرِيْنَ، وَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ، اَلَّذِیْ لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ، وَ بِيَدِهِ النَّفْعُ وَ الضَّرُّ، اَلْاَوَّلُ بِالْحَقِّ، اَلْمَوْجُوْدُ بِالضَّرُوْرَةِ، اَلْمَعْرُوْفُ بِالْفِطْرَةِ، اَلَّذِیْ اَقَرَّتْ بِهِ الْعُقُوْلُ، وَ دَلَّتْ عَلَيْهِ كُلُّ الْمَوْجُوْدَاتِ، وَ شَهِدَتْ بِوَحْدَانِيَّتِهِ وَ رُبُوْبِيَّتِهِ جَمِيْعُ الْمَخْلُوْقَاتِ، وَ اَقَرَّتْ بِهَا الْفِطَرُ، اَلْمَشْهُوْدُ وُجُوْدُهُ وَ قَيُّوْمِيَّتُهُ بِكُلِّ حَرَكَةٍ وَ سُكُوْنٍ، بِكُلِّ مَا كَانَ وَ مَا هُوَ كَائِنٌ وَ مَا سَيَكُوْنُ، اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَنْبَتَ بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مِنْ اَنْوَاعِ النَّبَاتَاتِ، بَثَّ بِهِ فِی الْاَرْضِ جَمِيْعَ الْحَيْوَانَاتِ. (اَللّٰهُ : اهل الثناء و المجد، ٣٢)

اللہ تعالیٰ سارے جہاں کا رب ہے، وہ رحم کرنے میں سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا، سب سے زیادہ قدرت والا، فیصلہ کرنے میں سب سے زیادہ مضبوط فیصلہ کرنے والا ہے۔ ساری مخلوق اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، اسی کے قبضے میں نفع و نقصان ہے۔ درحقیقت وہی سب سے پہلے موجود تھا، فطرت یعنی اپنی تخلیقات سے وہ پہچانا جاتا ہے اور تمام عقلیں اس کے وجود کا اقرار کرتی ہیں، بلکہ ہر موجود شئے اس کے وجود کی

دلیل ہے۔ تمام مخلوقات اس کی وحدانیت اور ربوبیت پر گواہ ہیں اور انسانی فطرت اس کا اقرار کرتی ہے۔ ہر حرکت وسکون اس کے ہمیشہ ہمیشہ رہنے پر دلیل ہے۔ اس طرح وہ تمام چیزیں جو تھیں، جو ہیں اور جو ہوں گی سب کی سب اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان وزمین کو پیدا فرمایا اور آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اسی پانی کے ذریعے مختلف اقسام کی کھیتیاں، خوب صورت باغات اُگائے اور اس پانی کو ذریعۂ حیات بنا کر تمام مخلوقات کو زمین میں پھیلا دیا۔

اللہ ربّ العزت سے ہر مصیبت و پریشانی میں مدد طلب کی جاتی ہے۔ تمام اچھائیاں اور بھلائیاں اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتی ہیں۔ اس کے آگے تمام چہرے خاک آلود ہوتے ہیں، تمام آوازیں پست ہوجاتی ہیں، زمین وآسمان اور تمام موجودات اس کی تعریف اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ وہ سارے عالم کا پیدا کرنے، خطاؤں کو معاف کرنے اور تمام مخفی چیزوں کا جاننے والا ہے، حتیٰ کہ سینوں میں پوشیدہ نیتوں اور خیالات کو بھی جانتا ہے۔ اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، اس کی رحمت اور حلم ہر چیز پر حاوی ہے، اس کا فیصلہ تمام مخلوق پر غالب ہے۔

وہ اللہ جل جلالہ جس کی محبت کے بغیر روحوں کو سکون نہیں، اس کے ذکر سے غافل دلوں کو قرار نہیں، عقلیں اس کی معرفت کے بغیر پاکیزہ نہیں، اس کی توفیق کے بغیر نجات ممکن نہیں۔

وہ اللہ جل جلالہ جس کی قربت، نرمی ومہربانی کے بغیر دل زندہ ہو نہیں سکتے۔

وہ اللہ جس کی اجازت نہ ہو تو حکم نافذ نہیں ہوتا، اس کی ہدایت نہ ہو تو گمراہ راہ نہیں پاتا۔

سمجھ نہیں آتی بغیر اس کے سمجھانے سے، مصیبت نہیں ٹلتی بغیر اس کی رحمت سے، کسی کام کا آغاز نہیں ہوتا بغیر اس کے نام سے، کوئی بھی کام پورا نہیں ہوتا بغیر اس کی مدد سے، کوئی بھی کام آسان نہیں ہوتا بغیر اس کے آسان کرنے سے، بخت (قسمت) نہ جاگے بغیر اس کی اطاعت سے۔

اس کی محبت و معرفت کے بغیر زندگی پھیکی، اس کے دیدار و خطاب کے بغیر جنت بے مزہ، اس کے علم و رحمت اور فضل و احسانات کا ہر چیز پر احاطہ، وہی معبودِ برحق، وہی حقیقی پروردگار اور وہی حقیقی مالک ہے۔ ہر اعتبار سے تمام کمالات میں یکتا ہے، نقص و عیب سے یکسر پاک ہے۔ ثناء خواں اس کی تعریف کا حق ادا نہیں کرسکتے، اگرچہ وہ اپنے خیال میں اپنی ساری زندگی طرح طرح اور قسم قسم کی تعریفات میں ختم کردیں، اس کی تعریف اس سے بھی زیادہ عظیم الشان ہے، اس کی ثناء تو وہی ہے جو بذاتِ خود اس نے اپنے لیے منتخب فرمائی۔

شیخ ناصر بن مسفر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"اَللّٰہُ، اَعَزَّ جُنْدَهٗ، وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ، وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ، عَالِمُ الْخَفِيَّاتِ، فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ، يُدَبِّرُ الْاَمْرَ، وَ يُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ، تُسَبِّحُ لَهُ الْاَرْضِيْنَ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ السَّمٰوٰتُ، قَالَ تَعَالٰى ﴿وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ، وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ﴾ (الانبیاء:۱۹) رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ، وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ، نَصَبَ الْجِبَالَ، وَ مَدَّ الْاَرْضَ ﴿وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (النحل:۱۵) شَقَّ الْبِحَارَ، وَ اَجْرَى الْاَنْهَارَ، وَ كَوَّرَ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ، وَ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ." (اللّٰہ: اهل الثناء و المجد: ۳۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر کو غالب فرمایا، اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد فرمائی۔ وہ آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، تمام امور کی تدبیر فرماتا ہے اور آیات کو کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ اسی کی تسبیح بیان کرنے میں زمین اور جو کچھ زمین میں ہے، آسمان اور جو کچھ آسمان میں ہے، سب مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا ترجمہ ہے: "جو کوئی بھی آسمان و زمین میں ہے سب اسی کے مملوک ہیں، اور جو کوئی اس کی بارگاہ میں مقرب ہیں (یعنی فرشتے) ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے نہ تو سرکشی کرتے ہیں اور نہ اس

کی عبادت سے تھکتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند فرمایا، اور اس کا کوئی بھی ہمسر اور برابر نہیں، اور پہاڑوں کو اسی نے نصب فرمایا اور زمین کو بچھایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے: ''اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ (زمین) تم کو لے کر ڈگمگانے (اور ہلنے) نہ لگے اور اس نے نہریں اور راستے بنائے تاکہ (ان راستوں کے ذریعے سے اپنی) منزلِ مقصود تک پہنچ سکو۔'' اسی نے سمندروں کو چیرا، نہروں کو جاری فرمایا، دن کو رات پر لپیٹا اور رات کو دن پر۔

یہی شیخ ناصر ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کی عظمت یوں بیان فرماتے ہیں:

''اَلْعِزَّةُ لَهُ، وَ الْجَبَرُوْتُ لَهُ، وَ الْعَظْمَةُ لَهُ، وَ الْكِبْرِيَاءُ لَهُ، وَ السُّلْطَانُ لَهُ، وَ الْمُلْكُ لَهُ، وَ الْحُكْمُ لَهُ، وَ الْقُوَّةُ لَهُ، وَ التَّسْبِيْحُ لَهُ، وَ التَّقْدِيْسُ لَهُ، مَا أَعْظَمَ شَانُهُ وَ اَفْخَرَ مُلْكُهُ وَ اَعْلٰى مَكَانُهُ وَ اَقْرَبَهُ مِنْ خَلْقِهِ وَ اَلْطَفَهُ بِعِبَادِهِ، اَشْرَقَتْ لِنُوْرِهِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ، وَ اَنَارَ بِوَجْهِهِ الظُّلُمَاتُ، وَ حُجِبَ جَلَالُهُ عَنِ الْعُيُوْنِ، وَ نَفَذَتْ اِلَيْهِ اَبْصَارُ الْقُلُوْبِ، وَ نَاجَتْهُ اَلْسِنَةُ الصُّدُوْرِ، لَا تَرَاهُ الْعُيُوْنُ، وَ لَا تُخَالِطُهُ الْاَوْهَامُ وَ الظُّنُوْنُ، وَ لَا تُغَيِّرُهُ الْحَوَادِثُ، وَ لَا يُحِيْطُ بِصِفَاتِهِ الْوَاصِفُوْنَ، عَالِمٌ بِمَثَاقِيْلِ الْجِبَالِ، وَ مَكَايِيْلِ الْبِحَارِ وَ عَدَدِ قَطْرِ الْاَمْطَارِ وَ الْاَشْجَارِ وَ عَدَدِ مَا اَظْلَمَ عَلَيْهِ اللَّيْلُ وَ اَشْرَقَ عَلَيْهِ النَّهَارُ.''

(اللّٰه : اهل الثناء و المجد : ٣٩)

غلبہ اسی کا ہے، طاقت، عظمت، بڑائی، سلطنت، بادشاہت، فیصلہ اور قوت اسی کی ہے۔ تعریف اور پاکی اسی کے لیے ہے۔ کتنی بڑی اس کی شان، کتنی ہی قابلِ فخر اس کی بادشاہت، کتنا ہی بلند اس کا مکان، مخلوق سے وہ کتنا ہی قریب تر اور اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے۔

اسی کے نور سے آسمان و زمین روشن ہیں، اسی کی ذاتِ بابرکت سے اندھیریاں روشنی میں تبدیل ہوگئیں، اس کا جلال آنکھوں سے پوشیدہ ہے، دل کی آنکھیں بھی اسی کی

جانب لگی ہوئی ہیں اور سینے کی مخفی زبانیں اسی سے مناجات میں مشغول ہیں۔ آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں اور نہ ہی وہم وگمان اسے پا سکتے ہیں۔ حوادث اس کی ذات پر اثر انداز نہیں ہو سکتے اور صفات بیان کرنے والے اس کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ وہ پہاڑوں کے ذرّے ذرّے سے واقف ہے، سمندروں کی پیمائش اس کے علم میں ہے، وہ بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کی تعداد بھی جانتا ہے، اور دن رات میں جتنی بھی چیزیں ہیں ان کی تعداد سے واقف ہے۔

اللہ ربّ العزت احسان کرنے والے ہیں، احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں، وہ قدر دان ہیں قدر دانوں کو پسند فرماتے ہیں، جمال والے ہیں جمال کو پسند فرماتے ہیں، پاک ہیں پاکی کو پسند فرماتے ہیں، سخی ہیں سخاوت کو پسند فرماتے ہیں، توبہ قبول کرتے ہیں توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں، حیا والے اور دوسروں کے عیوب پر پردہ ڈالنے والے ہیں اور حیا والوں اور پردہ پوشی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

جب بندہ اپنے دونوں ہاتھ ان کی طرف اُٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس سے شرم آتی ہے کہ اسے خالی ہاتھ لوٹا دیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات سے بھی حیا آتی ہے کہ کسی سفید ریش مسلمان کو عذاب دیں، جس نے اپنی جوانی اسلام کی حالت میں گزاری ہو۔ وہ بخشنے والے، معاف کرنے والے ہیں اور اپنے بندو میں بھی معاف کر دینے والی صفت کو پسند فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں کو بخش دیتے ہیں جب بھی وہ توبہ کرتے ہیں، جب بھی گناہ بڑھ جاتے ہیں بڑے بڑے عیوب پیدا ہوجاتے ہیں اور دل سخت ہوجاتے ہیں تو ایسی صورت میں انسان کو نقصان کا خدشہ ہوتا ہے اور انسان کو محروم ہوجانے کا خوف ہوتا ہے تو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ انسان کو پکارتے ہیں:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ، اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ (الزمر:٥٣) يُنَادِيْ عَبْدَهُ نِدَاءَ الْمُتَلَطِّفِ، وَ يَدْعُوْهُ دُعَاءَ الْمُشْفِقِ عَلَيْهِ : ”يَا عَبْدِيْ! وَ عِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ

عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ لَغَفَرْتُ لَکَ وَ لَا اُبَالِیْ'' وَ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْهِ شِبْرًا تَقَرَّبَ اِلَیْهِ ذِرَاعًا، وَ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْهِ ذِرَاعًا تَقَرَّبَ اِلَیْهِ بَاعًا، وَ مَنْ اَتَاهُ یَمْشِیْ اَتَاهُ هَرْوَلَةً، فَالْبَابُ مَفْتُوْحٌ وَ لٰکِنْ مَنْ یَلِجُ؟ وَ الْمَجَالُ مَفْسُوْحٌ وَ لٰکِنْ مَنْ یَقْبَلُ؟ وَ الْحَبْلُ مَمْدُوْدٌ وَ لٰکِنْ مَنْ یَتَشَبَّثُ بِهٖ؟ وَ الْخَیْرُ مَبْذُوْلٌ وَ لٰکِنْ مَنْ یَتَعَرَّضُ لَهُ؟ فَاَیْنَ الْبَاحِثُوْنَ عَنِ الْاَرْبَاحِ، وَ اَیْنَ خُطَّابُ الْمَلَاحِ.

(اللّٰه: اهل الثناء و المجد : ۵۱)

جس کا ترجمہ ہے: ''(میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہوجاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔''

(اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی وسعت کا بیان ہے۔ ''اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہو'' کا مطلب ہے کہ ایمان لانے سے قبل یا توبہ واستغفار کا احساس پیدا ہونے سے پہلے کتنے بھی گناہ کیے ہوں، انسان یہ نہ سمجھے کہ میں تو بہت زیادہ گنہگار رہوں، مجھے اللہ تعالیٰ کیونکر معاف کرے گا؟ بلکہ سچے دل سے اگر ایمان قبول کرلے گا یا توبۃ النصوح (گزشتہ پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عزم) کرلے گا تو اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرما دے گا۔)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مہربانی سے پکار رہے ہیں اور انتہائی شفقت سے بلا رہے ہیں: ''اے میرے بندے! میری عزت اور جلال کی قسم، اگر تیرے گناہوں سے آسمان و زمین کے درمیان کا خلاء بھر جائے، پھر تو مجھ سے معافی طلب کرے تو میں کوئی پروا کیے بغیر تجھے بخش دوں۔''

جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتے ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے دو ہاتھ قریب ہوتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف چل کر آتا ہے تو اللہ تعالیٰ (باعتبار اپنی شانِ

رحمت کے) اس کی طرف دوڑ کر چلتے ہیں۔
تو دروازہ کھلا ہوا ہے، لیکن اس دروازے سے داخل ہونے والا کون ہے؟
گنجائش وسیع ہے، لیکن قبول کرنے والا کون ہے؟
رسّی تو دراز ہے، لیکن اس کو مضبوطی سے پکڑنے والا کون ہے؟
خیر تو متوجہ ہے، لیکن خیر کے درپے ہونے والا کون ہے؟ نفع کو تلاش کرنے والے لوگ کہاں ہیں۔

”وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ نَادَاهُ مِنْ قَرِيْبٍ، وَ مَنْ تَرَكَ مِنْ اَجْلِهِ اَعْطَاهُ فَوْقَ الْمَزِيْدِ، وَ مَنْ اَرَادَ رِضَاهُ اَرَادَ مَا يُرِيْدُ، وَ مَنْ تَصَرَّفَ بِحَوْلِهِ وَ قُوَّتِهِ اَلَانَ لَهُ الْحَدِيْدَ، اَهْلُ ذِكْرِهِ اَهْلُ مَجَالِسَتِهِ، وَ اَهْلُ شُكْرِهِ اَهْلُ زِيَادَتِهِ، وَ اَهْلُ طَاعَتِهِ اَهْلُ كَرَامَتِهِ، وَ اَهْلُ مَعْصِيَّتِهِ لَا يُقْنِطُهُمْ مِنْ رَّحْمَتِهِ، اِنْ تَابُوْا اِلَيْهِ فَهُوَ حَبِيْبُهُمْ، وَ اِنْ لَمْ يَتُوْبُوْا فَهُوَ رَحِيْمٌ بِهِمْ، يَبْتَلِيْهِمْ بِالْمَصَائِبِ لِيُطَهِّرَهُمْ مِنَ الْمَعَايِبِ، اَلْحَسَنَةُ عِنْدَهُ بِعَشَرَةِ اَمْثَالِهَا اِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ، وَ السَّيِّئَةُ عِنْدَهُ بِوَاحِدَةٍ، فَاِنْ نَدِمَ عَلَيْهَا وَ اسْتَغْفَرَ غَفَرَهَا لَهُ، يَشْكُرُ عَلَى الْيَسِيْرِ مِنَ الْعَمَلِ، وَ يَغْفِرُ الْكَثِيْرَ مِنَ الزَّلَلِ.“ (اللّٰہ : اهل الثناء و المجد : ۵۲)

ایک جگہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اس طرح اظہار فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ سے دور ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کو پالے گا، اور جو اللہ تعالیٰ سے اعراض کرکے اس کو قریب سے بھی پکارے تب بھی وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوگا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی چیز چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مزید عطا فرماتے ہیں۔

جو بندہ اللہ تعالیٰ کی چاہت کا خیال رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کی مرضی کا خیال رکھتے ہیں، اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی مدد کو شاملِ حال رکھ کر کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے لوہے کو بھی نرم فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ہم مجلس ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادتی نعمت کے حقدار ہیں۔ اس

کے اطاعت گزار بندے اس کی جانب سے اعزاز کے مستحق ہیں اور گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مایوس نہیں فرماتے۔ اگر وہ توبہ کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے محبوب بن جاتے ہیں، اور اگر وہ گنہگار توبہ نہیں کرتے تو بھی اللہ تعالیٰ ان پر رحیم ہوتے ہیں۔ وہ انھیں مصائب میں مبتلا فرماتے ہیں تاکہ انھیں عیوب سے پاک کر دیں اور اپنی طرف متوجہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اتنے قدردان ہیں کہ ایک نیکی ان کے نزدیک دس سے لے کر سات سو نیکیوں کے برابر ہے۔ بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ، اور برائی میں ایک کا شمار ایک ہی ہے۔ اگر بندہ اس برائی/گناہ پر نادم ہو کر معافی مانگ لے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ تھوڑے عمل کی بھی قدردانی فرماتے ہیں، خطاؤں کو بہت زیادہ معاف فرماتے ہیں اور سچی توبہ کر لینے والوں کے گناہوں کو بھی نیکیوں سے تبدیل فرماتے ہیں۔

جب افکار جمع ہونے لگتے ہیں، غم اپنے خیمے گاڑ دیتا ہے، پریشانیاں حد سے بڑھنے لگتی ہیں، بڑے بڑے معاملات رونما ہونے لگتے ہیں، نجات کی راہیں تنگ ہونے لگتی ہیں، تمام حیلے اور خلاصی کے راستے ختم ہوتے نظر آتے ہیں تو پکارنے والا پکارتا ہے:

''اے اللہ! اے اللہ!'' وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو بزرگی والا بردبار ہے، وہ اللہ جس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا، جو عرشِ عظیم کا رب ہے، وہ اللہ جس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، جو آسمانوں کا رب ہے، زمین کا رب ہے، عرشِ کریم کا رب ہے، پس وہی تو ہے جو غموں کو دور کرتا ہے، پریشانیوں کو ختم کرتا ہے اور مصائب سے نجات عطا فرماتا ہے۔

جب مریض کا مرض بڑھ جاتا ہے اور جسم لاغر ہو جاتا ہے، رنگت پھیکی پڑ جاتی ہے، خلاصی کے ذرائع اور راستے کمزور اور کم ہوتے نظر آتے ہیں، طبیب عاجز ہو جاتے ہیں، دوا بے اثر ہو جاتی ہے، نفس گھبراہٹ کا شکار ہو جاتا ہے، ہاتھ کپکپانے لگتے ہیں، دل خوفزدہ ہو جاتا ہے اور مریض بے حال ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں مریض اس بلند مرتبہ، بزرگی و عظمت والی ذات کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور پکارتا ہے:

اے اللہ! اے اللہ! اس پکار کی برکت سے بیماری دور ہوتی جاتی ہے۔ صحت جسم میں سرایت کرنے لگتی ہے اور دعا سن لی جاتی ہے (حتیٰ کہ مریض شفایاب ہوجاتا ہے۔)

وہ اللہ ہی تو ہے جو بیماری بھی پیدا فرماتا ہے کہ "میرے بندے کسی طرح بھی میری جانب متوجہ تو ہوں۔" پھر اس کی مصلحت ہوتی ہے تو بیماری دور کرکے شفا بھی عطا فرماتا ہے اور اگر بیماری ہی میں مصلحت ہو تو بیماری پر صبر کی بدولت بندہ کو اللہ ربّ العزت اجرِ عظیم سے نوازتا رہتا ہے۔

جب کشتی چلتے چلتے گہرے سمندر میں دور نکل جائے اور تیز و تند ہوائیں چلنے لگیں، فضا بادلوں سے بھر جائے، گھٹا ٹوپ بادلوں سے تاریکی چھا جائے، بجلی چمکنے لگے، بادلوں کی گرج ہو اور اندھیریاں تہہ در تہہ ہوں، کشتی موجوں میں ڈولنے لگے، کلیجے منہ کو آنے لگے، کشتی ڈوبتی نظر آئے اور موت کی سواری تیار کھڑی ہو، ایسے میں دل کی گہرائیوں سے جس ذات کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے اندر سے آواز آتی ہے کہ اب بچانے والی ذات صرف اور صرف ایک اللہ ہی کی ہے۔ اسی کی جانب دل متوجہ ہوجائیں اور آوازیں آنے لگیں: یا اللہ! یا اللہ! پھر اللہ تعالیٰ کی مہربانی متوجہ ہوجائے، سخت اندھیرے میں روشنی پھوٹ پڑے، اور ہلاکت کی تمام صورتیں اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے ختم ہوجائیں۔

جب طیارہ آسمان کے اُفق پر اُڑتا ہے پھر آسمان و زمین کے درمیان معلق ہوجاتا ہے، تند و تیز ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور جہاز کا کوئی پرزہ کام کرنا چھوڑ دے تو ہواباز (پائلٹ) بھی دہشت زدہ ہوجائے اور سواریاں بھی پھنس کر رہ جائیں، آوازوں کا شور پیدا ہو، مرد رونے لگیں، عورتیں چلانے لگیں، بچے بلبلانے لگیں، سب پر رعب طاری ہوجائے، خوف اپنے خیمے گاڑ دے اور گھبراہٹ بڑھ جائے، پکار میں آہ و زاری شروع ہوجائے اور ہر ایک کو اپنی موت آنکھوں سے دِکھائی دینے لگے کہ اب آئی اور اب آئی، حفاظت کے سارے اسباب ختم ہوتے دِکھائی دیں، ہلاکت و موت اپنے سارے اسباب و وسائل سمیت سامنے آجائے۔ اس وقت بھی انسان کی نگاہ حفاظت کے لیے اسی ذات کی طرف متوجہ ہوتی ہے

جس کو وہ بھول چکا ہوتا ہے، جو حقیقی محافظ ہے، پھر وہ ہر طرف سے دھیان ہٹا کر یکسوئی سے پکارتا ہے اور دعا کرنے لگتا ہے، اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! پس اللہ تعالیٰ کی مہربانی متوجہ ہو جائے، رحمت نازل ہونا شروع ہو، احسانِ عظیم کی برکت سے دل پرسکون ہو جائیں، تمام جانیں سکون پا جائیں اور جہاز سلامتی کے ساتھ اُتر جائے۔ (اللّٰہ: اهل الثناء و المجد:۲۷)

''اَللّٰہُ ... ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ﴾ يَغْفِرُ ذَنْبًا، وَ يُفَرِّجُ كَرْبًا، وَ يَرْفَعُ قَوْمًا، وَ يَضَعُ آخَرِيْنَ، وَ يُحْيِيْ مَيِّتًا، وَ يُمِيْتُ حَيًّا، وَ يُجِيْبُ دَاعِيًا، وَ يَشْفِيْ سَقِيْمًا وَ يُعِزُّ مَنْ يَشَآءُ وَ يُذِلُّ مَنْ يَّشَآءُ، وَ يُجْبِرُ كَسِيْرًا، وَ يُغْنِيْ فَقِيْرًا، وَ يُعَلِّمُ جَاهِلًا، وَ يَهْدِيْ ضَالًّا، وَ يُرْشِدُ حَيْرَانَ، وَ يُغِيْثُ لَهْفَانَ، وَ يَفُكُّ عَانِيًا وَ يُشْبِعُ جَائِعًا وَ يَكْسُوْ عَارِيًا وَ يَشْفِيْ مَرِيْضًا وَ يُعَافِيْ مُبْتَلًى وَ يَقْبَلُ تَائِبًا وَ يَجْزِيْ مُحْسِنًا، وَ يَنْصُرُ مَظْلُوْمًا. (اللّٰہ : اهل الثناء و المجد : ۳۰)

وہ اللہ ہر دن ایک نئی شان میں ہوتے ہیں، وہ گناہوں کو بخش رہے ہیں، تکلیفوں کو دور کر رہے ہیں، کسی قوم کو بلند مقام عطا فرما رہے ہیں اور کسی قوم کو پست مقام، مردہ کو زندہ فرما رہے ہیں اور زندہ کو مردہ، پکارنے والے کی فریاد کو سن رہے ہیں اور بیمار کو شفا دے رہے ہیں، وہ جس کو چاہتے ہیں عزت بخشتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ذلیل فرما دیتے ہیں، ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑتے ہیں، فقیر کو مالدار بنا دیتے ہیں، جاہل کو عالم بناتے ہیں، گمراہ کو ہدایت دیتے ہیں اور حیران و پریشان شخص کی راہ نمائی فرماتے ہیں اور ننگے کو کپڑا پہناتے ہیں۔ وہ مصیبت زدہ کو عافیت عطا فرماتے ہیں، توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتے ہیں، نیکی کرنے والے کو اچھا بدلہ عطا فرماتے ہیں، مظلوم کی مدد فرماتے ہیں۔

لفظ 'اللہ' 'اَلِهَ يَأْلَهُ' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے عطا کرنا، تو ذاتِ باری تعالیٰ کو 'اللہ' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عطا کرتا ہے، بلکہ صرف وہی عطا کرتا ہے اور کیا کچھ عطا نہیں کرتا! زندگی، جسم، ہاتھ، پاؤں، بصیرت و بصارت، سماعت و حرکت، غور و فکر کی قوت اور صلاحیت، دل اور دل میں ایمان کا نور، دماغ اور دماغ میں فکر کا شعور، یہ سب کچھ اسی کا عطا کردہ

ہیں۔ (خزینہ:۳٦)

صاحبِ روح البیان نے اپنی تفسیر میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرعون نے بھی اپنا نام اللہ نہ رکھا، اس لیے کہ وہ اس پر قادر نہ تھا، بلکہ اس نے اپنی قوم والوں سے یہ کہا ﴿اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی﴾ ''میں تمھارا بڑا رب ہوں۔''

سرسوں کے دانے کی بساط کیا ہے، تم دیکھتے ہو کہ وہ زمین کے سخت پردے کو چیرتا ہوا نرم و نازک سبز پتی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ شبنم کی بوندیں جن کو تم ذرا بھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، اس نوزائیدہ نونہال کی پیاس بجھاتی ہیں۔ سورج کی کرنیں جن کی روشنی کو تم روز پاؤں تلے کچلتے ہو، اس کو اپنی تیز و گرم مگر مہربان گود میں لے کر پرورش کرتی ہیں۔ ہوا کے جھونکے اس نازک ترین پودے کو جھولا جھلاتے ہیں، یہاں تک کہ یہ بچہ جوان ہو جاتا ہے، تم نے دیکھا کہ ذرا سے پودے کی کس سلیقہ، ترتیب اور نظم و ضبط کے ساتھ پرورش ہوئی۔ یہ اسباب جن کو کسی طرح بھی اتفاق نہیں کہا جا سکتا، اس کی نشو و نما کے لیے جمع ہوئے، آخر اس ماحول کو پیدا کر کے اس کو ساز گار اور ان سب اسباب کو جمع کرنے والی اس قوت کا نام 'اللہ' ہے۔

یہ نام کائنات کی روح اور جان ہے

یہ نام اس وقت بھی تھا جب کائنات میں کچھ نہ تھا، اور اس وقت بھی ہوگا جب کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، یہ نام کائنات کی روح اور جان ہے۔ یہ دنیا اس وقت تک قائم رہے گی جب تک کسی ایک زبان پر بھی یہ مقدس نام جاری رہے گا، اور اگر کوئی ایک زبان بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے ''اللہ اللہ'' کہنے والی باقی نہ رہی تو اس ساری کائنات کو لپیٹ دیا جائے گا۔

آسمان کی قندیلیں بجھا دی جائیں گی، دریاؤں اور سمندروں کا پانی خشک ہو جائے گا، پھولوں کا تبسم، عنادل کا معصوم شور، حسین صبحوں کی انگڑائیاں، ٹھنڈی راتوں کا سکون اور زندگی کے دل لبھانے والے نظارے موقوف ہو جائیں گے۔

یہ نام ہر مذہب والے کی زبان پر ہے۔ کسی نے اسے 'پرمیشور' کہہ کر پکارا، کسی نے 'برہمن' کہہ کر، کسی نے 'رام رام' کہہ کر، کسی نے 'آہورمزدا' کہہ کر، کسی نے 'الاھیا اور یزدان'۔ اگر گوشِ ہوش (ہوش کے کانوں) کے ساتھ سنا جائے تو پھولوں کی مسکراہٹ، چڑیوں کی چہچہاہٹ، پتوں کی سرسراہٹ اور کرنوں کی جگمگاہٹ میں سے 'اللہ اللہ' ہی کی آواز آتی ہے اور اس کی قدرت جلوہ نما ہوتی ہے۔

یہ نامِ گرامی ایسا بابرکت نام ہے کہ اس کے پڑھنے والے محروم نہیں رہتے۔ انبیاء، اولیاء، صلحاء، اتقیاء سب ہی نے اسی نام کی صدائیں بلند کیں۔ اس نام کو حضرت آدم علیہ السلام نے وردِ زبان کیا تو ان کا اضطراب سکون میں بدل گیا۔ اس نام کی برکت سے حضرت زکریاؑ کے بڑھاپے کی خزاں میں یحیٰؑ جیسا پھول کھلا۔ اس نام کی تاثیر سے سیّدنا ابراہیمؑ کے لیے دہکتا ہوا لاوا گلشن بن گیا۔ اس 'اللہ' کو یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں پکارا تو غم سے نجات ملی، حضرت موسیٰؑ نے پکارا تو پتھر سے چشمے رواں ہوگئے اور اُچھلتا کودتا دریا خشک ہوگیا، حضرت عیسیٰؑ نے 'اللہ' کا نام لیا تو نابینا بینا ہوگیا، کوڑی تندرست ہوگیا، مردہ زندہ ہوگیا۔ حضور ﷺ نے 'اللہ' کا نام لیا تو ایک کافر کے ہاتھ سے آپ ﷺ پر سونتی ہوئی تلوار گر پڑی، کنکریاں بول اُٹھیں، چاند دو ٹکڑے ہوگیا، چٹانوں سے زیادہ سخت دلوں میں ہدایت کے چشمے اُبل پڑے، عرب کے شہر اور بستیاں رُشد و صلاح کے نور سے جگمگا اُٹھیں۔

اسمِ اعظم

یہ اسم مبارک اکثر علماء کے نزدیک ننانوے اسمائے حسنیٰ سے زیادہ عظمت والا ہے۔ اس لیے کہ یہ ساری صفات کا جامع ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْاِسْمُ الْاَعْظَمُ هُوَ اللّٰهُ لٰكِنْ بِشَرْطِ اَنْ تَقُوْلَ "اَللّٰهُ" وَ لَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ سِوَى اللّٰهِ." (المرقات شرح المشکوۃ، کتاب اسماء اللہ الحسنیٰ، ج:۵، ص:۷۵)

اسمِ اعظم لفظِ 'اللہ' ہی ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کو اس

مبارک نام سے پکاریں تو آپ کے دل میں کسی اور کا خیال تک نہ آئے۔ اس اسمِ جلالی کی خصوصیت یہ ہے کہ علماء نے فرمایا ہے: ''یہ اسم تمام صفاتِ کمالیہ و جمالیہ کا جامع ہے۔'' جیسا کہ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

وَ اِنَّ اِسْمَ اللّٰہِ تَعَالٰی ھُوَ الْجَامِعُ لِجَمِیْعِ مَعَانِی الْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰی وَ الصِّفَاتِ الْعُلٰی.'' (بدائع الفوائد، ج:۲، ص: ۲۴۹)

''اللہ تعالیٰ کا اسم (یعنی لفظِ اللہ) تمام اسمائے حسنٰی کے معانی اور تمام بلند صفات کے مفہوم کو جمع کرنے والا ہے۔''

اور یہ اسم رب اعلیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے، اس کا اطلاق ہمیشہ سے صرف اسی ''وحدہ لاشریک لہٗ'' کی ذات پاک کے لیے ہوا ہے۔ جس طرح کوئی اس کی ذات اور صفات میں اس کا شریک وحصہ دار نہیں۔ اسی طرح اس اسمِ اعظم میں بھی اُس کا کوئی ساتھی نہیں۔ اسی وجہ سے تمام اولیاء اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اسمِ ذات ہی اسمِ اعظم ہے، اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لفظِ 'اللہ' ہی کو اسمِ اعظم فرمایا ہے، جیسا کہ امام طحاویؒ نے نقل کیا ہے:

''امام طحاوی، امام ابن قیم اور امام رازی علیہم الرحمۃ نے اسی قول کو اختیار فرمایا ہے کہ اسمِ اعظم لفظِ 'اللہ' ہے جو کہ اللہ ربّ العزت کا نام ہے۔ (اب لفظ 'اللہ' کے اسمِ اعظم ہونے پر دلائل قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں) کہ:

فَاِسْمُ اللّٰہِ دَالٌّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰی وَ الصِّفَاتِ الْعُلْیَا.

(مشکل الآثار اسم اللہ الاعظم، ج:۱، ص: ۱۸۵، رقم: ۱۵۷)

(۱) لفظِ 'اللہ' تمام اسمائے حسنٰی اور تمام اعلیٰ صفات پر دلالت کرتا ہے۔

اِنَّ ھٰذَا الْاِسْمَ مَا اُطْلِقَ عَلٰی غَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ الدَّلِیْلُ عَلَیْہِ ﴿ھَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا﴾ (مریم: ۶۵) **اَیْ ھَلْ تَعْلَمُ مَنْ اِسْمُهٗ ''اَللّٰہُ'' سِوَی اللّٰہِ.**

(التفسیر القیم لابن القیم، ج: ۱، ص:۲۸)

(۲) یہ اسم یعنی 'اللہ' اللہ ربّ العزت کی ذات کے علاوہ کسی اور پر نہیں بولا جاتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس کا مطلب یہ ہے: کیا تم کسی ایسی ذات کو جانتے ہو جو اللہ تعالیٰ کی ہم نام (ہم صفات) ہو؟ حالانکہ ایسا نہیں۔ لفظ 'اللہ' صرف اللہ ربّ العزت کی ذات پر بولا جاتا ہے۔

"سَائِرُ الْاَسْمَاءِ مُضَافَةٌ اِلَیْهِ وَ لَا مَحَالَةَ اَنَّ الْمَوْصُوْفَ اَشْرَفُ مِنَ الصِّفَةِ وَ لِاَنَّهُ یُقَالُ الرَّحْمٰنُ، اَلرَّحِیْمُ، اَلْمَلِکُ، اَلْقُدُّوْسُ، مُلْحَقًا مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ لَا یُقَالُ اَللّٰهُ اِسْمُ الرَّحْمٰنِ اَلرَّحِیْمِ فَدَلَّ هٰذَا عَلٰی اَنْ الْاِسْمَ هُوَ الْاَصْلُ." (تفسیر الرازی، ج: ۱، ص: ۱۰۰)

(۳) تمام اسمائے حسنیٰ لفظِ 'اللہ' ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جس کی طرف نسبت کی گئی ہو وہ منسوب سے افضل ہوتا ہے۔ تو اس قاعدہ سے معلوم ہوا کہ اصل موصوف لفظ 'اللہ' ہے۔ لہٰذا لفظ 'اللہ' تمام اسمائے حسنیٰ میں سب سے زیادہ افضل ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ یوں کہا جاتا ہے 'رحمٰن، رحیم، ملک، قدوس' یہ سب اللہ تعالیٰ کے نام ہیں، لیکن یوں نہیں کہا جاتا کہ 'اللہ' رحمٰن کا نام ہے یا 'اللہ' رحیم کا نام ہے۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام اسمائے حسنیٰ میں اصل اسم 'اللہ' ہے۔

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ (الاسراء:۱۱۰) خَصَّ هٰذَیْنِ الْاِسْمَیْنِ بِالذِّکْرِ ثُمَّ اِنَّ اِسْمَ 'اللّٰهِ' اَشْرَفُ مِنْ اِسْمِ 'الرَّحْمٰنِ' اَمَّا اَوَّلًا فَلِاَنَّهُ یُقَالُ قَدَّمَهُ فِی الذِّکْرِ، ثَانِیًا اِسْمُ الرَّحْمٰنِ یَدُلُّ عَلٰی کَمَالِ الرَّحْمَةِ وَ لَا یَدُلُّ عَلٰی کَمَالِ الْقَهْرِ وَ الْغَلَبَةِ وَ الْعَظَمَةِ وَ الْقُدْسِ وَ الْعِزَّةِ وَ اَمَّا اِسْمُ اللّٰهِ فَاِنَّهُ یَدُلُّ عَلٰی کُلِّ ذَالِکَ فَثَبَتَ اَنَّ اِسْمَ "اللّٰهِ" تَعَالٰی اَشْرَفُ. (ملخصًا عن النهج الاسمیٰ: ۱/۶۷،۶۹)

(۴) اللہ ربّ العزت کے ارشاد کا ترجمہ ہے: کہہ دیجیے کہ اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو، رحمٰن کہہ کر پکارو۔"

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس آیت میں انہی دو ناموں کو خاص طور پر ذکر کیا ہے،

پھر ان میں بھی نامِ مبارک 'اللہ' 'الرحمٰن' سے اشرف و افضل ہے۔ دو وجوہات کی بناء پر:

(۱) اس آیت میں لفظِ 'اللہ' کو پہلے ذکر کیا گیا ہے اور 'الرحمٰن' کو بعد میں جس سے لفظ 'اللہ' کا افضل ہونا معلوم ہوا۔

(۲) اسم 'الرحمٰن' کمالِ رحمت پر دلالت کرتا ہے جبکہ کمالِ قہر، غلبہ، عظمت، قدس اور عزت پر دلالت نہیں کرتا، جبکہ 'اللہ' اسم مبارک ان تمام صفات پر بھی دلالت کرتا ہے۔ (جس سے اس کا اشرف ہونا معلوم ہوا۔)

ان چند وجوہات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسم اعظم لفظ 'اللہ' ہی ہے۔

وَ قَدْ اِخْتَارَ الْقَوْلَ بِاَنَّ الْاِسْمَ الْاَعْظَمَ لِلّٰهِ تَعَالٰی هُوَ 'اللّٰهُ'.

اللہ ربّ العزت کے نام کا ادب

حضرت بشر بن حافیؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کی اللہ کے ہاں مقبولیت کا کیا سبب ہے، اس لیے کہ آپ کا نام لوگوں میں اس طرح مشہور ہے جیسے کسی نبی کا نام ہوتا ہے۔ فرمانے لگے: یہ محض اللہ ربّ العزت کا فضل ہے۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ میں ایک گنہگار اور عیاش طبیعت آدمی تھا۔ ایک مرتبہ راستے سے گزرتے ہوئے ایک کاغذ پر نظر پڑی، میں نے وہ کاغذ اُٹھا کر دیکھا تو اس میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کاغذ کو صاف کر کے اپنی جیب میں رکھا۔ میرے پاس اس وقت صرف دو درہم تھے اور ان دو درہموں کے علاوہ میں کسی اور چیز کا مالک نہ تھا، میں عطر فروش کی دکان پر گیا اور ان دو درہموں سے میں نے 'غالیہ' خوشبو خریدی۔ (غالیہ ایک خوشبو ہے جو مشک، عنبر، عود اور دُہن سے ملا کر بنائی جاتی ہے) اور وہ خوشبو اس کاغذ میں مل دی۔ اس رات جب میں سویا تو خواب میں میں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا:

''یَا بِشْرَ بْنَ الْحَارِثِ! رَفَعْتَ اِسْمَنَا عَنِ الطَّرِیْقِ وَ طَیَّبْتَهُ لَاُطَیِّبَنَّ اِسْمَکَ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ.''

اے بشر بن حارث! تو نے ہمارے نام کو راستے سے اُٹھا کر صاف کر کے معطر کیا ہے، ہم تیرے نام کو دنیا و آخرت میں معطر کریں گے۔ (کتاب التوابین علامہ مقدسی:۲۲۶)

(۲) اللہ تعالیٰ کا نام ادب سے لینا چاہیے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کا نام لیں تو 'تبارک وتعالیٰ' یا 'تعالیٰ' یا 'ربّ العزت' یا 'جَلَّ جَلَالُهُ وَ عَمَّ نَوَالُهُ' ضرور لگائیں، لکھنے میں بھی اور بولنے میں بھی۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دورانِ وعظ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی اس قدر بڑی شان ہے کہ اگر شاہانِ دنیا کی طرح اس کے خطاب کے لیے مناسبِ شان القاب وآداب کی قید ہوتی تو عمریں تمام ہو جاتیں اور ایک بار بھی اس کے نام لینے کی نوبت نہ آتی، القاب وآداب ہی کبھی ختم نہ ہوتے، لوگ نام لینے کے لیے ترس جاتے، لیکن 'اللہ اکبر' کیا رحمت ہے کہ اپنے نام لینے کے لیے کسی قسم کی قید نہیں لگائی۔

جس وقت اور جس حالت میں جی چاہے اس کا نام لے کر خطاب کر سکتے ہیں، بجز چند خاص موقعوں اور چند خاص حالات کے کہ اس وقت زبان سے ذکر کرنا خلافِ ادب ہے، غریب سے لے کر امیر تک اور عابد و زاہد سے لے کر فاسق و فاجر تک، ہر شخص کو بے تکلف خطاب کرنے کی اجازت ہے، ورنہ اس کی عظمت وجلال کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ہماری زبان اگر سات سمندر کے پانی سے بھی دھوئی جاتی تب بھی اس کے نام لینے کے قابل نہ ہوتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہزار بار گر بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی است

اگر ہم ہزار بار اپنی زبان کو مشک وگلاب سے دھو ڈالیں، پھر بھی زبان سے آپ کا نام لینا بے ادبی ہے۔

مگر قربان جائیے اس کی رحمت پر کہ اپنا نام لینا بندوں پر کس قدر آسان فرما دیا۔

(کتاب حسن العزیز:۸)

اللہ تعالیٰ کا نام بے گانوں کو یگانہ بناتا ہے

اسلامی معاشرہ اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی قدرت اور اس کی وحدت کے عقیدے پر وجود میں آتا ہے۔ ایک مسلمان مرد کی مسلمان خاتون سے ہم سفری اور رفاقت تب جائز ہوتی ہے جب وہ 'اللہ' کا نام بیچ میں لائیں۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہی بیگانوں کو یگانہ بناتا ہے، دور کو نزدیک کرتا ہے، غیروں کو اپنا بناتا ہے اور جن کی پر چھائیں بھی پڑنا گوارا نہ تھی ان کو ایسا قریب اور عزیز بنا دیا جاتا ہے کہ ان کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں ہوسکتا، وہ ایک دوسرے کے رفیقِ حیات اور ذمہ دار بن جاتے ہیں۔

شوہر اور بیوی کا تعلق محبت و اعتماد کا تعلق ہے جو بے تکلفی، اعتماد، سادگی، فطریت ان کے درمیان ہوتی ہے کسی اور رشتے میں اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے نام کا کرشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام بیچ میں آتا ہے تو ایک نئی دنیا وجود میں آجاتی ہے۔ کل تک جو غیر تھا/ غیر تھی آج وہ اپنوں سے بھی زیادہ بڑھ کر اپنا بن جاتا/ جاتی ہے۔ ایک مسلمان مرد، ایک مسلمان عورت ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف نہیں ہوسکتے، ایک دوسرے کے ساتھ بعض اوقات سفر بھی نہیں کرسکتے، ایک دوسرے کے لیے نامحرم ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا نام بیچ میں آجاتا ہے تو ایک مقدس رشتہ قائم ہوجاتا ہے۔

یہ ایک قرآنی معجزہ ہے کہ ﴿تسآءلون به﴾ کہہ کر انسانی معاشرے کا باہمی ارتباط، پیوستگی، وابستگی اور ہر ایک کا ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہونا ایسا بیان کردیا کہ کوئی بڑے سے بڑا منشور اور بڑا سے بڑا چارٹر بھی اس کو بیان نہیں کرسکتا۔ فلسفۂ اجتماع و عمرانیات (سوشیولوجی) کی بڑی ضخیم کتاب بھی اس کو نہیں بیان کرسکتی۔ پھر یہ فرمایا کہ جس کا نام بیچ میں لاکر حرام کو حلال کرتے ہو، ناجائز کو جائز کرتے ہو اور اپنی زندگی میں انقلابِ عظیم لاتے ہو، اس پاک اور بڑے نام کی لاج بھی رکھنا چاہیے۔ (قرآنی افادات: ۱۹۹)

بے چینی دور کرنے کے لیے دل میں اللہ کا نام بسالیں

"مَنْ وَطَّنَ قَلْبَهُ عِنْدَ رَبِّهِ سَكَنَ وَ اُسْتَرَاحَ، وَ مَنْ اَرْسَلَهُ فِى النَّاسِ اِضْطَرَبَ وَ اشْتَدَّ بِهِ الْقَلَقُ، اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا اِصْطَنَعَهُ لِنَفْسِهِ، وَ اجْتَبَاهُ لِمَحَبَتِهِ، وَ اسْتَخْلَصَهُ لِعِبَادَتِهِ فَشَغَلَ هَمُّهُ بِهِ وَ لِسَانُهُ بِذِكْرِهِ وَ جَوَارِحُهُ بِخِدْمَتِهِ. (فوائد الفوائد: ۲۶۳)

جس نے اللہ تعالیٰ کی یاد کو اپنے دل میں بسالیا اس نے سکون و آرام پالیا اور جس نے اپنے دل کو لوگوں سے کچھ ملنے کی اُمید میں یا کچھ چھن جانے کے خوف میں اُلجھا دیا تو وہ پریشان ہوجائے گا اور بے چینی اس پر غالب آجائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے محبوب بنانے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو اپنی محبت کے لیے منتخب کرتے ہیں اور اپنی عبادت کے لیے خاص کرتے ہیں، اس کی زبان اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتی ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق کے ذریعے غم کی اندھیری رات ایک دن ضرور ختم ہوگی

یہ دنیا آزمائشوں کا مقام، مصائب کا مکان اور ایک امتحان گاہ ہے، آخرت کی کھیتی ہے۔ اس دنیا میں انسان پر طرح طرح کے حالات آتے ہیں۔ یہ حضرت انسان کبھی خوش ہوتا ہے اور کبھی غم کا شکار۔ ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ خوش رہے لیکن یہ اس کے اختیار میں نہیں۔ یہ سارے حالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اگر انسان پر ہمیشہ ایک ہی حالت رہتی تو وہ دوسری چیز کی قدر کیسے کرتا؟

غم بھی ایک ایسی کیفیت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر بعض اوقات آتی ہے لیکن یہ ہمیشہ نہیں رہتی۔ یہ قرآنی قانون ہے ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا﴾ یعنی ہر تنگی کے ساتھ دو راحتیں ہوتی ہیں۔ اس لیے کسی بھی شخص کو غم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ اسے اسی دنیا میں اچھا بدلہ اور ایسی

راحت عطا فرماتے ہیں کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا اور آخرت کا اجر تو کہیں نہیں گیا (وہ یقیناً ملے گا)۔ اس لیے کہ جس ذات نے یہ ہموم وغموم نازل فرمائے ہیں وہ ان غموں کو دور کرنے پر بھی قادر ہے۔ اس ذات کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ مصیبت زدہ شخص اور پریشان اور بے چین شخص کے لیے عربی کے چند اشعار ذکر کیے جاتے ہیں جن میں شاعر نے اللہ کے نام کے ساتھ تسلی حاصل کرنے کے لیے کہا ہے۔ ان اشعار کا ترجمہ کسی اور زبان میں کرنا مشکل ہے، خصوصاً عربی زبان کی حلاوت وحرارت منتقل نہیں ہوسکتی، اس کے باوجود اس کا مفہوم پیش کیا جارہا ہے۔

ان اشعار کو اپنی میز پر لگا لیجیے اور یاد کر لیجیے

يَا صَاحِبَ الْهَمِّ اِنَّ الْهَمَّ مُنْقَطِعٌ ۔۔۔ اَبْشِرْ بِذَاكَ فَاِنَّ الْكَافِيَ اللّٰهُ

اَلْيَاْسُ يَقْطَعُ اَحْيَانًا بِصَاحِبِهٖ ۔۔۔ لَا تَيْأَسَنَّ كَأَنَّ قَدْ فَرَّجَ اللّٰهُ

اَللّٰهُ حَسْبُكَ مِمَّا عُذْتَ مِنْهُ بِهٖ ۔۔۔ وَ مَنْ اَمْنَعُ مِمَّنْ حَسْبُهُ اللّٰهُ

هُنَّ الْبَلَايَا وَ لٰكِنْ حَسْبُنَا اللّٰهُ ۔۔۔ وَ اللّٰهُ حَسْبُكَ فِيْ كُلٍّ لَّكَ اللّٰهُ

هَوِّنْ عَلَيْكَ ، فَاِنَّ الصَّانِعَ اللّٰهُ ۔۔۔ وَ الْخَيْرُ اَجْمَعُ فِيْمَا يَصْنَعُ اللّٰهُ

يَا نَفْسِ صَبْرًا عَلٰى مَا قَدَّرَ اللّٰهُ ۔۔۔ وَ سَلِّمِيْ تَسْلِمِيْ فَالْحَاكِمُ اللّٰهُ

يَا رُبَّ مُسْتَصْعَبٍ قَدْ سَهَّلَ اللّٰهُ ۔۔۔ وَ رُبَّ شَرٍّ كَثِيْرٍ قَدْ وَقَى اللّٰهُ

اِذَا بَكَيْتَ فَثِقْ بِاللّٰهِ وَ ارْضَ بِهٖ ۔۔۔ اِنَّ الَّذِيْ يَكْشِفُ الْبَلْوٰى هُوَ اللّٰهُ

(سمير المؤمنين: ۱۹۶)

"اے غمزدہ! غم تو (عنقریب) ختم ہونے والے ہیں، یہ سوچ کر خوش ہوجاؤ کہ کوئی بھی غم ہمیشہ انسان پر نہیں رہتا، اس لیے کہ ہر غم کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہیں۔

مایوسی بسا اوقات انسان کی تمام صلاحیتیں ختم کردیتی ہے، تو ہرگز مایوس نہ ہو! گویہ سمجھ کہ اللہ نے (غم ختم کرکے) وسعت دے دی یقین کرلے کہ غم کی اندھیری رات ختم ہوگی۔

اُن چیزوں سے جن سے تم نے پناہ چاہی اللہ تمہارے لیے کافی ہے، اور خود ہی غور

کرلو کہ اُس سے زیادہ محفوظ کون ہوگا جس کی نگرانی کرنے والا اللہ ہو، یعنی جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔

مصیبتیں چاہے کتنی ہی زیادہ ہوجائیں، ان سب میں تمھارے لیے اللہ کافی ہیں۔

تم پریشانیوں میں تسلی رکھو، اس لیے کہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہے اور اللہ کی طرف سے جو فیصلہ ہوجائے اس میں بھلائی ہی ہوتی ہے۔

اے میرے نفس! جو اللہ نے مقدر کیا ہے اس پر صبر کر اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کہ فیصلہ کرنے والا اللہ ہے۔

کتنے ہی تکلیفوں میں پڑے ہوئے لوگوں کی مصیبتوں کو اللہ نے آسان کردیا اور ڈھیر سارے فتنوں سے اللہ نے بچایا۔

جب تو آنسو بہائے تو اللہ پر بھروسہ کر اور اس سے راضی ہوجا، اس لیے کہ مصائب و تکالیف دور کرنے والا اللہ ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معیت کے استحضار کا واقعہ

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جارہے تھے، خدام ساتھ تھے، کھانے کا وقت ہوگیا، خدام نے دسترخوان بچھایا، سب کھانے کے لیے بیٹھے۔ چرواہا بکریاں چراتا ہوا گزرا، اُس نے سلام کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کھانے کی دعوت دی۔ اس نے کہا، 'میرا روزہ ہے۔' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'اس قدر سخت گرمی کے زمانے میں کیسی لو چل رہی ہے اور جنگل میں تو روزہ رکھ رہا ہے؟'

اس نے عرض کیا: 'میں اپنے ایامِ خالیہ کو وصول کررہا ہوں (یعنی دنیا کے اوقات کو قیمتی بنارہا ہوں)۔''

یہ قرآن پاک کی ایک آیتِ شریفہ کی طرف اشارہ تھا جو سورۂ حاقہ میں ہے کہ حق تعالیٰ جنتی لوگوں کو فرمائیں گے:

﴿كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ (الحاقّة : ۲۴)

ترجمہ: (ان سے کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ، ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے ہوئے زمانے میں (دنیا میں) کیے ہیں۔

یعنی قیامت کے دن کہا جائے گا: ''دنیا میں تم نے اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے نفس کی خواہشوں کو روکا تھا اور بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیفیں اُٹھائی تھیں، آج کوئی روک ٹوک نہیں، خوب رج (پیٹ بھر کر) کر کھاؤ پیو۔'' (تفسیر عثمانی، ص:۷۵۲، حاشیہ:۱۰)

اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ نے امتحان کے طور پر اُس سے کہا: ''ہم ایک بکری خریدنا چاہتے ہیں، اُس کی قیمت بتا دو اور لے لو، ہم اس کو ذبح کریں گے اور تمھیں بھی گوشت دیں گے کہ افطار میں کام دے گا۔'' اس نے کہا: ''یہ بکریاں میری نہیں ہیں، میں تو غلام ہوں، یہ میرے سردار کی بکریاں ہیں۔'' حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ''سردار کو کیا خبر ہوگی، اس سے کہہ دینا کہ بھیڑیا کھا گیا۔'' اُس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: ''فَأَيْنَ اللّٰهُ؟'' تو اللہ تعالیٰ کہاں چلے جائیں گے (یعنی وہ پاک اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ جب وہ مالک الملک دیکھ رہا ہے تو میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ بھیڑیا کھا گیا)۔

حضرت ابن عمرؓ تعجب اور مزے سے بار بار فرماتے تھے کہ ایک چرواہا کہتا ہے: ''اَیْنَ اللہ ، اَیْنَ اللہ'' (اللہ تعالیٰ کہاں چلے جائیں گے، اللہ تعالیٰ کہاں چلے جائیں گے۔)

اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ شہر میں واپس تشریف لائے تو اُس غلام کے آقا سے غلام کو اور بکریوں کو خرید کر غلام کو آزاد کر دیا اور وہ بکریاں اُسی کو ہبہ کر دیں۔

(اسد الغابہ، ج:۳، ص:۳۳۸)

یہ اُس وقت کے چرواہوں کا حال تھا کہ اُن کو جنگل میں بھی یہ فکر تھی کہ اللہ دیکھ رہے ہیں۔

غیر اللہ کو دل سے نکالنے کی دعا

انسان کو چاہیے کہ دل پر ایسی محنت کرے کہ اس دل میں اللہ کے سوا کسی سے اُمید

باقی نہ رہے، نہ اللہ کے غیر کا خوف رہے۔ اس نعمت کے حصول کے لیے ایک دعا اور ایک حدیث یاد کرلیں۔ دعا بار بار مانگتے رہیں اور حدیث کا اکیلے میں مراقبہ کرتے رہیں، سوچیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی یہ کیفیت اور یہ نعمتِ عظیمہ حاصل ہوگی کہ پھر اللہ کے غیر سے اُمید اور خوف ختم ہوجائے گا۔ دعا یہ ہے:

''اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَآئَکَ وَ اقْطَعْ رَجَآئِی عَمَّنْ سِوَاکَ فَلَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَکَ.''

ترجمہ: اے اللہ! میرے دل میں صرف اور صرف اپنے سے اُمید پیوست فرمادے اور میرے دل سے اپنے غیر کی اُمید ختم فرمادے، یہاں تک کہ میں کسی سے بھی آپ کے سوا اُمید نہ رکھوں۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی: ۱۹۳)

مخلوق ہم پر مسلط ہوگی یا ہمارے لیے مسخر ہوگی

حضرت وہب بن ابان قرشیؒ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک سفر میں گئے۔ وہ چلے جارہے تھے کہ راستے میں انھیں کچھ لوگ کھڑے ہوئے ملے، انھوں نے پوچھا: ''کیا بات ہے؟ یہ لوگ کیوں ایک جگہ کھڑے ہیں؟''

لوگوں نے بتایا: ''آگے راستے پر ایک شیر ہے جس سے یہ خوف زدہ ہیں۔''

حضرت ابن عمرؓ اپنی سواری سے نیچے اُترے اور چل کر اس شیر کے پاس گئے، اس کے کان کو پکڑ کر مروڑا اور اس کی گردن پر تھپڑ مار کر اسے راستے سے ہٹا دیا۔ پھر (واپس آتے ہوئے اپنے آپ سے) فرمایا: حضور ﷺ نے تمھیں غلط بات نہیں فرمائی۔ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''اِنَّمَا یُسَلَّطُ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ مَا خَافَهُ ابْنُ اٰدَمَ ، وَ لَوْ اَنَّ ابْنَ اٰدَمَ لَمْ یَخَفْ اِلَّا اللّٰهَ لَمْ یُسَلِّطْ عَلَیْهِ غَیْرَهُ، وَ اِنَّمَا وُكِّلَ ابْنُ اٰدَمَ لِمَنْ رَجَا ابْنُ اٰدَمَ، وَ لَوْ اَنَّ ابْنَ اٰدَمَ لَمْ یَرْجُ اِلَّا اللّٰهَ لَمْ یَكِلْهُ اِلٰی غَیْرِهِ.'' (کنز العمال ۱۳/۲۰۶، رقم الحدیث: ۳۷۲۵۴)

ترجمہ: ابن آدم پر وہی چیز مسلط ہوتی ہے جس سے ابنِ آدم ڈرتا ہے۔ اگر ابنِ

آدم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز سے نہ ڈرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی چیز مسلط نہ ہو، ابنِ آدم اسی چیز کے حوالے کر دیا جاتا ہے جس چیز سے اسے نفع و نقصان ملنے کا یقین ہوتا ہے۔ اگر ابنِ آدم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز سے نفع یا نقصان کا یقین نہ رکھے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے کسی اور چیز کے بالکل حوالہ نہ کرے۔

”وَ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا یَهْرُبُ مِنْ شَیْءٍ وَ لَا یَخَافُ مِنْ شَیْءٍ سِوَاهُ.“

(علوه الهمة، الحركة قيامة و بعث للروح : ٢٦٦)

ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کو اس کی عظمت و صفات کے ساتھ پہچان لیا تو وہ کسی چیز سے نہیں بھاگے گا اور اللہ کے سوا کسی دوسری چیز سے خوف نہیں کھائے گا۔

آپ بڑے سے بڑے طاقتور، بہادر سے بہادر جرنل، کرنل، جنات، بھوت، جادو اور آسیب وغیرہ کا خوف دل سے نکال لیجیے کیونکہ کوئی جن، بھوت اللہ کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ جیسے ایک چیونٹی راستے کے بیچ میں پاؤں پھیلائے بیٹھی تھی، کسی نے پوچھا خیر تو ہے، کیوں بیٹھی ہو؟

کہنے لگی: سنا ہے یہاں سے آج ہاتھی گزرے گا تو اس کا راستہ روکنے بیٹھی ہوں۔

یہ تو ایک کمزور مخلوق اور طاقتور مخلوق کی مثال ہے کہ ہاتھی اور چیونٹی کا مقابلہ تعجب خیز اور کھیل معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ان کا مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ مخلوق کتنی بھی طاقتور اور زور آور ہو، لیکن اللہ جل جلالہ کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی، لہٰذا مخلوق کا دل سے اثر نکال لیجیے تو پھر وہ مخلوق آپ کے قدموں میں مسخر ہو جائے گی اور اگر مخلوق کا خوف، تأثر دل میں بٹھا لیا تو وہ مخلوق خواہ کتنی ہی کمزور ہو، مسلط ہو جائے گی۔

”اَللّٰهُ مَعِیْ“ افضل الایمان ہے

”اللہ میرے ساتھ ہیں“ کہنے کو تو یہ ایک چھوٹا سا فقرہ ہے، لیکن اس کا استحضار (یقین) گناہوں سے بچانے کے لیے اور گھبراہٹ اور ٹینشن سے نجات کے لیے بہت ہی مفید ہے۔ آدمی اکیلے بیٹھ کر سوچے کہ اللہ ہر وقت میرے ساتھ ہیں۔ سورۂ حدید میں خود

اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

﴿ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ، وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ (الحدید: ۴)

ترجمہ: اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو اور جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ دیکھ رہا ہے۔

حافظ عماد الدین ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اور وہ تم پر نگہبان ہے، تمھارے اعمال پر گواہ ہے، تم جہاں بھی ہو اور جس حالت میں بھی ہو۔ سمندر میں ہو یا خشکی میں، رات کا وقت ہو یا دن کا، اکیلے گھر میں ہو یا جنگل میں ہو، تم جہاں جس وقت بھی ہو، اور جس حالت میں بھی ہو، وہ سب کچھ اس کے علم میں ہے۔ اس کے علم میں سب کچھ برابر ہے۔ سب کچھ اس کی نگاہ کے سامنے ہے۔ اس کی صفت اور قوت اور شانِ سماعت کا خاصہ ہے کہ وہ تمھارے کلام اور سرگوشیاں سنتا ہے، تمھارے مکان یعنی ٹھکانے کو جانتا ہے، اور تمھارے راز کی باتوں کو بھی جانتا ہے۔ سو خوب جان لو کہ نہ اس کے سوا کوئی رب ہے نہ کوئی معبود۔ اُسی کا دھیان رکھنا چاہیے، اپنے آپ کو ہر وقت اس کی نگاہ کے سامنے سمجھنا چاہیے، اس پر ایمان رکھنا ہے۔''

جیسا کہ حضور انور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا تھا: (جب انھوں نے ایک سائل بن کر پوچھا تھا کہ احسان کیا ہے؟ فرمایا:) کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا (یعنی اگر یہ دھیان نہ بنے) تو اتنا تو یقین (اور استحضار) رکھ کہ وہ ضرور تجھے دیکھ رہا ہے۔ (بخاری)

حکمت کا توشہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: مجھے حکمت کا کچھ توشہ عنایت فرمائیں جس کے مطابق میں زندگی گزاروں۔ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ سے اس طرح شرماؤ جیسا کہ تم اپنے خاندان کے کسی ایسے بااثر شخص سے شرماتے ہو کہ جس کی نگرانی میں تم ہو۔ (تفسیر ابنِ کثیر: ۱۳۰۷، الحدید: ۴)

اسی طرح حضور ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے تین کام کرلیے اُس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا (ایمان کی حلاوت کو پالیا۔)

(۱) ایک یہ کہ وہ ''اللہ وحدہ لاشریک لہ'' کی عبادت کرے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اپنے مال کی زکوٰۃ خوش دلی سے ہر سال ادا کرے (زکوٰۃ کے اندر بوڑھا اور بیمار جانور نہ دے بلکہ اپنے اموال میں سے درمیانی قسم کے اموال سے زکوٰۃ ادا کرے)۔

(۳) اور تیسرا کام اپنے نفس کا تزکیہ کرے۔

اُس شخص نے پوچھا: ''مَا تَزْكِيَةُ الْمَرْءِ نَفْسَهُ؟'' انسان کے نفس کا تزکیہ کیسے ہوتا ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا: ''يَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ مَعَهُ حَيْثُ كَانَ'' کہ وہ اس بات کو جانے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی وہ ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

''اِنَّ اَفْضَلَ الْاِيْمَانِ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَكَ حَيْثُمَا كُنْتَ''

ترجمہ: سب سے بہتر ایمان یہ ہے کہ تو اس بات کو جان لے کہ اللہ تیرے ساتھ ہے تو جہاں کہیں بھی ہو۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳/۴۴۵، الحدید: ۴)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بہترین اشعار منقول ہیں:

اِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ خَلَوْتُ وَ لٰكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيْبُ

وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفُلُ سَاعَةً وَ لَا اَنَّ مَا تَخْفٰى عَلَيْهِ يَغِيْبُ

مفہوم: اگر تم تنہا کسی کمرے میں ہو اور چاروں طرف سے دروازے بند ہوں تو یہ ہرگز مت خیال کر کہ میں اکیلا ہوں، بلکہ یہ یقین رکھ کہ میرے ساتھ (میرا اللہ) میرا رقیب ہے یعنی نگراں ہے۔

ہرگز یہ مت سمجھ کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے پل بھر کے لیے بھی غافل ہوسکتا ہے.... یہ بات بھی ہرگز نہ سوچ کہ جو باتیں تو اپنے طور پر چھپاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے واقعی چھپی ہوئی رہتی

ہیں ....اور نہ ہی ہرگز یہ گمان کر کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے وہ اس سے چھپا ہوا ہے .... بلکہ حق یہ ہے کہ سب کا سب اُس کے سامنے ظاہر ہے، ہر چھپی ہوئی چیز بھی اس پر واضح ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴۴۵/۳، الحدید: ۴)

ہر کام اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرنا چاہیے

نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: ''ہر وہ اہم کام جو اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع نہ کیا جائے، ادھورا ہے۔'' (الدر المنثور: ۲۳/۱)

چنانچہ آپ ﷺ نے ہر کام کو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے شروع کرنے کی تاکید فرمائی ہے، یہاں تک کہ کھانا کھاتے وقت، پانی پیتے وقت، سواری پر سوار ہوتے وقت، کوئی خط یا تحریر لکھتے وقت، غرض ہر قابلِ ذکر مشغلے کے شروع میں آپ ﷺ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھا کرتے تھے۔

''بسم اللہ'' شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے ... بظاہر مختصر لفظ ہیں، لیکن ان کے پیچھے حقائق و معارف کی ایک کائنات پوشیدہ ہے اور آنحضرت ﷺ نے ہر کام کے شروع میں یہ الفاظ کہلوا کر انسان کو ایسا انسان بننے کی طرف متوجہ کیا جو فرعون و نمرود نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بن کر دنیا میں امن سے رہنا چاہتا ہو، اور اس طرح انسان کے ہر کام کو عبادت و بندگی میں تبدیل کیا۔ تھوڑی دیر کتاب بند کر کے اس مضمون کو سوچیے اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگئے کہ یہ مضمون دل میں اُتر جائے۔

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے نام کی تاثیر

بادشاہِ روم قیصر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط لکھا کہ میرے سر میں درد رہتا ہے، کوئی علاج بتائیں۔ حضرت عمرؓ نے اس کے پاس اپنی ٹوپی بھیجی کہ اسے سر پر رکھا کرو، سر کا درد جاتا رہے گا۔ چنانچہ قیصر جب وہ ٹوپی سر پر رکھتا تو درد ختم ہو جاتا، اُتارتا تو درد دوبارہ لوٹ آتا۔ اسے بڑا تعجب ہوا، تجسّس سے ٹوپی چیری تو اس کے اندر ایک رقعہ پایا جس پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھا تھا۔ یہ بات قیصر کے دل میں گھر کر گئی، کہنے لگا

:''دینِ اسلام کس قدر معزز ہے، اس کی تو ایک آیت بھی باعثِ شفا ہے، پورا دین باعثِ نجات کیوں نہ ہوگا'' اور اسلام قبول کرلیا۔ (تفسیر الرازی، الباب الحادی عشر: ۱/۱۴۳)

''بسم اللہ'' کی تاثیر کا ایک اور واقعہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک قبر پر ہوا جس میں میّت کو عذاب دیا جارہا تھا، دوبارہ وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ قبر میں رحمت کے فرشتے ہیں، عذاب کی تاریکی کے بجائے وہاں اب مغفرت کا نور ہے۔ آپ کو تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے اس عقدہ کو حل کرنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ''یہ بندہ گنہگار تھا، جس کی وجہ سے مبتلائے عذاب تھا، مرتے وقت اس کی بیوی اُمید سے تھی، اس کا بچہ پیدا ہوا، وہ بچہ مکتب میں داخل کردیا گیا، استاذ نے اسے پہلے دن ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھائی، تب مجھے اپنے بندے سے حیا آئی کہ ''میں زمین کے اندر اسے عذاب دیتا رہوں جبکہ اس کا بیٹا زمین کے اوپر میرا نام لیتا رہے۔'' (تفسیر کبیر: ۱/۱۷۲، تفسیر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

سینے میں ایک گھر

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات کو خوب سمجھ لو! اللہ تعالیٰ نے سینے میں ایک گھر پیدا کیا اور وہ دل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دل میں ایک تخت بچھایا، اور اس میں اپنی رحمت سے جنت، مانوسیت، محبوبیت اور اپنے ملنے کے شوق کا دروازہ کھولا اور احکامات کے اقسام میں سے جیسے تہلیل، تسبیح، تحمید اور تقدیس کے پھولوں اور پھلوں سے لدے ہوئے درختوں پر اپنے کلام کی بارش برسائی۔ اس باغ کے وسط میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا درخت ہے جو محبت، رجوع، خوف اور اس کی خوشی کے پھل اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیتا ہے اور اس درخت کو بطورِ پانی اور کھاد کے، اس کے کلام کا تدبر، اس کی سمجھ اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کو ڈالا جاتا ہے۔

اس گھر کے بیچ میں ایک قندیل لٹکا ہوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت و نورِ ایمان اور توحید سے چمکایا اور اللہ تعالیٰ کی معرفت دل کے سکون کو پیدا کرتی ہے۔ اس کی

علامت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے قریب محسوس کرتا ہے۔

احمد بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ پہچانتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے خوف کھاتا ہے۔''

اَللّٰهُ ...... يَفْرَحُ بِقُرْبِهِ الْمُؤْمِنُوْنَ، وَ يَشْتَاقُ اِلٰى لِقَائِهِ الْمُتَّقُوْنَ.

ترجمہ: ایمان والے اللہ تعالیٰ کی قربت سے خوش ہوتے ہیں اور متقی لوگ اس کے دیدار کا شوق رکھتے ہیں۔

سَاكِنٌ فِى الْقَلْبِ يَعْمُرُهٗ لَسْتُ اَنْسَاهُ فَاَذْكُرُهٗ

غَابَ عَنْ سَمْعِىْ وَ عَنْ بَصَرِىْ فَسُوَيْدَا الْقَلْبِ تَبْصُرُهٗ

ترجمہ: وہ ذات میرے دل میں بسی ہوئی ہے، اور یہی چیز میرے دل کو آباد کیے ہوئے ہے۔ میں اس کو بھولا ہی نہیں ہوں کہ یاد کروں، وہ اگرچہ میری آنکھوں اور کانوں سے دور ہے۔ لیکن میں دل کی گہرائیوں سے اس کو دیکھ رہا ہوں۔

اللہ جل جلالہ سے ملاقات کی دعا

آپ ﷺ یوں دعا مانگا کرتے تھے:

''اَسْاَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ .... وَ الشَّوْقَ اِلٰى لِقَآئِكَ.''

ترجمہ: اے اللہ! میں تیرے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے ملنے کا شوق رکھتا ہوں۔

آپ ﷺ کے دل میں ہمیشہ یہ اشتیاق تھا کہ میں اپنے رب سے ملاقات کروں۔ محبّ کا دل ہر وقت اپنے محبوب کے دیکھنے اور اس کے حسن میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ جب اس کے جلال کی طرف دیکھتا ہے تو اس کو بڑا سمجھتا ہے اور اس کے دل میں اس کا رعب پیدا ہوتا ہے اور جب اس کی مہربانیوں اور نعمتوں کی طرف دیکھتا ہے تو اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور جب جنت کی نعمتوں کا مراقبہ کرتا ہے تو اس سے ملنے کا شوق جنم لیتا ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"يَـخْـرُجُ الْعَارِفُ مِنَ الدُّنْيَا وَ لَا يَقْضِي وَطَرُهُ مِنْ شَيْئَيْنِ : بُكَاؤُهُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ شَوْقُهُ اِلٰى رَبِّهٖ."

یعنی عارف کا دل موت آنے تک دو چیزوں سے نہیں بھرتا: اپنے نفس پر رونا اور اپنے رب سے ملاقات کرنے کا شوق۔

وَ كَـانَ اَبُـوْ عُبَيْدَةَ الْخَوَّاصُ لَيَمْشِيْ فِي الطَّرِيْقِ ، وَ يَصِيْحُ : وَا شَوْقَاهُ اِلٰى مَنْ يَرَانِيْ وَ لَا اَرَاهُ. (الله اهل الثناء و المجد ، ص : ۱۰۵)

حضرت ابوعبیدہ الخواص رحمۃ اللہ علیہ راستے میں چل رہے ہوتے اور ایک دم چیخ مارتے ہوئے کہتے: "میں تو اپنے رب سے ملاقات کا شوق رکھتا ہوں، جو مجھ کو دیکھتا ہے لیکن میں اس کو نہیں دیکھتا ہوں۔"

کرب و پریشانی کے وقت یہ دعا مانگئے

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا سکھلائی تھی اور فرمایا کہ کرب اور پریشانی کے وقت یہ دعا مانگا کریں:

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا. (ابن ماجه، باب الدعاء عند الكرب، ۲۷۷)

ترجمہ: اللہ اللہ میرے رب ہیں، میں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

لہٰذا پریشانی کے وقت یہ دعا وردِ زبان رکھنی چاہیے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینا کبھی بیکار نہیں جاتا۔ قرآن میں تقریباً دو ہزار نو سو چالیس (۲۹۴۰) مرتبہ لفظ 'اللہ' آیا ہے۔

فوائد و نصائح

مسلمان بندے کو چاہیے کہ اس یقین کو دل میں بٹھائے کہ میرا مولیٰ اور میرا آقا میرے مسائل کا حل کرنے والا، میری پریشانیاں دور کرنے والا دنیا میں کوئی نہیں سوائے اللہ جلّ جلالہ کے۔

جب یہ یقین پکا ہوجائے گا تو پھر ایک اللہ وحدہ لا شریک لہ کی ہی عبادت

کرنے میں اور بندگی کرنے میں دن رات محنت و کوشش کرے گا۔

جو بندہ اللہ ہی کی عظمت و کمال کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے اور غیر اللہ کو کسی طرح بھی اہمیت نہ دے تو ایسے شخص کو یہ صفات ملتی ہیں: غیر اللہ سے مستغنی ہو جاتا ہے، مصیبت و پریشانی میں فوراً اللہ جل جلالہ سے رابطہ کرتا ہے، اللہ کی رضا کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔

(منهج الامام ابن قيم الجوزی ، ص : ٢٦)

نبوت کے چھ سال بعد شعبِ ابی طالب کا واقعہ پیش آیا جو قریش کے ظلم و استبداد کی ایک مثال ہے۔

مشرکینِ مکہ نے آپس میں یہ عہد و پیمان کیا کہ ہم ان مسلمانوں کا مکمل طور پر بائیکاٹ کریں گے، ان سے میل جول نہیں رکھیں گے اور نہ ہی انھیں کھانے پینے کی اشیاء پہنچنے دیں گے اور ایک معاہدہ لکھ کر خانۂ کعبہ کے اندر رکھ دیا گیا۔

اس معاہدے کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر دیمک کو لگا دیا جس نے اس معاہدے کے حروف چاٹ لیے اور صرف اللہ کا نام چھوڑا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے ابوطالب سے یوں کہا:

"یَـا عَـمِّ! اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَلَّطَ الْاَرَضَةَ عَلٰی صَحِیْفَةِ قُرَیْشٍ ، فَلَمْ تَدَعْ فِیْهَا اِسْمًا هُوَ لِلّٰهِ اِلَّا اَثْبَتَتْهُ فِیْهَا وَ نَفَتْ مِنْهَا الظُّلْمَ وَ الْقَطِیْعَةَ وَ الْبُهْتَانَ."

(البداية و النهاية ، ج: ٣، ص : ٨٠)

ترجمہ: چچا جان! اللہ تعالیٰ نے (خانۂ کعبہ پر لٹکائے گئے) قریش کے صحیفے پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے جو اللہ کے اسمائے گرامی کو چھوڑ کر ظلم و قطع اور بہتان پر مشتمل سارے الفاظ کو صاف کر گیا ہے۔"

جب اُسے دیکھا گیا تو صرف 'بِسْمِکَ اللّٰھُمَّ" باقی رہ گیا اور جہاں اللہ کا نام تھا وہ بچا ہے۔ (شرح اسمائے حسنیٰ، صفحہ ۲۴ تا ۵۰)

اَلْجَبَّارُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(سب سے زبردست)

اس اسم مبارک کے تحت تین تعریفیں کی جاتی ہیں:

(۱) اَلْجَبَّارُ : اَلْمُصْلِحُ اُمُوْرَ خَلْقِهِ اَلْمُتَصَرِّفُ فِيْهِمْ بِمَا فِيْهِ صَلَاحُهُمْ

ترجمہ: علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: 'الجبار' جل جلالہ وہ ذات ہے جو مخلوق کے تمام کاموں کی درستگی کرنے والی ہے اور مخلوق کے لیے ان ہی معاملات کو طے کرنے والی ہے جو ان کے حق میں بہتر ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر:۳/۹۷۹، الحشر:۲۳)

(۲) اَلْجَبَّارُ : جَبَرُوْتُ اللّٰهِ عَظَمَتُهٗ ، وَ الْعَرَبُ تُسَمِّى الْمَلِكَ : اَلْجَبَّارُ. (فتح القدير : ۵/۲۰۸ نقلًا عن النهج الاسمٰى : ۱/۱۴۴)

ترجمہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جبروت کے معنی اللہ ربّ العزت کی عظمت کے ہیں اور عرب حضرات بادشاہ کو بھی 'الجبار' کہا کرتے تھے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ 'الجبار' جل جلالہ کی تشریح اشعار کے انداز میں کچھ اس طرح فرماتے ہیں:

وَ كَذَالِكَ الْجَبَّارُ مِنْ اَوْصَافِهٖ ۔۔۔ وَ الْجَبْرُ فِيْ اَوْصَافِهٖ قِسْمَانِ

جَبْرُ الضَّعِيْفِ وَ كُلُّ قَلْبٍ قَدْ غَدَا ۔۔۔ ذَا كَسْرَةٍ فَالْجَبْرُ مِنْهُ دَانِ

وَ الثَّانِيْ جَبْرُ الْقَهْرِ بِالْعِزِّ الَّذِيْ ۔۔۔ لَا يَنْبَغِيْ لِسِوَاهُ مِنْ اِنْسَانِ

وَ لَهٗ مُسَمّٰى ثَالِثٍ وَ هُوَ الْعُلُوُّ ۔۔۔ فَلَيْسَ يَدْنُوْ مِنْهُ مِنْ اِنْسَانِ

مِنْ قَوْلِهِمْ جَبَّارَةٌ لِّلنَّخْلَةِ الْـ ۔۔۔ عُلْيَا الَّتِيْ فَاتَتْ لِكُلِّ بَنَانِ

(النونية : ۲/۲۳۲، نقلًا عن النهج الاسمٰى : ۱/۱۴۴)

(۳) اللہ ربّ العزت کے اوصاف میں **'الجبّار' جلّ جلاله** بھی ہے اور جبر اس کے اوصاف میں دو طرح کا ہے:

(۱) ایک کمزور کی خستہ حالی کو دور کر کے، اس کی حالت درست کرنا اور ہر وہ دل جو ٹوٹ چکا ہو اسے جوڑنا۔ وہ اس معنی میں جبار ہے کہ شکستہ دل کی دل بستگی کرتا ہے۔

(۲) دوسرے معنی جبار کے قہر اور غلبہ کے ہیں کہ ایسا قہر اور غلبہ اس ذات کو حاصل ہے جو کسی دوسری ذات کے لیے ہرگز مناسب نہیں۔ اور اس نام 'جبار' کا تیسرا مطلب اس بلندی کے بھی ہیں جہاں تک انسان کی رسائی نہیں ہو سکتی اور یہ معنی عربی زبان کے ایک مشہور جملہ "جبارة النخلة" سے لیے گئے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ کھجور کا ایسا لمبا اور بلند درخت جس پر کوئی انسان نہ پہنچ سکے۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ 'الجبار' کے کئی معانی ہیں، مثلاً:

(۱) 'اَلْجَبَّارُ' هُوَ الْعَالِيُ عَلٰى خَلْقِهٖ ، وَ فَعَّالٌ مِّنْ اَبْنِيَّةِ الْمُبَالَغَةِ.

(۲) 'اَلْجَبَّارُ' هُوَ الْمُصْلِحُ لِلْاُمُوْرِ مَنْ جَبَرَ الْكَسْرَ اِذَا اَصْلَحَهٗ وَ جَبَرَ الْفَقِيْرَ اِذَا اَغْنَاهُ.

(۳) 'اَلْجَبَّارُ' هُوَ الْقَاهِرُ خَلْقَهٗ عَلٰى مَا اَرَادَ مِنْ اَمْرٍ اَوْ نَهْيٍ.

(النهج الاسمٰی : ۱/۱۴۵)

(الف) 'الجبّار' جلّ جلالہ وہ ذات ہے جو اپنی مخلوق پر بلند ہو۔

(ب) 'الجبّار' جلّ جلالہ وہ ذات ہے جو تمام امور کی اصلاح کرنے والی ہو جیسے 'جبر الکسر' (ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنا) اور 'جبر الفقیر' یعنی فقیر کو غنی کر دینا۔

(ج) 'الجبّار' جلّ جلالہ وہ ذات ہے جو اپنی مخلوقات پر اپنے سارے ارادوں کو نافذ کرنے میں غالب ہو، چاہے وہ کسی کام کے کرنے کے اعتبار سے ہو یا کسی کام سے روکنے کے اعتبار سے ہو۔

یہ اسم قرآن مجید میں صرف ایک مرتبہ آیا ہے:

﴿اَلْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ﴾ (الحشر:۲۳)

عربی زبان میں 'جابر' کے وہ معنی نہیں ہیں جو اُردو میں ہیں۔ اُردو میں 'جابر' کے معنی

ظالم کے آتے ہیں لیکن عربی میں جابر کہتے ہیں ٹوٹی ہوئی چیز کو جوڑنے والا، ٹوٹی ہڈی جوڑنے کو 'جبر' کہتے ہیں اور جو شخص ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑے اس کو 'جابر' کہتے ہیں۔ اسی طرح 'الجبّار' جلّ جلاله کے معنی ہوئے ٹوٹی ہوئی چیزوں کو بہت خوبی سے جوڑنے والا ،تو اللہ تعالیٰ کا نام 'الجبّار' جلّ جلاله ہے،اس کے معنی (معاذ اللہ) ظلم کرنے والے یا عذاب دینے والے کے نہیں ہیں، بلکہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو چیز ٹوٹ گئی ہو اس کو اللہ تعالیٰ بہترین جوڑنے والے ہیں۔

ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے والی ذات صرف 'الجبّار' جلّ جلاله ہے

اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے جو بہت سی دعائیں تعلیم فرمائی ہیں، ان میں سے ایک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس نام سے یوں پکارا گیا ہے:

"**يَا جَابِرَ الْعَظْمِ الْكَسِيْرِ**" (الحزب الاعظم : ۱۱۵)

ترجمہ: اے ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے والے۔

اس نام سے خاص طور پر اس لیے پکارا کہ دنیا کے تمام اطباء، معالج اور ڈاکٹر اس بات پر متفق ہیں کہ اگر ہڈی ٹوٹ جائے تو کوئی دوا اور کوئی علاج ایسا نہیں ہے جو اس کو جوڑ سکے، انسان کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ ٹوٹی ہوئی ہڈی کو اس کی صحیح جگہ پر رکھ دے، لیکن کوئی مرہم، کوئی لوشن، کوئی دوا، کوئی معجون ایسی نہیں ہے جو ٹوٹی ہڈی پر لگا دی جائے اور وہ جڑ جائے، جوڑنے والی ذات تو صرف وہی ہے، اس معنی میں اللہ تعالیٰ کو 'الجبّار' کہا جاتا ہے، اس معنی میں نہیں جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں۔

ہوگا وہی جو 'الجبّار' جلّ جلاله کو منظور ہو

'الجبار' کے ایک معنی یہ بھی ہیں:

"**لَا يَجْرِيْ فِيْ سُلْطَانِهٖ شَيْءٌ بِخِلَافِ مُرَادِهٖ**"

(مرقاۃ، کتاب اسماء اللہ الحسنٰی : ۵/۷۸)

ترجمہ: اس کی سلطنت میں کوئی ایسی چیز واقع نہیں ہوسکتی جو اس کی مراد و چاہت کے خلاف ہو۔

ہر انسان ارد گرد دیکھتا ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی بہت سے امور اس کی طبیعت کے خلاف واقع ہوجاتے ہیں۔ دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ ظاہری فوج و حشم و خدم کے مالک ہوتے ہوئے بھی بعض کام کرنا چاہتے ہیں مگر وہ نہیں کر پاتے اور بعض چیزیں ان کے نہ چاہتے ہوئے بھی ہوجاتی ہیں۔

(الف) فرعون نے بڑی کوشش کی کہ موسیٰ علیہ السلام پیدا نہ ہوں، صرف موسیٰ دنیا میں نہ آئے اس کے لیے ہزاروں بچوں کو قتل کرادیا، لیکن اسی '**الجبّار**' **جلّ جلالہ** نے اسی کے گھر میں موسیٰ علیہ السلام کی تربیت کروادی۔

(ب) نمرود نے کوشش کی کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعوت نہ چلنے پائے، لیکن اس '**الجبّار**' **جلّ جلالہ** نے ان کی دعوتِ توحید چلادی۔

(ج) مشرکینِ مکہ نے حضور ﷺ کی دعوت روکنے کے لیے بڑی بڑی کوششیں کیں، لیکن سب ناکام ہوئیں۔ انہی قریش کے نوجوانوں کو اس '**الجبّار**' **جلّ جلالہ** نے ان کے خلاف کھڑا کردیا۔

تو '**الجبّار**' **جلّ جلالہ** وہ ذات ہے کہ اس کی سلطنت میں وہی ہوکر رہتا ہے جو وہ چاہتا ہے، اس کی چاہت پوری ہونے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا اور جو وہ نہ چاہے وہ ہو نہیں سکتا۔

ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"عَبْدِیْ تُرِیْدُ وَ اُرِیْدُ، وَ لَا یَکُوْنُ اِلَّا مَا اُرِیْدُ فَاِنْ رَضِیْتَ بِمَا اُرِیْدُ کَفَیْتُکَ مَا تُرِیْدُ، وَ اِنْ لَمْ تَرْضَ بِمَا اُرِیْدُ اَتْعَبْتُکَ فِیْمَا تُرِیْدُ ثُمَّ لَا یَکُوْنُ اِلَّا مَا اُرِیْدُ. (شرح طیبی، ابواب الدعوات: ۵/۲۲)

ترجمہ: میرے بندے تو بھی کسی بات کو چاہتا ہے اور میں بھی ایک بات چاہتا ہوں

اور ہوتا وہی ہے جو میں چاہتا ہوں۔ اگر تو راضی رہے گا میری چاہت پر تو تیری چاہت کے لیے میں کافی ہوجاؤں گا اور تو راضی نہیں ہوا اس پر جو میں نے ارادہ کیا تو میں تھکادوں گا تجھے اس چیز کے حاصل کرنے میں جو تیری خواہش ہے، مگر ہوگا پھر بھی وہی جو میں چاہوں گا۔

حضرت مولانا عمر پالن پوریؒ فرماتے تھے: اللہ پاک بندے سے یہ چاہتے ہیں کہ تو اپنی مرضی کا بیج گم کردے میرے مرضیات کی زمین میں تو نتیجتاً میں تیری مرضی اُ گاؤں گا۔

اَلْجَبَرُوْتُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَ قَدْ مَدَحَ اللّٰہُ بِھٰذَا الْاِسْمِ نَفْسَہٗ وَ اَمَّا فِیْ حَقِّ الْخَلْقِ فَھُوَ مَذْمُوْمٌ فَمَا الْفَرْقُ؟ اَلْفَرْقُ اَنَّہٗ سُبْحَانَہٗ قَھَرَ الْجَبَابِرَۃَ بِجَبَرُوْتِہٖ وَ عَلَاھُمْ بِعَظَمَتِہٖ لَا یَجْرِیْ عَلَیْہِ حُکْمُ حَاکِمٍ فَیَجِبُ عَلَیْہِ اِنْقِیَادُہٗ، وَ لَا یَتَوَجَّہُ عَلَیْہِ اَمْرُ اٰمِرٍ فَیَلْزَمُہٗ اِمْتِثَالُہٗ، اٰمِرٌ غَیْرُ مَاْمُوْرٍ، قَاھِرٌ غَیْرُ مَقْھُوْرٌ ﴿لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ ھُمْ یُسْئَلُوْنَ﴾ (الانبیاء:۲۳)

وَ اَمَّا الْخَلْقُ فَھُمْ مَوْصُوْفُوْنَ بِصِفَاتِ النَّقْصِ مَقْھُوْرُوْنَ مَجْبُوْرُوْنَ تُؤْذِیْھِمُ الْبَقَّۃُ وَ تَاْکُلُھُمُ الدُّوْدَۃُ، وَ تُشَوِّشُھُمُ الذُّبَابَۃُ، اَسِیْرُ جُوْعِہٖ وَ صَرِیْعُ شَبْعِہٖ وَ مَنْ تَکُوْنُ ھٰذِہٖ صِفَتُہٗ کَیْفَ یَلِیْقُ بِہِ التَّکَبُّرُ وَ التَّجَبُّرُ؟ (النہج الاسمٰی:۱/۱۴۷)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمام تر بڑائی اللہ ربّ العزت ہی کے لیے ہے۔ اللہ ربّ العزت نے اسم مبارک 'الجبار' سے اپنی تعریف فرمائی ہے اور یہ صفت مخلوق کے حق میں مذموم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام سرکشوں پر اپنی بڑائی کی وجہ سے غالب ہیں اور اپنی شانِ عظمت و کبریائی کی وجہ سے ان کی عظمت سب سے بلند ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ ربّ العزت پر کسی حاکم کا حکم نہیں چلتا کہ انھیں کسی کی فرمانبرداری کرنی پڑے اور نہ ہی کسی آمر (حکم چلانے والے) کا حکم ان پر جاری ہوتا ہے کہ اس کی پیروی کرنی پڑے۔

وہ آمر ہے مامور نہیں، وہ غالب ہے مغلوب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس کا

ترجمہ یہ ہے: ''وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جاتا اور لوگوں سے باز پرس ہوتی ہے۔'' اس لیے کہ مخلوق کمزور ہے، مغلوب ہے اور مجبور ہے۔ ایک کھٹمل اُس کو تکلیف پہنچا سکتا ہے اور ریشم کا کیڑا تک انھیں کھانے کے درپے ہوتا ہے، ایک مکھی انھیں پریشان کر دیتی ہے، بھوک تنگ کرنے پر آئے تو کلیجہ منہ کو آ جائے، زیادہ کھا لے تو ہیضہ اُٹھنے نہ دے، چھوٹی سی چیونٹی کاٹ لے پریشان ہو جائے، مکھی ڈس لے تو آنسو نکل آئے، بڑے سے بڑے بہادر اور جلاد شخص کے دانتوں میں درد شروع ہو جائے تو گھٹنے ٹک جائیں۔ جس کی یہ صفات ہوں تو کیا اسے تکبر کرنا زیب دیتا ہے؟

'الجبّار' جلّ جلالہ سے مانگنے والی دعائیں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ دعا یوں مانگتے تھے:

''یَا جَابِرَ کُلِّ کَسِیْرٍ وَ مُسَهِّلَ کُلِّ عَسِیْرٍ'' (طیبی، شرح مشکوٰۃ)

ترجمہ: اے وہ ذات جو ہر ٹوٹے ہوئے کو جوڑتی ہے! جو بکھرے ہوئے احوال درست کرتی ہے اور ہر مشکل (کام) کو آسان کرتی ہے۔

پیارے نبی ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ ارْحَمْنِیْ وَ اجْبُرْنِیْ وَ اهْدِنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ'' (ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، میرے نقصان کی تلافی فرما، مجھے (سیدھا) راستہ دِکھا دے اور مجھے تو ہی رزق عطا فرما۔

اس دعا میں آپ ﷺ نے وہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں جس پر اسم مبارک 'الجبار' دلالت کرتا ہے۔

قَالَ ابْنُ الْاَثِیْرِ : وَ اجْبُرْنِیْ أَیْ : اَغْنِنِیْ، مَنْ جَبَرَ اللّٰهُ مُصِیْبَتَهٗ، أَیْ: رَدَّ عَلَیْهِ مَا ذَهَبَ مِنْهُ وَ عَوَّضَهٗ، وَ اَصْلُهٗ مِنْ جَبْرِ الْکَسْرِ.

وَ کَانَ یُعَظِّمُ رَبَّهٗ اَیْضًا بِهٰذَا الْاِسْمِ فِی الصَّلٰوةِ فِی الرُّکُوْعِ وَ السُّجُوْدِ کَمَا جَاءَ فِیْ حَدِیْثِ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ الْاَشْجَعِیِّ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ رُکُوْعِهٖ :

سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَ الْمَلَکُوْتِ وَ الْکِبْرِیَاءِ وَ الْعَظَمَۃِ. وَ فِیْ سُجُوْدِہٖ مِثْلُ ذٰلِکَ. (النہج الاسمٰی:۱/۱۴۹)

علامہ ابن اثیرؒ 'وَ اجْبُرْنِیْ' کا ترجمہ 'اَغْنِنِیْ' سے فرماتے تھے جس کا مطلب یہ ہے: اے اللہ! مجھے تونگری نصیب فرما، کیونکہ 'الجبار' کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ کھوئی ہوئی نعمت کو دوبارہ لوٹانے والا، اصلاً لغت کے اعتبار سے ہر قسم کے نقصان کی تلافی کرنے والا۔

نبی ﷺ رکوع وسجود میں اپنے رب کی تعظیم اس نامِ مبارک سے بھی بیان فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عوف بن مالک الاشجعیؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ رکوع میں یہ تسبیح پڑھا کرتے تھے:

"سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَ الْمَلَکُوْتِ وَ الْکِبْرِیَآءِ وَ الْعَظَمَۃِ"

ترجمہ: تمام عیبوں اور ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہے، اللہ بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے والا اور فرمان روائی والا اور عظمت وکبریائی والا۔"

(ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ:۱/۱۲۷)

اس دعا کے ذریعے رکوع اور سجدہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور عظمت کا ذکر فرماتے تھے۔

غم اور خوف سے چھٹکارے کا بہترین نسخہ

'الجبار' کی یہ چوتھی تفسیر بہت سارے غموں اور پریشانیوں سے چھٹکارے کا بہترین نسخہ ہے کہ:

ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیں، کسی چیز سے ڈریں نہیں، کسی حال سے خوفزدہ نہ ہو، جو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہی ہوگا۔ زمین وآسمان کے درمیان وہی ہوگا جو 'الجبّار' جلّ جلالہ چاہیں گے۔ جو وہ نہیں چاہیں گے وہ نہیں ہوگا۔ پھر غم، پریشانی اور موہوم خیالاتِ فاسدہ کو سوچ سوچ کر غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ گھر کے ہر فرد کو سمجھائیں کہ ہوگا وہی جو 'الجبّار' جلّ جلالہ چاہیں گے، کتنا ہی بڑا دشمن ہو، وہ

ذرّہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ 'الجبّار' جلّ جلالہ کے حکم کے بغیر، اور کتنا ہی اچھا دوست ہو، وہ ذرّہ برابر بھی نفع نہیں پہنچا سکتا اللہ کے حکم کے بغیر۔ اللہ تعالیٰ کے غیر سے کچھ نہیں ہوگا۔ حاکم، وزیر، سیٹھ اور ڈاکٹر سے وہ نہیں ہوگا جو وہ چاہیں گے، بلکہ وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ یہ یقین بنانا پڑے گا، دل میں یہ خیال جمالیں کہ بگڑے ہوئے حالات کو بنانا، اُلجھن، ٹینشن، ڈپریشن کو دور کرنا، مصیبتوں کی اندھیری رات میں مدد کا چراغ جلانا، پریشانیوں کے جنگلات میں عافیت کا باغ لگانا، اُجڑی ہوئی زندگی کو سنوارنا اور اَنہونی کو ہونی کرنا اسی 'الجبّار' جلّ جلالہ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ہوتا وہی ہے جو 'الجبّار' جلّ جلالہ کو منظور ہوتا ہے، پھر کس چیز کا غم وخوف؟

فوائد ونصائح

'الجبّار' جلّ جلالہ سے تعلق پیدا کرنے کے لیے مندرجہ ذیل اُمور کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۱) ہر ٹیڑھے اور پیچیدہ یا مشکل کام میں یا جو کام اَٹکے ہوتے ہیں ان کے حل کی کوشش کرتے ہوئے یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے:

'یَا جَابِرَ کُلِّ کَسِیْرٍ وَ مُسَھِّلَ کُلِّ عَسِیْرٍ'

(طیبی شرح مشکوٰۃ، کتاب الدعوات، باب اسماء اللّٰہ الحسنی، ج:۵، ص:۲۱)

ترجمہ: اے ہر ٹوٹی ہوئی چیز کو جوڑنے والے اور ہر مشکل کو آسان کرنے والے! میری اس مشکل کو آسان فرمادے یا میرے اس نقصان کی تلافی فرمادے۔

(۲) اسی طرح ہر قسم کے نقصان اور خسارہ کی تلافی کے لیے یہ دعا بھی مانگتے رہنا چاہیے: ''یَا جَبَّارُ اُجْبُرْنِیْ'' اے بگاڑ وخرابی کے درست کرنے والے! مجھے جو نقصان ہوا ہے (یا ہونے کا جو اندیشہ ہے) اس کی تلافی فرمادیجیے۔

(۳) اسی طرح دوسجدوں کے درمیان کی یہ دعا جب دوسجدوں کے درمیان بیٹھے تو ضرور اس دعا کو مانگئے، آپ ﷺ کی بتلائی ہوئی دعا ہے اور اس مختصر سی دعاء میں مغفرت

بھی مانگی گئی ہے اور رحمت بھی، عافیت بھی، ہدایت بھی، ہر قسم کے نقصان کی تلافی بھی۔ کیا پیاری دعا ہے! دعا مانگنے کا محل اور موقع بھی کتنا اونچا ہے کہ اس دعا کے پڑھنے سے نماز کے واجبات صحیح طرح ادا ہوجاتے ہیں، نماز جاندار بن جاتی ہے۔ دعا یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ ارْحَمْنِیْ وَ اجْبُرْنِیْ وَ اهْدِنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ"

(ترمذی، كتاب الصلوة ، باب ما يقول بين السجدتين، ج:١، ص:٦٣)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے بخش دیجیے اور مجھ پر رحم کیجیے اور میرے نقصان کی تلافی فرما دیجیے، مجھے ہدایت دیجیے اور مجھے رزق دیجیے۔

(۴) 'الجبار' جل جلالہ ہی وہ ذات ہے جو کمزوروں کی دلجوئی فرماتا ہے، پریشانی اور مشکلات میں پھنسے ہوئے انسانوں کو سہارا دیتا ہے، صبر کی توفیق دیتا ہے اور اس پر ثواب عطا کرتا ہے۔ لہٰذا اس 'الجبار' جل جلالہ کے در کو چھوڑ کر کسی اور دَر پر اس لیے جانا کہ پریشانی ختم ہوجائے گی، بیٹا مل جائے گا، امن وسکون حاصل ہوگا، ناواقفیت اور جہالت کی بات ہے۔ اس لیے صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف متوجہ ہوں، اسی سے مانگیں اور چین وسکون حاصل کریں۔ (اسمائے حسنیٰ: ۱۲۰ تا ۱۲۶)

آج تکبّر وغرور والے کہاں ہیں؟

(٥٥٠) عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

"يَطْوِى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا الْمَلِكُ. أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ؟ ثُمَّ يَطْوِى الْأَرْضِيْنَ بِشِمَالِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا الْمَلِكُ. أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ؟"

[صحيح] (أخرجه مسلم، ج: ٤، ص:٢١٤٨)

(۵۵۰) ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ قیامت کے دن تمام آسمانوں کو لپیٹ وسمیٹ کر داہنے ہاتھ میں لے لے گا اور ارشاد فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، میں ہی قوت قاہرہ کے ساتھ غلبہ والا ہوں۔

کہاں ہیں زمین پر ظلم وستم کرنے والے، کہاں ہیں تکبر وغرور کرنے والے۔ پھر تمام زمینوں کو لپیٹ کر اپنے بائیں ہاتھ میں لے لے گا۔ پھر فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں ظلم وستم کرنے والے؟ کہاں ہیں تکبر وغرور کرنے والے؟ (مسلم۴/۲۱۴۸)

اللہ پاک قیامت کے دن ساتوں زمین وآسمان کو مُٹھی میں لے لیں گے

(۵۵۱) و لأبی الشیخ فی العظمة وابن مردویه والبیهقی فی کتاب الأسماء والخطیب وابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ عنہ:

"إِنَّ اللّٰـهَ عَزَّوَجَلَّ إِذَا كَـانَ يَـوْمُ الْقِيَـامَةِ جَمَعَ السَّمَـاوَاتِ السَّبْعَ وَ الْأَرْضِيْـنَ فِىْ قَبْضَةٍ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا اللّٰهُ، أَنَا الرَّحْمٰنُ، أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا الْقُدُّوْسُ، أَنَا السَّلَامُ، أَنَـا الْمُؤْمِنُ ، أَنَا الْمُهَيْمِنُ، أَنَا الْعَزِيْزُ، أَنَا الْجَبَّارُ ، أَنَا الْمُتَكَبِّرُ، أَنَا الَّذِىْ بَدَأْتُ الدُّنْيَا وَ لَمْ تَكُ شَيْئًا، أَنَا الَّذِىْ أُعِيْدُهَا. أَيْنَ الْمُلُوْكُ؟ أَيْنَ الْجَبَابِرَةُ؟"
(کما فی الإتحافات ۳٤٥)

(۵۵۱) ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، قیامت کے دن حق جل مجدہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کو اپنی ایک مٹھی میں لے لیں گے، پھر ارشاد فرمائیں گے: انا اللّٰه ۔ میں اللہ ہوں۔ انا الرحمن۔ میں رحمٰن ہوں۔ انا الملک۔ میں بادشاہ ہوں۔ انا القدوس۔ میں تمام عیوب ونقائص سے پاک ہوں۔ انا السلام ۔ میں سالم ہوں۔ انا المومن ۔ میں امن دینے والا ہوں۔ انا المھیمن۔ میں نگہبانی کرنے والا ہوں۔ انا العزیز ، میں زبردست قوت وقدرت والا ہوں۔ انا الجبار۔ میں ہی خرابی کا درست کرنے والا ہوں۔ انا المتکبر میں بڑی عظمت والا ہوں۔ میں ہی ہوں جس نے دنیا کو عدم سے نکال کر وجود بخشا، جب کہ تم تو کچھ بھی نہ تھے، میں ہی پھر دوبارہ اس کو لوٹا کر لاؤں گا یعنی دوبارہ پیدا کروں گا، کہاں ہیں ملوک، کہاں ہیں؟ دنیا کے بادشاہ بننے والے، کہاں ہیں زمین پر اکڑ کر چلنے والے۔

'الرّحمن' جل جلاله 'الرّحیم' جل جلاله

(بے حد رحم کرنے والا، بڑا مہربان)

ان دونوں اسموں کے تحت تین تعریفیں ذکر کی گئی ہیں:

(۱) رحمت، نرمی اور مہربانی کو کہا جاتا ہے۔ لفظ 'الرحمٰن' اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ رحمت کو ذاتی طور پر ثابت کرتا ہے۔ اور لفظ 'الرحیم' اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ رحمت کو ظہور کے طور پر ثابت کرتا ہے۔ (یعنی لفظ 'الرحمٰن' اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ صفتِ رحمت اللہ تعالیٰ میں ذاتی طور پر موجود ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی پر رحم فرماتے ہیں تو اس فعلِ رحمت کی وجہ سے انھیں 'الرحیم' کہا جاتا ہے۔)

(۲) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے منقول ہے:

''اَلرَّحْمٰنُ' هُوَ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ اَعْطٰی وَ 'الرَّحِیْمُ' اِذَا لَمْ یُسْئَلُ غَضِبَ''

یعنی 'الرحمٰن' وہ ذات ہے جب اس سے مانگا جائے تو عطا کرے اور 'الرحیم' وہ ذات ہے جب اس سے نہ مانگا جائے تو وہ ناراض ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

''اَنَّهُ مَنْ لَمْ یَسْئَلِ اللّٰهَ یَغْضَبْ عَلَیْهِ.''

جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

ان دونوں صفتوں نے بتلا دیا کہ جس اللہ جل جلالہ کو لوگوں نے صرف 'قہار' اور 'جبار' سمجھ رکھا ہے وہ تو بے حد رحمت والا اور نہایت مہربان بھی ہے اور مخلوق کو وجود بخشنا اور پھر اس کی پرورش کرنا اور اس کی ضروریات مہیا کرتے رہنا اس کی رحمت ہی کا کرشمہ ہے، اور رحمت کی صفت اس میں اتنی ہے کہ اس کے بیان کرنے کے لیے 'الرحمٰن' کہنے کے بعد 'الرحیم' کہنے کی بھی ضرورت ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ : اَلْعَاطِفُ عَلَی الْبَرِّ وَ الْفَاجِرِ بِالرِّزْقِ لَهُمْ وَ دَفْعِ الْبَلِیَّاتِ عَنْهُمْ، اَلرَّحِیْمُ : خَاصَّةٌ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْمَغْفِرَةِ وَ اِدْخَالِهِمُ الْجَنَّةَ.''

(تفسیر ابن عباس)

ترجمہ: صفت 'الرحمٰن' ہر نیک و بد کے لیے عام ہے۔ شفقت میں، انھیں رزق دینے میں اور ان سے مصیبتوں کو دور کرنے میں۔ جبکہ صفتِ رحیم مومنوں کے ساتھ ان کی مغفرت کرنے میں اور انھیں جنت میں داخل کرنے میں خاص ہے۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ 'بسم اللہ' میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ کمال میں سے صرف یہ دو صفتیں جو لفظِ رحمت سے ماخوذ ہیں ذکر کی گئی ہیں تاکہ ہر بندے کو یہ سمجھا دیا جائے کہ اس کی رحمت عام بھی ہے اور تام بھی ہے۔

'الرّحمٰن' یعنی عام رحمت والی وہ ذات جس کی رحمت سارے عالَم اور ساری کائنات اور جو کچھ اب تک پیدا ہوا ہے اور جو کچھ ہوگا، سب پر حاوی اور شامل ہو اور 'الرحیم' یعنی اس کی رحمت کامل و مکمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لفظِ 'الرّحمٰن' اللہ جل شانہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے، کسی مخلوق کو رحمٰن کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ جس کی رحمت عام ہو۔ اسی لیے جس طرح لفظ 'اللہ' کا جمع و تثنیہ نہیں آتا کیونکہ وہ ایک ہی ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہے، دوسرے اور تیسرے کا وہاں احتمال ہی نہیں، اسی طرح 'الرّحمٰن' کا بھی جمع و تثنیہ نہیں آتا۔

(تفسیر قرطبی، الکلام علی البسملۃ، ج:۱، ص: ۹۸)

لفظِ 'الرّحمٰن' قرآن کریم میں ستاون (۵۷) مرتبہ آیا ہے۔ ان میں سے تین مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ﴿وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ، لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ بقرۃ:۱۶۳

(۲) ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ مریم:۹۳

(۳) ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ طٰہٰ : ۵

لفظِ 'الرحیم' قرآن کریم میں ۱۱۴ مرتبہ آیا ہے، جن میں سے تین مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ﴿اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ البقرۃ :۵۳

(۲) ﴿إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ البقرة : ۱۴۳

(۳) ﴿إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ المزمل : ۲۰

'الرحمٰن' جل جلالہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا ایک بڑا سبب

اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت سی قومیں (نعوذ باللہ) اس غلط فہمی میں مبتلا رہی ہیں کہ انھوں نے اس کو ایک جلالی شاہنشاہ سمجھا، جو قہر اور غضب سے بھرپور ہے اور جس کو راضی اور خوش کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ گویا عام انسانوں کے بس کی بات ہی نہیں ہے اور (نعوذ باللہ) جس کے پاس گنہگار اور خطاکار بندوں کے لیے بس لعنت ہی لعنت، غضب ہی غضب اور عذاب ہی عذاب ہے۔

اور اگر رحیم اور مہربان ہے بھی تو اس کی رحمت اور مہربانیاں کسی خاص خاندان یا خاص نسل اور خاص قوم کے لیے محدود ہیں، باقی ساری دنیا کے لیے وہ بڑا سخت گیر اور جبار وقہار حاکم ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہی غلط فہمی اور گمراہی بہت سی قوموں کے شرک کا سبب بنی ہے۔ انھوں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ان کی زندگی گناہوں سے پاک نہیں ہے اور اس دنیا میں نیکی اور پاکی والی زندگی گزارنا گویا اُن کے بس کی بات ہی نہیں ہے اور اپنی جہالت سے انھوں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا سخت گیر اور جلالی ہے کہ خطاکاروں اور گنہگاروں پر وہ ہرگز رحم اور مہربانی نہیں کرسکتا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو وہ بالکل نا اُمید ہوگئے۔

شیطان نے اُن کے کانوں میں پھونکا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جو اپنی نیکی اور پاکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بڑی مقرب اور بڑی پیاری ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی بہت کچھ اختیار دے رکھا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کا سا جلال اور غصہ بھی نہیں ہے، انھیں راضی کرنا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی طرح زیادہ مشکل بھی نہیں ہے۔ اس لیے اُن کے دامنوں میں تم جیسے گنہگاروں کو بھی پناہ مل سکتی ہے، ان سے تعلق جوڑنے سے اللہ

تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے بھی بچا جاسکتا ہے۔

بس اسی کو انھوں نے آسان سمجھا اور اللہ تعالیٰ سے نا اُمید ہوکر شیطان کی بتلائی ہوئی ان ہستیوں کی تعظیم وعبادت اور اُن کے نام کی نیاز و نذر اس اُمید پر کرنے لگے کہ ان کی مہربانی سے ہم سرسبز رہیں گے اور اُن کی توجہ اور عنایت سے ہمارے کام بنتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بھی ان کا یہ تعلق ہمیں بچالے گا۔

یونان اور بعض دوسرے ایشیائی ملکوں میں اسی پر بس نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی صفات (تعریفوں اور خصوصیتوں) سے الگ کر کے ایک مجرد (تنہا اور خیالی) ہستی کی طرح مانا گیا، بلکہ اُس کی ہر صفت کے لیے (جو زندگی کی ایک ضرورت ہے اور انسان اس کا محتاج ہے) ایک الگ خیالی وجود اور پیکر تجویز کرلیا گیا، مثلاً: رحم وشفقت کا فلاں دیوتا ہے، محبت کا فلاں، پانی برسانے والا اور کھیتی سرسبز کرنے والا فلاں، دشمن پر فتح دینے والا اور کامیاب کرنے والا فلاں، اولاد عطا کرنے والا اور قسمت بنانے اور بگاڑنے والا فلاں یہاں تک کہ بعض بیماریوں (چیچک وغیرہ) کو دور کرنے والا فلاں دیوتا یا دیوی ہے۔ اس کے نتیجے میں خالقِ کائنات اور ربّ العالمین (سب جانوں کا پالنے والا اور اُن کو اُن کی ضروریات مہیا کرنے والا) اللہ ایک خیالی ہستی اور ایک معطل وجود بن کر رہ گیا۔

الغرض! اکثر مشرک قوموں کے حالات اور خیالات پر گہری نظر ڈالنے سے یہی پتا چلتا ہے کہ شرک میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ ان کی یہی گمراہی رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وبخشش اور جود وکرم (سخاوت ومہربانی) کی صفت کو انھوں نے نہیں جانا اور اس کو صفتِ قہر وجبر والا اور نہایت سخت گیر قسم کا جلالی بادشاہ سمجھ کر اس کی طرف سے نا اُمید ہوگئے اور شیطان کی بتائی ہوئی واقعی یا محض فرضی اور وہمی ہستیوں کو انھوں نے اپنی اُمیدوں کا قبلہ بنادیا۔

اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بے انتہا وسعت اور اس کی غفاریت اور بخشش کی شان سے واقف ہوتے تو اس شرک میں ہرگز گرفتار نہ ہوتے۔

اسلام نے اس کے برخلاف ساری تعریفوں اور خوبیوں کا مستحق، ہر طرح کی قدرت کا مالک، نفع و نقصان، زندگی و موت، رزق، صحت و مرض، فقر و مالداری اور فتح و شکست کا دینے والا صرف اسی ایک اللہ وحدہ لا شریک له کو قرار دیا۔

اسی لیے قرآن مجید میں جو اس دنیا کے لیے آخری ہدایت نامہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس شان اور اس صفت کو بہت زیادہ اُجاگر کیا گیا ہے اور بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ مختلف عنوانوں اور مختلف پیرایوں میں اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت و رأفت اور بخشش و غفاریت اور مخلوق کے ساتھ اس کی عنایت و محبت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

جن نیک بختوں کو قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق ہوتی ہے وہ جانتے ہیں کہ اس میں کتنی جگہ اللہ تعالیٰ کو 'غفور رحیم، رؤف رحیم، توّاب رحیم، خیر الراحمین، ارحم الراحمین' کی صفات سے یاد کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ 'بسم اللہ' جو قرآن مجید کا سرنامہ ہے، اس میں اس کی صفتِ رحمت ہی کا تعارف کرایا گیا ہے۔

شیخ ناصر بن مسفر الزہرانی لکھتے ہیں:

اُمِرْنَا فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ نَرْکَعُهَا لِلّٰهِ جَلَّ وَ عَلَا، وَ فِیْ کُلِّ صَلَاةٍ نَتَقَرَّبُ بِهَا اِلَیْهِ اُمِرْنَا اَنْ نَتَرَنَّمَ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ، فَنَسْتَفْتِحُ صَلَاتَنَا بِالْبَسْمَلَةِ، ثُمَّ نَقْرَأُ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ o اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ وَ لَمْ یَقُلْ مَثَلاً : اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ، اَوِ الْمُنْتَقِمُ الْجَبَّارُ، اَوِ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ. رَغْمَ اَنَّ الْمَقَامَ مَقَامُ خُشُوْعٍ وَ خُضُوْعٍ وَ اسْتِکَانَةٍ بَیْنَ یَدَیِ الْجَبَّارِ، وَ لٰکِنْ لِیَزْرَعَ فِیْ نَفْسِکَ وَ یَغْرِسَ فِیْ وِجْدَانِکَ اَنَّ هٰذَا الرَّبَّ الَّذِیْ تَعْبُدُهُ وَ تَقِفُ اَمَامَهُ وَ تَمَرَّغُ جَبْهَتَکَ لِاَجْلِهِ هُوَ رَحْمٰنٌ رَحِیْمٌ، فَیَنْشَرِحَ صَدْرُکَ وَ تَسْلُوْ نَفْسُکَ وَ یَطْمَئِنُّ فُؤَادُکَ.

(اللّٰه : اهل الثناء و المجد : ۲۹۳)

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر وہ رکعت جسے ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کرتے ہیں اور ہر وہ نماز جس کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے ہیں اس میں ہم اللہ تعالیٰ کی

اس صفتِ 'الرحمن' 'الرحیم' کا خوب ورد رکھیں۔ تو اسی وجہ سے ہم نماز 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' سے شروع کرتے ہیں اور ہر رکعت میں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ o اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھتے ہیں۔ اور ہمیں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ ہم 'اَلْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ، اَوِ الْمُنْتَقِمُ الْجَبَّارُ، اَوْ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ' (جن سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور غلبہ کا اظہار ہوتا ہو) کا ورد کریں۔ باوجود اس کے کہ یہ مقام اللہ ربّ العزت کے سامنے خشوع وخضوع کے اظہار اور اس ذاتِ جبار کے سامنے کھڑے ہونے کا ہے، تاکہ ہمارے دل و دماغ میں یہ بات پیوستہ اور راسخ ہو جائے کہ ہم جس رب کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے سامنے مؤدّب کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی پیشانی اس کے سامنے رگڑتے ہیں وہ ''رحمٰن ورحیم'' ہے تاکہ ہمارے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر تسلی اور اطمینان وسکون (انشراح) حاصل ہو جائے۔

اس اجمالی بیان کے بعد چند آیتوں پر ذرا تفصیلی نظر ڈال لیجیے۔ سورۂ بقرہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ البقرة: ۱۶۳

ترجمہ: تم سب کا معبود ایک ہی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اور اسی بات کو سورۂ اَنعام (آیت ۱۲) میں یوں فرمایا:

﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ، لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے پر رحمت اور مہربانی لازم کر لی ہے (اس لیے وہ مجرموں کو یہاں سزا نہیں دیتا، بلکہ اس نے اس پوری زندگی کی سب کو مہلت دے رکھی ہے، تاکہ جو چاہے معافی مانگ لے اور اپنے کو درست کر کے عذاب سے بچا سکے) اس نے مقرر کیا ہے کہ (انصاف اور جزا کے لیے) تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا (اور اس دن ہر ایک کو اپنے کیے کا بدلہ مل جائے گا۔ یہ بالکل یقینی اور اٹل بات ہے) اس میں کسی شبے کی

گنجائش نہیں ہے۔

سبحان اللہ! اس آیت کا پہلا جملہ ﴿کَتَبَ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ﴾ (اللہ تعالیٰ نے رحمت کو اپنے پر لازم اور مقرر کرلیا ہے) ہم بندوں کے لیے کتنے اطمینان اور کیسی اُمیدوں کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایسے رحمت والے رب سے نا اُمیدی اگر کفر نہیں تو کیا ہے؟

اور پھر اسی سورۂ اَنعام میں چار رکوع کے بعد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا اور کیسے پیارے انداز میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَ اِذَا جَآءَکَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلۡ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ کَتَبَ رَبُّکُمۡ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ اَنَّہٗ مَنۡ عَمِلَ مِنۡکُمۡ سُوۡٓءًۢا بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ وَ اَصۡلَحَ فَاَنَّہٗ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾ الانعام : ۵۴

ترجمہ: اور جب تمھارے پاس ہمارے وہ بندے آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو اے پیغمبر! تم (شفقت اور محبت سے ان کا استقبال کرو اور) کہو تم پر سلام! (اور انھیں خوشخبری سناؤ کہ) تمھارے پروردگار نے اپنے پر رحمت ومہربانی کو لازم کرلیا ہے (اس لیے تمھیں مطمئن رہنا چاہیے کہ) تم میں سے جس نے نادانی سے کوئی برا عمل کیا، پھر اس کے بعد اس نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی تو بلاشبہ تمھارا رب بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

''آیات'' سے مراد اس جگہ آیاتِ قرآنی بھی ہوسکتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی عام نشانیاں بھی، تو ایسے لوگوں کے متعلق رسولِ کریم ﷺ کو یہ ہدایت دی گئی کہ آپ ﷺ ان کو 'سَلَامٌ عَلَیۡکُمۡ' سے خطاب فرمائیں۔

یہاں 'سَلَامٌ عَلَیۡکُمۡ' کے دو معنی ہوسکتے ہیں:

(۱) ایک یہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچا دیجیے۔ جس میں ان لوگوں کا انتہائی اعزاز واکرام ہے۔ اس صورت میں ان غریب مسلمانوں کی دل شکنی کا بہترین تدارک

ہوگیا جن کے بارے میں سردارانِ قریش نے مجلس سے ہٹا دینے کی تجویز پیش کی تھی۔

(۲) اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو سلامتی کی خوشخبری سنا دیجیے کہ اگر ان لوگوں سے عمل میں کوتاہی یا غلطی بھی ہوئی ہے تو وہ معاف کردی جائے گی اور یہ ہر قسم کی آفات سے سلامت رہیں گے۔

دوسرے جملے ﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ میں اس احسان پر مزید احسان و انعام کا وعدہ اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان مسلمانوں سے فرمادیں کہ تمھارے رب نے رحمت کرنے کو اپنے ذمہ لکھ لیا ہے، اس لیے وہ بہت ڈریں اور گھبرائیں نہیں، اس جملہ میں اوّل تو 'رب' استعمال فرما کر مضمونِ آیت کو مزید شفقت و رحمت سے مدلل کردیا کہ اللہ تعالیٰ تمھارا پالنے والا ہے اور ظاہر ہے کوئی پالنے والا اپنے پالے ہوئے کو ضائع نہیں کرتا۔ پھر لفظِ 'رب' نے جس رحمت کی طرف اشارہ کیا تھا، اس کو صراحتاً بھی ذکر فرمادیا۔ اور وہ بھی اس عنوان سے کہ تمھارے رب نے رحمت کرنے کو اپنے ذمہ لکھ دیا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی شریف بھلے انسان سے بھی وعدہ خلافی صادر نہیں ہوتی تو ربّ العالمین سے کیسے صادر ہوسکتی ہے۔ خصوصاً جبکہ اس وعدے کو بصورتِ معاہدہ لکھ لیا گیا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کو پیدا فرمایا اور ہر ایک کی تقدیر کا فیصلہ فرمایا تو ایک کتاب میں جو عرش پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ لکھا:

"اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ" یعنی میری رحمت میرے غصّے پر غالب ہے۔

(مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللّٰه تعالیٰ، ج:۱، ص:۳۵٦)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے تورات میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین اور ان کی ساری مخلوقات کو پیدا فرمایا تو صفتِ رحمت کے سو (۱۰۰) حصے کرکے اس میں سے ایک حصہ ساری مخلوقات کو تقسیم کردیا، آدمی اور جانور اور دوسری مخلوقات میں جہاں بھی کوئی اثرِ رحمت پایا جاتا ہے وہ اُسی حصۂ تقسیم شدہ کا اثر ہے۔

ماں باپ اور اولاد میں، بھائی بہنوں میں، شوہر بیوی میں، عام رشتہ داروں میں، پڑوسیوں اور دوسرے دوستوں میں باہمی ہمدردی اور محبت و رحمت کے تعلقات مشاہدہ کیے جاتے ہیں، وہ سب اسی ایک حصۂ رحمت کے نتائج ہیں۔ باقی رحمت کے ننانوے حصے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لیے رکھے ہیں۔

بعض روایات میں اس کو نبی کریم ﷺ کی حدیث کی حیثیت سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ اس سے انسان کچھ اندازہ لگا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنی مخلوق پر کیسی اور کس درجہ ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، ج:۲، ص:۳۵۶)

یہ ظاہر ہے کہ کوئی انسان بلکہ فرشتہ بھی اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان عبادت و اطاعت تو ادا نہیں کر سکتا اور جو اطاعت خلافِ شان ہو، وہ دنیا کے لوگوں کی نظر میں بجائے سببِ انعام ہونے کے باعثِ ناراضگی سمجھی جاتی ہے۔ یہ حال تو ہماری اطاعت و عبادت اور حسنات (نیکیوں) کا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہِ عالی کی نسبت سے دیکھا جائے تو سیئات (برائیوں) سے کم نہیں۔ پھر اس پر مزید یہ کہ حقیقی سیئات اور معاصی سے بھی کوئی بشر خالی نہیں "اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ" (مگر جسے اللہ تعالیٰ بچائے) ان حالات میں انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ کوئی بھی عذاب سے نہ بچتا، لیکن ہو یہ رہا ہے کہ ہر انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہر وقت برس رہی ہیں۔ یہ سب اُسی رحمت کا نتیجہ ہے جو پروردگارِ عالم نے اپنے ذمہ لکھ لی ہے۔ (معارف القرآن، ج:۳، ص:۳۷۷)

یقیناً بڑا شقی اور بدبخت ہے وہ انسان جو ایسے رحمت والے ربّ العالمین کی رحمت سے بھی محروم رہے۔ جو اپنے پیغمبر رحمتِ عالم رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اپنے خطا کار اور گنہگار بندوں کو سلام کے بعد رحمت کا یہ پیام دلاتا ہے کہ اپنے رب سے مایوس نہ ہوں اور نہ بھاگو۔ اُس نے تو رحمت کو اپنے ذمہ لکھ لیا ہے۔ اگر نادانی سے تم سے گناہ ہو گئے ہیں تو اب توبہ کر لو اور اپنی حالت ٹھیک کر لو۔ میں بڑا بخشنے والا اور مہربان ہوں۔

(قرآن آپ سے کیا کہتا ہے، ص:۴۳)

'الرحمٰن' جلّ جلالہ کی رحمت اور مغفرت کے حق دار کون ہیں؟

سورۂ زمر کی آیتِ رحمت (آیت ۵۳) سے بھی معلوم ہوا اور اس سے اوپر جو آیتیں اس مضمون کی درج کی جاچکی ہیں (جن میں خاص طور سے گنہگاروں اور خطا کاروں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت میں گنجائش کا اعلان کیا گیا ہے) ان سب سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت اور کشادگی کا حال تو یہ ہے کہ دنیا بھر کے بڑے سے بڑے مجرموں اور سیاہ کاروں کے لیے اس میں گنجائش ہے۔ لیکن اس کے دروازے میں داخلے کی یہ لازمی شرط ہے کہ بندہ اس رحمت والے آقا کی طرف رجوع ہو اور اس کے ساتھ اپنے معاملے کو درست رکھنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اگر چہ اس سے پہلے ساری عمر باغی اور نافرمان رہا ہے۔

اسی لیے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی بخشش و غفاریت کے بیان کے ساتھ اس کی دوسری صفت عدالت اور سرکش مجرموں کو سزا دہی کا بھی بیان فرمایا گیا ہے۔

جیسا کہ سورۂ فاتحہ ہی میں ﴿رَبِّ الْعَالَمِيْنَ o اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کے ساتھ اس کی صفت ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کا بھی ذکر فرمایا گیا۔ اس کا مقصد اور منشاء یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی وسعت کے ان قرآنی اعلانات سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ اب گناہوں کی کھلی چھٹی ہے اور زندگی خواہ کیسی ہی گزار دی جائے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ ہمارے لیے کھلا ہوا ہے۔ نہیں بلکہ جزا و سزا کا بھی ایک دن مقرر ہے اور اس دن کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں۔

بہر حال، اسی غلط فہمی سے بچانے کے لیے قرآن مجید میں جا بجا رحمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدالت کا بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ ذیل کی چند آیتیں پڑھیے:

﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ، وَ لَا يُرَدُّ بَأْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾

ترجمہ: اے پیغمبر! اگر یہ لوگ (اس واضح بیان اور اتمامِ حجت کے بعد بھی) تمھاری تکذیب ہی کریں تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تمھارا رب! بڑی ہی وسیع رحمت والا ہے (اور اسی رحمت کا صدقہ ہے کہ اس نے تم کو مہلت دے رکھی ہے، لیکن یاد رہے کہ مجرموں کو سزا دینا بھی اس کا قانون ہے، اس لیے اگر تم باغیانہ اور مجرمانہ زندگی سے باز نہ آئے تو ضرور اس کی سخت سزا پاؤ گے۔) اور مجرموں پر سے اس کا عذاب ہٹایا نہیں جاسکتا۔

اور فرمایا:

﴿نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ، وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ﴾

ترجمہ: میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور بڑا مہربان ہوں اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی دردناک ہیں۔

اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ، لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ، اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ﴾

ترجمہ: وہ گناہ بخشنے والا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے (اور اسی کے ساتھ سرکش مجرموں کے لیے وہ) بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔ سب کچھ قدرت رکھتا ہے۔ اس کے سوا کوئی بندگی اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔ سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ جس طرح مہربان ہیں اسی طرح گنہگاروں کو عذاب دینے والے بھی ہیں، لہٰذا اس کے غضب سے بچنا چاہیے۔

'الرحمٰن' جلّ جلاله سے رحم اور مہربانی مانگیے

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والے ہیں جتنا کہ ماں اپنے بچے پر رحم دل ہوتی ہے۔'' (بخاری، رحمۃ الولد، رقم: ۵۹۹۹)

وَ تَـأَمَّـلْ قَـوْلَـهُ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : ''لَلّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنَ الْوَالِدَةِ

بِوَلَدِهَا'' وَ اَیْنَ تَقَعُ رَحْمَةُ الْوَالِدَةِ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ.

وَ مَا هُوَ الظَّنُّ بِمَنْ هُوَ اَرْحَمُ بِعَبْدِهٖ مِنَ الْوَالِدِ بِوَلَدِهٖ، وَ مِنَ الْوَالِدَةِ بِوَلَدِهَا، اِذَا فَرَّ عَبْدُ اِلَیْهِ، وَ هَرَبَ مِنْ عَدُوِّهٖ اِلَیْهِ ، وَ اَلْقٰی بِنَفْسِهٖ طَرِیْحًا بِبَابِهٖ، یُمَرِّغُ خَدَّهٗ فِی ثَرٰی اَعْتَابِهٖ بَاکِیًا بَیْنَ یَدَیْهِ. یَقُوْلُ : یَا رَبِّ یَا رَبِّ اِرْحَمْ مَنْ لَا رَاحِمَ لَهٗ سِوَاکَ ... وَ لَا نَاصِرَ لَهٗ سِوَاکَ ... وَ لَا مُؤْوِیْ لَهٗ سِوَاکَ ... وَ لَا مُغِیْثَ لَهٗ سِوَاکَ ، مِسْکِیْنُکَ وَ فَقِیْرُکَ وَ سَائِلُکَ وَ مُؤَمِّلُکَ وَ مُرْجِیْکَ. لَا مَلْجَأَ لَهٗ وَ لَا مَنْجَا لَهٗ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ. اَنْتَ مَعَاذُهٗ وَ بِکَ مَلَاذُهٗ. (اللہ : اھل الثنا و المجد: ۲۹۷، شرح اسماء الحسنی للازھری، ص:۱۷۲-۱۷۳)

اور ماں کی شفقت اللہ تعالیٰ کی شفقت اور رحمت کا کہاں مقابلہ کرسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہر چیز کو شامل ہے۔

وہ ذات جو اپنے بندوں پر ان کے ماں اور باپ سے بھی زیادہ رحم کرنے والی ہے، جب بندہ دشمن کے خوف سے یا مصیبتوں کے انبار میں اس ذات کی جانب دوڑتا ہے اور اس کے دروازے پر اپنے آپ کو ڈال دیتا ہے اور اس کے سامنے روتے ہوئے اپنے رخسار اس کی چوکھٹ کی خاک میں رگڑتا ہے اور کہتا ہے:

''اے رب! اے رب! اس بندے پر رحم کر جس پر تیرے سوا کوئی رحم کرنے والا نہیں، تیرے سوا جس کا کوئی مددگار نہیں، تیرے سوا اُسے کوئی ٹھکانہ دینے والا نہیں، تیرے سوا کوئی اس کا فریاد رَس نہیں۔ میں تیرے ہی سامنے عاجزی کرنے والا ہوں، تیرا ہی محتاج ہوں، تجھ ہی سے سوال کرنے والا ہوں، تجھ ہی سے اُمید رکھنے والا ہوں، تیرے سوا نہ کوئی جائے پناہ ہے نہ ٹھکانہ۔ تو ہی پناہ دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دریائے رحمت و شفقت سے ایک بڑا حصہ قلبِ مادر کو عطا کیا ہے۔ اگر اس کے بچے کا کان بھی گرم ہوتا ہے تو وہ بے چین ہو جاتی ہے۔ راتوں کو اس کے لیے جاگتی ہے اور چاہتی ہے کہ فوراً اس کی تکلیف دور کر دے، وہ ذرا روتا ہے تو وہ فوراً اپنا

خون پلانے کے لیے تیار ہوجاتی ہے۔ ایک لمحہ کے لیے وہ اس کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتی، خود بھوکی رہتی ہے مگر اس کا پیٹ بھرتی ہے، خود جاگتی ہے مگر اسے سلاتی ہے، خود گرم وسرد زمانہ برداشت کرتی ہے مگر اس پر آنچ نہیں آنے دیتی، ہر وقت اس کی تکلیف کا خیال رکھتی ہے اور یہ 'رأفت وشفقت' جو اس کے دل میں ہے ظاہر ہے کہ خود اس کی پیدا کردہ نہیں ہے، کسی دوسری ہستی کی پیدا کردہ ہے۔

اس سے کہیں زیادہ کرم اس 'الرحمٰن' و'الرحیم' جلّ جلاله کا ہے۔ وہ مادرِ مہربان سے زیادہ اپنی مخلوق پر مہربان ہے، مگر عذاب وعتاب بھی کرتا ہے۔ حشر ونشر کے بعد وہ اپنے خطا کار بندے سے پوچھے گا کہ اے میرے بندے! تو نے فلاں وقت میرا حق ادا نہیں کیا، فلاں وقت تو نے میرے ساتھ ایسا کیا، فلاں وقت ایسا کیا۔ وہ کہے گا ہاں اے پروردگار! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے بندے! میں نے اپنے حقوق تو معاف کیے مگر تو نے جو دوسروں کی حق تلفی والے جرائم کیے، ان کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ وہ تو وہی لوگ معاف کرسکتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سو رحمتیں ہیں۔ اس نے ان میں سے ایک رحمت جن وانس، جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کے درمیان اُتاری ہے۔ اسی ایک حصے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر نرمی اور رحم کرتے ہیں۔ اسی کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچے پر شفقت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتوں کو قیامت کے دن کے لیے رکھا ہے کہ ان کے ذریعے اپنے بندوں پر رحم فرمائیں گے۔ (مسلم، کتاب التوبة، باب سعة رحمة الله تعالی، ج:۲، ص:۳۵۶)

ایک روایت میں ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنی ان ننانوے رحمتوں کو اس دنیوی رحمت کے ساتھ ملا کر مکمل فرمائیں گے (پھر سو کی سو رحمتوں کے ذریعے اپنے بندوں پر رحم فرمائیں گے۔)

مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے قیدی پیش کیے گئے تو ایک قیدی عورت اپنے بچے کو ڈھونڈ رہی تھی۔ جب وہ بچہ ملا تو فرطِ محبت سے اس نے بچے کو سینے

سے لگا لیا اور دودھ پلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم گمان کرتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟

ہم نے کہا: ”لَا ، وَ اللّٰہِ ! ھِیَ تَقْدِرُ عَلٰی اَنْ لَا تَطْرَحَہُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ : اَللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا ۔“

(مسلم ، کتاب التوبۃ ، ج:۲، ص:۳۵۶)

: ”اللہ کی قسم ! وہ اس کو آگ میں نہیں پھینکے گی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ رحم فرمانے والے ہیں اپنے بندوں پر بہ نسبت اس عورت کے اپنے بچے پر۔“

رحم و مہربانی مانگنے کے لیے اس اسم مبارک کا وسیلہ دے کر اس طرح مانگے ’یا رحمن ارحمنی‘ اے مہربان ! مجھ پر رحم فرما۔

صلہ رحمی کی تاکید

اللہ ربّ العزت جس طرح خود صفتِ ’رحم‘ کے ساتھ موصوف ہیں اور ’ارحم الراحمین‘ ہیں اسی طرح اپنے بندوں میں بھی ان بندوں کو پسند فرماتے ہیں جو رحم کرنے والے، آپس میں نرمی و محبت کا معاملہ کرنے والے اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں ہی اللہ ہوں اور میں ہی رحمٰن ہوں۔ رحم کو میں نے پیدا کیا ہے اور اس کا نام (رحم) میں نے اپنے ’الرحمٰن‘ سے نکالا ہے۔ پس جو اسے ملائے گا میں اسے ملاوں گا اور جو اسے قطع کرے گا میں اسے اپنی رحمت سے جدا کر دوں گا۔ (ابو داؤد ، رقم : ۱۶۹۴، باب فی صلۃ الرحم)

ایک حدیث میں ہے کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو۔ (الادب المفرد ، رقم : ۳۲)

دوسری حدیث میں ہے:

”مَا مِنْ ذَنْبٍ اَحْرٰی اَنْ یُّعَجِّلَ اللّٰہُ لِصَاحِبِہِ الْعُقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا مَعَ مَا یَدَّخِرُ لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْبَغْیِ وَ قَطِیْعَۃِ الرَّحِمِ“ (ابوداؤد، الادب، رقم : ۴۹۰۲)

ترجمہ: ظلم اور قطع رحمی کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں کہ اس کا وبال آخرت میں جمع رہنے کے ساتھ ساتھ اس کی سزا دنیا میں بھی اللہ پاک کرنے والے کو دیں۔ (یعنی یہ دو گناہ ظلم و قطع رحمی ایسے ہیں کہ آخرت میں تو ان پر جو کچھ وبال ہوگا وہ تو ہوگا ہی، آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی اس کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بستر پر لیٹتے وقت یہ دعا مانگتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ اَنۡ تَدۡعُوَ عَلَیَّ قَطَعۡتُھَا" (مجمع الزوائد: ۱۰/۱۲۸)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ ہر گناہ کی جب چاہے مغفرت فرما دیتے ہیں مگر والدین سے قطع رحمی کی سزا مرنے سے پہلے دے دیتے ہیں۔

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ صلہ رحمی کا خوب اہتمام کرے۔ آج ہی سے توبہ کریں اور جو رشتہ دار ناراض ہیں ان سے جا کر معافی مانگیں، اُن کو راضی کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور بار بار دعا کرتے رہیں کہ اے 'الرحمن و الرحیم'! جب میری آپ سے ملاقات ہو، دنیا سے رخصت ہونے کا وقت ہو تو میرا کوئی رشتہ دار مجھ سے ناراض نہ ہو۔ اور آپ کے اس نام مبارک کے طفیل مانگتا ہوں کہ میرے اور میرے رشتہ داروں کے دلوں میں رحم پیدا فرما دیجیے کہ ہم آپس میں صلہ رحمی کے ساتھ رہیں۔ رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلق یا ان کو ناراض کرنا، خاص طور پر والدین کی خدمت میں کوتاہی کرنا، والدین کے وصال کے بعد چھوٹے بھائی بہنوں کو ان کا حق نہ دینا، میراث شرعی طریقے پر تقسیم نہ کرنا، بیوی کی یکطرفہ شکایت سن کر بغیر تحقیق کے چھوٹے بہن بھائیوں پر ظلم کرنا، بغیر تحقیق کے صرف وہمی خیالات پر رشتہ داروں سے بدگمان ہونا کہ فلاں کے پاس مال زیادہ آ گیا ہے اس لیے اس میں تکبر ہے وغیرہ... ان سب گناہوں پر بہت شدید وعید آئی ہے اور آخرت کی بات تو الگ ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"دنیا کے واقعات بہت کثرت سے اس کی شہادت دیتے ہیں کہ قطع رحمی کرنے والا

دنیا میں بھی ایسے مصائب میں پھنستا ہے کہ پھر روتا ہی پھرتا ہے اور اپنی حماقت اور جہالت کی وجہ سے اس کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی۔ اگر اپنے اس گناہ سے توبہ نہ کرے، اس کی تلافی نہ کرے، اس کا بدل نہ کرے، اس آفت اور اس عذاب سے جس میں مبتلا ہے خلاصی نہ ہوگی۔ چاہے لاکھ تدبیریں کرلے اور اگر کسی دنیاوی آفت میں مبتلا ہو جائے تو وہ اس سے بہت ہلکی ہے کہ کسی بددینی میں اللہ نہ کرے مبتلا ہو جائے کہ اس صورت میں اس کو پتا بھی نہ چلے گا کہ توبہ ہی کرلے۔ حق تعالیٰ ہی اپنے فضل سے محفوظ فرمائے۔'' (فضائل صدقات)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

''اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ''

ترجمہ: تم زمین پر رہنے والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔

دوسری حدیث میں حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

''لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ.''

ترجمہ: جو شخص آدمیوں پر رحم نہیں کرتا اللہ جل شانہ اس پر رحم نہیں فرماتے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

''لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ'' (ترمذی، کتاب البر و الصلة، ج:۲، ص:۱٤)

ترجمہ: رحم اسی شخص کے دل سے نکالا جاتا ہے جو بدبخت ہو۔

یاد رکھیں! انسان سگا بھائی یا سگی بہن خود کسی کو نہیں بنا سکتا۔ اللہ نے جس کا انتخاب کیا ہے وہی سگا بھائی یا بہن ہے، لہٰذا انسان کو یہ حق بھی حاصل نہیں کہ سگے بھائی یا بہن سے رشتہ ناطہ توڑے اور ناراض ہو کر بے رحم اور سخت دل لوگوں میں شامل ہو۔

ہر جاندار قابلِ رحم ہے

زمین پر رہنے والی مخلوق عام ہے۔ مسلمان، کافر، ملازم، انسان، حیوان سب ہی داخل ہیں۔ ہر مخلوق کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرنا اسلام کی تعلیم ہے اور اللہ کو محبوب ہے۔

اسی طرح حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: ایک فاحشہ عورت کی اتنی بات پر بخشش

کردی گئی کہ وہ چلی جارہی تھی، اس نے ایک کنوئیں پر دیکھا کہ ایک کتا کھڑا ہوا ہے جس کی زبان پیاس کی شدت کی وجہ سے باہر نکلی پڑی ہے اور وہ مرنے کو ہے۔ اس عورت نے اپنے پاؤں سے چمڑے کا موزہ اُتارا اور اس کو اپنی چادر میں باندھ کر کنوئیں میں سے پانی نکالا اور اس کتے کو پلایا۔

حضور اقدس ﷺ سے کسی نے پوچھا: کیا ہم لوگوں کو جانوروں کے صلے میں بھی ثواب ملتا ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''ہر جگر رکھنے والے (یعنی جاندار) پر احسان کرنے میں ثواب ہے (مسلمان ہو یا کافر، آدمی ہو یا جانور)۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۲۱)

رحم کی چند صورتیں

حقیقی رحم یہ ہے کہ جس طرح ہم خود اپنے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی کو پسند کرتے ہیں اور جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہیں، یہی بات ہم دوسروں کے لیے بھی پسند کریں کہ کس طرح یہ سب انسان جہنم سے اپنے آپ کو بچالیں، اس کے لیے چند صورتیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) چوبیس گھنٹوں میں جتنے بھی لوگوں سے آپ کی ملاقات ہوتی ہے اگر وہ غیر مسلم ہوں تو ان کو اپنے حسنِ اخلاق اور محبت سے اسلام کی طرف بلانے کی کوشش کریں اور دعا کریں کہ اللہ آپ کو ان کافروں کے اسلام میں آنے کا ذریعہ بنادے۔ اگر آپ اس کوشش میں کامیاب ہوگئے تو یہ لوگ آپ کی وجہ سے جہنم میں جانے سے بچ جائیں گے۔

(۲) اگر آپ سے ملنے والے لوگ مسلمان ہیں تو اس بات کی کوشش کیجیے کہ وہ پورے دین پر خود بھی عمل کرنے والے ہوں اور اس دین کو سارے عالم میں پھیلانے والے بنیں۔ اس بات کی کوشش کیجیے کہ آپ کے دوست احباب، آپ کے ماتحت کام کرنے والے لوگ، اہل وعیال نمازوں کے پابند ہوں۔ مرد حضرات پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ اہتمام سے مسجد میں پڑھنے والے ہوں اور عورتیں گھروں میں وقت کا اہتمام رکھتے ہوئے نمازیں پڑھنے والی ہوں۔

اسی طرح آپ کے گھروں میں جو عورتیں آتی ہیں ان کو گھر کی عورتیں دین پر عمل کروانے کی کوشش کریں۔ ان کو اچھے ماحول میں آنے کی دعوت دیں۔ ان کو بٹھا کر فضائلِ اعمال، بہشتی زیور، حیات المسلمین، علاماتِ ایمان، قرآن و حدیث میں جن پر لعنت کی گئی ہے، صحابہ کے واقعات اور تابعین کے واقعات نامی کتابوں سے روزانہ چند صفحات پڑھ کر سنائیں۔

(۳) اسی طرح اگر آپ گھر کے بڑے ہیں تو اس بات کی کوشش کریں کہ آپ کے خاندان اور دوسرے رشتے داروں کی شادیوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا کوئی حکم نہ ٹوٹے، اور آج کل عام طور سے اللہ تعالیٰ کی جو نافرمانیاں رواج میں شامل ہوگئی ہیں، ان سے ہر ممکن طور پر بچنے اور بچانے کی کوشش کریں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے اگر آپ کو خاندان میں اثر و رسوخ اور وجاہت عطا فرمائی ہے تو اس کو کام میں لائیں۔ اثر و رسوخ ہوتے ہوئے لوگوں کو بری باتوں سے نہ روکنا گویا اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ناقدری کرنا ہے۔ لہٰذا ہر موقع پر اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے نیکی کو فروغ دینے اور برائی کو مٹانے کی جو بھی کوشش آپ کر سکتے ہوں اس سے دریغ نہ کریں۔

حفظِ قرآن کے لیے 'الرّحمٰن' جلّ جلاله سے مانگئے

حضور ﷺ کی بتائی ہوئی دعائیں ایسی ہیں جیسے احکم الحاکمین نے خود بتایا ہو کہ ہم سے اس طرح درخواست کرو تو یہ قبولیت کے زیادہ قریب ہیں تو ہمیں بھی ان دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے۔

حضور ﷺ نے یوں دعا مانگنا سکھایا ہے، اے اللہ! رحم فرما مجھ پر کہ میں گناہوں کو چھوڑ دوں۔ اے اللہ! مجھ پر رحم فرما کہ لایعنی چھوڑ دوں۔

چنانچہ حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حفظِ قرآن کے لیے یہ دعا تعلیم فرمائی:

''اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِی بِتَرْکِ الْمَعَاصِی اَبَدًا مَا اَبْقَیْتَنِیْ وَ ارْحَمْنِیْ اَنْ اَتَکَلَّفَ مَا لَا یَعْنِیْنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظْرِ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ وَ الْعِزَّةِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُکَ یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَ نُوْرِ وَجْهِکَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِیْ حِفْظَ کِتَابِکَ کَمَا عَلَّمْتَنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ اَنْ اَقْرَأَهُ عَلَی النَّحْوِ الَّذِیْ یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰهُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ وَ الْعِزَّةِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُکَ یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَ نُوْرِ وَجْهِکَ اَنْ تُنَوِّرَ بِکِتَابِکَ بَصَرِیْ وَ اَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِیْ وَ اَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِیْ وَ اَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِیْ وَ اَنْ تَغْسِلَ بِهٖ بَدَنِیْ فَاِنَّهُ لَا یُعِیْنُنِیْ عَلَی الْحَقِّ غَیْرُکَ وَ لَا یُؤْتِیْهِ اِلَّا اَنْتَ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. (جامع الترمذی الدعوات ، باب فی دعاء الحفظ، ج:۲، ص:۱۹٤)

ترجمہ: اے الٰہ العالمین! مجھ پر رحم فرما کہ جب تک میں زندہ رہوں گا گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ میں بے کار چیزوں میں کلفت نہ اُٹھاؤں اور اپنی مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما۔ اے اللہ! زمین اور آسمان کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے۔ اے اللہ اے رحمٰن! میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح تو نے اپنا کلام پاک مجھے سکھا دیا اسی طرح اس کی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کردے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس کو اس طرح پڑھوں جس سے تو راضی ہو جاوے۔ اے اللہ زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے! اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے، اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کردے اور میری زبان کو اس پر جاری کردے اور اس کی برکت سے میرے دل کی تنگی کو دور کردے اور میرے سینے کو کھول دے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھو دے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں اور تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں کرسکتا اور نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی ہمت اور

نہ نیکی کرنے کی طاقت مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد سے۔ (جامع الترمذی، الدعوات)

(اسمائے حسنٰی، ص:۵۱تا۶۴)

القُدّوس جَلَّ جَلَالُہٗ

(ہر عیب سے پاک ذات)

اس اسم مبارک کے تحت تین تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) **'اَلْقُدُّوْسُ' : هُوَ الطَّاهِرُ مِنَ الْعُيُوْبِ، اَلْمُنَزَّهُ عَنِ الْاَوْلَادِ وَ الْاَنْدَادِ.** (النهج الاسمى، ج:۱، ص:۱۱۰)

ترجمہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: 'القدّوس' جلّ جلاله وہ ذات ہے جو تمام عیوب سے پاک ہے۔ اولاد اور اپنے ہم مثلوں (شریکوں) سے بری (بے نیاز) ہے۔

(۲) **'اَلْقُدُّوْسُ' أَیْ اَلْمُنَزَّهُ عَنِ النَّقَائِصِ، اَلْمَوْصُوْفُ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ.** (النهج الاسمى، ج:۱، ص:۱۱۱)

ترجمہ: امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: القدوس یعنی جو کمیوں وکوتاہیوں سے پاک ہو، صفاتِ کمالیہ سے متصف ہو۔

(۳) **'اَلْقُدُّوْسُ' جل جلاله** وہ ذات ہے جو ہر عیب سے پاک اور ہر ایسی چیز سے بری ہے جو اس کے شایانِ شان نہیں۔ یہ اسم مبارک قرآن کریم میں دو جگہ آیا ہے:

(۱) **﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ، سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾** الحشر:۲۳

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، غالب زورآور، پاک ہے اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے جنھیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ (تفسیر ماجدی، ج:۲، ص:۱۰۹۷)

وہ ذات ہر قسم کے شرک اور شائبۂ شرک سے، جو لوگ اس کی ذات وصفات میں کرتے رہتے ہیں، پاک ہے۔ کوئی مخلوق کیسی ہی اشرف و اعلیٰ ہو، اس کی شریک کسی حیثیت سے، کسی درجہ سے بھی نہیں ہوسکتی۔ وہ ذاتِ پاک ہر عیب، ہر نقص، ہر کوتاہی سے بالاتر ہے۔ اس کی ذات میں اس کا امکان ہی نہیں کہ آئندہ بھی کوئی نقص، کوئی عیب اس میں پیدا ہو سکے۔

سورۂ حشر کی ان آخری آیات کی فضیلت یہ ہے کہ ترمذی میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو صبح کے وقت تین مرتبہ ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ'' اور اس کے بعد ایک مرتبہ سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ سے آخر سورت تک پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ ستّر (۷۰) ہزار فرشتے مقرر فرما دیتے ہیں جو شام تک اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اگر اس دن میں وہ مر گیا تو اُسے شہادت کی موت حاصل ہوگی اور جس نے شام کو یہی کلمات تین مرتبہ پڑھ لیے تو صبح تک یہی درجہ اس کو بھی حاصل ہوگا۔ (ترمذی، باب فی فضل قرأۃ آخر سورۃ الحشر، ج:۲،ص:۱۲۰)

(۲) ﴿یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ﴾ الجمعة : ۱

ترجمہ: (ساری چیزیں) جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں۔ (جو) بادشاہ، نہایت پاک (ہے) غالب و باحکمت ہے۔

ان تمام سورتوں میں جو 'مسبحات' (جن کے شروع میں سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ ہے) ہیں، ان سب میں تمام زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے، سب کے لیے اللہ تعالیٰ کی تسبیح خوانی ثابت کی گئی ہے۔ یہ تسبیح حالی یعنی بزبانِ حال تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا ذرّہ ذرّہ اپنے صانع حکیم کی حکمت و قدرت پر گواہی دیتا ہے، یہی اس کی تسبیح ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ ہر چیز اپنے اپنے طرز میں حقیقی تسبیح کرتی ہے، کیونکہ حقیقت یہ

ہے کہ شعور و ادراک اللہ تعالیٰ نے ہر شجر و حجر اور ہر چیز میں اس کے حوصلے کے مطابق رکھا ہے۔ اس عقل و شعور کا لازمی تقاضہ تسبیح ہے، مگر ان چیزوں کی تسبیح کو لوگ سنتے نہیں۔ اس لیے قرآن کریم میں فرمایا: ﴿وَ لٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ﴾

(معارف القرآن، ج:٤، ص:٤٣٢، سورة بنی اسرائیل، آیت : ٤٤)

جس طرح اللہ پاک خود قدوس ہیں تو اس پاک ذات نے جس چیز پر رحمت کی تجلی کردی، وہ زمان (جیسے رمضان، لیلۃ القدر، یومِ عرفہ) اور مکان (جیسے بیت اللہ شریف اور مساجد) اور (جیسے انبیاء کی) ہستیاں بھی تقدس مآب ہوگئیں۔ اسی طرح وادئ طویٰ بھی، جو کوہِ طور کے دامن میں ہے، انھی مقاماتِ مقدسہ میں سے ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی﴾

ترجمہ: آپ پاک میدان طویٰ میں ہیں۔

یہ اسم مبارک مندرجہ ذیل دعاؤں میں بھی مذکور ہے۔

رکوع، سجود اور وِتر کے بعد کی دعا

(۱) اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رکوع اور سجدہ میں ''سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَ الرُّوْحِ'' پڑھا کرتے تھے۔

(۲) آپ ﷺ جب وتر کا سلام پھیرتے تو تین مرتبہ ''سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ'' پڑھتے۔ ترجمہ: ہمارا بادشاہ پاک اور ہر طرح کے عیب سے پاک ہے۔

فوائد ونصائح

(۱) اس اسم مبارک سے بندہ کا حصہ یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرے کہ جس طرح اس 'القدّوس' جلّ جلالہ کی ذات ہر عیب و شرک سے پاک ہے اسی طرح وہ اپنے اسمائے حسنیٰ میں بھی ہر قسم کے عیب سے پاک و برتر ہے۔

(۲) لوگوں کو بھی زیادہ سے زیادہ 'القدّوس' جلّ جلالہ کی پاک ذات کا

تعارف و پہچان کرائے اور اس ذات کی اطاعت وفرمانبرداری میں دنیا وآخرت کا فائدہ ملنے کی خوب دعوت دے۔

(۳) اس اسم مبارک کے تحت، رکوع، سجدوں اور نمازِ وتر کے بعد کی جو دعا ذکر کی گئی ہے اسے یاد کریں اور نمازوں میں پڑھتے رہیں۔

'السّلام' جَلَّ جَلَالُہٗ

(سلامتی والا)

اس اسم مبارک کے تحت دو تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) اَلسَّلَامُ أَیْ مِنْ جَمِیْعِ الْعُیُوْبِ وَ النَّقَائِصِ لِکَمَالِهٖ فِیْ ذَاتِهٖ وَ صِفَاتِهٖ وَ اَفْعَالِهٖ

ترجمہ: امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: 'السلام' جل جلالہ وہ ذات ہے جو تمام عیبوں سے اور تمام نقائص سے پاک ہو اور اپنی ذات، صفات اور افعال میں کامل ہو۔
(تفسیر ابن کثیر: ۳۷۹/۳، الحشر: ۲۳)

(۲) "هُوَ الَّذِیْ تُرْجٰی مِنْهُ السَّلَامَةُ" (روح المعانی)

ترجمہ: وہ ذات جس سے حفاظت وعافیت کی اُمید رکھی جائے۔

یہ اسم مبارک 'السّلام' جلّ جلالہ قرآن پاک میں ایک مرتبہ آیا ہے:

﴿اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ﴾ الحشر: ۲۳

وَ هُوَ السَّلَامُ عَلَی الْحَقِیْقَةِ سَالِمٌ مِنْ کُلِّ تَمْثِیْلٍ وَ مِنْ نُقْصَانٍ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ 'السلام' جل جلالہ ہیں اور درحقیقت اللہ تعالیٰ ہر مثل اور عیب سے منزہ ہیں۔ (قال ابن القیم فی النونیة نقلًا عن النهج الاسمٰی: ۱۱۷/۱)

قَالَ الْخَطَّابِی: عَنْ سُفْیَانَ بْنِ عُیَیْنَةَ یَقُوْلُ: اَوْحَشَ مَا تَکُوْنُ الْخَلْقُ فِیْ ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ: یَوْمَ یُوْلَدُ فَیَرٰی نَفْسَهٗ خَارِجًا مِمَّا کَانَ، وَ یَوْمَ یَمُوْتُ فَیَرٰی قَوْمًا لَمْ یَکُنْ عَایَنَهُمْ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ فَیَرٰی نَفْسَهٗ فِیْ مَحْشَرٍ عَظِیْمٍ. قَالَ: فَاَکْرَمَ

اللّٰهُ فِيْهَا يَحيٰ فَخصَّهُ بِالسَّلَامِ فَقَالَ : ﴿وَ سَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوْتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ (مریم:۱۵)

أَشَارَ اِلٰى اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ سَلَّمَ يَحْيٰى مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الْمَوَاطِنِ الثَّلَاثَةِ وَ اَمَّنَهُ مِنْ خَوْفِهَا وَ كَذَا عِبَادَهُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ عِنْدَ قَبْضِ اَرْوَاحِهِمْ وَ تَطْمَئِنُّهُمْ وَ تُؤْمِنُهُمْ. قَالَ تَعَالٰى ﴿اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (النحل:۳۲) فَالْمَلَائِكَةُ تُبَشِّرُهُمْ بِالْفَوْزِ بِالْجَنَّةِ وَ النَّجَاةِ مِنْ عِقَابِ اللّٰهِ وَ النَّارِ. (النہج الاسمٰی:۱/۱۱۹)

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سفیان ابن عیینہ سے روایت ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے: انسان کو وحشت زدہ کرنے والے تین مواقع ہوتے ہیں:

(۱) ایک وہ موقع جس دن بچہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو محل و مستقر سے (جہاں وہ نو ماہ گزار چکا ہوتا ہے) نکلا ہوا پاتا ہے۔

(۲) جس دن انسان مرتا ہے، اس دن وہ ایسی قوم کو دیکھتا ہے جسے اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوتا (یعنی فرشتوں کو)۔

(۳) جب انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو وہ اپنے آپ کو ایک بڑے محشر میں پائے گا۔ اللہ ربّ العزت نے ان تینوں مواقع پر اپنے پیغمبر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سلامتی عطا فرمائی اور ان کا اکرام فرمایا۔ ارشادِ ربانی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: اور اس پر سلام ہے جس دن پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے اور جس دن وہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے۔ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ ربّ العزت نے یحییٰ علیہ السلام کو ان تین مواقع کے شر سے سلامتی عطا فرمائی اور انھیں خوف سے امن عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ فرماتے ہیں کیونکہ فرشتے نیک بندوں کی روح قبض کرتے وقت ان کو سلام کرتے ہیں اور انھیں اطمینان دلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ''وہ جن کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ

پاک صاف ہوں، کہتے ہیں کہ تمہارے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے، جاؤ جنت میں اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔'' ملائکہ انھیں جنت کے حصول کی خوشخبری دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور آگ سے بچاؤ کی خبر سناتے ہیں۔

'السّلام' جلّ جلاله کا اپنی نیک بندی کو سلام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے فرمایا: ''اِنَّ اللّٰـهَ یُقْـرِئُ خَـدِیْـجَةَ السَّلَامَ، یَعْـنِی فَأَخْبِرْهَا. قَالَتْ: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَ عَـلٰی جِبْرِیْلَ اَلسَّلَامُ وَ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهُ. (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب:٤/ ٣٨١)

اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر سلام بھیجتے ہیں، مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ ان کو سلام پہنچا دیں۔ چنانچہ سلام کے جواب میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ ربّ العزت تو بذاتِ خود 'السّلام' ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام پر سلامتی ہو، اور اے اللہ کے رسول! آپ پر بھی سلامتی ہو، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

قَـالَ الْـعُلَمَاءُ: فِیْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ دَلِیْلٌ عَلٰی وُفُوْرِ فِقْهِهَا لِاَنَّهَا لَمْ تَقُلْ ''وَ عَـلَیْـهِ السَّلَامُ'' کَـمَـا وَقَـعَ لِبَـعْضِ الصَّحَابَةِ حَیْثُ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ فِی التَّشَهُّدِ ''اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰهِ'' فَنَهَاهُمُ النَّبِیُّ ﷺ فَـعَرَفَتْ خَدِیْجَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا لِصِحَّةِ فَهْـمِهَا اَنَّ اللّٰهَ لَا یُرَدُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَمَا یُرَدُّ عَلَی الْمَخْلُوْقِیْنَ لِاَنَّ السَّلَامَ اِسْمٌ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی. (النهج الاسمٰی : ١/ ١٢١)

علماء فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فقاہت پر دلیل ہے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ ربّ العزت کے سلام کے جواب میں 'و علیہ السلام' نہیں فرمایا، جیسا کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تشہد میں 'السلام علی اللہ' پڑھا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو اس سے منع فرمایا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عقلِ سلیم سے یہ بات سمجھ لی تھی کہ اللہ ربّ العزّت پر اس طرح سلام کا جواب لوٹایا نہیں جاتا

جس طرح تمام مخلوقات کو سلام کا جواب دیا جاتا ہے، اس لیے کہ 'السّلام' تو خود اس کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو کتنا پسند فرماتے ہیں کہ دنیا میں بھی ان کی دلجوئی فرماتے ہیں۔

سلامتی کے اسباب 'السّلام' جلّ جلالہ کی طرف سے ہیں

معلوم ہوا کہ امن وسلامتی صرف اسی 'السّلام' جلّ جلالہ کی طرف سے ہے ورنہ ہم کیا اور ہماری حفاظت کا سامان کیا؟ پھر جب وہ اپنی سلامتی کو اُٹھا لیتا ہے تو ہمارے سارے انتظامات دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ ہمیشہ سے انسان اپنی سلامتی، موت اور حوادث سے بچنے کی بڑی بڑی تدبیریں کرتا ہے۔

ہم گھر سے باہر نکلتے ہیں تو زمین وآسمان میں ہماری سلامتی کے نہ جانے کتنے دشمن چھپے ہوتے ہیں، مگر ہم سلامتی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ گلی کوچوں اور عام شاہراہوں پر جگہ جگہ ہماری موت کے اسباب ہوتے ہیں، مگر ہم سب سے بچ کر نکل جاتے ہیں، حتیٰ کہ ہمارے کھانے کی میز پر بھی ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو ہمارا گلا دبا سکتی ہیں، مگر ہم سب چیزوں کو مزے لے لے کر نگل جاتے ہیں۔ کتنے ہی ایسے ہوئے کہ وہ کھانے بیٹھے تو کھانا ہی انھیں کھا گیا۔ پانی پینے بیٹھے تو پانی ہی انھیں پی گیا، کیونکہ 'السّلام' جلّ جلالہ کی سلامتی ان سے اُٹھ چکی تھی۔

ہم چھوٹی بڑی اور سر بفلک تعمیر شدہ یا زیرِ تعمیر عمارتوں کے نیچے سے گزرتے ہیں تو اوپر سے ایک اینٹ گر کر ہمارا کام تمام کر سکتی ہے اور جو لوگ دیہات میں رہتے ہیں ان کے گھروں اور کھیتوں میں موت کے فرشتے تاک لگائے بیٹھے رہتے ہیں، مگر اس 'السّلام' جلّ جلالہ کے حکم کے منتظر ہوتے ہیں، درندے تو درندے خود ہم ہی جیسے کتنے انسان ہی ہمارے خون کے پیاسے ہوتے ہیں، مگر اس 'السّلام' جلّ جلالہ کی سلامتی ہمیں ان سے بچا کر صاف نکال لے جاتی ہیں۔ یعنی ہم یہ یقین رکھیں کہ بس اُس سلامتی والے کا کرم اور

حفاظت ہی ہمیں بچا کر رکھتی ہے اور ہماری موت اور ہلاکت کے ظاہری اسباب اور نقشے دانت پیستے رہ جاتے ہیں اور اس دور میں تو بجلی جگہ جگہ موت کی ایجنٹ بنی بیٹھی رہتی ہے۔ اب تو قسم قسم کی گیسیں جو ہماری ہر وقت کی خادم ہیں، یہی دامِ اجل بھی ہیں مگر ہم سلامت رہتے ہیں۔ بس یہ امن وسلامتی اسی 'السّلام' جلّ جلالہ کی طرف سے ہے۔

حق تعالیٰ کی طرف سے جس کے ساتھ امداد نہ ہو تو وہ گھر قیامت تک کبھی آباد نہ ہو۔ ہنستے بستے گھر منٹوں میں برباد ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ اس گھر کی سلامتی اس سے اُٹھ جاتی ہے۔ آگ ہماری خادمہ ہے، اگر یہ سرکشی پر اُتر آئے تو سب کچھ جلا کر راکھ کر دے۔

جب 'السّلام' جلّ جلالہ کی طرف سے سلامتی اُٹھ جائے....

یہ ڈھور ڈنگر، گھوڑے اور ہاتھی جو دل و جان سے ہماری خدمت کرتے ہیں، ذرا سی دیر میں ہمیں مار بھی سکتے ہیں۔ حکایتوں میں جمشید بادشاہِ ایران کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بڑا ہی حسین گھوڑا کہیں سے آ کر اس کے قلعے کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے میری سواری کے لیے بھیجا ہے، لگام لگاؤ اور زین کس دو تا کہ میں اس پر سواری کا لطف اُٹھاؤں۔ ہر چند لوگوں نے کوشش کی مگر کوئی بھی اسے لگام نہ لگا سکا تو بادشاہ نے کہا کہ یقیناً یہ صرف میرے ہی لیے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے یہ مجھ ہی سے لگام لگوائے گا۔

چنانچہ بادشاہ نے اس پر زین کسی، لگام لگایا، وہ خاموش کھڑا رہا۔ جب اس کی دم میں زین کی ڈوری لگانے لگا تو اس نے ایسی لات ماری کہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ جو ہماری سواری کے جانور ہیں اور ساری دنیا میں ہمیں لیے پھرتے ہیں، ایک لات میں ہمارا کام تمام کر سکتے ہیں، مگر اس 'السّلام' جلّ جلالہ کی سلامتی ہمیں ان کی سرکشی سے بچاتی ہے۔

جب تک 'السّلام' جلّ جلالہ کی طرف سے سلامتی کا حکم ہو تو ہلاکت اور مصیبت کے نقشوں میں بھی سلامتی اور عافیت مل جاتی ہے اور جب اللہ ربّ العزت کی طرف سے

سلامتی اُٹھالی جائے تو حفاظت و عافیت کے اسباب و وسائل ہی میں سے مصیبت و ہلاکت ظاہر ہونے لگتی ہے۔

دو موتوں کے درمیان سلامتی

ایک باز ایک چھوٹے پرندے کے شکار کے لیے اس کے پیچھے جھپٹا۔ اس پرندے نے اُڑ کر ایک شاخ پر پناہ لی۔ باز بھی ایک قریبی اوپر کی شاخ پر اس کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں چھوٹے پرندے کی نظر پڑی کہ ایک شکاری اس کا نشانہ لے رہا ہے۔ اس نے دو موتوں کے درمیان اسی 'السّلام' **جلّ جلالہ** سے سلامتی طلب کی۔ اللہ کی شان ایک موذی جانور نے درخت کی جڑ سے نکل کر اور اس شکاری کے پاؤں پر ڈنک مارا جس سے اُس کا نشانہ خطا ہو کر پرندے کے بجائے باز کو لگا اور وہیں ڈھیر ہو گیا اور شکاری بھی گر گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ 'السّلام' **جلّ جلالہ** جب کسی کو سلامتی دینا چاہتے ہیں تو موتوں اور ہلاکتوں کے نقشوں کے درمیان بھی سلامتی عطا فرماتے ہیں اور اگر وہی سلامتی کا ارادہ نہ فرمائیں تو ظاہری سلامتی اور حفاظت کے سارے نقشے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں، بلکہ بسا اوقات وہی ذریعۂ ہلاکت ہو جاتے ہیں۔

دنیا میں ایسے کتنے واقعات ہوئے کہ دشمنوں نے جان بچائی، سانپ نے حفاظت کی اور درندوں نے انسانی بچوں کو پالا۔ بھیڑیا اپنا پیٹ بھرنے کے لیے انسان کے بچے کو اُٹھا کر لے گیا، مگر اسے کھا نہ سکا۔ سلامتیٔ ربانی نے اس کے دل میں مادرِ مہربان کا سا دل ڈال دیا اور وہ اس کی سلامتی کا محافظ بن گیا۔ فرعون جو بنی اسرائیل کے بچوں کا دشمن تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مربی بن گیا۔ ان موسیٰ علیہ السلام کا، جو اس کی تباہی کے باعث ہوئے اور جب اس نے دیکھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام میرے دشمن ہیں تو انھیں مار ڈالنا چاہا، مگر وہ ان کا بال بیکا نہ کر سکا۔ اس لیے کہ وہ 'السّلام' **جلّ جلالہ** ان کی حفاظت کر رہا تھا۔ ایک بے زر و بے پر انسان کو باوجود سب کچھ طاقت رکھنے کے گزند نہ پہنچا سکا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (فاتحِ مصر) کو قتل کرنے کے لیے ایک خارجی

تلوار لے کر ان کے دروازے پر صبح صبح کھڑا ہوگیا کہ نمازِ فجر کے لیے نکلیں گے تو قتل کردوں گا، مگر اللہ تعالیٰ کو انھیں سالم رکھنا تھا۔ اس رات آپ کو اسہال لگ گئے اور آپ نمازِ فجر کے لیے مسجد میں نہ جاسکے۔ ان کا محافظ خارجہ نماز کے لیے نکلا تو خارجی نے یہ خیال کرکے کہ یہی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں، اسے قتل کردیا۔ خارجی کو گرفتاری کے بعد پتا چلا کہ اس نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو نہیں، بلکہ خارجہ کو قتل کیا ہے تو کہنے لگا:

"اَرَدْتُ عَمْرًوا وَ اللّٰهُ اَرَادَ خَارِجَةً." (سِيَرُ الصحابة، ج:۳، ص:۱۳۹)

میں نے تو عمرو کو قتل کرنا چاہا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے خارجہ کو مارنا چاہا۔

دیکھو دشمن بھی مارنا چاہتا ہے تو نہیں مار سکتا۔ جس سے اس کی حفاظت اُٹھ جاتی ہے، وہ بلا ارادۂ قاتل مارا جاتا ہے۔ معلوم ہوا سلامتی اسی 'السلام' جل جلالہ (کی طرف) سے ہے اور اسباب و وسائل طفل تسلیاں ہیں اور بس۔ (شرح اسماء الحسنی للازهری، ص۲۰۳)

امیر مہدی کے عہدِ خلافت میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا۔ ہر چند کہ امیر نے خزانے کا منہ فی سبیل اللہ کھول دیا اور غلے کے انبار وقفِ عام کردیے، لیکن قحط کی مصیبت کم نہ ہوئی۔ اس سبب سے امیر کو خلقت کی یہ حالت دیکھ کر اپنی جانِ شیریں بھی تلخ معلوم ہوئی۔ نہ پیٹ بھر کر کھاتا، نہ چین سے بچھونے پر سوتا۔ ایک روز بستر پر حیرت وحسرت زدہ لیٹا ہوا تھا، خادم پاس بیٹھا ہوا تھا، فرمایا کہ کوئی کہانی کہہ کہ دل بہلے اور کچھ غم غلط ہو۔

خادم نے کہا: غلام کی کہانی بادشاہ کی سماعت کے کب لائق ہے؟

فرمایا: مضائقہ نہیں، جیسے تجھے یاد ہو بیان کر۔

خادم نے کہا: ہند کی سرزمین کے کسی بیابان میں ایک شیر رہا کرتا تھا اور سب درندے جنگل کے اس کی خدمت میں حاضر رہتے۔ ایک دن لومڑی نے شیر سے کہا کہ "تو ہمارا بادشاہ ہے اور ہم تیری رعیت۔ بادشاہ پر رعیت کی رعایت بہر صورت واجب و لازم ہے۔ اب مجھے ایک ضروری سفر درپیش ہے، بغیر جانے کے نہیں بن پڑتی۔ مشکل یہ ہے کہ میرا ایک بچہ ہے، میں چاہتی ہوں کہ وہ تیرے سپرد کردوں تاکہ تو اس کو اپنی پناہ میں رکھے

اور کسی دشمن کا چنگل اس تک نہ پہنچ پائے۔'' شیر نے یہ بات قبول کی۔ لومڑی اپنا بچہ اس کے حوالے کر کے سفر پر روانہ ہوگئی۔

شیر نے اس بچے کو اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا تا کہ کوئی درندہ اسے گزند نہ پہنچا سکے۔ ناگاہ ایک عقاب اپنا لقمہ تلاش کرتا ہوا اُڑتا پھر رہا تھا، اس کی نگاہ لومڑی کے بچے پر پڑی اور شیر کی پیٹھ پر سے جھپٹا مار کر اس کے بچے کو لے اُڑا۔ جب لومڑی سفر سے واپس آئی تو بچے کو نہ دیکھ کر شیر سے بولی: ''کیا تم نے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ میں تیرے بچے کی حفاظت ضرور کروں گا؟''

شیر نے کہا: ''ہاں میں نے ذمہ لیا تھا کہ کوئی جانور زمین کا اس کا قصد نہ کر پائے، لیکن جو بلائے ناگہانی آسمان کی طرف سے نازل ہو تو میرا کوئی ذمہ نہ تھا۔''

امیر نے جب یہ کہانی سنی تو اُٹھ بیٹھا اور رو رو کر جنابِ کبریائی میں التجا کرنے لگا کہ الٰہی! جو کچھ فتنہ وفساد زمین سے اُٹھے تو میں اُسے دفع کروں، مگر قضائے آسمانی قدرتِ یزدانی میں بندہ ناچیز سے کیا ہوسکتا ہے؟ آخر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قحط چند روز میں دفع ہوگیا۔

قفل درِ قبول نہ کھولے بعید ہے
انسان کے پاس دست دعا سی کلید ہے
کیوں دعا اپنی نہ ہو بابِ ظفر کی کنجی
گریہ ہے قفلِ درِ گنجِ اثر کی کنجی

مال کی سلامتی

(۱) چوروں، ڈاکوؤں سے سلامتی کے لیے اپنے مال کی زکوٰۃ نکالیں۔ آپ جس روز نصابِ زکوٰۃ کے مقدار مال کے مالک ہوئے ہیں، اس روز سے چاند کی تاریخ کے اعتبار سے ایک سال مکمل ہونے پر ایک ایک پائی کا حساب کرلیں۔ یہاں تک کہ جیب کے بٹوے اور درازوں میں رکھی ہوئی نقدی، مالِ تجارت، سونا چاندی، زیورات جو کچھ اپنی

ملکیت میں جہاں کہیں بھی ہے، اس کا حساب کر کے پوری پوری زکوٰۃ نکالیں اور ماہر علماء سے پوچھ کر صحیح مستحقوں تک پہنچائیں۔

جن کو سواری یا ہل چلانے والے جانوروں سے واسطہ پڑے اور جن کی زراعت کی زمین ہو، وہ سب ان کے احکام معلوم کریں۔

(۲) اذان کے بعد کاروبار جاری نہ رکھیں، بلکہ فوراً مسجد کی طرف جائیں، کیونکہ احکم الحاکمین کے منادی مؤذّن نے 'حی علی الصلوٰۃ' کہہ کر مسجد میں بلایا ہے۔ اب سب کاروبار وغیرہ چھوڑ کر خود بھی مسجد میں جائیں اور یقین رکھیں کہ مسجد کے مؤذّن نے جو 'حی علی الفلاح' کہہ کر فلاح و کامیابی کی طرف بلایا ہے وہی فلاح ہے، باقی کسی چیز میں فلاح نہیں۔ نماز چھوڑ کر اگر لاکھوں بھی کما لیے تو وہ فلاح کا سبب نہیں بنیں گے، بلکہ خسران ہی خسران ہوگا۔

(۳) (الف) کسی کا حق دبا کر کاروبار نہ کریں۔

(ب) والدین کے انتقال کے بعد بہنوں اور بھائیوں کا حق ان کو دے دیں۔

(ج) اُدھار پر جو مال خریدا ہے پیسہ آتے ہی فوراً صاحبِ حق کو حق ادا کر دیں۔

(د) جھوٹ اور دھوکا دے کر کوئی کاروبار نہ کریں کہ جھوٹ بول کر یا بغیر عیب بتائے سودا بیچ کر جو مال آئے گا وہ بیماریوں کے علاج یا روحانی جھوٹے دعوے کرنے والے عاملوں کے پاس اور جھوٹے مقدمات کی وجہ سے عدالتوں کے چکر لگانے میں ہی ضائع ہوگا۔

رزقِ حلال میں برکت ہوتی ہے، خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ جبکہ حرام اور ناجائز مال میں برکت نہیں ہوتی، خواہ وہ مقدار میں زیادہ ہو۔ اپنے حق سے زیادہ پیسے لینا اور جھوٹ اور دھوکہ دہی سے تنخواہ بڑھا لینا، بغیر زائد وقت دیے اوور ٹائم لگا لینا، یا دورانِ ملازمت کام سے غائب رہنا، یا کام صحیح طریقے پر امانت و اخلاص سے انجام نہ دینا، یا ادارے کی مراعات کو غلط استعمال کرنا یا ملازموں کے حقوق ادا نہ کرنا، صاحبِ استطاعت

ہوتے ہوئے ملازموں کی ضروریات اور قابلیت کے موافق اُجرت نہ دینا، اُن کی خوشی وغمی میں مدد نہ کرنا، یہ سب گناہ کے کام ہیں جو انسان کی آمدنی کو بے برکت اور حرام بنا دیتے ہیں اور اس کا اثر انسان کی ساری عبادتوں اور اہل وعیال پر بھی پڑتا ہے۔

بدن کی سلامتی

ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی اور 'قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ' ان دوسورتوں کو اہتمام سے پڑھیں اور جسم پر دم بھی کر دیں۔ فجر اور مغرب کے بعد ۱۰۰ مرتبہ یا کم از کم دس مرتبہ چوتھا کلمہ پڑھ لیں۔ ترمذی کی روایت ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد دس مرتبہ چوتھا کلمہ 'یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ' کے ساتھ پڑھنے سے مسلح فرشتوں کی جماعت صبح تک حفاظت کرے گی۔ (ترمذی الدعوات، ج:۲، ص:۱۹۳)

حضرت مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ عجیب بات فرماتے تھے کہ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" قرآن کریم کی بالکل آخری دوسورتیں ہیں اور ان کو آخر میں لانے میں ایک لطیف اشارہ یہ بھی ہے کہ ان دوسورتوں کی مسلمانوں کو آخر زمانے (قربِ قیامت کے دور) میں (چونکہ وہ زمانہ فتنوں سے بھرا ہوگا) زیادہ ضرورت پڑے گی لہٰذا ہم سب کو چاہیے کہ اس زمانے میں خصوصاً ان دوسورتوں کو کثرت سے پڑھنے کا معمول بنالیں۔ (مستند معمولات صبح وشام، ص:۱۲)

اولاد کی سلامتی

(۱) اولاد کی سلامتی کے لیے صدقہ کا کثرت سے اہتمام کریں۔ گھر میں ایک تھیلی یا بٹوا لگا کر رکھیں، جس پر لکھ دیں 'صدقہ' اور ایک تھیلی پر لکھیں "للّٰہ"۔ اب جب بھی تنخواہ ملے یا کسی قسم کی آمدنی ہو تو دسواں حصہ یا بیسواں حصہ، جتنی بھی استطاعت ہو ان دو تھیلیوں میں ڈال دیں۔ پھر یہ تھیلیاں آپ کو مجبور کریں گی یعنی یاد دلاتی رہیں گی کہ ہمیں خرچ کرو اور ہمارا مصرف ڈھونڈو۔

اسی طرح بچا بچا کر چیزیں نہ رکھیں۔ پندرہ دن یا ایک ماہ بعد اپنی الماری صاف کریں۔ جوتے، سویٹر، کپڑے بعض ایسے ہوتے ہیں جن کی ضرورت کبھی بھی نہیں پڑتی یا سالہا سال بعد ضرورت پڑنے پر رکھے جاتے ہیں، ان کو صدقہ کردیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور بچوں کو نئے کپڑے دیں تو پرانے صدقہ کردیں۔ (البتہ بچے اگر ان کپڑوں کے مالک بنا دیے گئے تھے، مگر وہ کپڑے اب ان کے کام کے نہیں رہے تو صدقہ کرکے ان کپڑوں کی قیمت فروخت کا اندازہ کرکے اتنی رقم نابالغ بچہ ہی پر استعمال کردیں، یہ ضروری ہے۔)

(۲) بچوں کو نظرِ بد سے بچانے کی دعائیں یاد کروادیں۔ چھوٹے بچے ہوں تو ان پر دم کردیں یا یہ دعا لکھ کر گلے میں باندھ دیں:

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ وَّ ھَامَّۃٍ وَ مِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ.

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں ہر شیطان اور ہر زہریلی چیز اور ہر ملامت کرنے والی آنکھ کے شر سے۔ (باب ما عوّذ به النبی ﷺ، ابن ماجه، رقم:۳۵۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے (ہر شر سے بچاؤ کی) اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے تھے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دونوں بیٹوں کے لیے بھی انہی کلمات کے ذریعے پناہ طلب کرتے تھے۔

ہمیں بھی اپنی اولاد کو ہر قسم کے فتنوں سے، جنوں، شیطانوں اور زہریلی چیزوں وغیرہ سے بچانے کے لیے اس دعا کو خوب اہتمام سے مانگتے رہنا چاہیے۔

(۳) بچے جب گھر سے باہر جائیں تو ان کو 'فی امان اللہ' کہیں اور یہ دعا دیں:

"اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَ اَمَانَتَکَ وَ خَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ."

(کتاب الجهاد، باب فی الدعاء عند الوداع، ج:۱، ص:۳۵۰)

اسی طرح منزل جو چند آیات پر مشتمل ہے (جن کو حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے جمع کردیا ہے) ان کو پڑھ کر بچوں پر دم کردیں۔

بیت الخلاء جانے کی دعا، نکلنے کی دعا، گھر میں داخل ہونے کی دعا، گھر سے باہر نکلنے کی دعا بچوں کو یاد کروادیں کہ یہ سب انسانوں اور جنات وشیاطین سے حفاظت کریں گی۔

(۴) آفتاب غروب ہونے سے پہلے جب دونوں وقت مل رہے ہوں، چھوٹے بچوں کو آسمان کے نیچے کھیلنے سے منع کریں۔

آفات وبلیات، سحر وجادو سے سلامتی کی دس تدبیریں

سحر اور جادو کا تو قرآن وحدیث میں بھی ذکر آیا ہے اور ان سے حفاظت کے اعمال بھی احادیثِ مبارکہ میں موجود ہیں۔ جادو، برے اور غلط قسم کے تعویذ، منتر، سفلی اعمال، نظرِ بد وغیرہ یہ وہ اہم امور ہیں جن کے ذریعے شیطان انسانوں کو صراطِ مستقیم سے بہکا کر فساد و بگاڑ، بلکہ کفر وشرک کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔ وہ لوگ جوان چیزوں کے ذریعے انسان کو تکلیف واذیت پہنچاتے ہیں، گھروں کو اُجاڑتے اور ان کے سکون کو درہم برہم کرتے ہیں، میاں بیوی میں نفرتیں پیدا کرتے ہیں، تجارت وکاروبار اور ملازمت میں نقصان وخسارے کے لیے یہ برے عمل کرتے کرواتے ہیں، سب کے سب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہیں اور لعنت وعذاب کے مستحق ہیں۔

جادو کا اثر ختم کرنے، اسے توڑنے اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے قرآنی آیات سے بہتر علاج دوسری کسی چیز میں نہیں ہے۔ حضرات تابعین اور حضرات سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں قرآنی آیات ہی ہر قسم کی بیماری کے علاج اور ہر قسم کی تکلیف و پریشانی سے بچاؤ کے طور پر استعمال ہوتی تھیں۔ یعنی ان کی تلاوت کی جاتی تھی، ان کے ذریعے دم کیا جاتا اور انھیں لکھ کر مریض کو وہ پانی پلایا جاتا تھا۔

(۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقینِ کامل ہو کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے اُسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ ساری مخلوق اور جن وانس مل کر بھی کسی کو نفع و نقصان پہنچانے پر قدرت وتصرف نہیں رکھتے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے۔ ہر حال میں صبر وشکر کر کے اسی سے دنیا وآخرت کی بھلائی مانگتے رہیں

اور نفس و شیطان کے شر سے پناہ مانگتے رہیں اور قوتِ ارادی کو مضبوط رکھے، قوتِ ارادی کی مضبوطی کے ذریعے جادو کو توڑ دے۔

(۲) جادو اور تعویذ وغیرہ کے برے اثر سے یا نظرِ بد سے حفاظت کے لیے سورۂ بقرہ کا پڑھنا مفید نسخہ ہے۔ اگر سورۂ بقرہ ایک نشست (یعنی ایک وقت) میں نہ پڑھی جاسکے تو اسے مختلف اوقات میں مکمل کرلیا جائے۔ پانی پر دم کر کے پیا جائے اور مکان میں چھڑکا جائے۔ سورۂ بقرہ مسلسل پڑھی جاتی رہے۔ کوئی بھی فرد روزانہ ایک صفحہ یا دو صفحہ یا کم وبیش پڑھ لیا کرے۔ کوشش یہ ہو کہ روزانہ یا ہر ہفتے یا ہر ماہ ایک بار سورۂ بقرہ ضرور ختم ہو جایا کرے۔ ہر بار دوبارہ شروع کر دیا کریں، لیکن اس کام کے لیے اُجرت دے کر کسی قاری، حافظ کو مقرر نہ کیا جائے کہ اس سے نہ پڑھنے والے کو پورا فائدہ ہوتا ہے اور نہ پڑھوانے والے کو۔ اگر مجبوری نہ ہو تو آپ خود قرآن پڑھیں، پیسہ دے کر دوسروں سے نہ پڑھوائیں اور اگر کوئی خود نہ پڑھ سکتا ہو تو ٹیپ سے سننا بھی فائدے سے خالی نہیں۔ جنات وغیرہ کے اثر میں اس طرح سننا بھی اثرات کو ختم کرتا ہے۔

(۳) اگر کسی شخص پر جادو کر دیا گیا ہو تو اس کا اثر دور کرنے کے لیے سعودی عرب کے مفتی اعظم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ '**حکم السحر و الکھانۃ**' میں فرمایا:

''سبز بیری کے سات پتے لے کر اُن کو پیسا جائے، پھر اسے ایک برتن میں رکھ کر اس میں اتنا پانی ڈالا جائے کہ وہ غسل کے لیے کافی ہو جائے۔ پھر اس پر آیت الکرسی، سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات، سورۂ کافرون، سورۂ اخلاص اور معوذتین (سورۂ فلق، سورۂ ناس) پڑھے۔ نیز آیاتِ سحر یعنی سورۂ اعراف: آیات ۱۱۷ تا ۱۱۹، سورۂ یونس: آیت ۷۹ تا ۸۲، سورۂ طٰہٰ: آیت ۶۵ تا ۶۹ بھی پڑھے۔ یہ آیات پڑھ کر پانی پر دم کرنے کے بعد مریض اس پانی کو تین مرتبہ پیئے اور باقی پانی سے غسل کرلے۔ انشاء اللہ اس سے بیماری ختم ہو جائے گی۔ نیز اس طریقۂ علاج کو ایک سے زیادہ مرتبہ بھی مرض کے ختم ہونے تک استعمال کیا

جاسکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔'' (امام ابن حجرؒ نے فتح الباری (ج:۱۰،ص:۲۳۳) میں اور علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری (ج:۱۷،ص:۴۲۵) میں کعب احبارؓ سے وہب بن منبّہ کا بھی یہی قول نقل کیا ہے۔) (کتاب الدعاء، ص: ٣٦٨)

(۴) نمازوں کی پابندی رکھیں، کوشش کریں کہ نوافل اور سنتیں گھر میں پڑھیں۔ نیز اس بات کی بھی کوشش کی جائے کہ مکان، دکان یا جہاں انسان برکت چاہتا ہو وہاں نوافل اور ذکر واذکار کا مسلسل اہتمام کیا جائے۔ جب بھی موقع ملے دو چار رکعت نفل پڑھ لیے جائیں یا تھوڑی دیر ذکر کرلیا جائے۔

(۵) گناہوں والی ہر قسم کی چیز، جاندار کسی تصویر، مجسّمے، گانے وفلمی کیسٹ وغیرہ ہٹادیے جائیں۔ دفتر، گھر، دکان وغیرہ میں اگر کوئی تصویر یا مجسمہ وغیرہ ہے تو اُسے ہٹا دیجیے کہ جہاں تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

گھر سے نکلتے وقت 'السّلام' جل جلالہ سے سلامتی کی دعا مانگنے کی فضیلت

(٦) صبح وشام کی دعائیں خصوصاً بیت الخلاء جاتے ہوئے دعا پڑھنا، گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت کی دعائیں اور 'بسم اللہ' پڑھی جائے اور خصوصاً گھر سے نکلتے وقت: ''بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' کے ساتھ یہ دعا بھی مانگی جائے: ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ.''

(ابو داؤد، الادب، باب ما یقول الرجل، ٢/ ٣٣٩)

ترجمہ: یا اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی اس بات سے کہ میں گمراہ ہوجاؤں یا گمراہ کیا جاؤں یا میرے قدم ڈگمگا جائیں اور (پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ) میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے اور (پناہ مانگتا ہوں میں اس بات سے کہ) میں جہالت کا مظاہرہ کروں یا میرے ساتھ جہالت والا برتاؤ کیا جائے۔

گھر سے نکلتے ہوئے پہلی دعا کے مانگنے سے آپ کو یہ خوشخبری اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ملتی ہے: ''یہ دعا تجھے کافی ہے، تجھے بچا لیا گیا ہے اور تجھے سیدھا راستہ دِکھا دیا گیا ہے، اور شیطان تجھ سے دور ہوگیا ہے، اور ایک شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے: تو اس آدمی پر کیسے غلبہ حاصل کرسکتا ہے؟ جبکہ اسے ہدایت دے دی گئی ہے اور اس کی حفاظت کردی گئی ہے اور اسے بچا لیا گیا ہے۔ (ابو داؤد، الادب، ما یقول اذا خرج من بیتہ، ج:۲، ص:۳۳۹)

(۷) بچوں کو کھڑے ہوکر لا پروائی سے ادھر ادھر پیشاب کرنے سے روکیں۔ مائیں نجاست کو فوراً بہا دیں کہ جس جگہ (بلا واقعی مجبوری) برتن میں پیشاب جمع ہو، رحمت کے فرشتے نکل جاتے ہیں اور گندے شیاطین مجمع لگاتے ہیں، پھر یہ شیاطین جھگڑے بھی کراتے ہیں، ان کی نحوست سے نیکیوں سے بھی رغبت ہٹ جاتی ہے، دل سخت ہوتا ہے اور گناہوں کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے۔

(۸) روزانہ حسبِ استطاعت (جتنی آپ کی طاقت ہو) کچھ نہ کچھ صدقہ کرتے رہیں کہ صدقہ ہر آنے والی بلا کو ٹالتا ہے جیسا کہ احادیث میں ہے۔ اور صدقہ صبح جلدی دے دیں تو بہتر ہے کہ حدیث میں صبح جلد ہی صدقہ دینے کی ترغیب بھی ہے کہ پھر بلا صدقہ کو پھاند نہیں سکتی اور نہ اس سے آگے بڑھ سکتی ہے۔

(الترغیب فی الصدقة و الحدث علیھا، الترغیب و الترھیب، ج:۲، ص:۱۱)

تمام کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں۔ جھوٹ، جھوٹی قسم، غیبت اور زبان کے دوسرے گناہوں سے پرہیز کریں۔ یاد رکھیے! ہر کبیرہ گناہ کا اثر انسان کے رزق کی برکت پر پڑتا ہے اور گناہوں سے نحوست پھیلتی ہے۔

(۹) نظرِ بد سے محفوظ رہنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کمرے یا مکان کے باہر کارخانہ یا فیکٹری میں کسی ایسی جگہ 'ماشاء اللہ'، 'بارک اللہ' یا 'ماشاء اللہ لاحول و لاقوۃ الا باللہ' لکھ کر لگا دیا جائے، جسے ہر آنے جانے والا شخص پڑھے، اس طرح انشاء اللہ جادو یا نظرِ بد کے اثرات سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

سلامتی حاصل کرنے کے لیے ظلم سے بچیں

(۱۰) دورانِ خرید وفروخت یا دورانِ ملازمت وتجارت کسی مخلوق پر ظلم نہ کریں کہ مظلوم کی بددعا قبول ہوتی ہے، خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ بعض اوقات آدمی سمجھتا ہے کہ مجھ پر کسی نے جادو کردیا ہے یا فلاں بری بیماری آ گئی ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ کسی کی بددعا ہوتی ہے یا کسی پر ظلم کی سزا ہوتی ہے، خاص طور پر شوہر ہوتے ہوئے بیوی پر ظلم کرنے سے بچیں اور استاذ اور سیٹھ ہوتے ہوئے شاگردوں اور ملازموں پر اور ساس ہوتے ہوئے بہو پر ظلم کرنے سے بچیں اور بہو ہوتے ہوئے ناحق ساس کو برا کہنے اور میکے جا کر بلا وجہ لگائی بجھائی کرنے سے بچیں۔

سلامتی حاصل کرنے کے لیے چھ دعائیں

سلامتی کے لیے ہر نماز کے بعد یا جب بھی موقع ملے، طاق عدد میں یہ دعائیں مانگتے رہیں:

(۱) يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ وَ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ. (عمل اليوم و الليلة للنّسائی ، ص: ۱۷۹)

ترجمہ: اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور سب کو تھامنے والے! میں تیری رحمت کے واسطے سے (تیری) مدد چاہتا ہوں۔ تو میرے تمام معاملات کو درست فرما اور مجھے پلک جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے حوالے نہ فرما۔

(۲) اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ وَ اَصْلِحْ لِيْ دُنْيَایَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ وَ اَصْلِحْ لِيْ آخِرَتِيَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ وَ اجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَّ اجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ.

(مسلم ، کتاب الذکر و الدعاء ، باب فی الادعیة ، ج: ۲ ، ص : ۳۴۹)

ترجمہ: اے اللہ! میرے دین کو درست فرما جو میرے معاملات کا امین ونگہبان ہے (یعنی جس میں میرے ہر کام کی حفاظت ہے) اور میری دنیا کو درست فرما جس میں میری

روزی اور میرا گزران ہے اور میری آخرت کو بھی درست فرما جس کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے، میری زندگی کو ہر قسم کی بھلائی میں اضافہ کا ذریعہ بنادے اور موت کو میرے لیے ہر قسم کے شر اور برائی سے راحت وحفاظت کا ذریعہ بنا۔

(۳) اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ. (ترمذی الدعوات، رقم: ٣٥٦٣)

ترجمہ: اے اللہ! تو مجھے اپنے حلال کے ذریعے اپنے حرام سے بچالے اور تو اپنے فضل سے مجھے اپنے سوا سب سے بے نیاز کردے۔

(۴) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَ اَھْلِیْ وَ مَالِیْ، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَ اٰمِنْ رَوْعَاتِیْ، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَ مِنْ خَلْفِیْ وَ عَنْ یَمِیْنِیْ وَ عَنْ شِمَالِیْ وَ مِنْ فَوْقِیْ وَ اَعُوْذُ بِعَظَمَتِکَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ.

(ابن ماجه، ابواب الدعا، ص: ٢٧٦)

ترجمہ: یا اللہ! میں آپ سے دنیا وآخرت میں عافیت مانگتا ہوں۔ یا اللہ! میں آپ سے معافی اور عافیت (دنیا وآخرت کے مصائب سے نجات) کا سوال کرتا ہوں اپنے دین میں بھی، اپنی دنیا میں بھی، اپنے گھر والوں کے لیے بھی اور اپنے مال کے لیے بھی۔ یا اللہ! میرے جملہ عیوب کی پردہ پوشی فرما اور میرے خوف اور پریشانی کو امن وامان سے بدل دے۔ یا اللہ! میرے سامنے سے بھی میری حفاظت کیجیے، میرے پیچھے سے بھی، دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی اور اوپر سے بھی (کہ کوئی آفت آسمان سے بھی نہ آئے) اور میں آپ کی عظمت کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ اپنے پیر تلے (زمین کے کسی عذاب یعنی زلزلے سے) ہلاک کردیا جاؤں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس دعا کے بارے میں فرماتے ہیں: ''آنحضرت ﷺ صبح وشام ان الفاظ سے دعا مانگا کرتے تھے اور اس مبارک دعا کا معمول اخیر عمر تک رہا،

یہاں تک آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے۔“

یہ دعا بہت مبارک ہے اور اس کو صبح و شام ضرور مانگنا چاہیے۔

(۵) حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: ”لَوْ لَا کَلِمَاتٌ اَقُوْلُهُنَّ لَجَعَلَتْنِی الْيَهُوْدُ حِمَارًا“ اگر میں چند کلمات (دعا) نہ پڑھوں تو یہود مجھے گدھا بنا دیں۔ ان سے کہا گیا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ تو فرمایا:

”اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ لَيْسَ شَیْءٌ اَعْظَمَ مِنْهُ وَ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّآتِ الَّتِیْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَ لَا فَاجِرٌ وَ بِاَسْمَآءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَ مَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ ذَرَاَ وَ بَرَاَ.“ (مشکوۃ ، باب الاستعاذہ،ص:۲۱۸)

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات کے ذریعے پناہ چاہتا ہوں جس سے بڑھ کر عظمت والی کوئی چیز نہیں، اور اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کے ذریعے جن سے آگے نہ کوئی نیک بڑھ سکتا ہے اور نہ کوئی برا، اور اُس کے تمام اسمائے حسنیٰ کے ذریعے جن کو میں جانتا ہوں اور جنھیں میں نہیں جانتا۔ میں ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں، اس کی تمام مخلوقات کی برائی سے۔

نبی کریم ﷺ فرض نمازوں کے بعد جو دعائیں مانگا کرتے تھے، ان میں سے ایک یہ مندرجہ ذیل دعا بھی ہے:

(۶) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ.

ترجمہ: اے اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے اور تیری ہی جانب سے سلامتی ہے۔ تو برکت والا ہے، بے بزرگی اور عزت والے۔ (مسلم، کتاب المساجد، ج:۱،ص:۲۱۸)

وضاحت: احادیث میں یہ دعا اتنے ہی الفاظ کے ساتھ ہے، اس لیے اس پر اپنی طرف سے دوسرے الفاظ ’حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ‘ وغیرہ کا اضافہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ جہاں تک الفاظ ہیں وہیں تک دعا مانگے۔

موٹر سائیکل پر سوار ہوتے ہوئے مسنون دعا کے بعد 'یَا سَلَامُ سَلِّمْنَا وَ سَلِّمْ مِنَّا' پڑھ لیا کریں۔

ترجمہ: اے سلامتی دینے والے! ہمیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچا اور ہم سے بھی کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچا۔ (ہمیں بھی اپنی سلامتی میں رکھ اور ہم سے لوگوں کو سلامتی میں رکھ۔)

جنوں سے سلامتی کے لیے نبوی نسخہ و منزل

سیّدنا حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ ایک اَعرابی (دیہاتی) آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میرا ایک بھائی ہے اور وہ تکلیف و مصیبت میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تکلیف کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: کچھ جنون سا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو میرے پاس لاؤ۔ اُنھیں لاکر آپ ﷺ کے سامنے بٹھایا گیا۔ آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھ کر دم کیا تو وہ اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے اس کو کبھی شکایت تھی ہی نہیں۔

وہ آیات یہ ہیں:

(۱) سورۂ فاتحہ

(۲) سورۂ بقرہ کی ابتدائی چار آیات اور آخری تین آیات اور آیت ۱۶۳ اور آیت الکرسی

(۳) سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۸

(۴) سورۂ اعراف: آیت ۵۴

(۵) سورۂ مومنون: آیت ۱۱۶

(۶) سورۂ صافات کی ابتدائی دس آیتیں

(۷) سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں

(۸) سورۂ جن: آیت ۳

(۹) سورۂ اخلاص اور معوذتین (ابن ماجہ، الطب، باب الفزع والارق، رقم:۳۵۴۹)

(حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان تمام آیات کو 'منزل' کے نام کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ صبح وشام ان آیات کے ورد کا معمول بنا لینا چاہیے۔ یہ 'منزل' کتابچہ کی صورت میں بازار میں دستیاب ہے۔)

'دارالسلام' کی طرف دعوت

اللہ ربّ العزت نے دنیوی مصائب ومشکلات سے سلامتی کے اسباب عطا فرما کر اس جہانِ فانی میں بھی انسان کو امن عطا فرمایا اور اس فانی زندگی کے بعد آنے والی دائمی اور ابدی زندگی میں بھی اپنے نیک بندوں کے لیے سلامتی والا گھر تیار کر رکھا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ اللّٰهُ يَدْعُوْ اِلٰى دَارِ السَّلَامِ﴾ سورۂ یونس: ۲۵

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف تم کو بلاتا ہے۔

یعنی ایسے گھر کی طرف جس میں ہر طرح کی سلامتی ہی سلامتی ہے۔ نہ اس میں کسی طرح کی کوئی تکلیف ہے نہ رنج وغم، نہ بیماری کا خطرہ، نہ فنا ہونے یا حالت بدل جانے کی فکر۔

'دارالسلام' سے مراد جنت ہے، اس کو 'دارالسلام' کہنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس میں ہر طرح کی سلامتی اور امن وسکون ہر شخص کو حاصل ہوگا۔

دوسری وجہ بعض روایات میں ہے کہ 'جنت' کا نام 'دارالسلام' اس وجہ سے بھی رکھا گیا ہے کہ اس میں بسنے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیز فرشتوں کی طرف سے سلام پہنچتا رہے گا۔ لفظِ 'سلام' ہی اہلِ جنت کی اصطلاح ہوگی، جس کے ذریعے وہ اپنی خواہشات کا اظہار کریں گے اور فرشتے ان کو مہیا کریں گے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں بطورِ نصیحت عوام کو خطاب کر کے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! تجھ کو اللہ تعالیٰ نے دارالسلام کی طرف بلایا تو تو

اس دعوتِ الٰہیہ کی طرف کب اور کہاں سے قدم اُٹھائے گا؟

خوب سمجھ لے کہ اس دعوت کو قبول کرنے کے لیے اگر تو نے دنیا ہی سے کوشش شروع کردی تو وہ کامیاب ہوگی اور تو دار السلام میں پہنچ جائے گا۔ اور اگر تو نے اس دنیا کی عمر کو ضائع کرنے کے بعد یہ چاہا کہ قبر میں پہنچ اس دعوت کی طرف چلوں گا تو تیرا راستہ روک دیا جائے گا، تو وہاں ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے گا، کیونکہ وہ دار العمل نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دار السلام جنت کے سات ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی گھر کا نام دار السلام رکھنا مناسب نہیں، جیسے جنت یا فردوس نام رکھنا درست نہیں۔ (معارف القرآن)

جس طرح اس آیت میں اللہ ربّ العزت نے دعوت کی نسبت اپنی ذات کی جانب فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دار السلام کی طرف دعوت دیتے ہیں، اسی طرح ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو دار السلام کی طرف دعوت دے۔ دعوت اتنا مبارک عمل ہے کہ خود اللہ تعالیٰ یہ عمل فرماتے ہیں۔ نیز ایک بات یہ بھی ہے کہ سلامتی کی طرف وہی بلاتا ہے جو شفیق ہوتا ہے اور دوسروں کی بھلائی چاہتا ہے اور ظاہر ہے اللہ ربّ العزت سے بڑھ کر کون شفیق اور مہربان ہوسکتا ہے۔

لہٰذا جب انسان سلامتی کے راستے کی طرف دعوت دے گا تو یہ عمل انسان کے جذبۂ شفقت اور مہربانی کے تحت ہوگا اور اس عمل سے یہ جذبہ اور اُبھرے گا اور اس عمل میں لوگوں کی خلافِ طبیعت باتیں بھی برداشت کرنی پڑیں گی، صبر سے کام لینا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اس صبر کا بڑا اجر عطا فرمائیں گے اور ہدایت کے فیصلے جاری فرمائیں گے۔

”السّلام علیکم و رحمة اللہ و برکاته“ کہنے کی فضیلت

مندرجہ بالا مضمون سے معلوم ہوا کہ جنت کا نام 'دار السلام' رکھنے کی ایک وجہ جنت میں اہلِ جنت کا تکیہ کلام 'تحیة و سلام' ہونا ہے۔ اس سے سلام کی اہمیت وافادیت معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی سلام کا کثرت سے اہتمام کرنا چاہیے۔ احادیث میں بھی

اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا ، وَ لَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا ، اَوَ لَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ." (مسلم)

تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک مومن نہ ہو جاؤ (یعنی تمھاری زندگی ایمان والی زندگی نہ ہو جائے) اور تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمھیں وہ عمل نہ بتا دوں جس کے کرنے سے تمھارے درمیان محبت پیدا ہو جائے؟ (وہ یہ ہے کہ) سلام کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔"

(۲) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَفْشُوا السَّلَامَ كَيْ تَعْلُوْا." (مجمع الزوائد : ۸/۲۸)

سلام کو خوب پھیلاؤ تاکہ تم بلند ہو جاؤ۔

(۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُّسَلِّمَ الرَّجُلُ عَلَى الرَّجُلِ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا لِلْمَعْرِفَةِ." (مسند احمد : ۱/۴۰۵، رقم: ۳۸۳۸)

ترجمہ: علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو صرف جان پہچان کی بنیاد پر سلام کرے (نہ کہ مسلمان ہونے کی بنیاد پر)۔

(۴) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى مَنْ بَدَاَهُمْ بِالسَّلَامِ." (ابوداؤد)

لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا زیادہ مستحق وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

(۵) حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَلْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِيْءٌ مِّنَ الْكِبْرِ" (رواہ البیهقی : ۶/۴۳۲)

سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ا نے ارشاد فرمایا:

"یَا بُنَیَّ ! اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی اَهْلِکَ فَسَلِّمْ یَکُوْنُ بَرَکَةً عَلَیْکَ وَ عَلٰی اَهْلِ بَیْتِکَ." (الترمذی، ابواب الاستئذان و الادب : ۲/۹۹)

میرے پیارے بیٹے ! جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو، یہ تمھارے لیے اور تمھارے گھر والوں کے لیے برکت کا سبب ہوگا۔

(۷) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا دَخَلْتُمْ بَیْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهٖ وَ اِذَا خَرَجْتُمْ فَاَوْدِعُوْا اَهْلَهُ السَّلَامَ

(الترغیب و الترهیب : (باب) فی افشاء السلام : ۳/۲۸۷)

جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو اس گھر والوں کو سلام کرو اور جب (گھر سے) جانے لگو تو گھر والوں سے سلام کے ساتھ رخصت ہو۔

(۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ا نے ارشاد فرمایا:

اَلسَّلَامُ اِسْمٌ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَضَعَهُ فِی الْاَرْضِ فَأَفْشُوْهُ بَیْنَکُمْ، فَاِنَّ الرَّجُلَ الْمُسْلِمَ اِذَا مَرَّ بِقَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ فَرَدُّوْا عَلَیْهِ، کَانَ لَهُ عَلَیْهِمْ فَضْلُ دَرَجَةٍ بِتَذْکِیْرِهٖ اِیَّاهُمُ السَّلَامَ، فَاِنْ لَمْ یَرُدُّوْا عَلَیْهِ رَدَّ عَلَیْهِ مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِنْهُمْ. (الترغیب و الترهیب : (باب) فی افشاء السلام : ۳/۲۸۷)

'السلام' اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اُتارا ہے، لہٰذا اس کو آپس میں خوب پھیلاؤ، کیونکہ مسلمان جب کسی قوم پر گزرتا ہے اور ان کو سلام کرتا ہے اور وہ اس کو جواب دیتے ہیں تو ان کو سلام یاد دلانے کی وجہ سے سلام کرنے والوں کو اس قوم پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہوتی ہے اور اگر وہ جواب نہیں دیتے ہیں تو فرشتے جو انسانوں سے بہتر ہیں، اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

وَ اِفْشَاءُ السَّلَامِ مِنْ شَعَائِرِ الْاِسْلَامِ الْعَظِیْمَةِ الَّتِیْ یَتَهَاوَنُ فِیْهَا کَثِیْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ هِیَ مِنْ اَوَائِلِ مَا دَعَا اِلَیْهِ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عِنْدَ مَا وَصَلَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ،

فَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ : اَوَّلُ مَا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَدِيْنَةَ اِنْجَفَلَ النَّاسُ اِلَيْـهِ، فَكُنْتُ فِيْمَنْ جَاءَ هُ، فَلَمَّا تَاَمَّلْتُ وَجْهَهُ وَ اسْتَثْبَتُّهُ عَلِمْتُ اَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِـوَجْـهٍ كَـذَّابٍ. قَـالَ : وَ كَـانَ اَوَّلُ مَا سَمِعْتُ مِنْ كَلَامِهِ أَنْ قَالَ : اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُـوا السَّلَامَ وَ اَطْـعِـمُـوا الطَّعَامَ وَ صَلُّوا بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.

(الترمذی : کتاب صفة القیامة، باب افشو السلام ۲/۷۵، نقلًا عن النهج الاسمٰی، ۱/۱۲۰)

سلام کا پھیلانا اسلام کے بڑے بڑے شعائر میں سے ہے جس میں اکثر لوگ سستی کرجاتے ہیں۔سلام ان چیزوں میں سے ہے جن پر ہجرتِ مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلے دعوت دی۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ ﷺ کو دیکھنے کے لیے دوڑے چلے آئے۔ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ میں نے آپ ﷺ کے چہرے کو غور سے دیکھا اور نبوت کے آثار تلاش کرنے کی کوشش کی تو مجھے یقین آ گیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ پھر پہلی بات جو میں نے آپ ﷺ کے کلام سے سنی وہ یہ تھی ، آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ اور لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور راتوں کو جس وقت لوگ سو رہے ہوتے ہیں نماز پڑھوتو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ گے۔

چار باتیں ایسی ہیں جن سے آپس کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے، اُن میں سے ایک سلام بھی ہے:

(۱) جب بھی اپنے مسلمان بھائی سے ملیں تو اسے سلام کریں۔

(۲) مجلس میں اس کے لیے جگہ کشادہ کریں۔

(۳) اسے اس کے محبوب ناموں کے ساتھ پکاریں۔

(۴) اوراس کی غیر موجودگی میں اس کے دوستوں رشتہ داروں کے سامنے اس کی بھلائیاں اورخوبیاں بیان کرے، اس کے عیوب اور خامیوں پر پردہ ڈال کر اس کی

اصلاح کے لیے دعا کریں۔

جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہونے کے لیے چار اعمال

(۱) لوگوں کو کھانا کھلانا، (۲) صلہ رحمی کرنا، (۳) سلام کا پھیلانا، (۴) تہجد کی نماز پڑھنا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَ اَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَ صِلُوا الْاَرْحَامَ وَ صَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَ النَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ. (المستدرك للحاكم)

ترجمہ: اے لوگو! تم سلام کو عام کرو اور لوگوں کو کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو، رات کو اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

کتنے آسان ہیں یہ چار کام، خصوصاً سلام کو پھیلانے میں تو کوئی پیسہ نہیں لگتا۔ ہمیں چاہیے کہ ایک دوسرے کو خوب سلام کریں، اور پورا سلام کریں ’السلام علیکم و رحمة الله و برکاته‘ اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں، اپنے دل میں ہر ایک کے لیے سلامتی پیدا کریں، اس لیے کہ ہم اسی ’السلام‘ جل جلاله کے بندے ہیں۔

فوائد ونصائح

(۱) اس اسم سے تعلق پیدا کرنے کے لیے یقین رکھنا ہوگا کہ سلامتی صرف اور صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، سلامتی اور عافیت حفاظت صرف اور صرف اللہ ہی سے مانگنی ہے۔ اس کے لیے جو واقعات لکھے گئے ہیں ان کو ذہن نشین کر لیجیے اور دوسروں کو بھی بیان کیجیے۔

(۲) جان کی سلامتی کے لیے چھ دعائیں یاد کر لیں اور مانگنے کا اہتمام کریں۔

(۳) مال کی سلامتی کے لیے بہنوں اور بھائیوں کا حق نہ دبایئے۔ مال ہوتے

ہوئے قرض اپنے اوپر نہ رکھیے، فوراً قرض ادا کریں، زکوٰۃ واجب اور نفلی صدقہ اور رشتہ داروں کے ساتھ مالی صلہ رحمی بھی اہتمام کیجیے۔

(۴) لوگوں کو دار السلام کی طرف دعوت دیجیے یعنی جنت کے اعمال کی طرف بلائیے اور جنت میں سلامتی سے داخلہ کے چار اعمال کا مذاکرہ کرتے رہیں۔

(۵) **السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ** کی کثرت کیجیے۔ آپ سے سلام کرنے میں کوئی سبقت نہ لے جائے، رکشا، ٹیکسی والے سے بات کرنے سے پہلے '**السلام علیکم**'، دکاندار سے بات کرنے سے پہلے '**السلام علیکم**'، فون، موبائل پر بات کرنے سے پہلے '**السلام علیکم**'، گھر میں داخل ہونے کے بعد بات کرنے سے پہلے '**السلام علیکم**' کا اہتمام کریں۔

(۶) ان تمام باتوں کی دعوت اپنے آپ کو بھی دیں اور لوگوں بھی دیں کہ '**السلام**' **جل جلالہ** ہر عیب سے سلامت ہے، اس کی صفات میں بھی سلامتی ہے، اولاد اور بیوی سے سلامت ہے۔ وہ ایسی ذات ہے جو ہم مثل، شریک، موت، نیند و اونگھ، تھکاوٹ و پریشانی اور بھول چوک ان تمام سے سلامت ہے، اسی طرح اس ذات کا کسی کو سزا دینا ظلم و ستم سے انتقام سے پاک ہے اور حکمت و مصلحت پر ہی '**السلام**' **جل جلالہ** کا ہر فیصلہ ہوتا ہے۔ (اسمائے حسنیٰ: ۸۴ تا ۹۲)

'المؤمن' جَلَّ جَلَالُهُ

(امن دینے والا)

اس اسم مبارک کے تحت دو تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں:

قَالَ السَّعْدِیُ: "اَلْمُؤْمِنُ" الَّذِیْ اَثْنٰی عَلٰی نَفْسِهٖ بِصِفَاتِ الْكَمَالِ، وَ بِكَمَالِ الْجَلَالِ وَ الْجَمَالِ، اَلَّذِیْ اَرْسَلَ رُسُلَهٗ وَ اَنْزَلَ كُتُبَهٗ بِالْاٰیَاتِ وَ الْبَرَاهِیْنِ وَ صَدَّقَ رُسُلَهٗ بِكُلِّ اٰیَةٍ وَ بُرْهَانٍ وَ یَدُلُّ عَلٰی صِدْقِهِمْ وَ صِحَّةِ مَا جَاءُوْا بِهٖ. (النهج الاسمٰی: ۱/۱۲۵)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) 'اَلْمُؤْمِنُ' جلّ جلالہ وہ ذات ہے جس نے اپنی تعریف کامل صفات، انتہائی بزرگی اور جمال سے فرمائی ہے۔ جس نے رسول بھیجے، اپنی کتابیں واضح نشانیوں اور دلائل کے ساتھ نازل فرمائیں، ہر ہر نشانی اور دلیل سے اپنے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق فرمائی اور انبیاء علیہم السلام کی سچائی پر خود وہ نشانیاں بھی دلیل تھیں جو وہ لے کر مبعوث ہوئے۔

اَلْمُؤْمِنُ اَلْمُصَدِّقُ، وَ قَدْ يَحْتَمِلُ ذٰلِكَ وُجُوْهًا اَحَدُهَا اَنَّهُ يُصَدِّقُ عِبَادَهُ وَعْدَهُ وَ يَفِي بِمَا ضَمَّنَهُ لَهُمْ مِنْ رِّزْقٍ فِي الدُّنْيَا، وَ ثَوَابٍ عَلٰى اَعْمَالِهِمُ الْحَسَنَةِ فِي الْاٰخِرَةِ، وَ الْوَجْهُ الْاٰخَرُ : اَنَّهُ يُصَدِّقُ ظُنُوْنَ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ لَا يَخِيْبُ اٰمَالَهُمْ. (شان الدعا : ۴۵)

(۲) 'المؤمن' جلّ جلالہ کا ایک معنی تصدیق کرنے والا بھی آتا ہے۔ اب اس لفظ کے کئی مطلب ہوسکتے ہیں:

(الف) ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا فرماتے ہیں اور ان کو دنیا میں بھی پورا پورا رزق عطا فرماتے ہیں، جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان بندوں کے اچھے اعمال پر آخرت میں بھی ان کو پورا بدلہ عطا فرمائیں گے۔

(ب) دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گمان کو (جو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ رکھتے ہیں) پورا فرماتے ہیں انھیں نا اُمید نہیں فرماتے۔

قرآن کریم کی اس آیت میں یہ اسم مبارک مذکور ہے:

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ، اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ﴾

(سورۂ حشر: ۲۳)

بتیس چھریوں سے ننھی زبان کو امن دینے والا کون ہے؟

عالمِ کون وفساد میں امن وامان کا قیام اسی 'المؤمن' جلّ جلالہ کی ذات سے قائم ہے۔ ورنہ لمحہ بھر کے لیے بھی امن وسلامتی اس عالمِ کون وفساد میں محال ہے۔ وہ جہاں چاہتا ہے، جب تک چاہتا ہے امن وامان قائم رکھتا ہے۔ جب اور جہاں چاہتا ہے اپنے عطا کردہ امن وامان کو اُٹھالیتا ہے اور کسی مصلحت یا انتقام وغیرہ کی وجہ سے وہاں صفتِ جبر وقہر کا ظہور کردیتا ہے تو اس خطے کا امن برباد ہوجاتا ہے۔

ہمارے جسم میں بھی امن وامان کا قیام اسی 'المؤمن' جلّ جلاله سے ہے، ورنہ ایک پل کے لیے بھی ہمارے بدن میں امن وامان قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لیے کہ ہمارا بدن ایسے متضاد عناصر سے بنا ہے جو ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور ایک ہی آشیانے میں بسیرا نہیں کرسکتے، مگر اس 'المؤمن' جلّ جلاله نے انھیں ایسی خوبی سے ترتیب دیا ہے کہ وہ جب تک چاہتا ہے، سب کے سب سر جوڑ کر کام کیے جاتے ہیں ورنہ منتشر ہوجاتے ہیں۔
(شرح اسماء الحسنیٰ للازھری : ٤٧٢)

اپنے منہ کے اندر ہی دیکھ لیجیے! چھوٹے سے اس ڈبے میں زبان کے مقابلہ میں بتّیس دانت اس کو دبانے والے ہیں، کبھی کبھی زبان دانتوں کے نیچے آجاتی ہے تو کیا حال ہوتا ہے؟

غور کریں ان بتّیس دانتوں سے (گویا بتّیس چھریوں سے) ننھی سی زبان کو کون امن دیتا ہے؟ وہی 'المؤمن' جلّ جلاله۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ترجمہ: اور خود تمھاری ذات میں بھی (نشانیاں ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں؟
(سورۃ الذاریات: ۲۱)

ہمارا جسم بھی اس دنیا کی طرح عالمِ اصغر ہے کہ متضاد عناصر سے بنا ہے اور سب مل جل کر کام کر رہے ہیں۔ زمین کے اندر ایسے ایسے جلا دینے والے مادّے بھرے پڑے

ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ایک اشارے پر پلک جھپکتے ہی اسے تہس نہس کر دیں۔ اس کے چکر کو پھاڑ دیں اور اس کے ٹکڑے اُڑا دیں کہ بڑے بڑے پہاڑ دُھنی ہوئی روئی کی طرح اُڑتے نظر آئیں۔ ہوا کو اس کا مالکِ حقیقی آزاد چھوڑ دے تو سارے عالم کو اُڑا کر لے جائے اور پانی سب کو غرق کر دے۔ سانپ، بچھو اور حشرات الارض نکل پڑیں تو ساری مخلوق کو بہت نقصان پہنچائیں۔ درندوں اور وحشی جانوروں کو مالکِ حقیقی کی لگام نہ ہو تو تباہی مچا دیں۔ بارشیں اور آسمانی بجلیاں اذنِ الٰہی کی پابند نہ ہوں تو خرابی پھیلا دیں۔

ان سارے اسبابِ فساد کے ہوتے ہوئے بھی عالمِ کون و مکان مامن ومحفوظ ہے تو صرف اسی 'اَلْمُؤْمِنُ' جلّ جلالہ کی صفتِ امان سے محفوظ ہے۔ اَن دیکھی بلاؤں، وباؤں، بیماریوں اور جراثیم سے یہ دنیا بھری پڑی ہے، پھر بھی مخلوق محفوظ ہے۔ یہ مکھیاں اور مچھر ہی ہماری ہلاکت کے لیے کافی ہیں۔ مگر وہ 'اَلْمُؤْمِنُ' جلّ جلالہ انھیں روکے رکھتا ہے اور جس حد تک ان سے کام لینا چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ جس گندے خطے کو چاہتا ہے اس سے اپنی امان کو اُٹھا لیتا ہے تو وبائیں پھوٹ پڑتی ہیں۔

اس عالمِ کون و مکان کا سب سے بڑا مقصد تو خود یہ حضرتِ انسان ہی ہے۔ دنیا چوروں، ڈاکوؤں، ظالموں، رشوت خوروں، لڑنے والوں، شریروں، فتنہ پروروں اور قاتلوں سے بھری پڑی ہے، پھر بھی مخلوقِ الٰہی میٹھی نیند سوتی ہے۔ کیونکہ اس 'المؤمن' جلّ جلالہ نے ان کو لگام دے رکھی ہے، اگر وہ انھیں قابو میں نہ رکھتا تو ایک دوسرے کو کھا جاتے۔

(شرح اسماء الحسنیٰ للازہری: ٤٧٣)

شہری امن ایک بڑی نعمت ہے

امن اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس شہر یا جس ملک میں امن نہ ہو وہاں آدمی دین یا دنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتا۔ شہر میں ساری دنیا کی نعمتیں ہوں لیکن امن نہ ہو تو اس شہر میں رہنا مشکل ہے۔ شیخ ایوب برمی امام مسجد قباء (مدینہ منورہ) نے ایک عجیب حکمت کی بات فرمائی کہ شہر میں امن ہونا بہت ہی بڑی نعمت ہے۔ (اسی لیے حضراتِ انبیاء

علیہم السلام کی دعائیں حکمت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے عجیب دعا کی ہے:

﴿رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا﴾ (سورة ابراهيم : ٣٥)

ترجمہ: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے۔

یہ دعا سب سے اہم ہے کہ شہر میں امن ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جب سورۂ تین میں شہر کی قسم کھائی تو اس کی صفت 'امین' لائے ﴿وَ هٰـذَا الۡبَـلَدِ الۡاَمِيۡنِ﴾ جس سے معلوم ہوا کہ ایک شہر کی سب سے زیادہ عظیم اور اہم صفت، جس سے وہ شہر رہنے کے قابل بنے امن ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے سب خاندان کے افراد سے کہا کہ آپ سب بحکمِ ربّ العزت مصر میں بے خوف وخطر بغیر کسی پابندی کے داخل ہوجائیں:

﴿اُدۡخُلُوۡا مِصۡرَ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيۡنَ﴾ (سورة يوسف : ٩٩)

ترجمہ: مصر میں چلیے (اور) انشاء اللہ (وہاں) امن چین سے (رہیے گا)۔

اسی طرح سورۂ قریش میں جو اللہ تعالیٰ نے دو بڑی بڑی نعمتیں ذکر فرمائیں ان میں سے ایک یہ تھی ﴿وَ اٰمَنَهُمۡ مِنۡ خَوۡفٍ﴾ یعنی انھیں امن دیا خوف سے۔ چونکہ مکہ میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے دو سفر کرتے تھے۔ جاڑوں میں یمن کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے اور گرمیوں میں شام کی طرف جو سرد اور شاداب ملک ہے۔ لوگ ان کو اہلِ حرم اور خادمِ بیت اللہ سمجھ کر نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے۔ اُن کی خدمت کرتے اور اُن کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے۔ اس طرح اُن کو خاطر خواہ نفع ہوتا۔

پھر امن وچین سے گھر بیٹھ کر کھاتے اور کھلاتے تھے۔ حرم کے چاروں طرف لوٹ کھسوٹ اور چوری ڈکیتی کا بازار گرم رہتا تھا، لیکن کعبہ کے ادب کی وجہ سے کوئی چور، ڈاکو کعبہ کے پاسبان اہلِ قریش پر ہاتھ صاف نہ کرتا تھا۔ اسی انعام کو یہاں یاد دلایا ہے کہ اس

گھر کے طفیل تم کو روزی دی اور امن چین دیا۔'اصحابِ فیل' کی زد سے محفوظ رکھا، پھر اس گھر والے کی بندگی کیوں نہیں کرتے؟ اور اس کے رسول ﷺ کو کیوں ستاتے ہو؟ کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں؟ اگر دوسری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا کیا مشکل ہے؟ (تفسیر عثمانی:۸۰۳)

امن کا ظہور کب ہوتا ہے؟

اب غور کرنے کی بات ہے کہ 'المؤمن' جلّ جلاله کی 'صفتِ امن' کا ظہور کب ہوتا ہے؟ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود ہی قرآن کریم میں دو جگہ صراحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ کب اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں امن بھیجتے ہیں اور کب دونوں جگہ سے امن سلب کردیتے ہیں۔ جس کی حیثیت قانون کی سی ہے۔

(۱) ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (سورۂ انعام: ۸۲)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کیا، انہی کے لیے امن ہے اور وہی سیدھی راہ پر چل رہے ہیں۔

اس آیت میں یہ مضمون ارشاد فرمایا کہ عذاب سے مامون و مطمئن صرف وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور پھر انھوں نے اپنے ایمان میں کسی ظلم کی ملاوٹ نہ کی۔ حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سہم گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے کوئی ظلم اپنی جان پر بذریعہ گناہ نہیں کیا؟ اور اس آیت میں عذاب سے مامون ہونے کی یہ شرط ہے کہ ایمان کے ساتھ ظلم نہ کیا ہو، پھر ہماری نجات کا کیا راستہ ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم آیت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھے۔ آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے، جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ (سورۂ لقمان:۱۳) اس لیے مراد آیت کی یہ ہے کہ جو شخص ایمان لائے اور پھر اس میں اللہ تعالیٰ

کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے وہ عذاب سے مامون اور ہدایت یافتہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بتوں، پتھروں، درختوں، ستاروں اور دریاؤں کو پوجنے والی مخلوق اپنی بے وقوفی سے ان چیزوں کو بااختیار سمجھتی ہے اور ان کی عبادت چھوڑنے سے اس لیے ڈرتی ہے کہ کہیں یہ چیزیں ہمیں نقصان نہ پہنچادیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے گُر کی بات ان کو بتائی کہ اللہ تعالیٰ جو تمھارے ہر کام سے باخبر بھی ہے اور تمھارے ہر بھلے برے پر پوری قدرت رکھتا ہے، اس سے تو تم ڈرتے نہیں کہ اس کی خلاف ورزی کرنے سے کوئی مصیبت آجائے گی اور جن چیزوں میں نہ علم ہے نہ قدرت، ان سے ایسے ڈرتے ہو؟ یہ سوائے بے عقلی کے اور کیا ہے؟ ڈرنا صرف اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے چاہیے اور جس کا اس پر ایمان ہو وہ کسی خطرے میں نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک صرف یہی نہیں کہ کھلے طور پر مشرک و بت پرست ہوجائے، بلکہ وہ آدمی بھی مشرک ہے جو اگرچہ کسی بت کی پوجا پاٹ نہیں کرتا اور کلمۂ اسلام پڑھتا ہے مگر کسی فرشتے یا رسول یا کسی ولی اللہ کو اللہ تعالیٰ کی بعض صفاتِ خاصہ کا شریک ٹھہرائے۔ اس میں اُن عوام کے لیے سخت تنبیہ ہے جو اولیاء اللہ اور ان کے مزارات کو حاجت روا سمجھتے ہیں اور عملاً ان کو ایسا سمجھتے ہیں کہ گویا حق تعالیٰ کے اختیارات ان کے حوالے کردیے گئے ہیں۔ نعوذ باللہ منہ (معارف القرآن: ۳/ ۳۸۷)

پھر چاہے ساتھ یہ بھی عقیدہ ہو کہ ان اولیاء اللہ اور خاصانِ حق کو یہ رحمانی و ربانی مخصوص صفات بوجہ ان بندوں کے مقرب ہونے کے خود اللہ تعالیٰ ہی نے دی ہیں اور وہ جب چاہے ان سے سلب بھی کرلے اور اصل مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، مگر اس عقیدے کے باوجود بھی ایسے فاسد خیال والے شرک کے جرم سے بری نہیں کیونکہ مکہ کے مشرکوں کا بھی اصل شرک یہی تھا، چنانچہ وہ طواف کرتے ہوئے کہتے تھے:

’’لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ فَتَمْلِکُہٗ وَ مَا مَلَکَ‘‘ (امداد الفتاوی: ۶/ ۸۲، ۸۳)

ترجمہ: میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ کا کوئی شریک نہیں سوائے ایک شریک کے جو آپ کا ہے، آپ اس کے مالک ہیں اور اس چیز کے بھی مالک ہیں جس کا وہ شریک مالک ہے۔

اس لیے شرک سے بچنے اور بچانے کی خوب محنت کرتے رہنا چاہیے اور شرک سے بچنے کی یہ دعا مانگتے رہنا چاہیے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّ اَنَا اَعْلَمُ بِہٖ وَ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِہٖ." (عمل الیوم و اللیلة، ص:۷۱۔ کنوز الحقائق للمنادی)

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ تیرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں اور میں یہ جانتا بھی ہوں اور تجھ سے استغفار کرتا ہوں اس گناہ پر جس کو میں نے لاعلمی میں کیا ہو۔

(۲) دوسری بات جس سے اللہ تعالیٰ نعمتِ امن کو خوف و بے چینی سے بدل دیتے ہیں، وہ ناشکری کا گناہ ہے۔ لہٰذا جہاں کہیں امن ہو وہاں کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا خوب شکر ادا کرنا چاہیے اور شرک اور گناہوں سے بچنا چاہیے کہ یہ دونوں چیزیں ملک کے معاشرے سے امن کو تباہ کر دیتی ہیں اور فقر و فاقہ، تنگ دستی لے آتی ہیں۔ امن کمیٹیاں اور جو امن کو چاہنے والے لوگ ہیں ان کے لیے یہ دو آیتیں مشعلِ راہ ہیں کہ اس میں خوب غور کریں کہ جن اسباب کو اسبابِ امن قرار دیا گیا ہے وہ ہم میں کتنے ہیں اور ہم انسانوں کو ان دونوں خرابیوں (جن سے امن و سلامتی ختم ہو جاتی ہے اور خوف، بے چینی اور بھوک آتی ہے) سے بچانے کے لیے کتنی محنت کرتے ہیں؟

اب قرآن کریم کی زبانی بھی سن لیجیے کہ امن دنیا سے ناشکری کی وجہ سے کیسے ختم ہو جاتا ہے؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا قَرْیَةً کَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً یَّاْتِیْھَا رِزْقُھَا رَغَدًا مِّنْ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰہِ فَاَذَاقَھَا اللّٰہُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا کَانُوْا

يَصْنَعُوْنَ﴾ سورۂ نحل : ۱۱۲

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن و اطمینان سے تھی۔ اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آ رہی تھی۔ پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا، جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔

یعنی نہ باہر سے دشمن کا کھٹکا، نہ اندر سے کسی طرح کی فکر و تشویش، خوب امن وچین سے زندگی گزرتی تھی۔ کھانے کے لیے غلے اور پھل کھنچے چلے آتے تھے۔ ہر چیز کی افراط تھی اور گھر بیٹھے دنیا کی نعمتیں ملتی تھیں۔ اس بستی کے رہنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کی قدر نہ پہچانی، دنیا کے مزوں میں پڑ کر ایسے بدمست ہوئے کہ منعمِ حقیقی کا دھیان بھی نہ آیا، بلکہ اس کے مقابلے میں بغاوت کی ٹھان لی۔

آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی ناشکری اور کفرانِ نعمت کا مزہ چکھایا یعنی امن چین کی جگہ خوف و ہراس نے اور فراخ روزی کی جگہ بھوک اور قحط کی مصیبت نے اُن کو اِس طرح گھیر لیا جیسے کپڑا (اپنے) پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے کہ ایک دم کو بھوک اور ڈر ان سے جدا نہ ہوتا تھا۔ (تفسیر عثمانی: ۳۷۰)

مندرجہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امن وسکون کے حقیقی اسباب شرک اور گناہوں سے بچنا ہے، خصوصاً ہر قسم کی نعمت کی ناشکری سے بچنا ہے، لہٰذا ہم میں سے ہر ایک مرد ہو یا عورت سوچے کہ میں نے امن کے کتنے اسباب اپنائے ہیں؟ یعنی میں کتنے چھوٹے بڑے گناہوں سے بچتا ہوں اور بچانے کی فکر کرتا ہوں؟

ہم اپنے گھر میں، بلکہ اپنے آپ کو دیکھ لیں کہ گناہ کرنے والا شخص کبھی بھی امن میں نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہر قسم کے گناہ سے بچیں۔ مثلاً: ہماری آنکھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے، کسی نامحرم کو نہ دیکھے، زبان کسی کی غیبت نہ کرے، کان غیبت اور گانا وغیرہ نہ سنے، مرد ڈاڑھی رکھنے کا اہتمام کرے، گھر میں کوئی مرد ایسا نہ ہو جس کا چہرہ حضور اکرم

ﷺ کے چہرے کے مشابہ نہ ہو۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مرد کا وہ چہرہ پسند ہے جس پر داڑھی ہو، لہٰذا ہمیں اپنی اللہ تعالیٰ کی پسند میں فنا کر دینا چاہیے اور اپنے چہرے پر داڑھی رکھنی چاہیے۔

اسی طرح عورتیں بھی سر کے بالوں سے لے کر پیر کے ناخن تک اپنے جسم کی حفاظت کریں کہ کوئی نامحرم نہ دیکھے۔ جو عورت اپنا جسم دوسروں کو دِکھاتی پھرتی ہے، گھر کے ڈرائیور، نوکر سے پردہ نہیں کرتی یا خالہ زاد، پھوپھی زاد نامحرموں کے سامنے بے پردہ آجاتی ہے تو وہ عورت اللہ تعالیٰ کے غضب و غصّے کو دعوت دے رہی ہوتی ہے، وہ امن میں کیسے آ سکتی ہے۔

لہٰذا آج سے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی امان میں داخل ہونے کے لیے ساری شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ گھروں سے گناہ اور غفلت کا سامان نکال پھینکیں۔ ہمت کر کے حکمت کے ساتھ ٹی وی گھر سے نکال دیں اور بچوں کی دینی تربیت کریں۔ گناہوں سے بچیں اور پیار محبت اور دعاؤں کے ذریعے دوسروں کو بھی بچائیں، تو اپنی ذات میں، گھر میں اور ملک میں بھی امن وامان قائم ہوگا۔

ایمان کی حفاظت کیجیے

عام طور پر دو چیزیں ایمان کے کمزور ہونے کا سبب بنتی ہیں، لہٰذا اس کی نگرانی کرتے ہوئے ایمان کی حفاظت کیجیے:

(۱) سب سے پہلی بات: ایمان کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا نہ کرنا کیونکہ جس نعمت پر اللہ کا شکر ادا نہ کیا جائے تو خطرہ ہے کہیں اللہ تعالیٰ اس نعمت کو واپس نہ لے لیں۔ نعمت تب باقی رہتی ہے جب انسان اس نعمت پر اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے، اس لیے دعائیں سکھلا دی گئیں ”رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا“ تو ہم اپنے دل میں بھی یہی سوچیں، ہم اپنے رب سے راضی ہیں، وہ ہمارا پروردگار ہے، ہم نبی ﷺ سے راضی ہیں، وہ ہمارے آقا اور سردار ہیں اور ہم دین سے راضی ہیں کہ اللہ ربّ العزت نے

ہمیں یہ نعمت عطا فرمائی تو پہلی بات کہ ہم نعمت ایمان پر اللہ کا شکر ادا کریں۔
(عمل سے زندگی بنتی ہے: ۲۹۶)

(۲) دوسری بات دینداروں سے نفرت کرنا: دین یا دینداروں سے کبھی نفرت نہ کریں کیونکہ ہمارے نفرت کرنے سے ان کا کیا نقصان! اپنی ہی آخرت خراب ہوتی ہے۔ چنانچہ بجائے نفرت کے ان سے محبت کریں، دین خود سیکھیں، ایمان بڑھائیں، دینی ماحول میں شرکت کرتے رہا کریں، تاکہ ایمان کی حفاظت اور بڑھوتری خوب ہو۔

ایمان دل میں رَچ بس جائے اس کے لیے یہ دعائیں مانگیں

(۱) ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَ یَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّهُ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَ رَضِّنِیْ مِنَ الْمَعِیْشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِیْ.“

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں رَچ بس جائے اور وہ سچا یقین کہ میں خوب جان لوں کہ جو بات تو نے میری تقدیر میں لکھ دی ہے بس وہی مجھ کو پیش آسکتی ہے اور مجھے راضی کردے اس زندگانی پر جو تو نے میرے لیے تقسیم فرما دی ہے۔ (کنز العمال، کتاب الاذکار، قسم الاقوال: ۱/۱۸۱، رقم: ۳۶۵۴)

(۲) ”اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا لَّا یَرْتَدُّ وَ یَقِیْنًا لَّیْسَ بَعْدَهٗ کُفْرٌ وَ رَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ کَرَامَتِکَ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ.“ (الترغیب و الترھیب: ۴/۵۸۳)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے ایسا ایمان و یقین دے جس کے بعد کفر نہ ہو اور وہ رحمت عطا فرما جس کے سبب میں دنیا و آخرت میں تیری عطا کردہ بزرگی کا شرف حاصل کرسکوں۔

(۳) ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَّا یَرْتَدُّ وَ نَعِیْمًا لَّا یَنْفَدُ وَ مُرَافَقَةَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی دَرَجَةِ الْجَنَّةِ جَنَّةِ الْخُلْدِ.“

ترجمہ: الٰہی! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو نہ چھوٹے اور اس نعمت کا طالب ہوں جو ختم نہ ہو اور اپنے نبی محمد ﷺ کی رفاقت چاہتا ہوں جنت کے سب سے اونچے درجے میں، جو ہمیشہ رہنے کی جنت ہے۔ (مستدرک حاکم، کتاب الدعاء: ۱/۷۱۵)

(۴) ”اَللّٰھُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَةِ الْاِیْمَانِ وَ اجْعَلْنَا ھُدَاةً مُّھْتَدِیْنَ.“

ترجمہ: اے اللہ! تو ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ کردے اور راہ بتانے والا اور خود راہ یافتہ بنادے۔“ (النسائی: کتاب السھو: ۱۹۲/۱)

فوائد و نصائح

(۱) مکہ مکرمہ کے امام شیخ عبد الرحمٰن السدیس یہ مختصر دعا امن کے لیے مانگتے ہیں:

”اَللّٰھُمَّ اٰمِنَّا فِیْ اَوْطَانِنَا“

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں ہمارے وطنوں میں امن نصیب فرما۔

(۲) حضرت شیخ عبد الغفور عباسی المدنیؒ ’اورادِ غفوریہ‘ میں لکھتے ہیں: جو شخص فجر اور مغرب کی نماز کے بعد گیارہ گیارہ بار سورۂ قریش کو پڑھے گا (﴿اَطْعَمَھُمْ مِنْ جُوْعٍ﴾ پڑھتے وقت رزق کی تنگی کے دور ہونے اور ﴿اٰمَنَھُمْ مِنْ خَوْفٍ﴾ پڑھتے وقت دشمن کے خوف سے حفاظت کا دل سے طالب ہوگا) اس کے رزق میں وسعت ہوگی اور دشمن کے شر سے محفوظ رہے گا۔

ابو الحسن قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس شخص کو کسی دشمن یا کسی مصیبت کا خوف ہو اس کے لیے ﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ﴾ کا پڑھنا بہت مفید ہے۔ اس کو امام جزریؒ نے نقل کرکے فرمایا کہ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔ (تفسیر مظہری: ۳۴۸/۱۰)

(۳) خوف و پریشانی کو امن میں بدلوانے کے لیے یہ دعا مانگنی چاہیے:

”اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَ اٰمِنْ رَوْعَاتِیْ“ (ابو داؤد، کتاب الادب)

ترجمہ: اے اللہ! (میں درخواست کرتا ہوں کہ) آپ میرے تمام عیوب کی پردہ پوشی فرمادیں اور میرے خوف و پریشانی کو امن میں بدل دیں۔

ایمان کی حقیقت حاصل کرنے کا نسخہ

وَ اَمَّا الْمُؤْمِنُ فَقَدْ وَجَبَ عَلَیْهِ اَنْ یَّاْمَنَ الْمُؤْمِنُوْنَ شَرَّهٗ وَ غَوَائِلَهٗ، فَقَدْ

قَـالَ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَ سَلَّمَ : ''وَ اللّٰهِ لَا يُؤۡمِنُ وَ اللّٰهِ لَا يُؤۡمِنُ وَ اللّٰهِ لَا يُؤۡمِنُ'' قِيۡـلَ : وَ مَنۡ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : اَلَّذِىۡ لَا يَأۡمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ.'' (البخاری، کتاب الادب : ۲/ ۸۸۹) اَىۡ : لَا يَـكُـوۡنُ الـرَّجُلُ مُؤۡمِنًا كَامِلَ الۡاِيۡمَانِ حَتّٰى يَأۡمَنَ جَارُهُ بَـوَائِـقَـهُ. أَىۡ : شُرُوۡرَهُ وَ غَوَائِلَهُ. وَ عَنۡ اَبِىۡ هُرَيۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَـالَ : قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَلَيۡهِ وَ سَلَّمَ : اَلۡمُسۡلِمُ مَنۡ سَلِمَ النَّاسُ مِنۡ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ وَ الۡمُؤۡمِنُ مَنۡ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمۡ وَ اَمۡوَالِهِمۡ.

(الترمذی : الایمان، رقم : ۲۶۲۷، النہج الاسماء، ج:۱، ص:۱۲۷)

(۴) مومن کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے مومنین اس کے شر اور مصیبتوں سے محفوظ رہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم مومن نہیں ہے۔'' کہا گیا: اے اللہ کے رسول! کون مومن نہیں ہے؟ فرمایا: ''وہ شخص جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔'' حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی شخص کامل مومن نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ اس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔ لہٰذا اس بات کی پوری کوشش ہو اور پکا ارادہ ہو کہ میری وجہ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، خصوصاً پڑوسیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''بھلا میں تمھیں نہ بتلاؤں مومن کے بارے میں؟ مومن وہ ہے جس سے لوگوں کے جان و مال محفوظ ہوں اور مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔''

ایک حدیث میں آیا ہے: ''مَـنۡ كَـظَـمَ غَيۡظًا وَ هُوَ يَقۡدِرُ عَلٰى اِنۡفَاذِهٖ مَلَأَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَلۡبَهُ آمِنًا وَ اِيۡمَانًا.'' (جامع الصغیر : ۲/ ۹۷۱)

ترجمہ: جس شخص نے غصّے کو ضبط کرلیا باوجود اس کے کہ وہ غصہ نافذ کرنے پر قدرت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو ایمان اور سکون سے بھر دے گا۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے: ''بندہ جب تک اپنی

زبان کی حفاظت نہ کرلے ایمان کی حقیقت کو حاصل نہیں کرسکتا۔‘‘

(مجمع الزوائد، ج:۱۰،ص:۳۹۴،رقم:۱۸۱۷۷)

اس اسم مبارک سے جو سبق ہمیں ملتا ہے وہ یہ کہ لوگوں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے امن میں رکھیں۔

’المؤمن‘ جلّ جلالہ سے امن مانگئے

(۵) یہ یقین رکھیں کہ امن دینے والی ذات ایک اللہ کی ذات ہے۔ دنیا و آخرت کا امن وسکون، عافیت وراحت اسی ’المؤمن‘ جلّ جلالہ کے قبضے میں ہے۔ لہٰذا ہر قسم کا امن ’المؤمن‘ جلّ جلالہ ہی سے مانگا جائے۔ بلاؤں اور مصیبتوں کے آنے سے پہلے بھی اور آنے کے بعد بھی اسی سے امن، شفا، راحت اور عافیت مانگی جائے۔ امن اور سکون کے حالات اسی کے قبضے میں ہیں، جس طرح بدامنی، بے چینی و بے سکونی کے حالات اُس کے قبضے میں ہیں۔

وہ جب چاہے، جس طرح چاہے، جس کے لیے چاہے اور جس وقت چاہے امن و سکون کے حالات بھیج دے اور جہاں چاہے وہاں سے امن وسکون کے حالات ہٹا دے۔

اسی طرح ’المؤمن‘ جلّ جلالہ کے پاس امن وسکون کے لامحدود خزانے ہیں، امن وسکون کی لامحدود شکلیں ہیں۔ وہ امن وسکون دینا چاہے تو آگ میں رکھتے ہوئے، مچھلی کے پیٹ میں رکھتے ہوئے، چھوٹی سی جھونپڑی میں رکھتے ہوئے، ہر قسم کی ظاہری نظر آنے والی تکالیف میں رکھتے ہوئے دل کا امن وسکون اور اطمینان نصیب فرمائے، اور وہ چاہے تو ہر قسم کی ظاہری راحت دیتے ہوئے، بادشاہت کی کرسی پر بٹھا کر دل ک وبے چین و بے سکون کردے۔

لہٰذا ہر قسم کی بے چینی، بے سکونی اور بدامنی دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگنی چاہیے، جس کے ہاتھ میں امن ہے اور جس کے پاس امن وسکون کے بے شمار اور نہ ختم ہونے والے خزانے ہیں۔ جس کا نام ہی مومن ہے اس کے دربار کو چھوڑ کر غلط قسم کے

عاملین، پروفیسر، جوتشی کے پاس جانا بہت ہی بری، گھٹیا اور بے وقوفانہ حرکت ہے۔ یا مٹی کے نیچے مدفون انسانوں سے امن، سکون کی بھیک مانگنا بہت ہی بڑا ظلم ہے۔ اسی طرح یاد رکھیے! تعویذ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کا محتاج ہے، تعویذ لکھنے والا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کا محتاج ہے، جس کو تعویذ دیا جا رہا ہے وہ بھی اللہ کے حکم کا محتاج۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے، ماتحتوں کو بے چین کر کے، رشتہ داروں سے قطع تعلق کر کے، ڈیوٹی کی ادائیگی میں خیانت کر کے، پھر بھی تعویذ کے ذریعے کوئی شخص امن اور سکون کا متلاشی ہے تو یہ اس کا غلط خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے ساری دنیا کے تعویذ اس کو امن وسکون نہیں دے سکتے بلکہ توبہ کر کے پہلے اللہ تعالیٰ کو راضی کرے۔ (اسمائے الحسنٰی: ۹۳ تا ۱۰۲)

'اَلْمُهَيْمِنُ' جَلَّ جَلَالُهٗ
(پوری نگہبانی فرمانے والا)

اِسْمٌ لِمَنْ كَانَ مَوْصُوْفًا بِمَجْمُوْعِ صِفَاتٍ ثَلَاثٍ، اَحَدُهَا اَلْعِلْمُ بِأَحْوَالِ الشَّیْءِ، وَ الثَّانِی اَلْقُدْرَةُ التَّامَّةُ عَلٰی تَحْصِيْلِ مَصَالِحِ ذٰلِكَ الشَّیْءِ، وَ الثَّالِثُ اَلْمُوَاظَبَةُ عَلٰی تَحْصِيْلِ تِلْكَ الْمَصَالِحِ، فَالْجَامِعُ لِهٰذِهِ الصِّفَاتِ اِسْمُهُ 'اَلْمُهَيْمِنُ' وَ أَنّٰی أَنْ تَجْتَمِعَ عَلَی الْكَمَالِ اِلَّا لِلّٰهِ تَعَالٰی. (النہج الاسمیٰ: ۱۳۲/۱)

اس اسم مبارک کے تحت تین تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) 'اَلْمُهَيْمِنُ' نام ہے اس ذات کا جو تین صفات کے مجموعے کے ساتھ موصوف ہو۔

پہلی صفت: ہر چیز کے تمام احوال کا علم ہو۔

دوسری صفت: اس چیز کے فوائد حاصل کرنے پر مکمل قدرت رکھتا ہو۔

تیسری صفت: ان فوائد و مصالح کو پابندی سے حاصل بھی کر سکے۔ ان صفات کے جامع کا نام 'اَلْمُهَيْمِنُ' ہے اور تینوں صفات اللہ ربّ العزت کے سوا کسی اور میں کہاں ہو سکتی ہیں؟

(۲) 'اَلْـمُهَيْـمِـنُ' اَلْـمُطَّلِعُ عَلٰى خَفَايَا الْاُمُوْرِ وَ خَبَايَا الصُّدُوْرِ اَلَّذِیْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا.

ترجمہ: 'اَلْمُهَيْمِنُ' جل جلاله وہ ذات ہے جو تمام مخفی امور سے آگاہ ہو اور دلوں میں چھپی ہوئی باتوں پر مطلع ہو اور جس علم کا ہر چیز پر حاوی ہو۔

'اَلْـمُهَيْـمِـنُ' جل جلاله کے دوسرے معنی شاہد کے ہیں، یعنی ایسا حاضر اور باخبر جس کے علم سے ایک ذرہ بھی غائب نہیں ہوتا۔ صاحبِ مرقاةؒ نے 'المُهَيمن' کی تعریف اس طرح کی ہے:

"اَلْقَائِمُ بِاُمُوْرِ الْخَلْقِ مِنْ اَعْمَالِهِمْ وَ اَرْزَاقِهِمْ وَ اٰجَالِهِمْ وَ اَخْلَاقِهِمْ"

ترجمہ: مخلوق کے تمام کاموں کی نگرانی کرنے والا، ان کے رزق، ان کی عمروں اور اخلاق، ان سب کی نگرانی کرنے والا۔" (مرقاة، کتاب اسماء اللہ تعالیٰ: ۵/۷۷)

قَالَ اُمَيَّةُ بْنُ اَبِی الصَّلْتِ :

مَلِيْكٌ عَلٰى عَرْشِ السَّمَاءِ مُهَيْمِنُ
لِعِزَّتِهِ تَعْنُو الْوُجُوْهُ وَ تَسْجُدُ

ترجمہ: مالک ہے آسمان کے عرش کا، ہر ہر ذرّے اور قطرے کی نگہبانی کرنے والا، اسی کی خوشنودی کی خاطر چہرے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ (النهج الاسمیٰ: ۱/۱۳۲)

یہ اسم مبارک قرآن مجید میں صرف ایک مرتبہ آیا ہے: ﴿اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ﴾ سورۂ حشر: ۲۳

سب کا نگہبان وہی وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اس نے ہر چیز کی نگہبانی کا پورا پورا سامان کیا ہے۔ ہمارے جسم میں سب سے نازک عضو آنکھ ہے تو دیکھو اس کی حفاظت اس نے کس مضبوطی سے کی ہے۔

دماغ جہاں سے سارے جسم کے لیے احکامات صادر ہوتے ہیں، اس کو ایک جھلی پھر دوسری جھلی میں محفوظ کر کے مضبوط سر کی نگہبانی میں دے دیا، جس کی ساخت کچھ ایسی

بے ڈول سی ہے کہ وہ اپنے اُتار چڑھاؤ کی وجہ سے مغز کی خوب حفاظت کرسکتا ہے۔ ہر ذی روح کو اسبابِ حفاظت دیے گئے ہیں۔

اس 'اَلْـمُهَيْـمِنُ' جل جلاله نے ہر چیز کی نگہبانی کے لیے کوئی نہ کوئی چیز پیدا کی ہے۔ بعض کو حفاظت کے لیے ڈنک عطا کیے، بعض کو کاٹنے کے لیے دانت، بعض کو پنجے، بعض کو اُچھلنے کودنے کی طاقت، بعض کو دُم اور چونچ، بعض کو سینگ، بعض کو قدرتی مکّا زنی، بعض کو ٹکر مارنے کی طاقت، بعض کے جسم میں ایک قسم کی بجلی اور بجلی کا سا کرنٹ پیدا کردیا ہے اور پھولوں کی نگہبانی کے لیے کانٹے پیدا کیے۔ بعض جانوروں کی حفاظت ان کی بدبو کرتی ہے اور ہماری نگہبانی کے لیے عقل پیدا کی۔

چوہے کو رات دن میں یکساں دِکھائی دیتا ہے، لہٰذا وہ ہر وقت بلی سے اپنا بچاؤ کرسکتا ہے، مگر چھچھوندر کو دن میں دِکھائی نہیں دیتا، لہٰذا اس کی حفاظت اس کے جسم کی بدبو کرتی ہے کہ اسے کوئی جانور قبول نہیں کرتا۔

بعض کو اس قدر ننھا جسم عطا کیا ہے کہ وہ دشمن کو دِکھائی نہیں دیتا اور نہ کسی طرح اپنے حقیر ہونے کی وجہ سے قبضے میں آتے ہیں۔

بعض جانور جیسے چھپکلی اپنا رنگ تبدیل کرنے پر قادر ہوتی ہے اور اس طرح وہ بچ نکلتی ہے۔ گرگٹ رنگ بدلنے میں ضرب المثل ہے۔ یہ دشمن سے بچاؤ کے لیے اپنا رنگ تبدیل کرلیتا ہے اور جس رنگ کی لکڑی یا درخت ہوتا ہے اسی کا سا رنگ اختیار کرلیتا ہے کہ دیکھنے والا دیکھ نہ سکے۔

'اَلْـمُهَيْـمِـنُ' جلّ جلاله نے ہرن، خرگوش اور بعض جانوروں کو اتنی برق رفتاری عطا کی ہے کہ وہ رات دن درندوں کے درمیان رہتے ہیں اور جب تک وہ چاہتا ہے اس کی نگہبانی میں رہتے ہیں۔

بعض کو ایسا بدصورت اور بے مایہ بنایا ہے کہ ان کی طرف کوئی بھی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا۔ ان کی بے مصرفی ہی ان کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ کسی کو اس قدر زور آور اور

طاقتور بنایا ہے کہ وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر ہر بلا سے محفوظ رہتا ہے۔ بعض کو حفاظت کے لیے بال عطا کیے ہی۔ ریچھ بڑے مزے سے شہد پی جاتا ہے اور شہد کی مکھیاں اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں۔

درختوں کی حفاظت ان کی جڑیں اور دور دور تک پھیل جانے والی نسیں کرتی ہیں۔ زمین کی حفاظت پہاڑ کرتے ہیں اور ستاروں کی حفاظت ان کی آپس کی کشش، ان کی فضا اور ان کا ماحول۔ ایک فلک کو دوسرے فلک کا ماحول راس نہیں آتا، لہٰذا وہ ایک دوسرے میں مدغم نہیں ہو پاتے اور ان کے ستارے ان ہی کی نگہبانی میں رہنا پسند کرتے ہیں۔
(شرح اسماء الحسنٰی للازھری : ۴۷۸)

'اَلْمُهَيْمِنُ' جلّ جلاله نے بعض جانوروں کے منہ میں ایسا لعاب پیدا کر دیا کہ ٹہنیوں سے پتے کھاتے ہوئے اگر کانٹے اس کے منہ میں لگ جائیں تو وہ فوراً اس کے لعاب کی وجہ سے پگھل جاتے ہیں۔ 'المھیمن' جل جلالہ نے اس کی زبان اور اس کے منہ کی اندرونی حفاظت کے لیے اس کی ایسی نگہبانی کی کہ اس کے لعاب میں ایسا تیزاب پیدا کر دیا کہ لمحوں میں وہ کانٹے پگھل جاتے ہیں۔ ﴿فَتَبَارَکَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ﴾

'اَلْمُهَيْمِنُ' جلّ جلاله سے حفاظت طلب کرنے کی ایک پیاری دعا

یہ دعا، دعائے انس رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس دعا کو روزانہ مانگنے کا معمول بنائے:

"اَللّٰهُ اَكۡبَرُ اَللّٰهُ اَكۡبَرُ اَللّٰهُ اَكۡبَرُ، بِسۡمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفۡسِىۡ وَ دِيۡنِىۡ، بِسۡمِ اللّٰهِ عَلٰى اَهۡلِىۡ وَ مَالِىۡ، بِسۡمِ اللّٰهِ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ اَعۡطَانِىۡ رَبِّىۡ، بِسۡمِ اللّٰهِ خَيۡرِ الۡاَسۡمَاءِ، بِسۡمِ اللّٰهِ رَبِّ الۡاَرۡضِ وَ السَّمَآءِ، بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِىۡ لَا يَضُرُّ مَعَ اسۡمِهٖ دَاءٌ، بِسۡمِ اللّٰهِ افۡتَتَحۡتُ وَ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡتُ، اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّىۡ لَا اُشۡرِكُ بِهٖ شَيۡئًا، اَسۡأَلُكَ اَللّٰهُمَّ بِخَيۡرِكَ مِنۡ خَيۡرِكَ الَّذِىۡ لَا يُعۡطِيۡهُ غَيۡرُكَ، عَزَّ جَارُكَ وَ جَلَّ ثَنَاءُكَ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنۡتَ، اِجۡعَلۡنِىۡ فِىۡ عِيَاذِكَ وَ جِوَارِكَ مِنۡ كُلِّ سُوۡءٍ

وَّ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَجِيْرُکَ مِنْ جَمِيْعِ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْتَ وَ اَحْتَرِسُ بِکَ مِنْهُنَّ وَ اُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَیَّ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ ، لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ، وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ عَنْ اَمَامِیْ وَ مِنْ خَلْفِیْ وَ عَنْ يَمِيْنِیْ وَ عَنْ شِمَالِیْ وَ مِنْ فَوْقِیْ وَ تَحْتِیْ.“

(كنز العمال، كتاب الاذكار – باب ادعية الحرز، ج:۲، ص:۲۸۳، رقم: ۵۰۱۸)

ترجمہ: اللہ کی ذات سب سے بڑی ہے، اللہ کی ذات سب سے بڑی ہے، اللہ کی ذات سب سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت میری جان پر اور میرے دین پر، اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت میرے گھر والوں پر اور میرے مال پر، اللہ کے نام کی برکت ہر اس چیز پر جو میرے رب نے مجھ کو عطا کی، اللہ تعالیٰ کے نام سے جو سب ناموں سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رب ہے زمین و آسمان کا، اللہ تعالیٰ کے نام سے جس کی برکت سے کوئی بیماری نقصان نہیں پہنچا سکتی، اللہ تعالیٰ ہی کے نام کی برکت سے میں نے شروع کیا اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر میں نے بھروسہ کیا، اللہ ہی اللہ میرا پروردگار ہے، میں کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔ اے اللہ! میں تیرے خیر کے وسیلے سے تجھ سے مانگتا ہوں وہ بھلائی جو تیرے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا، تیری پناہ عزت والی ہے اور تیری ثناء بڑی ہے اور معبود نہیں کوئی سوائے تیرے، مجھ کو اپنی پناہ میں لے لے ہر برائی سے اور شیطان مردود سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر اس مخلوق سے جو تو نے پیدا کی اور تیری حفاظت مانگتا ہوں ان سب سے اور اپنے آگے رکھتا ہوں اس سورت کو...... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ ، لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ، وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ (ترجمہ: آپ کہہ دیجیے! وہ یعنی اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس کی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے) اپنے سامنے اور پیچھے، دائیں اور بائیں، اپنے اور بائیں، اپنے اوپر اور اپنے نیچے۔

’اَمَامِیْ، خَلْفِیْ، يَمِيْنِی، شِمَالِیْ، فَوْقِیْ، تَحْتِیْ‘ ہر ایک کے بعد سورۂ اخلاص

مع بسم اللہ مکمل پڑھے۔

فوائد ونصائح

(۱)   اگر بندہ اس اسم مبارک کی حقیقت کو پہچان لے کہ مجھ پر کوئی نگران ہے تو وہ اس استحضار کی وجہ سے فرمانبردار رہتے ہوئے زندگی گزارے گا۔اس کی نافرمانی کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔

اب اس اسم مبارک پر جتنا یقین بڑھتا جائے گا اتنا ہی بندہ اس کی نافرمانی سے ڈرے گا، بلکہ نافرمانی اور گناہوں کی جرأت ہی نہیں کر سکے گا کہ میرا نگران میرے ساتھ ہے۔مثلاً: کسی نے عاریتاً آپ کوسائیکل یا کار چلانے کے لیے دی اور وہ خود ساتھ بیٹھا ہو تو چلانے والے کی کیفیت کس طرح ہوگی کہ بہت سنبھال کر چلائے گا کہ جو اس سائیکل کا عارضی نگران ہے، وہ میرے ساتھ ہے۔اب جس 'اَلْمُهَيْمِنُ' جلّ جلالہ نے ہمیں یہ جسم استعمال کرنے کے لیے دیا ہے، وہ بھی مکمل ہماری نگرانی کر رہا ہے۔آنکھوں کو ہم کہاں استعمال کررہے ہیں؟ زبان کہاں استعمال ہورہی ہے؟ پاؤں کہاں استعمال ہورہے ہیں؟ جب 'اَلْمُهَيْمِنُ' جلّ جلالہ کے ہونے کا استحضار ہوگا تو اذان سننے کے بعد پاؤں کو مسجد و نماز کے علاوہ کہیں اور استعمال نہیں کر سکے گا، زبان غلط بول نہیں بولے گی، ہاتھ غلط استعمال نہیں ہوں گے۔غرض اعضاءِ جسم ناجائز استعمال ہونے سے بچے رہیں گے۔ عورت گھر سے باہر بغیر پردے کے کبھی بھی نہیں نکلے گی۔

(۲)   'اَلْمُهَيْمِنُ' کی تین تعریفات بیان کی گئی ہیں۔آپ ان تینوں تعریفات کو اپنے دوستوں اور گھر والوں میں ضرور بیان کریں۔گھر میں ایک سبورہ (بلیک بورڈ) رکھیں اور بچوں کو اللہ پاک کے مبارک ناموں کی تشریح دلچسپ انداز میں ضرور سمجھائیں اور پھر ان سے مختلف سوالات کریں تو اُن کا شوق بھی بڑھے گا اور دین کی باتوں کی سمجھ بھی پیدا ہوگی۔ بچوں سے اس طرح سوال کریں کہ 'اَلْمُهَيْمِنُ' کی جس تعریف میں تین صفات کا ذکر کیا گیا ہے، آپ ان میں سے دو بتائیں یا کاپی میں لکھیں۔ (اسمائے حسنیٰ، صفحہ: ۱۰۳ تا ۱۰۷)

'اَلْعَزِیْزُ' جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب پر غالب)

اس اسم مبارک کے تحت پانچ تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) **'اَلْعَزِیْزُ' اَلشَّدِیْدُ فِیْ اِنْتِقَامِہٖ مِمَّنْ اِنْتَقَمَ مِنْ اَعْدَائِہٖ. 'اَلْعَزِیْزُ' فِیْ اِنْتِقَامِہٖ مِمَّنْ اَرَادَ الْاِنْتِقَامَ مِنْہُ لَا یَقْدِرُ اَحَدٌ یَدْفَعُہٗ عَنْہُ.**

(جامع البیان:٧/٩٠، نقلًا عن النہج الاسمٰی : ١/١٣٦)

ترجمہ: علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ** وہ ذات ہے جو اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں سخت ترین ہے اور جب کسی کو سزا دینے کا ارادہ فرمالیں تو کوئی طاقت ایسی نہیں جو اس کی سزا کو ہٹا سکے۔

(۲) **'اَلْعَزِیْزُ' اَیِ الَّذِیْ قَدْ عَزَّ کُلَّ شَیْءٍ فَقَھَرَہٗ وَ غَلَبَ الْاَشْیَاءَ فَلَا یُنَالُ جَنَابُہٗ لِعِزَّتِہٖ وَ عَظَمَتِہٖ وَ جَبَرُوْتِہٖ وَ کِبْرِیَائِہٖ.** (تفسیر ابن کثیر:٣/٤٧٩، الحشر:٢٣)

ترجمہ: علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ** وہ ذات ہے جو ہر چیز پر غالب ہے اور سب اس کے جلال و عظمت کے سامنے دبے ہوئے ہوں اور اس کے غلبے، عظمت اور بڑائی کی وجہ سے کوئی بھی اس کی بارگاہ تک نہ پہنچ سکتا ہو۔

(۳) **'اَلْعَزِیْزُ' مَعْنَاہُ الْمَنِیْعُ الَّذِیْ لَا یُنَالُ وَ لَا یُغَالَبُ.**

(القرطبی:٢/١٠١، البقرۃ: ٢٢٨)

ترجمہ: امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ** وہ ذات ہے جس کا غلبہ اور شان و شوکت، قوت اور طاقت سب پر اتنی حاوی ہو کہ کوئی چیز اس کو عاجز نہ کر سکے، کوئی اس کو شکست نہ دے سکے، اس کی قدرت و طاقت سے کوئی چیز باہر نہ ہو، اس کے قبضے سے کوئی اپنے آپ کو چھڑا نہ سکے اور اس پر کوئی غلبہ نہ پا سکے۔

(۴) **'اَلْعَزِیْزُ' اَلَّذِیْ لَہُ الْعِزَّۃُ کُلُّھَا، عِزَّۃُ الْقُوَّۃِ، وَ عِزَّۃُ الْغَلَبَۃِ، وَ عِزَّۃُ الْاِمْتِنَاعِ، فَامْتَنَعَ اَنْ یَّنَالَہٗ اَحَدٌ مِنَ الْمَخْلُوْقَاتِ وَ قَھَرَ جَمِیْعَ الْمَوْجُوْدَاتِ،**

دَانَتْ لَهُ الْخَلِيْقَةُ وَ خَضَعَتْ لِعَظَمَتِهِ.

(تیسیر الکریم الرحمن:۵/۳۰۰، نقلًا عن النهج الاسمٰی : ۱/۱۳۷)

(۴) 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلاله وہ ذات ہے کہ ہر طرح کی شان وشوکت اسی کے لیے ہے۔قوت بھی اس کے پاس ہے، غلبہ بھی اسی کا ہے۔ تمام تر تصرفات بھی اسی کے اختیار میں ہیں، مخلوقات میں سے کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اس کی صفات تک رسائی حاصل کر سکے۔تمام تر موجودات پر غالب ہے، تمام مخلوقات اس کی عظمت کے سامنے عاجز اور بے بس ہیں۔

(۵) 'اَلْعَزِیْزُ' مَنْ ضَلَّتِ الْعُقُوْلُ فِی بِحَارِ عَظَمَتِهِ، وَ حَارَتِ الْاَلْبَابُ دُوْنَ اِدْرَاکِ نَعْتِهِ، وَ کَلَّتِ الْاَلْسُنُ عَنِ اسْتِیْفَاءِ مَدْحِ جَلَالِهِ وَ وَصْفِ جَمَالِهِ.

(طیبی شرح مشکوٰۃ :۵/۲۰، کتاب اسماء اللہ تعالٰی)

ترجمہ: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلاله وہ ذات ہے کہ جس کی عظمت کے سمندر میں (غوطہ زن ہوکر) انسانی عقول گم ہوکر رہ جائیں۔اور اس کے جلال کی مکمل تعریف کرنے اور جمال کا وصف بیان کرنے سے زبانیں عاجز آ جائیں اور عقل والوں کی عقلیں حیران ہوکر رہ جائیں۔''

(۳) (الف) 'اَلْعَزِیْزُ' هُوَ الْمَنِیْعُ الَّذِیْ لَا یُرَامُ جَنَابُهُ.

(ب) 'اَلْعَزِیْزُ' هُوَ الْقَاهِرُ الَّذِیْ لَا یُغْلَبُ وَ لَا یُقْهَرُ.

(ج) 'اَلْعَزِیْزُ' هُوَ الْقَوِیُّ الشَّدِیْدُ.

(د) 'اَلْعَزِیْزُ' بِمَعْنٰی نَفَاسَةِ الْقَدْرِ، وَ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ لَا یُعَادِلُهُ شَیْءٌ وَ لَا مِثْلَ لَهُ وَ لَا نَظِیْرَ. (النونیة:۲/۲۱۸، نقلًا عن النهج الاسمٰی : ۱/۱۳۷)

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ نونیہ میں اشعار ذکر فرمائے ہیں جس کے لحاظ سے 'العزیز' جل جلالہ کے یہ چار معنی ہوں گے:

(الف) 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلاله وہ ذات ہے جو بذاتِ خود محفوظ ومضبوط اور

قوت والا ہے اوراس کی حفاظت کو توڑا نہیں جا سکتا، اس کی حمایت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

(ب) 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ وہ ذات ہے جو غلبہ والی ہے، اس پر کوئی دوسرا غلبہ نہیں پا سکتا۔

(ج) 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ وہ ذات ہے جو انتہائی سخت قوت والی ہے۔

(د) 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ ذات جو انتہائی نفیس ہو جس کی برابری کوئی بھی نہ کر سکے اوراس کی مثل بھی نہ ہو اور نہ ہی اس کی کوئی نظیر موجود ہو۔

'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ وہ ذات ہے جس کی طاقت وقدرت انتہائی درجہ کی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی قدرت والا نہیں۔

یہ اسم قرآن مجید میں ۹۲ مرتبہ آیا ہے، جن میں سے تین یہ ہیں:

(۱) ﴿وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾ (البقرة: ۲۶۰)

(۲) ﴿وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ (آل عمران: ۴)

(۳) ﴿وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ (الشعراء: ۹)

خادموں کو مخدوم سمجھ لینا جہل وحماقت کی انتہا ہے

غزوہ بدر، اُحد، خندق، حنین اور تبوک وغیرہ میں اس 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ ہی نے مسلمانوں کو غلبہ وعزت سے سرفراز کیا تھا۔ ایران وعراق، شام ومصر اور فلسطین واسپین میں بھی 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ نے مسلمانوں کو غالب کیا تھا، ورنہ مسلمانوں کے پاس ظاہری اسباب میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ (شرح اسماء الحسنی للازھری: ۲۶۲)

یہ سارا عظیم الشان کارخانۂ حیات، یہ نظامِ ارضی ونظامِ فلکی یوں ہی اٹکل سے نہیں چل رہا ہے۔ اُس ذات کے قانون کے مطابق اور اس کے ضابطے کے ماتحت چل رہا ہے جو 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ ہے۔ ہر غالب پر غالب، ہر قادر پر قادر، جس کی راہ ہر رکاوٹ سے خالی ہے، جس کی ہر جنبش تکوینی وتخلیقی، بے انتہا حکمتوں اور مصلحتوں سے لبریز رہتی ہے اور جو ہر علم وحکمت کا مبدا بھی ہے اور منتہیٰ بھی۔

رات کی سکونی کیفیت، سورج اور چاند کی نپی تلی گردش، اُس کی شرحِ رفتار اور مقدار یہ سب اُسی قادرِ مطلق وحکیمِ برحق کے دستِ قدرت میں ہیں جو ہر ہر شعبۂ موجودات کا اکیلا حاکم و ناظم ہے، اُس کے حضور میں کسی سورج دیوتا اور کسی چندر ما اور کسی رات کی دیوی کا وجود فرض کرنا خرافات کی انتہا ہے۔

افسوس ہے کہ شرک کرنے والوں نے ستاروں کو اپنا معبود بنالیا، ستاروں سے اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے لگے، اپنے نفع اور نقصان کو ستاروں سے متعلق کردیا، حالانکہ یہ ستارے تو خود ہی انسان کے نفع کی غرض سے اس کی خدمت کے لیے بنائے گئے ہیں، اُلٹا ان کی پرستش میں لگ جانا اور خادموں کو مخدوم سمجھ لینا جہل وحماقت کی انتہا ہے، کیونکہ:

(تفسیر ماجدی:۱/۳۰۳،سورۂ انعام:۹۷ (بالاختصار)

قرآن مجید کے نویں پارہ میں سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۹۷ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: اورتم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمھاری کچھ بھی مدد نہیں کرسکتے ہیں اور نہ وہ اپنی مدد کرسکتے ہیں۔

جن کو تم پوجتے ہو نہ وہ تمھیں کچھ مدد دے سکتے ہیں اور نہ وہ اپنی کچھ مدد کرسکتے ہیں۔ بقول نصاریٰ مسیح کے یہود نے سولی دی اور وہ کچھ نہ کرسکے۔ اسی طرح اور بزرگ جن کو تم پوجتے ہو موت اور بیماری سے نجات نہ پاسکے (وہ تمھاری کیا مدد کریں گے)۔

اس آیتِ کریمہ میں دو باتیں بتائی جارہی ہیں:

ایک تو یہ کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن جن کو پوج رہے ہو اور ان کے نام کے نعرے لگا رہے ہو اس اُمید پر کہ یہ ہماری مدد کریں گے وہ نبی علیہ السلام ہوں یا ولی رحمۃ اللہ علیہ، جن ہوں یا فرشتے یا اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی، وہ تمھاری کچھ بھی مدد نہیں کرسکتے۔

دوسری بات یہ بتائی جارہی ہے کہ وہ خود اپنی مدد بھی نہیں کرسکتے، وہ تمھاری مدد کیا کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں ان کے ایک بیٹے قابیل نے اپنے

بھائی ہابیل کو قتل کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا سیلاب کی نذر ہوا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی عذاب میں ہلاک ہوئی۔

حضور اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بچپن میں انتقال ہوا اور آپؐ کی گود ہی میں وفات پا گئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے بہت سے لوگوں کو اور اسی طرح پھر خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔

اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اپنی مدد کرسکتا تو یہ ہستیاں ایسا کرنے کی زیادہ مستحق تھیں لیکن ظاہر ہے کہ اس کائنات کا مالک صرف ایک اللہ ہے جس کی مدد کے ہم سب محتاج ہیں۔ (شریعت یا جہالت (بتصرف) مدد کس سے مانگیں: ۳۵۲)

جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء کرام اور نیک متقی پرہیزگار بزرگ اپنی ضرورتوں اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں تو ہمیں تو یہ بات بالکل بھی زیب نہیں دیتی کہ ہم بے دین اور شریعت پر عمل نہ کرنے والے عاملوں، جوتشیوں، بے دین پیروں کے پاس جائیں۔ خاص کر ایسے عامل کہ جو مسلمان بھی نہیں ہیں، خصوصاً نامحرم عورتوں کا ایسے غلط لوگوں کے پاس بغیر اپنے محرم کے جانا، ان کے سامنے بیٹھنا، خلوت میں ان سے باتیں کرنا، اُن سے دم کروانا، نامحرم عورتوں کے کپڑے دِکھوانا وغیرہ امور، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں اضافہ کردیتے ہیں۔ ایک جن، شیطان مرتا ہے تو دوسرے دس آجاتے ہیں، لہٰذا اس کا علاج ایک ہی ہے کہ مخلوق کا تاثر دل سے نکال دیا جائے۔ ''گناہوں سے توبہ کی جائے، نمازوں کا اہتمام کیا جائے، کسی کو تکلیف نہ دی جائے، کسی کو ستایا نہ جائے، کسی کی آہ نہ لی جائے۔''

یاد رکھیں! جو لوگ جہالت یا عقیدے کی کمزوری کی وجہ سے ایسے لوگوں کے پاس اپنی پریشانیاں لے کر جاتے ہیں تو وہ بجائے اس کے کہ ان کی پریشانیاں ختم ہوں وہاں سے اور زیادہ پریشان ہوکر واپس لوٹتے ہیں۔ سچ ہے ؎

جو رب سے نہیں مانگتا
وہ سب سے مانگتا ہے

اپنی پریشانیوں میں 'اَلْـعَزِیْزُ اَلْعَلِیْمُ جَلَّ جَلَالُهُ' کو پکاریئے اور پریشانی کے وقت کی جو دعائیں ہیں انھیں پکے یقین کے ساتھ مانگنے کا اہتمام کیجیے۔

ہر قسم کی مدد 'العزیز' جلّ جلالہ ہی سے طلب کریں

حضرت ابوالعباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مَا رَأَیْتُ الْعِزَّ اِلَّا فِیْ رَفْعِ الْهِمَّةِ عَنِ الْمَخْلُوْقِیْنَ." (مرقاۃ: ۵/۷۷)

یعنی عزت اور مرتبہ اسی کو ملتا ہے جو مخلوق کی طرف سے اپنی نگاہ ہٹالے۔

جو مخلوق خود ہی اپنی عزت کروانے میں کسی کی محتاج ہو وہ کسی کو کیا عزت دے گی۔ جو مخلوق سے اپنی اُمیدیں ختم کرے گا کہ مخلوق سے کچھ بھی نہیں ملے گا، مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ خود اپنی نگاہ میں بھی عزیز ہوگا اور دوسروں کی نگاہ میں بھی۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دیکھا کہ میں اپنی پریشانیوں اور مصیبتوں کی شکایت اپنے ایک دوست کے پاس کررہا تھا۔ آپ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور فرمایا:

یَا ابْنَ اَخِیْ ! اِیَّاکَ وَ الشَّکْوٰی لِغَیْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَاِنَّ مَنْ تَشْکُوْ اِلَیْهِ لَا یَخْلُوْ أَنْ یَّکُوْنَ صَدِیْقًا اَوْ عَدُوًّا. فَاَمَّا الصَّدِیْقُ فَتُحْزِنُهُ، وَ اَمَّا الْعَدُوُّ فَیَشْمُتُ بِکَ، ثُمَّ قَالَ : اُنْظُرْ اِلٰی عَیْنِیْ هٰذِهِ، وَ اَشَارَ اِلٰی اِحْدٰی عَیْنَیْهِ، فَوَاللّٰهِ مَا اَبْصَرْتُ بِهَا شَخْصًا وَّ لَا طَرِیْقًا مُنْذُ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً، وَّ لٰکِنِّیْ مَا اَخْبَرْتُ اَحَدًا بِذٰلِکَ اِلَّا اَنْتَ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ."

"اے میرے بھتیجے! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس شکوہ شکایت کرنے سے بچو، جس کے پاس تم شکوہ کروگے وہ تمھارا دوست ہوگا یا دشمن، دوست یہ سن کر غمگین ہوگا اور دشمن خوش ہوگا (اور مصیبتوں بلاؤں کو نہ دوست دور کرسکتا ہے، نہ دشمن۔ پھر ان کو شکایت

کرنے کا کیا فائدہ؟) پھر آپ نے اپنی ایک آنکھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میری اس آنکھ کی طرف دیکھو، اللہ کی قسم! میں نے گزشتہ پندرہ برس سے اس آنکھ سے نہ کوئی شخص دیکھا اور نہ راستہ، لیکن میں نے کسی کو (شکایتاً) بتایا تک نہیں، صرف آج تجھے محض سمجھانے کے لیے بتا رہا ہوں کہ بار بار ہر ایک سے پریشانیوں کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔

کیا تو نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ جملہ نہیں سنا:

﴿اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَ حُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ﴾ (يوسف : ٨٦)

ترجمہ: میں اپنا شکوۂ غم اللہ کے حضور پیش کرتا ہوں۔

اور یہ بھی فرمایا: ''فَاجْعَلِ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ مَشْكَاكَ وَ مَحْزَنَكَ عِنْدَ كُلِّ نَائِبَةٍ تَنُوْبُكَ، فَاِنَّهُ اَكْرَمُ مَسْئُوْلٍ وَ اَقْرَبُ مَدْعُوٍّ.''

ترجمہ: ہر مصیبت کے وقت اپنے حزن و ملال اور غم و اندوہ کا شکوہ اللہ ہی کے دربار میں پیش کیا کرو، وہی سوالیوں کی عزت رکھنے والا ہے اور بے کسوں کی التجائیں سننے والا ہے اور دعائیں مانگنے والوں کے قریب تر ہے۔

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ ہی کا واقعہ ہے: ایک دن کسی شخص کو دوسرے سے کچھ مانگتے ہوئے دیکھا تو بڑے پیار سے نصیحت کی اور فرمایا:

''يَا ابْنَ اَخِيْ ! مَنْ سَأَلَ اِنْسَانًا حَاجَةً فَقَدْ عَرَضَ نَفْسَهُ عَلَى الرِّقِّ. فَاِنْ قَضَاهَا لَهُ الْمَسْئُوْلُ فَقَدْ اِسْتَعْبَدَهُ بِهَا، وَ اِنْ رَدَّهُ عَنْهَا رَجَعَ كِلَاهُمَا ذَلِيْلًا. هٰذَا بِذُلِّ الْبُخْلِ وَ ذَاكَ بِذُلِّ الرَّدِّ. ''فَاِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ. وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ'' وَ اعْلَمْ اَنَّهُ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ وَ لَا عَوْنَ اِلَّا بِاللّٰهِ.

(صور من حياة التابعين : ٢/٤٨ تا ٥٠)

ترجمہ: اے میرے بھتیجے! جو کسی انسان سے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے مانگے گویا اس نے اپنے آپ کو اس انسان کی غلامی کے سپرد کر دیا۔ اگر اس شخص نے جس سے مانگا تھا سوالی کی ضرورت کو پورا کر دیا تو اس نے گویا اسے اپنا ذہنی غلام بنالیا اور اگر

اسے جواب دے دیا تو دونوں ذلیل وخوار ہوکر واپس لوٹے ایک بخل کی ذلت کے ساتھ اور دوسرا ناکامی کی ذلت ورسوائی کے ساتھ۔

جب بھی تجھے کچھ مانگنا ہوتو اپنے اللہ سے مانگو اور جب بھی مدد طلب کروتو اپنے اللہ سے مدد طلب کرو۔ خوب اچھی طرح یہ بات جان لو! برائی سے بچنے کی اور نیکی کرنے کی توفیق اور مدد دینے کا حقیقی اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔

اس لیے ہر معاملے میں اسی 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلاله ہی سے مدد مانگنی چاہیے۔ کبھی کوئی پریشانی ہو، کوئی مسئلہ اٹکا ہوا ہوتو دو رکعت صلاۃ الحاجت کی نیت سے پڑھ کر 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ سے مانگیں۔ صلوٰۃ الحاجت کی مشہور دعا یاد کرلیں جو دعا کی عام کتابوں میں موجود ہے اور اس کتاب میں بھی 'العزیز' جلّ جلاله کے اسم مبارک کی تشریح میں وہ دعا مذکور ہے۔

مانگنے کا بہترین طریقہ نمازِ حاجت

یہاں ایک اور دعا کا طریقہ ذکر کیا جاتا ہے۔ کبھی اس طرح چار رکعت نمازِ حاجت کی نیت سے پڑھ کر دعا مانگی جائے اور بار بار مانگی جائے۔ جب لوگ سو رہے ہوں تو رات کو اُٹھ کر گڑ گڑا کر، رو رو کر دعا مانگیں۔ انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ وہ دعا اور نماز کی ترکیب یہ ہے:

"فرات بن سلیمان کہتے ہیں کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی یہ نہیں کرسکتا کہ کھڑا ہوکر چار رکعت نماز پڑھے، پھر اس میں یہ کلمات کہے جو رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے:

"تَمَّ نُوْرُکَ فَهَدَیْتَ فَلَکَ الْحَمْدُ، عَظُمَ حِلْمُکَ فَعَفَوْتَ فَلَکَ الْحَمْدُ، فَبَسَطْتَ یَدَکَ فَاَعْطَیْتَ، فَلَکَ الْحَمْدُ رَبَّنَا، وَجْهُکَ اَکْرَمُ الْوُجُوْهِ، وَ جَاهُکَ اَعْظَمُ الْجَاهِ وَ عَطِیَّتُکَ اَفْضَلُ الْعَطِیَّةِ وَ اَهْنَؤُهَا، تُطَاعُ رَبَّنَا فَتَشْکُرَ، وَ تُعْصٰی رَبَّنَا فَتَغْفِرَ، وَ تُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ، وَ تَکْشِفُ الضُّرَّ، وَ

تَشْفِی السُّقْمَ، وَ تَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَ تَقْبَلُ التَّوْبَةَ، وَ لَا یَجْزِیْ بِالَآئِکَ اَحَدٌ، وَ لَا یَبْلُغُ مِدْحَتَکَ قَوْلُ قَائِلٍ۔“

(مجمع الزوائد، کتاب الادعیة : ۱۰/۱۷۷، حدیث : ۱۷۲۷۰)

ترجمہ: آپ کا نور مکمل ہے، چنانچہ آپ نے ہدایت دی۔ پس آپ ہی کے لیے تمام تعریف ہے۔ آپ کا حلم بڑھا تو درگزر فرمادیا، پس آپ ہی کے لیے تمام تعریف ہے۔ آپ نے اپنا ہاتھ کشادہ فرما کر عطاو بخشش سے نوازا، پس اے ہمارے رب! تمام تعریف آپ ہی کے لیے ہے۔ آپ کی ذات سب سے اکرم اور آپ کا مرتبہ سب سے اعظم، اور آپ کا عطیہ افضل وخوش گوار عطیہ ہے۔

اے ہمارے رب! آپ کی اطاعت کی جاتی ہے تو آپ اس کی قدر فرماتے ہیں (اور ثواب عطا فرماتے ہیں) نافرمانی کی جاتی ہے تو مغفرت فرماتے ہیں (مجبور و بے کس کی دعا سنتے اور قبول فرماتے ہیں)، تکلیف کو آپ ہی دور کرتے اور بیماری سے شفا عطا فرماتے ہیں، گناہوں کو معاف فرماتے اور توبہ قبول فرماتے ہیں۔ آپ کی نعمتوں کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتا، اور کسی کی تعریف آپ کی تعریف تک نہیں پہنچ سکتی۔

عزت کا طالب ’اَلْعَزِیْزُ‘ جلّ جلاله سے عزت طلب کرے

صاحب النہج الاسمی فرماتے ہیں:

فَمَنْ طَلَبَ الْعِزَّ فَلْیَطْلُبْهُ مِنْ رَبِّ الْعِزَّةِ کَمَا قَالَ تَعَالٰی ﴿مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا﴾ (فاطر:۱۰) أَیْ : مَنْ کَانَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ عَزِیْزًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْیَلْزَمْ طَاعَةَ اللّٰهِ تَعَالٰی فَاِنَّهٗ یَحْصُلُ لَهٗ مَقْصُوْدُهٗ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی مَالِکُ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا. وَ بِذٰلِکَ تَعْلَمُ ضَلَالَ مَنْ بَحَثَ عَنِ الْعِزَّةِ عِنْدَ غَیْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَ بِغَیْرِ طَاعَتِهٖ وَ الْتِزَامِ نَهْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ، فَعَادٰی رَبَّ الْعِزَّةِ وَ شَرِیْعَتَهٗ، وَ حَارَبَ حِزْبَهُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ وَالٰی اَعْدَاءَ اللّٰهِ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ الْیَهُوْدِ وَ النَّصَارٰی وَ غَیْرِهِمْ ظَنًّا مِّنْهُ اَنَّ هٰذَا هُوَ سَبِیْلُ الْعِزَّةِ وَ

طَرِیْقُهَا، قَالَ تَعَالٰی مُنْكِرًا عَلَیْهِمْ : ﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ، اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا﴾ (النساء: ۱۳۹)

(النہج الاسمی : ۱/ ۱۳۹)

ترجمہ: جو کوئی عزت کا طالب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ ربّ العزت سے ہی عزت طلب کرے جیسا کہ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے، جس کا ترجمہ ہے: جو عزت پانا چاہے تو اللہ ہی کے لیے ہے ساری عزت۔ یعنی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں عزیز ہو، اس کو چاہیے کہ وہ اللہ ربّ العزت کی فرمانبرداری کو لازم پکڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دنیا و آخرت (کی تمام عزتوں) کے مالک ہیں اور ساری کی ساری عزتیں اسی کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ جو اس کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں عزت عطا فرماتے ہیں۔

اس بات پر غور و فکر کرنے سے ان لوگوں کی گمراہی واضح ہو جاتی ہے جو 'العزیز' جلّ جلاله کے سوا کسی اور سے عزت کے طالب ہیں، حالانکہ وہ 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلاله کی اطاعت کو اور مومنین کے طریقے کو بھی چھوڑے ہوئے ہیں۔ اس طرح انھوں نے 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلاله سے اعراض کر کے اور شریعت اور مومنین کی جماعت کو چھوڑ کر 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالُہ کے دشمن یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے یہ گمان رکھ کر دوستی کر لی کہ یہی عزت کا راستہ ہے، اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں پر نکیر فرماتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے جس کا ترجمہ ہے:

''وہ جو بناتے ہیں کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر، کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ (حالانکہ) ساری عزت تو اللہ ہی کے پاس ہے۔''

دونوں جہانوں کی عزّت 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلاله کی اطاعت میں ہے

''اِنَّمَا یَعْرِفُ اللّٰهَ عَزِیْزًا مَنْ اَعَزَّ اَمْرَهٗ وَ طَاعَتَهٗ وَ اَمَّا مَنِ اسْتَهَانَ بِاَوَامِرِهٖ فَمِنَ الْمُحَالِ اَنْ یَّكُوْنَ مُتَحَقِّقًا بِعِزَّتِهٖ.'' (مرقاۃ: کتاب اسماء اللہ : ۵/ ۷۷)

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کے ایک ایک حکم کی عزت و عظمت کا استحضار کر کے اس کی

اطاعت کرے گا، وہی اس کی صفت 'العزیز' کی معرفت حاصل کر سکے گا اور (اللہ نہ کرے) جو اس کے حکموں کی توہین کرے گا اس کے لیے صفت 'العزیز' کی معرفت حاصل کرنا مشکل ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ کُلَّ یَوْمٍ اَنَا الْعَزِیْزُ فَمَنْ اَرَادَ عِزَّ الدَّارَیْنِ فَلْیُطِعِ الْعَزِیْزَ." (تفسیر روح المعانی:۱۲/۱۷۳، الفاطر:۱۰)

ترجمہ: تمھارا پروردگار روزانہ یہ اعلان کرتا ہے کہ میں ہی عزیز ہوں۔ لہٰذا جو دونوں جہاں میں عزت کا طالب ہو اسے چاہیے کہ 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ کی اطاعت کرے (گناہوں سے بچے)۔

'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ کی اس صفت کا اتنا دل میں استحضار ہو کہ اس کی نافرمانی کی جرأت نہ ہو سکے کہ اتنی بڑی قوت و غلبہ والے جل جلالہ کو کیسے ناراض کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ کے بندوں پر ظلم نہ ہو، کسی کی دل آزاری نہ ہو۔

اس بات کو حضرت حکیم الامتؒ نے ایک مثال کے ذریعے سمجھایا ہے، فرماتے ہیں: پہلے زمانے میں غلام ہوا کرتے تھے اور اپنے مالک کے مملوک ہوتے تھے۔ مالک ان کو بازار میں باقاعدہ بیچ سکتا تھا، آقا ان کی ہر چیز کا مالک ہوتا تھا، مالک جو بھی حکم دے گا غلام کو کرنا ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ میں سفر میں جا رہا ہوں، میری غیر موجودگی میں اب تم حکمرانی کرو، اب وہ حکمرانی کر رہا ہے۔ گورنر بنا ہوا ہے، لیکن ہے غلام کا غلام، لہٰذا اس غلام کے دماغ میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی کہ یہ جو اقتدار میرے پاس آیا ہے، یہ میری قوتِ بازو کا یا میری صلاحیت کا نتیجہ ہے۔ اس کو یہ خیال رہتا ہے کہ جب آقا آ جائے گا تو کہہ دے گا کہ ہٹو، اب بیت الخلاء صاف کرو، تب وہ سارا تخت اور ساری حکمرانی دھری رہ جائے گی۔ معلوم ہوا کہ وہ غلام بے شک حاکم بن کر حکم چلا رہا ہے، لیکن ساتھ ساتھ اپنی حقیقت کا احساس بھی کر رہا ہے کہ یہ حکمرانی میرے مالک کی عطا ہے، حقیقت میں تو میں غلام ہی ہوں۔

یہ تو ایک غلام کا حال تھا، لیکن 'بندہ' ہونے کا درجہ اس سے کہیں زیادہ نیچے ہے، لہٰذا جب 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ کسی بندے کو کوئی منصب عطا فرمادیں تو 'بندہ' کو سمجھنا چاہیے کہ منصب مجھے 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ نے عطا فرمادیا، اسی وجہ سے یہ کام انجام دے رہا ہوں، لیکن میں ان کا بندہ ہوں، میری حقیقت اس غلام سے بھی فروتر (کم رتبہ) ہے جس کو مالک نے تخت پر بٹھا دیا، کتنے غلام گزرے ہیں جنھوں نے بادشاہت کی ہے، لیکن رہے غلام کے غلام۔ (اصلاحی خطبات: ۵/۵۳)

درگزر کرنا اور تواضع اختیار کرنا حصولِ عزت کے اسباب میں سے ہیں

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ : "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَ مَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا، وَ مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ."

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، اور بندہ کے درگزر کردینے پر اللہ ربّ العزت اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سربلند فرماتے ہیں۔ (ترمذی: ۲/۲۳)

فَمَنْ عَفَا عَنْ شَيْءٍ مَعَ قُدْرَتِهِ عَلَى الْاِنْتِقَامِ، عَظُمَ فِي الْقُلُوْبِ فِي الدُّنْيَا أَوْ فِي الْاٰخِرَةِ بِأَنْ يُعْظِمَ ثَوَابَهُ أَوْ فِيْهِمَا، وَ مَنْ تَوَاضَعَ رَجَاءَ التَّقَرُّبِ اِلَى اللّٰهِ دُوْنَ غَرَضٍ غَيْرِهِ، رَفَعَ اللّٰهُ عِنْدَ النَّاسِ وَ اَجَلَّ مَكَانَهُ. (النهج الاسمى: ۱/۱۴۰)

جو شخص انتقام پر قدرت رکھنے کے باوجود معاف کردیتا ہے تو دلوں میں اس کی عظمت بڑھ جاتی ہے اور آخرت میں اسے اجرِ عظیم حاصل ہوگا اور جو کوئی صرف اللہ ربّ العزت کے تقرب کی نیت سے تواضع اختیار کرتا ہے اس میں کوئی اور غرض شامل نہیں ہوتی تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں میں بلند مرتبہ عطا فرماتے ہیں۔

زیادہ عزّت والا بندہ کون ہے؟

دوسری بات کہ جس کے ذریعے 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ سے تعلق پیدا ہوجائے اور ہماری دعائیں قبول ہوں وہ یہ کہ ہماری طرف سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، کسی کا دِل نہ دکھے،

کسی کی آہ نہ لی جائے، لوگوں کے، ماتحتوں کے، بیوی بچوں کے قصور معاف کیے جائیں، پیار ومحبت سے سمجھایا جائے، دعائیں کی جائیں۔ اسی کو حدیث شریف میں سمجھایا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: ''یَا رَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِکَ عِنْدَکَ؟ قَالَ : مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ. اے میرے رب! آپ کے بندوں میں آپ کے نزدیک زیادہ عزت والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ بندہ جو بدلہ لے سکتا ہو اور پھر معاف کردے۔

(بیہقی فی شعب الایمان: ۳۱۹/۶)

فوائد ونصائح

(۱) غلبہ وعزّت تو اسی 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ کے لیے ہے جسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ وہ چند لمحوں میں غلبہ وعزت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

(۲) 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ نے آپ کو کسی قسم کا عہدہ، منصب یا رتبہ دیا ہے، مثلاً بڑا بھائی ہونا، شوہر یا والد ہونا، پرنسپل یا مہتمم ہونا، چودھری یا زمیندار ہونا، بیگم صاحبہ یا سیٹھانی ہونا، معلّمہ یا ناظمہ ہونا تو مغرور نہ ہوئیے۔ اس کو اپنا ذاتی کمال نہ سمجھئے۔ یہ عارضی طور پر امتحان کے لیے ہم کو دیا گیا ہے۔ یہ غلبہ وعزت مخلوق کو ستانے کے لیے نہیں دیا گیا، ورنہ تاریخ ان قصوں سے بھری پڑی ہے کہ بعض بادشاہ حکمران، بڑے مرتبہ کے حاملین مرد وعورتیں جب 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ نے اُن سے عزت وغلبہ لینے کا ارادہ کرلیا تو وہ ذلیل ہوگئے۔

ایک وقت میں پورے ملک پر ان کا حکم چلتا تھا اور ایک وقت میں اس ملک میں ان کو اپنی قبر کے لیے بھی جگہ نہ ملی۔

(۳) دنیا میں جس نے کسی پر ظلم کیا یا کسی کو ستایا، دل دکھایا تو اکثر 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ اس کا بدلہ دنیا ہی میں لے لیتے ہیں۔ انسان غور کرے تو اس کو اپنے معاشرے ہی میں ایسے لوگوں کے کئی واقعات مل جائیں گے جنھوں نے کسی پر ظلم کیا تو موت سے پہلے

پہلے وہ ایسی بیماریوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوئے کہ اللہ ہی سب کی حفاظت فرمائے۔

لہٰذا ہر انسان کو کسی پر ظلم کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ دارا، جمشید، سکندر، چنگیز، بابر، تیمور، ہٹلر اور نپولین کہاں گئے؟ اور ان کا کیا انجام ہوا؟

'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ نے تمھیں غلبہ وعزت مخلوق کے ستانے کے لیے نہیں دیا۔

ہم نے دیکھے ہیں زمانے میں بہت سے انقلاب
اہلِ دولت سے کہو اتنا نہ اِترایا کریں

مغرور انسان سے 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ عزّت چھین لیتا ہے۔

ناز نیرنگ پرائے ابلقِ ایام نہ کر
نہ رہے گی یہ سپیدی یہ سیاہی تیری

نیرنگی ایام وغضب 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ سے غافل نہ رہو۔

خوشی کے ساتھ ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتی ہے شہنائی وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

چنانچہ ان باتوں پر غور کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ وہ مالک جسے ساری مخلوق پر غلبہ تام اور اقتدارِ کامل حاصل ہے وہ اپنے اقتدار وقدرت کا استعمال حکمت اور رحم کے ساتھ فرماتا ہے۔ یہ سبق ہے ان لوگوں کے لیے جن کو دنیائے فانی میں چند روز محدود غلبہ کسی مقام یا اشخاص پر حاصل ہوگیا ہو کہ وہ بھی اپنے اختیارات کا استعمال، علم صحیح کے بعد اوّل عفو ورحم اور پھر دانائی وحکمت کے ساتھ کیا کریں۔ اس اسم سے تعلق کا یہی طریقہ ہے۔

(شرح اسماء الحسنی : ۷۱ للمنصورپوری)

مذاکرہ

'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ سے تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے اس کے اسماءِ حسنیٰ کے معانی پر غور کرنا اور ان معانی ومفہوم کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اور اکیلے بیٹھ کر ان کے معنی کو سوچنا، یہ بہت ہی مفید اور اپنا ایمان مضبوط کرنے کے لیے معین اور مددگار رہے گا۔

لہٰذا اب سوچیں یہاں 'اَلْعَزِیْزُ' جلّ جلالہ کے پانچ معنی بیان کیے گئے ہیں، ان پانچ تعریفات کو آپ کتاب بند کر کے بتائیں ورنہ پھر دوبارہ پڑھیں، بار بار پڑھیں اور جب پڑھیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگتے رہیں کہ اس کی حقیقت بھی ہمیں نصیب فرمائیں اور پھر جہاں موقع مناسب ہو وہاں دوستوں میں، نجی مجالس میں، گھر کے افراد کے ساتھ بیٹھے ہوں تو اُن کو بھی یہ معانی سمجھائیں۔ بچوں کو تختۂ سیاہ پر لکھ کر سمجھائیں یا یاد کروائیں۔

(اسمائے حسنیٰ: ۱۰۸تا۱۱۹)

'اَلْمُتَكَبِّرُ' جَلَّ جَلَالُهُ 'اَلْكَبِيْرُ' جَلَّ جَلَالُهُ

(بہت بڑائی والا) (بہت بڑا)

ان دونوں اسموں کے تحت چار تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) هُوَ الْمُتَعَالِیْ عَنْ صِفَاتِ الْخَلْقِ ، وَ يُقَالُ : هُوَ الَّذِیْ يَتَكَبَّرُ عَلٰى عُتَاةِ خَلْقِهِ اِذَا نَازَعُوْهُ الْعَظَمَةَ.

ترجمہ: امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اللہ ربّ العزت مخلوق کی صفات اور ان کے حالات سے منزہ اور برتر ہیں اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ان متکبرین سے بہت بلند شان والے ہیں جو اللہ ربّ العزت کے ساتھ بڑائی و عظمت میں کشمکش و منازعت رکھتے ہیں۔ (شان الدعاء:۴۸ والاعتقاد:۵۵، نقلاً عن النہج الاسمیٰ:۱/۱۵۲)

(۲) قَالَ قَتَادَةُ : 'اَلْمُتَكَبِّرُ' أَیْ : تَكَبَّرَ عَنْ كُلِّ شَرٍّ. (الطبری :۲۸/۳۷)

ترجمہ: امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: 'اَلْمُتَكَبِّرُ' جلّ جلالہ وہ ذات ہے جو ہر برائی سے برتر ہے۔

وَ قَالَ الْقُرْطُبِیُّ : 'اَلْمُتَكَبِّرُ' اَلَّذِیْ تَكَبَّرَ بِرَبُوْبِيَّتِهِ فَلَا شَیْءٌ مِثْلُهُ وَ قِيْلَ : 'اَلْمُتَكَبِّرُ' عَنْ كُلِّ سُوْءٍ، اَلْمُتَعَظِّمُ عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِهِ مِنْ صِفَاتِ الْحَدَثِ وَ الذَّمِّ. (النهج الاسمٰى : ۱/۱۵۲)

(۳) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: 'اَلْمُتَکَبِّرُ' وہ ذات ہے جو بڑائی و عظمت والی ہو۔ اللہ ربّ العزت 'اَلْمُتَکَبِّرُ' ہیں، کیونکہ وہ ہر چیز کے رب ہیں۔ (یعنی تمام مخلوق کو پالنے والے ہیں۔ اس کے سوا کوئی رب نہیں) اور نہ ہی اس کی کوئی مثل ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اللہ ربّ العزت 'اَلْمُتَکَبِّرُ' اس معنی میں ہیں کہ ان کی شان ہر بری چیز سے برتر ہے اور ادنیٰ اور فانی صفات اللہ تعالیٰ کی عظمت کے شایانِ شان نہیں۔

(۴) قَالَ ابْنُ جَرِيْرٍ : 'اَلْكَبِيْرُ' يَعْنِىْ اَلْعَظِيْمُ اَلَّذِىْ كُلُّ شَىْءٍ دُوْنَهٗ وَ لَا شَىْءَ اَعْظَمُ مِنْهُ.

ترجمہ: 'اَلْکَبِیْرُ' جلّ جلالہ کا معنی برتر شان والا ہے اور باقی ہر چیز اس سے کم تر ہے۔ (جامع البیان : ۱۳/۷۵، نقلًا عن النهج الاسمٰی: ۱/۱۵۲)

خلاصہ یہ ہوا کہ 'اَلْمُتَکَبِّرُ' اور 'اَلْکَبِیْرُ' کے حسبِ ذیل معنی ہوئے:

(۱) اَلَّذِىْ تَكَبَّرَ عَنْ كُلِّ سُوْءٍ وَ شَرٍّ وَ ظُلْمٍ.

(۲) اَلَّذِىْ تَكَبَّرَ وَ تَعَالٰى عَنْ صِفَاتِ الْخَلْقِ فَلَا شَىْءَ مِثْلُهٗ.

(۳) اَلَّذِىْ كَبُرَ وَ عَظُمَ فَكُلُّ شَىْءٍ دُوْنَ جَلَالِهٖ صَغِيْرٌ وَ حَقِيْرٌ.

(۴) اَلَّذِىْ لَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ أَىْ: اَلسُّلْطَانُ وَ الْعَظَمَةُ. (شان الدعاء : ۶۲، نقلًا عن النهج الاسمٰی : ۱/۱۵۳)

(الف) وہ ذات جو ہر ظلم، شر اور برائی سے برتر ہے۔

(ب) وہ ذات جو مخلوق کی صفات سے اونچی اور برتر ہے، جس کی مانند کوئی دوسرا نہیں۔

(ج) وہ ذات جو بڑائی اور عظمت والی ہے اور ہر چیز اس کی جلالت کے سامنے چھوٹی اور حقیر ہے۔

(د) وہ ذات کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور بڑائی اسی کے لیے ہے۔

قرآن کریم میں 'اَلْمُتَکَبِّرُ' ایک مرتبہ آیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک آیت

میں اپنی ذات کو 'اَلْمُتَكَبِّرُ' سے موسوم کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ﴾ حشر: ۲۳

تاہم اللہ تعالیٰ کا اسم صفتی 'اَلْكَبِيْرُ' جلّ جلالہ قرآن حکیم میں چھ جگہوں میں استعمال ہوا ہے جن میں سے دو یہ ہیں:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ﴾ رعد: ۹

ترجمہ: وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے، سب سے بڑا عالیشان ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿وَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ الحج: ۶۲

ترجمہ: اور اللہ ہی عالی شان ہے، سب سے بڑا ہے۔

واضح رہے کہ اسم 'اَلْعَلِيُّ' اور 'اَلْمُتَعَالِ' بھی ساتھ آئے ہیں۔

درحقیقت ہر بڑائی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، جو کسی چیز میں کسی کا محتاج نہیں اور جو محتاج ہو وہ بڑا نہیں ہوسکتا، اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے لیے یہ لفظ عیب اور گناہ ہے، کیونکہ حقیقت میں بڑائی حاصل نہ ہونے کے باوجود بڑائی کا دعویٰ جھوٹا ہے، اور وہ ذات جو حقیقت میں سب سے بڑی اور بے نیاز ہے، اس کی خاص صفت میں شرکت کا دعویٰ ہے، اس لیے 'اَلْمُتَكَبِّرُ' کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ کمال ہے اور غیر اللہ کے لیے جھوٹا دعویٰ۔ (معارف القرآن: ۳۹۳/۸، سورۃ الحشر)

زمین و آسمان کی کبریائی صرف اسی 'اَلْمُتَكَبِّرُ' جل جلالہ کے لیے ہے، جس کی تسبیح دریاؤں، سمندروں، پہاڑوں اور زمینوں اور آسمانوں میں ہر دم اور ہر آن کی جاتی ہے۔ اس کی کبریائی ہمارے تصور سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ اسی کو سورۂ جاثیہ کی آیت نمبر ۳۷ میں فرمایا:

﴿وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

: اور اسی کے لیے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست حکم والا۔

یعنی کبریائی صرف اس ایک ہی کی ہے، اور اس میں شریک و حصہ دار نہیں، نہ زمین

میں، نہ کائنات کے کسی گوشے میں۔ (تفسیر ماجدی: ۱۰۰۲/۲)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: چاہیے کہ آدمی اُسی کی طرف متوجہ ہو، اُسی کے احسانات و انعامات کی قدر کرے، اُس کی ہدایت پر چلے، سب کو چھوڑ کر اُسی کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر رکھے اور اُس کی بزرگی و عظمت کے سامنے ہمیشہ مطیع و فرمانبردار رہے۔ کبھی سرکشی و تمرد کا خیال دل میں نہ لائے۔ حدیث قدسی میں ہے:

"اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَ الْعَظَمَةُ إِزَارِيْ، فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهٗ فِي النَّارِ." (مشكوة : كتاب الادب – باب الغضب و الكبر : ۴۳۳/۲)

ترجمہ: کبریائی میری چادر اور عظمت میرا تہہ بند ہے لہٰذا جو کوئی ان دونوں میں سے کسی میں مجھ سے منازعت اور کشمکش کرے گا میں اُسے اُٹھا کر آگ میں پھینک دوں گا۔

'اَلْكَبِيْرُ' جلّ جلاله کی کبریائی کی سوچیں

حقیقتاً 'اَلْكَبِيْرُ' جلّ جلاله وہی ذات ہے جس کی کبریائی دریاؤں، سمندروں، جنگلوں، پہاڑوں، آسمانوں اور زمینوں کے سینوں اور فضاؤں میں ہے، بلکہ مکان و غیر مکان، زمان و غیر زمان، ہر جگہ اور ہر آن میں ہے۔

غور کیجیے! اربوں ٹن وزنی دو بڑی بڑی ٹکیہ سورج اور چاند کیسی بلندیوں میں، کس اعتدال و توازن اور انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ بغیر کسی ستون کے قائم ہیں اور اپنی اپنی جگہ مسلسل یوں حرکت میں ہیں کہ دن بھی بنتا ہے اور راتیں بھی بنتی ہیں اور زمین کا مکمل نظام بھی چل رہا ہے۔ اللہ اکبر! یہ سب قدرتِ ربانی کا مظہر ہے۔ تنظیمِ کائنات کے یہ سب مظاہر، یہ سب مناظر انسان کو قدرتِ ربانی سے باخبر کرتے ہیں۔

اسی 'اَلْكَبِيْرُ' جلّ جلاله نے اپنے زبردست اندازے سے سورج اور ستاروں کے درمیان مختلف مسافتیں اور حرکت کے مختلف مدارج مقرر کیے ہیں کہ ایک کا دوسرے سے تصادم نہ ہو اور ان کے ٹکرانے سے عالم تباہ نہ ہو جائے۔ ہر چھوٹا بڑا سیارہ نہایت مضبوط نظام کے تحت معین وقت پر طلوع و غروب ہوتا ہے۔ جب کوئی سیارہ غروب ہو کر دنیا

کو اپنے اس فیض اور تاثیر سے محروم کردے جو طلوع کے وقت حاصل تھا تو نہ اس ستارے کی اور نہ کسی مخلوق کی قدرت میں ہے کہ ایک منٹ کے لیے اسے واپس لے آئے یا غروب سے روک سکے۔ یہ ربّ العالمین ہی کی شان ہے کہ کسی وقت بھی کسی قسم کی تبدیلی کرنے سے عاجز نہیں۔ اسی بات کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَ الشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ، ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ، وَ الۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِیۡمِ o لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ وَ لَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ، وَ کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ﴾

(یٰس: ۳۸، ۳۹، ۴۰)

ترجمہ: اور سورج کے لیے جو مقرر راہ ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے۔ یہ ہے اندازہ (ٹھہرایا ہوا) غالب، باعلم اللہ تعالیٰ کا۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں، یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔

یہ علویات کا حال ہے تو سفلیات کا اسی سے اندازہ کرلیں۔

یہی تکوینی عجائبات اور ﴿مَلَکُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ﴾ یعنی آسمانوں اور زمین کی مخلوقات ہیں جن کے دیکھنے سے ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر ﴿لَاۤ اُحِبُّ الۡاٰفِلِیۡنَ﴾ یعنی فرمایا: میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا، جاری ہو گیا۔

(تفسیر عثمانی: ۱۸۲، سورۂ اَنعام: ۷۵)

جب ابراہیم علیہ السلام نے سورج جھلکتا ہوا دیکھا تو فرمایا:

﴿هٰذَا رَبِّیۡ هٰذَاۤ اَکۡبَرُ﴾ الأنعام: ۷۸

ترجمہ: یہ میرا رب ہے، یہ تو سب سے بڑا ہے۔

پھر جب ستاروں اور چاند کی طرح یہ بھی غائب ہو گیا تو سوچا کہ یہ تو سب اللہ تعالیٰ

کے مزدور ہیں جو وقتِ معین پر آتے اور چلے جاتے ہیں، ایک منٹ کی تقدیم وتاخیر پر بھی قادر نہیں ہیں، پھر ان کو اللہ کی صفات میں شریک کرنا کس قدر گستاخی اور قابلِ نفرت فعل ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اے میری قوم! میں بے زار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو۔ میں نے رُخ کرلیا اپنے چہرے کا اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان وزمین سب سے یک سو ہوکر اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والا۔'' (سورۂ اَنعام: ۷۸)

یعنی ساری مخلوق سے یکسو ہوکر میں نے صرف خالق جل جلالہ کا دروازہ پکڑ لیا ہے جس کے قبضۂ اقتدار میں سب علویات وسفلیات ہیں۔

اللہ ہی تو عالی شان اور سب سے بڑا ہے

سورۂ حج میں اللہ جل جلالہ کی علوِ شان بتائی گئی کہ رات دن کا اُلٹ پلٹ کرنا اور گھٹانا بڑھانا اسی کے ہاتھ میں ہے، اسی کے تصرف سے کبھی دن بڑے اور کبھی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ پھر اس کے بعد اس کے اخیر ٹکڑے میں فرمایا:

﴿وَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ الحج : ۶۲

ترجمہ: اور اللہ ہی تو عالی شان ہے، سب سے بڑا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے عظیم الشان انقلابات اور کس سے ہوسکتے ہیں۔ واقع میں صحیح اور سچا الٰہ تو وہی ایک ہے، باقی اس کو چھوڑ کر مشکل کشائی کے جو دوسرے پاکھنڈ پھیلائے گئے ہیں، سب غلط، جھوٹ اور باطل ہیں۔ اسی کو الٰہ کہنا اور معبود بنانا چاہیے جو سب سے اوپر اور سب سے بڑا ہے اور یہ شان بالاتفاق اسی ایک اللہ کی ہے۔
(تفسیر عثمانی: ۴۵۲، الحج: ۶۲)

اسی طرح سورۂ بنی اسرائیل میں حکم ہے:

﴿وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي

الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾ بنی اسرائیل : ۱۱۱

ترجمہ: اور کہہ دیجیے! کہ تمام خوبیاں اسی اللہ کے لیے ہیں، جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجیے۔

اس آیت مبارکہ میں شرک کی نفی عجیب طریقے سے کی گئی ہے۔ ہر عام سے عام آدمی یہ بات سمجھتا ہے کہ انسان یا کوئی بھی مخلوق کبھی اپنے چھوٹے سے مدد حاصل کرتی ہے، جیسے اولاد سے اور کبھی اپنے برابر کے لوگوں سے مدد حاصل کرتی ہے جیسے شریکِ کار اور کبھی اپنے سے بڑے سے مدد حاصل کرتی ہے۔ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے ان تینوں کی نفی فرما دی گئی ہے۔

اس کے بعد فرمایا گیا ﴿كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾ اس کی عظمت و کبریائی کی طرف متوجہ فرما دیا یعنی انسان کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کی بڑائی کا زبان و دل سے اقرار کرے، اور ہر طرح کی کمزوریوں سے بلند و برتر سمجھے، اور لطف یہ ہے کہ ﴿لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا﴾ (جو نہیں رکھتا اولاد) میں نصاریٰ کا، ﴿لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ﴾ (اور نہ حکومت میں اس کا کوئی شریک ہے) میں مشرکین کا، اور ﴿وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ﴾ (اور کوئی کمزوری کی وجہ سے اُس کا مددگار نہیں) میں یہود کا رد ہو گیا۔ (تفسیر عثمانی: ۲۹۳، بنی اسرائیل: ۱۱۱)

وَ التَّكْبِيْرُ اَبْلَغُ بِلُغَةِ الْعَرَبِ فِيْ مَعْنَى التَّعْظِيْمِ وَ الْإِجْلَالِ وَ فِي الْاَمْرِ بِذٰلِكَ بَعْدَ مَا تَقَدَّمَ مُؤَكَّدًا بِالْمَصْدَرِ الْمُنَكَّرِ مِنْ غَيْرِ تَعْيِيْنٍ إِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهٗ مِمَّا لَا تَسَعُهُ الْعِبَارَةُ وَ لَا تَفِيْ بِهٖ قُوَّةُ الْبَشَرِيَّةِ. (روح المعانی: ۱۹۶/۸، بنی اسرائیل: ۱۱۱)

اس آیتِ مبارکہ میں 'تَكْبِيْرًا' کا لفظ ہے کہ اس کی خوب بڑائیاں بیان کیجیے۔ عربی زبان میں مفہومِ تعظیم و اجلال کے لیے لفظِ تکبیر سے بڑھ کر جامع تر اور کوئی لفظ نہیں اور نکرہ مصدر کے ساتھ مؤکد کرتے ہوئے اس کا حکم دینا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نہ کوئی عبارت اس کا حق ادا کرنے کے لیے کافی ہو سکتی ہے اور نہ کوئی انسان اس کا حق

ادا کرنے کی قوت رکھتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بنی عبد المطلب میں جب کوئی بچہ زبان کھولنے کے قابل ہو جاتا تو اس کو آپ ﷺ یہ آیت بالا سکھا دیتے تھے۔

(تفسیر مظہری: ۵/۵۰۴، بنی اسرائیل: ۱۱۱)

اسی طرح سورۂ مدثر میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ﴾ المدثر: ۳

ترجمہ: اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو۔

قول سے بھی، عمل سے بھی، لفظِ 'رب' اس جگہ اس لیے اختیار کیا گیا کہ یہ خود اس حکم کی دلیل ہے کہ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے، صرف وہی بڑائی اور کبریائی کا مستحق ہے۔ کیونکہ رب کی بڑائی بولنے اور بزرگی و عظمت بیان کرنے ہی سے اس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس ہی وہ چیز ہے جس کی معرفت سب اعمال و اخلاق سے پہلے حاصل ہونی چاہیے۔ (تفسیر عثمانی: ۷۶۳)

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اللہ کی کبریائی کے بول بولے۔ جتنی اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی دعوت دے گا اتنا ہی مخلوق کا چھوٹا ہونا دلوں میں بیٹھے گا، بلکہ اس سے بھی پہلے اپنی ذات کی نفی آئے گی کہ میرے اپنے کرنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔ غرض یہ کہ اس کی بڑائی بیان کرنے کے لیے نہ الفاظ ہیں نہ ان معانی کے لیے کوئی لباس۔

اللّٰہ اکبر چار سو چھیاسٹھ (۴۶۶) مرتبہ

اذان میں جو سب سے پہلی حقیقت بیان کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی ہے اور اس حقیقت کو ایک اذان میں چھ بار بیان کیا گیا ہے۔ گویا پانچ وقت کی اذان میں تیس بار 'اللہ اکبر' کہا جاتا ہے اور اگر اقامت کو بھی شامل کر لیں تو تعداد ساٹھ تک پہنچ جائے گی اور اگر پانچ وقت کی نمازوں میں فرضوں، سنتوں، وِتر اور نوافل کے قیام اور قعود وغیرہ کے مواقع پر کہی جانے والی تکبیرات کو بھی شمار کر لیں تو تعداد دو سو چھیانوے تک پہنچ جائے

گی اور چونکہ ہمیں ترغیب دی گئی ہے کہ ہر نماز کے بعد چونتیس بار 'اللہ اکبر' کہا کرو تو اگر ہم اس کو بھی گن لیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک نمازی مسلمان اپنے عام معمول میں اہتمام سے اذان کا جواب دے اور اس کے ساتھ ساتھ مذکورہ بالا اعمال کا بھی اہتمام کرے تو دن رات میں تقریباً چار سو چھیاسٹھ مرتبہ 'اللہ اکبر' کہتا ہے۔

اور اگر وہ صبح وشام تسبیحات بھی کرتا ہے تو یہ تعداد مزید بڑھ جائے گی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اذکار تو اور بھی ہیں، 'سبحان اللہ' ذکر ہے، 'الحمد للہ' ذکر ہے، 'ماشاء اللہ' ذکر ہے، 'استغفر اللہ' ذکر ہے تو آخر 'اللہ اکبر' میں کیا بات تھی کہ اسے بار بار وردِ زبان کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟

اذان اور نماز میں تو آپ سن ہی چکے ہیں، حج میں دیکھیں تو سب سے زیادہ 'اللہ اکبر' کہا جاتا ہے۔

عیدین میں دیکھیں تو سب سے زیادہ 'اللّٰہ اَکْبَر' کہا جاتا ہے۔

میدانِ جہاد میں بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا جاتا ہے۔

بلندیوں پر بھی 'اللّٰہ اَکْبَر' کہا جاتا ہے۔

بچے کے کان میں اذان و اقامت، جانور ذبح کرتے وقت اور نمازِ جنازہ کی تکبیرات میں بھی 'اللّٰہ اَکْبَر' ہی کہا جاتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ انسان کمزور ہے، اس کی سوچ بھی کمزور ہے، اس کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہ مادّی چیزوں سے متاثر ہو کر ان کو دیوتا مان لیتا ہے۔ الٰہ مان لیتا ہے، شریکِ الٰہ مان لیتا ہے۔

یہ آسمان کی عظمت سے متاثر ہوا تو اسے دیوتا مان لیا، زمین کی وسعت وطوالت کو دیکھا تو اسے الٰہ مان لیا، پہاڑوں کی ہیبت سے متاثر ہوا تو اُن کے سامنے سر جھکا دیا اور اُن سے مورتیاں تراش کر گھروں میں سجا لیں۔ سورج، چاند اور ستاروں کی چمک دمک کو دیکھا تو اُن سے خوف کھانے لگا۔ بادشاہوں سے مرعوب ہو کر یہ یقین کر بیٹھا کہ یہ الٰہ ہیں یا ان

کے اندر الٰہی روح حلول کیے ہوئے ہے۔

اس خاک کے پتلے کے اندر مادّیت پرستی اس قدر سمائی ہوئی ہے کہ یہ دولت تک کی پرستش کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے تو چونکہ ظاہر پرست انسان مادّی چیزوں کی عظمت اور بڑائی سے بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور یہ کبھی زمین و آسمان کو بڑا سمجھتا ہے، کبھی عناصر کو بڑا سمجھتا ہے، کبھی بادشاہوں کو بڑا سمجھتا ہے، کبھی عہدہ اور منصب کو بڑا سمجھتا ہے اور کبھی خود اپنے آپ ہی کو بڑا سمجھنے لگتا ہے۔

اس لیے سب سے زیادہ ضرب اسی بڑائی کے عقیدے اور تصور پر لگائی گئی ہے اور زبان سے بار بار 'اللہ اَکْبَر' کہلوا کر یہ بات دل میں بٹھا دی گئی کہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ عظمت و کبریائی کا مستحق صرف اور صرف اللہ ہے، جس کا ایک نام 'اَلْمُتَکَبِّرُ' اور ایک نام 'الکبیر' ہے۔ اس کے سامنے سب بزرگیاں اور بڑوں کی بڑائیاں ہیچ ہیں۔

اس لیے نماز میں ان تکبیرات کو دھیان کے ساتھ کہنے کی مشق کرنی چاہیے، ان کے معانی کا خیال رکھتے ہوئے یہ الفاظ ادا کیے جائیں۔ ان کو تکبیراتِ انتقال کہا جاتا ہے، یعنی ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے لیے یہ تکبیر کہی جائے، اگر ہم قیام سے سجدہ کی طرف جا رہے ہیں تو قیام سے تکبیر کہنا شروع کریں تو سجدہ میں پہنچ کر تکبیر ختم کریں، اس طرح ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے ہوئے ان تکبیرات کو ادا کیا جائے۔

لہٰذا 'اللہ اَکْبَر' کہتے ہوئے دل میں اس کے معنی کا دھیان رکھے خود اپنا بھی جائزہ لے کر میرے دل میں بار بار کے اس بول سے اس ذاتِ عالی کی بڑائی کس درجہ بیٹھی؟

کوشش اس بات کی کرے کہ سارے انسانوں کے دل میں ایک 'اَلْکَبِیْرُ' جلّ جلالہ کی کبریائی بیٹھ جائے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا سب کے سب چھوٹے ہیں اور وہی سب سے بڑا ہے۔ آپس کی گفتگو کے درمیان بھی اس بات کی مشق کریں کہ مخلوق کی بڑائی کا تذکرہ نہ ہو یا کسی کی ظاہری اور مادّی ترقی کی خبر سے دل مرعوب نہ ہوں۔ اور یہ دولت

اُسی وقت نصیب ہوتی ہے جب بار بار اللہ کے بڑے ہونے کو بولا جائے، سنا جائے، تنہائیوں میں بیٹھ کر سوچا جائے، ماں باپ گھروں میں بچوں سے گفتگو کے دوران ساری مخلوق کے چھوٹے ہونے اور اللہ تعالیٰ کے بڑے ہونے کو وقتاً فوقتاً سمجھاتے رہیں اور ان بچوں سے بھی اللہ کی بڑائی کے بول بلوائیں اور بچوں کو اس بات کا عادی بنائیں کہ بچے بھی اپنے مدرسے اور اسکول میں 'اَلْمُتَکَبِّرُ' جلّ جلالہ کی بڑائی کے بول بولیں، کسی سے اُمید نہ رکھیں اور کسی کا خوف دل میں نہ بسائیں۔

اصلی عظمت 'اَلْکَبِیْرُ' جلّ جلالہ کی ہے

ایک افسر اپنے ماتحتوں کے اعتبار سے بڑا ہوتا ہے مگر اپنے اعتبار سے چھوٹا ہے۔ گاؤں کا چودھری اپنے گاؤں کے اعتبار سے بڑا ہے مگر اپنی تحصیل یا ضلع والوں کے اعتبار سے چھوٹا ہے۔ ایک بادشاہ اپنی مملکت کے اعتبار سے بڑا ہے، مگر اپنی مملکت کے باہر بڑی مملکت کے سامنے کچھ بھی نہیں یا اگر اس سے اس کا کوئی دشمن سلطنت چھین لیتا ہے تو وہ کچھ بھی نہیں رہتا۔ معلوم ہوا کہ مخلوق کی کبریائی میں مد و جزر (اُتار چڑھاؤ) ہوتا رہتا ہے۔ حقیقتاً 'اَلْکَبِیْرُ' وہی 'اَلْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ' جلّ جلالہ ہے جس کی کبریائی میں مدوجزر نہیں۔

(شرح اسماء الحسنیٰ للازھری : ٣٤٥)

جن اسباب کی وجہ سے کسی کو بڑا سمجھا جاتا ہے اور اس کی تعظیم اور اکرام کی جاتی ہے وہ سارے اسباب اللہ تعالیٰ کی مبارک اور مقدس ذات میں علیٰ وجہِ الاتم (کمال درجے کے) پائے جاتے ہیں اور ان میں سے ہر سبب، ہر باشعور اور سمجھ دار انسان سے تقاضہ کرتا ہے کہ وہ اسے سب سے بڑا سمجھے اور اس بڑے کی عظمت و کبریائی کے سامنے سجدہ ریز ہوجائے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں: نماز میں سب سے پہلی مشق یہ ہے کہ نقشوں کا یقین نکالو۔ پیدا ہوتے ہی سب سے پہلی آواز کانوں میں ڈالی گئی 'اللہ اَکْبَر'۔ روزانہ تمھارے کان میں پانچ مرتبہ آواز پہنچائی جارہی ہے 'اللہ اَکْبَر'۔ 'اللہ

اَکْبَر' کو سمجھو اور 'اللہ اَکْبَر' کو سیکھو۔ ایک آدمی کے بارہ بچّے تھے۔ ایک سال دو سال یہ سب سے بڑا ہے۔ جب وہ اناجی کی بڑائی میں برابری کرنے لگے گا تو دو چار مرتبہ برداشت کرے گا پھر کہے گا کہ میرا تیرا جوڑ نہیں ہے۔ گھر سے نکل جا۔ باپ ہونا جنس بڑی ہے۔ بیٹا ہونا جنس چھوٹی ہے۔ بڑا کہتے کہتے اپنی بڑائی بیٹھ گئی۔ باپ کے مقابلے میں اپنی چلانے لگا۔ باپ کی جائیدادوں سے محروم، دکان سے محروم، دن رات جو بڑائی کانوں میں پڑتی ہے وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں بڑائی ہے۔ ایک چپراسی سے لے کر ملک کے وزیراعظم اور صدر تک، ایک کنوئیں سے لے کر سمندر تک۔

ایک فرشتہ پھونک مارے گا تو ساتوں زمین و آسمان ٹوٹ کر گر پڑیں۔ ایک فرشتہ اس کا قد ساتوں زمین و آسمان سے بڑا ہے۔ ایک فرشتہ جو سارے جانداروں کی روح نکالتا ہے اور جبرئیل علیہ السلام کی بھی نکالے گا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تو مر جا، وہ مر جائے گا۔

اللہ اَکْبَر! اللہ کی ذات کے ماسوا مخلوق ہے۔ مخلوق چھوٹی جنس ہے، اللہ ربّ العزت سب کے خالق ہیں، ان کے بنانے والے ہیں۔ ایک اللہ کے سوا سب چھوٹے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس سے زیادہ چھوٹے ہیں جیسے ساتوں زمین و آسمان کے مقابلے میں ایک ذرّہ۔ یہ اتنے چھوٹے ہیں کہ ان کی چھوٹائی کی حد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنے بڑے ہیں کہ ان کی بڑائی کی کوئی حد نہیں ہے۔

بہت بڑا ملک، بہت بڑا صوبہ، بڑا کہتے کہتے غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئے، ان غلط فہمیوں کو نکالو۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑے ہیں، زمین بہت چھوٹی ہے۔ ان سرمایہ داروں کو، وزیروں کو کون پوچھتا ہے، اگر تم چاہتے ہو کہ فرشتے پیروں میں جھکیں تو اللہ تعالیٰ کی بڑائی دل میں بٹھا لو۔ پہاڑوں اور حکومتوں کی بڑائی دل سے نکل جائے، اللہ تعالیٰ کی بڑائی دل میں گڑ جائے۔ یہ پہلی بات ہے جو اللہ اکبر کہہ کر پیدا ہوتے ہی تمھارے کانوں میں ڈالی گئی، آج تک ڈالی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا سب چھوٹے ہیں، ان سے نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ہوتا ہے۔ تخلیق چھوٹے سے نہیں ہوتی، بڑے سے ہوتی ہے۔

پہلے چھوٹے ہونے کا یقین جماؤ اور پھر چھوٹوں سے نہ ہونے کا یقین جماؤ۔ سائنس والے، تاجر، زمین دار، کاشت کار روحانی اعتبار سے اندھے ہیں، اللہ کی بڑائی دیکھنے کے اعتبار سے، اللہ کی ذات کو، اللہ کے خزانوں کو دیکھنے کے اعتبار سے۔ چند کوڑیاں نظر آرہی ہیں تو بینا نہ کہا جائے گا۔ اندھے کو لے کر چلنے کے واسطے بینا کی ضرورت ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے عمل کے اثرات دیکھے ہیں۔ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں، بدبو آئی۔ فرمایا: یہ غیبت کی بدبو ہے۔ آپ ﷺ نے اعمال پر جو کچھ ہوتا ہے وہ آسمانوں پر بھی جا کر دیکھا ہے، یہاں بھی دیکھا ہے، فرمایا: تونے جو یہ بول بولا ہے اگر سمندروں میں اس کی ظلمت کو ملا دیا جائے تو سمندر سیاہ ہو جائیں۔ دو عورتوں کی اجازت کے لیے ایک آدمی آیا کہ ان دو عورتوں کی حالت خراب ہو رہی ہے، روزہ کھولنے کی اجازت دی جائے، فرمایا: ان کا روزہ ہے ہی کہاں، انھوں نے تو غیبت کی ہے۔ حکم ہوا پیالہ میں قے کریں، گوشت و خون کے لوتھڑے اور پیپ نکلی۔ فرمایا: اگر میں نہ نکلواتا تو اسی پر عذاب ہوتا۔

ہمیں نظر نہیں آتا کہ انصاف میں کیا کامیابیاں ہیں اور ظلم میں کیا ناکامیاں ہیں؟

سارے زمیندار، کاشتکار، جائیدادوں والے اندھے ہیں۔ اللہ کی قسم! ایسے اندھے ہیں کہ ان کو اپنے اندھے پن کی خبر نہیں۔ نابینا، ایک بینا کا ہاتھ پکڑ کر چل دیا تو جہاں بینا پہنچے گا وہاں اندھا بھی پہنچ جائے گا۔ پہنچنے کے بعد آنکھ کھلوائیں گے موافقت میں کھلی تو مزے آجائیں گے اور مخالفت پر کھلی تو مصیبت آجائے گی۔ وزیر کی بھی کھلے گی، فقیر کی بھی کھلے گی۔ تم اندھے ہو تمھاری طرف بینا کو بھیجا ہے، وہ تم کو بتائیں گے، اعمال کی ترتیب پر بتائیں گے۔ ایک ترتیب حکومت، تجارت، معاشرت، معاملات کی مال پر ہے اور ایک اعمال پر ہے۔ مال کی ترتیب سے ہٹ کر اعمال کی ترتیب پر آجاؤ۔ باپ نے گود میں بعد میں لیا، پہلے آواز لگائی۔ اسی دن سے آواز برابر کان میں پڑ رہی ہے۔ دھوکے میں نہ رہو۔

ایک دن دھوکہ سامنے آجائے گا۔تم اپنی آنکھ سے دیکھ لوگے کامیابی مال میں نہیں ہے، کامیابی اعمال میں ہے۔ مسجد کا پہلا کام، پہلی مشق جو انسان کو کرنی پڑے گی وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نظام کو، اللہ تعالیٰ کی جنت کو، اللہ تعالیٰ کی دوزخ کو، اچھے عملوں کے اثر کو اور برے عملوں کے نقصان کو سنو اور اتنا سنو کہ دیکھ کر جو یقین بن رہا ہے وہ دل سے نکل جائے اور سننے کا یقین پیدا ہو جائے۔ (خطباتِ حضرت جیؒ :ص:۱۸۲تا۱۸۴)

جس کو اللہ تعالیٰ کی صفتِ کبریائی کا استحضار ہوگا وہ ہمیشہ تواضع اختیار کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے لیے تذلل اختیار کرے گا، مساکین اور فقراء سے نفرت نہیں رکھے گا۔ اُسے ساری مخلوق اپنے اسباب و وسائل کے ساتھ بھی اس مولا 'اَلْمُتَكَبِّرُ' جلّ جلاله کی بڑائی کے دھیان کی وجہ سے چھوٹی اور بے حیثیت نظر آئے گی اور 'اَلْكَبِيْرُ اَلْمُتَكَبِّرُ' جلّ جلاله کے حکم کے بغیر ان سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین اس مومن بندے کے دل میں جمتا جائے گا۔

بلکہ بڑے بڑے بادشاہ، وزراء، پولیس، فوج کا رعب دل سے نکل جائے گا۔ یہ خود اتنے چھوٹے ہیں کہ اپنے پلنے میں، اپنے بڑھنے میں، اپنے کھانے پینے میں، رہنے سہنے میں 'اَلْمُتَكَبِّرُ اَلْكَبِيْرُ' جل جلاله کے محتاج ہیں۔ کتنا ہی بڑے سے بڑا بادشاہ ہو، کتنی ہی اس کی بڑی اور بھاری فوج ہو، کتنا ہی بڑا بزرگ اور ولی ہو، لیکن یہ سب مل کر ملک الموت سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے۔

بندگی کے لائق صرف 'اَلْمُتَكَبِّرُ' جلّ جلاله ہی کی ذات ہے

ہمہ گیر اور محیط علم ...... مطلق ارادہ اور آزاد و غیر محدود تصرف اور قدرتِ کاملہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہے اور عبادت کے اعمال اور شعائر جیسے سجدہ یا رکوع کا کسی کے سامنے کرنا، کسی کے نام پر اور اس کی خوشنودی کے لیے روزہ رکھنا، دور دور سے اہتمام کے ساتھ کسی جگہ کے لیے شدِ رحال (طویل سفر کر کے جانا) اور اس کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو بیت اللہ کو زیبا ہے اور وہاں قربانی کے جانور لے جانا، نذریں، منتیں ماننا شرک کے کام

ہیں اور شکر کے مظاہر میں تعظیم کے وہ طریقے اور علامتیں جو عبودیت اور غایت ذلت کی مظہر ہوں صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔

علمِ غیب صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور انسانی قدرت سے باہر ہے۔ دلوں کے بھید اور خیالات اور نیتوں کا علم ہر وقت کسی کے لیے ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو سفارش قبول کرنے اور اہلِ وجاہت اور بااثر و بااقتدار لوگوں کو راضی وخوش کرنے میں دنیا کے بادشاہوں پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ ایسی ہر چھوٹی اور بڑی بات میں (ان کے بجائے) اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

شاہانِ دنیا کی طرح کائنات کے انتظام میں درباریوں اور وزراء (وزیر بوجھ اُٹھانے میں مدد کرنے والے کو کہتے ہیں کیونکہ 'وِزر' بوجھ کو کہتے ہیں تو دنیاوی بادشاہ تو محتاج ہیں کہ کوئی بوجھ اُٹھانے اور نظام چلانے میں ہاتھ بٹائے مگر اللہ ربّ العزت کی ذات کمزوری سے یکسر پاک ہے) اور اعوان (مددگاروں) سے مدد لینا اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہے۔

کسی قسم کا سجدہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے لیے جائز نہیں۔ حج کے مناسک و اعمال، غایت درجہ کی تعظیم کے مظاہر اور محبت وفنائیت کے تمام شعائر بیت اللہ اور حرم محترم کے ساتھ خاص ہیں۔

صالحین اور اولیاء کی نسبت سے جانوروں کی تخصیص، ان کا احترام کرنا، ان کی نذریں چڑھانا اور ان کی قربانی کے ذریعے ان سے تقرب حاصل کرنا کسی طرح بھی صحیح اور جائز نہیں۔

عاجزی وانکساری کے ساتھ غایت درجہ کی تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ تقرب و تعظیم کے جذبے سے قربانی کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، کائنات میں آسمانی برجوں اور سیاروں کی تاثیر پر اعتقاد رکھنا شرک ہے۔ کاہنوں، نجومیوں اور غیب کی باتیں بتانے والوں پر اعتماد کرنا کفر ہے۔

نام رکھنے میں بھی مسلمانوں کو توحید کے شعار کا اظہار کرنا چاہیے۔ غلط فہمی پیدا کرنے والے اور جس سے مشرکانہ اعتقاد کا اظہار یا شبہ ہوتا ہو ایسے الفاظ سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اللہ جل جلالہ کے سوا کسی کی قسم کھانا شرک ہے۔ غیر اللہ کی نذریں ماننا حرام ہے۔ اسی طرح کسی ایسے مقام پر قربانی کرنا ناجائز ہے جہاں کوئی بت تھا یا جاہلیت کا کوئی جشن منایا جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں افراط وتفریط اور نصاریٰ کے اپنے نبی کے بارے میں غلو ومبالغہ کی تقلید اور اولیاء وصالحین کی تصویروں اور شبیہوں کی تعظیم کرنے سے پرہیز اور مکمل احتیاط کرنا چاہیے۔ (دستورِ حیات: ۷۹-۸۰)

یہی بت پرستی اور شرک (اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو معبود بنانا، اور ان کے سامنے انتہائی ذلت ومسکنت کا اظہار، ان کے سامنے سجدہ ریزی، ان سے دعا و مدد کی طلب، اور ان کے لیے نذر و نیاز) عالمگیر طویل العمر اور سخت جان 'جاہلیت' ہے، جو کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں اور یہی نوعِ انسانی کا قدیم ترین ومہلک ترین مرض ہے جو تاریخِ انسانی کے تمام ادوار، تمدن و معاشرت اور معیشت و سیاست کے تمام تغیرات اور انقلابات کے باوجود بھی نوع انسانی کے پیچھے لگا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی غیرت اور اس کے غضب کو بھڑکاتا ہے۔ بندوں کی روحانی، اخلاقی اور تمدنی ترقی کی راہ کا روڑا بنتا ہے اور ان کو انسانیت کے بلند درجے سے گرا کر پستی کے عمیق ومہیب غاروں میں اوندھے منہ ڈال دیتا ہے، اور اسی کی تردید قیامت تک کے لیے دینی دعوتوں اور اصلاحی تحریکوں کا بنیادی رکن اور نبوت کی ابدی میراث ہے اور یہی تمام مصلحین، مجاہدین اور اللہ تعالیٰ کی دعوت دینے والوں کا عالمی ودائمی شعار ہے۔

جو اپنی حقیقت پہچان لے گا وہ کبھی بھی تکبر نہیں کرسکتا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خبر پہنچی کہ ان کے بیٹے نے ایک انگوٹھی بنائی ہے جس کی قیمت ہزار درہم ہے تو امیر المومنین نے اپنے بیٹے کو لکھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی

ہے کہ تم نے انگوٹھی ہزار درہم کی بنائی ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو اس انگوٹھی کو بیچ دو اور اس کی قیمت سے ہزار بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور اس کے بدلے ایک سادی لوہے کی انگوٹھی بنالو اور اس انگوٹھی پر یہ عبارت لکھ دو:

"رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَأً عَرَفَ قَدْرَ نَفْسِهِ." (شرح اسماء الله الحسنیٰ للقشیری : ۱۲۳)

ترجمہ: اللہ جل جلالہ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے آپ کو پہچان لے۔

مہلب وزیر کا ایک بیٹا ایک دن حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے قریب سے فخر اور غرور کی چال چلتا ہوا گزرا تو مالک بن دینارؒ نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے لڑکے! کیا ہی اچھا ہوا گر تم تکبر چھوڑ دو۔

وزیر کا بیٹا کہنے لگا: کیا تم نے مجھے پہچانا نہیں؟

تو انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں، میں تو تمھیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔

"اَوَّلُکَ نُطْفَةٌ مَذِرَةٌ وَ آخِرُکَ جِيْفَةٌ قَذِرَةٌ وَ اَنْتَ بَيْنَ ذٰلِکَ تَحْمِلُ الْعَذِرَةَ."

ترجمہ: تمھاری ابتدا تو ایک ناپاک نطفہ ہے اور تمھاری انتہا بدبودار جسم ہے اور درمیانی حالت یہ ہے کہ نجاست اُٹھائے پھرتے ہو۔

یہ سن کر اس لڑکے نے سر جھکا لیا اور آئندہ کے لیے توبہ کرلی۔ (المستطرف :۱/۲۰۴)

تکبر سے بچنے کا علاج

تکبر کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنی حقیقت میں غور کرے کہ میں مٹی اور ناپاک پانی کی پیدائش ہوں۔ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں۔ اگر وہ چاہیں ابھی سب لے لیں، پھر تکبر کس بات پر کروں اور اللہ کی بڑائی کو یاد کرے۔ اس وقت اپنی بڑائی نگاہ میں نہ آئے گی اور جس کو اس نے حقیر سمجھا ہے اس کے سامنے عاجزی سے پیش آئے اور اس کی تعظیم کیا کرے تو تکبر دل سے نکل جائے گا۔ اگر اور زیادہ ہمت نہ ہو تو اپنے ذمے اتنی ہی پابندی کرے کہ جب کوئی چھوٹے درجے کا آدمی ملے اس کو پہلے خود سلام کرلیا کرے۔

انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بھی نفس میں بہت عاجزی آجائے گی۔

تکبر کا انجام

نوفل بن مساحق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نجران کی مسجد میں مَیں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو بڑا لمبا چوڑا، جوانی کے نشے میں چور، گٹھے ہوئے بدن والا، بانکھا ترچھا اور خوبصورت تھا۔ میں نگاہیں جما کر اس کے جمال وکمال کو دیکھنے لگا۔ اس نے پوچھا: کیا دیکھ رہے ہو۔

میں نے کہا: مجھے آپ کے حسن و جمال پر تعجب ہو رہا ہے۔

اس نے جواب دیا: ''اِنَّ اللّٰہَ لَیَعۡجَبُ مِنِّیۡ'' تجھے ہی کیا، اللہ کو بھی تعجب ہو رہا ہے۔ (نعوذ باللہ)

نوفل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کفریہ کلمہ کہتے ہی وہ سکڑنے لگا۔ اس کا رنگ و روپ اُڑ گیا۔ یہاں تک کہ اس کا قد ایک بالشت رہ گیا۔ لوگ حیران رہ گئے۔ آخر اس کا ایک رشتہ دار اسے اپنی آستین میں ڈال کر لے گیا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵۳۱/۳۔ القصص: ۸۲)

فوائد ونصائح

ہمیں ایک دعا سکھلائی گئی ہے جس کو مانگ کر ہم اپنے اندر تواضع پیدا کر سکتے ہیں اور تکبر سے بچ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی دل میں بٹھا سکتے ہیں، اس دعا کو بار بار مانگنا چاہیے:

(۱) اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ فِیۡ عَیۡنِیۡ صَغِیۡرًا وَّ فِیۡ اَعۡیُنِ النَّاسِ کَبِیۡرًا

ترجمہ: اے اللہ! مجھے میری نظر میں چھوٹا بنائیے اور لوگوں کی نظروں میں مجھے بڑا رکھیے۔ (حصن حصین: ۴۹۰)

اور تواضع حاصل کرنے کے لیے تین کاموں کا اہتمام کریں:

(۱) اپنی غلطی کی تاویل نہ کریں کہ اصل میں بات یہ تھی، وہ دراصل وغیرہ وغیرہ۔

آپ کی اگر کوئی غلطی بتلائے، بڑوں میں سے کوئی ڈانٹے، اصلاح کرے تو خاموشی کے ساتھ سن لیں اور یہ کہہ دیں کہ آئندہ خیال رکھوں گا۔ پھر اگر یقین ہو جائے کہ اپنی غلطی نہیں تھی تو کسی دوسرے وقت میں مناسب اور ضروری ہو تو بتلائے کہ بات یہ تھی۔

(۲) مَیں، میری وغیرہ کا لفظ استعمال نہ کریں۔ اس سے تکبر کی بو آتی ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ میں نے یوں کیا، ہم نے یوں کیا، ہماری وجہ سے یوں ہوا، بلکہ یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے یہ کام ہوا۔

(۳) کسی انسان کی طرف سے پریشانی یا تکلیف پہنچے تو خوب دھیان سے سوچیں، غور کریں کہ اس میں میری غلطی کہاں تھی یا اعمال میں کمی کہاں واقع ہوئی ہے؟

دوسروں کو موردِ الزام ٹھہرانے یا الزامات تھوپنے کے بجائے ہر نقصان، مصیبت اور پریشانی کے وقت یہ آیتِ مبارکہ سوچے:

﴿وَ مَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ﴾ (النساء: ۷۹)

ترجمہ: اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔

برائی بھی اگرچہ اللہ کی مشیت سے ہی آتی ہے لیکن یہ برائی کسی گناہ کی سزا یا اپنی غفلت و لاپروائی اس کا بدلہ ہوتی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ یہ تمھارے نفس سے ہے یعنی تمھاری غلطیوں، کوتاہیوں اور گناہوں کا نتیجہ ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے کوئی ایسا کلام سکھا دیجیے جس کو میں پڑھتا رہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کہا کرو:

(۴) **"لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَ الْحَمْدُ لِلّٰـهِ کَثِیْرًا وَ سُبْحَانَ اللّٰـهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ."** (مسلم، الذکر و الدعاء، باب فضل التهلیل و التسبیح و الدعاء: ۳۴۵/۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ

تعالیٰ بہت ہی بڑا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تعریفیں ہیں، اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہے، جو غالب ہے، حکمت والا ہے۔

(۳) اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اپنی ذات کو ذِلت و رسوائی کے کاموں سے بچائیں۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو پیش نظر رکھیں، خود اپنے نفس کو متواضع بنائیں، مساکین وفقراء سے نفرت نہ کریں۔

(شرح اسماء الحسنی للمنصورپوری : ۶۳)

(۴) اسی طرح اس اسم مبارک سے تعلق پیدا کرنے کے لیے ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اذان اور اقامت دھیان سے سنے اور نمازوں میں تکبیراتِ انتقالیہ دھیان سے کہے۔ جب مؤذّن ''اللہ اکبر'' کہے تو دل سے اس کی تصدیق کرے، زبان سے بھی وہی کہے جو مؤذّن کہتا ہے۔ اذان اور اقامت ادب سے سننے اور اس کا جواب زبان اور عمل (نماز پڑھنے) دونوں سے دینے سے انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی اللہ تعالیٰ کی کبریائی و عظمت دل میں راسخ ہوجائے گی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب سے بچنے کے لیے یہ دعا مانگیں:

(۵) ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مُطِیْعِیْنَ لِاَمْرِکَ وَ جَنِّبْنَا غَضَبَکَ وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ، اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ.''

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں اپنے احکام کا فرمانبردار بنادے اور اپنے قہر وغضب اور جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما، بے شک آپ خوب دعاوں کو سننے اور قبول کرنے والے ہیں۔

(تفسیر عثمانی: ۶۶۶۔ سورۂ جاثیہ: ۳۷)

یہودی کی بات پر رسول اللہ ﷺ کا تعجب

(۵۵۲) عن عبداللہ رضی اللہ عنہ أن یھودیًا جاء إلی النبی ﷺ فقال:

''یَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمَاوَاتِ عَلٰی إِصْبَعٍ ، وَ الْأَرْضِیْنَ عَلٰی

إِصْبَعٍ ، وَ الْجِبَالَ عَلٰی إِصْبَعٍ، وَ الشَّجَرَ عَلٰی إِصْبَعٍ ،وَ الْخَلَائِقَ عَلٰی إِصْبَعٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا الْمَلِکُ."

فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ، ثُمَّ قَرَأَ:

﴿ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ (الأنعام: ٩١)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فَضَحِکَ رَسُوْلُ ﷺ تَعَجُّبًا وَ تَصْدِيْقًا لَهُ.

[صحيح] (أخرجه البخاری ج ٩ ص ١٥٠)

(۵۵۲) ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نبی اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یا محمد ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک انگلی پر تھام لے گا، اٹھا لے گا اور تمام زمین کو ایک انگلی پر اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر۔ درختوں کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر۔ پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، رسول اللہ ﷺ (اس یہودی کی بات سن کر) ہنسے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے قرآن پاک کی آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَ مَا قَدَرُواْ اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ (الأنعام: ٩١)

اوران لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی نہ پہچانی۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس یہودی کی بات پر تعجب اور تصدیق کے طور پر ہنسے۔ (اخرجہ البخاری ۹/۱۵۰)

لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ پہچانی

(٥٥٣) قال عبداللّٰه رضی اللہ عنہ جاءَ رجلٌ إلی النبی ﷺ مِنْ أَهلِ الكِتَابِ فقالَ:

"يَا أَبَا الْقَاسِمِ! إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِکُ السَّمَاوَاتِ عَلٰی إِصْبَعٍ وَ الْأَرْضِيْنَ عَلٰی إِصْبَعٍ ، وَ الشَّجَرَ وَ الثَّرىٰ عَلٰی إِصْبَعٍ ، وَ الْخَلَائِقَ عَلٰی إِصْبَعٍ ثُمَّ يَقُوْلُ: أنا الملکُ، أنا الملکُ."

فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَرَأَ:

﴿وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ (الأنعام: ٩١)

[صحيح] (أخرجه البخاری، ج: ٩، ص: ١٥١)

(۵۵۳) ترجمہ: عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کتاب میں سے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: **یا ابا القاسم** ﷺ ! بے شک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک انگلی پر اٹھالے گا اور تمام زمینوں کو ایک انگلی پر اٹھالے گا اور درخت وتحت الثریٰ کو ایک انگلی پر، اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر۔ پھر ارشاد فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں، میں ہی بادشاہ ہوں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہنسے حتیٰ کہ آقا کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے پڑھا:

﴿وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ (الأنعام: ٩١)

اوران لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننی واجب تھی ویسی نہ پہچانی۔

(أخرجه البخاری ٩/١٥١)

میں ہی حساب وکتاب لوں گا

(٥٥٤) يذكر عن جابر رضی اللہ عنہ عن عبد الله بن أنيس رضی اللہ عنہ قال: سمعت النبی ﷺ يقول:

"يَحْشُرُ اللّٰهُ الْعِبَادَ فَيُنَادِيهِمْ بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مَنْ بَعُدَ كَمَا يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ: أَنَا الْمَلِكُ. أَنَا الدَّيَّانُ." (أخرجه البخاری فی معلقاته فی صحيحه ج ٩ ص١٧٢)

(۵۵۴) ترجمہ: عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمارہے تھے: محشر کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جمع کرے گا اور ان کو پکارا جائے گا ایسی آواز سے کہ ہر قریب وبعید، دور اور نزدیک کا برابر آواز سنے گا۔ میں ہی بادشاہ ہوں۔ میں ہی حساب وکتاب لینے والا۔ جزاوبدلہ دینے والا ہوں۔

(اخرجه البخاری ٩/١٧٢)

حق تعالیٰ خود اپنی تمجید کریں گے

(٥٥٥) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أنـه قـال: هل تدرون ماسعة جهنم؟ قال: قلت: لا أدرى قـال: أجل واللّٰه ماتدرون. إن بين سَعَةِ شَحْمَةِ أُذُنِهِمْ وعاتقه مسيرةُ سبعين خريفاً تـجـرى فيهـا أوديةُ الـقيـح والـدمِ فقلتُ: أنهاراً، قال: لا، بل أودیةً ثم قال ابن عباس: حدثتنى عائشة أم المؤمنين رضى اللّٰه عنها أنها سألت رسول اللّٰه ﷺ عن هذه الآية:

﴿وَ مَاقَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَ الْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ﴾ (الزمر:٦٧)

قال:

"يَقُوْلُ: أَنَا الْجَبَّارُ، أَنَا أَنَا، وَ يُمَجِّدُ الرَّبُّ نَفْسَهُ قَالَ: فَرَجَفَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْبَرُهُ حَتّٰى قُلْنَا لَيَخِرَّنَّ."

[صحیح] (أخرجه الحاكم فى المستدرك ج٢ ص٢٥٢)

(٥٥٥) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ جہنم کی وسعت کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں، مجھ کو معلوم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے، اللہ کی قسم، تم لوگوں کو معلوم نہیں۔ سنو، جہنمی کے کان کی لو اور مونڈھے کے درمیان کی دوری ستّر سال کی مسافت کے بقدر ہے اس میں خون اور پیپ کی کئی وادیاں چلیں گی۔ میں نے کہا: کئی نہریں ہوں گی۔ آپ نے فرمایا: نہیں وادیاں ہوں گی۔

پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ اس آیت کے بارے میں:

﴿وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَ الْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ﴾ (الزمر:٦٧)

اور افسوس کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیے تھی ،حالانکہ اس کی وہ شان ہے کہ ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام

آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: حق تعالیٰ فرمائے گا: میں جبّار ہوں۔ میں میں ہوں۔ میں میں ہوں اور حق تعالیٰ اپنے ذات کی تمجید و کبریائی بتلائیں گے آگاہ کریں گے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جس منبر پر تھے، وہ جنبش کر رہا تھا حتیٰ کہ ہم لوگ کہنے لگے کہ کہیں منبر رسول اللہ ﷺ کو لے کر نیچے نہ گر جائے۔ (اخرجہ الحاکم ۲/۲۵۲)

آج کا دن اللہ واحد وقہار کا ہے

(٥٥٦) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال:

"يُنَادِيْ مُنَادٍ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ : يَاأَيُّهَا النَّاسُ! أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ فَيَسْمَعُهَا الْأَحْيَاءُ وَ الْأَمْوَاتُ، وَ يَنْزِلُ اللّٰهُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُنَادِيْ: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ؟ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ." [صحيح] (أخرجه الحاكم في المستدرك، ج: ٢، ص: ٤٣٧)

(۵۵۶) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ قیامت کے دن ایک پکارنے والا آواز دے گا: اے لوگو! قیامت آگئی اس آواز کو مردہ و زندہ سبھی سنیں گے اور حق تعالیٰ آسمان دنیا پر نازل ہوں گے اور آواز دی جائے گی۔ آج ملک و سلطنت کس کی ہے؟ ایک اللہ واحد و قہار کی۔ (اخرجہ الحاکم ۲/۴۳۷)

علماءِ راسخین کا مختار مسلک

ان احادیث میں اصل مضمون تو حق جل مجدہ کی قدرت کاملہ کا ذکر ہے مگر حدیث کے اندازِ بیان سے حق جل مجدہ کے لیے انگلیوں یا ہاتھ کا ثبوت ملتا ہے۔ علماء راسخین کا اس قسم کی تمام حدیثوں میں مختار مسلک یہ ہے کہ الفاظ حدیث کی ظاہری مراد پر ایمان لایا جائے اور کیفیت اور اس کی تفصیل نہ ہمارے لیے ضروری ہے اور نہ عدم علم سے نقصِ ایمان کا خطرہ ہے لہٰذا اس کی حقیقت و کیفیت کو حق جل مجدہ کے سپرد کر دیا جائے کہ مراد حق جو بھی ہو، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور صفات باری جل مجدہ میں کسی قسم کی تشبیہات سے ہم بچیں، یہی اسلم اور اقوی ایمان کی دلیل ہے نیز ان احادیث کو بھی متشابہات میں مانا جائے

کہ حقیقت بجز حق تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں، کیونکہ احادیث کے ظاہری الفاظ سے حق جل مجدہ کے لیے مٹھی اور داہنے ہاتھ کا ہونا معلوم ہوتا ہے (حالانکہ پہلے گزر چکا ہے کہ حق تعالیٰ کے دونوں ہاتھ یمین ہیں رحمٰن ہیں)۔ جو جسم وجسمانیات اور اعضا وجوارح پر دلالت کرتے ہیں۔ حالانکہ **تعالیٰ اللہُ عن ذلک** اس لیے علماء متاخرین نے اس کو ایک تمثیل ومجاز قرار دے کر مٹھی اور ہاتھ وانگلی سے قدرت کاملہ اور مکمل فردیت واختیار مراد لیا ہے۔

ہر مشکل ترین کام، ارادۂ الٰہی میں آسان ہے

مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ وہ عظیم الشان کام جہاں ہماری فہم وادراکات محو حیرت ہوجاتی ہیں اور سوچ بھی نہیں سکتی وہ حق جل مجدہ کے لیے آسان سے آسان ہوتی ہیں اور کوئی شئے اس کی قدرت حاکمہ ومطلقہ سے باہر نہیں اور کل قیامت میں اس تمام عالم کو فنا کے گھاٹ اتار دینا ادنیٰ بھی مشکل نہیں ہے۔

چنانچہ جب اس یہودی عالم نے آنحضور ﷺ کے سامنے تورات کا حصہ بیان کیا تو آپؐ نے اس کی تصدیق میں ﴿وما قدروا اللّٰه حق قدره﴾ پڑھی اور مسکرائے یہاں بھی بعض علماء نے آنحضور ﷺ کے کلام کو تصدیق پر مبنی کہا ہے اور بعض نے تردید میں نقل کیا ہے۔ صحیح اس سلسلہ میں یہ ہے کہ آپ نے تصدیق میں آیت مذکورہ تلاوت فرمائی کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ بہت بڑے فقیہ اور ہوشمند صحابہ میں سے ہیں اور انھوں نے خود اس کی وضاحت کردی ہے کہ آپ ﷺ نے اس عالم کے قول پر تعجب کرتے ہوئے اس کی تصدیق کے لیے مسکرائے اور آیت مذکورہ تلاوت فرمائی۔ واللہ اعلم

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام نوویؒ کی رائے ہے کہ آپ ﷺ کا اس منظر کو بیان کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کی مٹھی کو بند کرنا اور کھولنا مخلوقات کی قبض وبسط کی تمثیل کے لیے تھا، نہ کہ حق جل مجدہ کے صفت قبض وبسط کی مثال بیان کرنا تھا۔ کیونکہ ذات حق جل مجدہ تمام تر تمثیلات کے وراء

الوراء جیسے اس کی ذات کسی کے مشابہ نہیں صفات بھی مشابہ نہیں، حق جل مجدہ کے لیے جن صفات کا بیان قرآن واحادیث میں آیا ہے وہ یقیناً حق جل مجدہ کے لیے ثابت ہیں، اور اس سے معنی ظاہری مراد ہیں جیسے کہ آپ ﷺ نے صفت سمع بیان کرتے ہوئے اپنے کان کی طرف اشارہ کیا اور صفت بصر بیان کرتے ہوئے اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔

اس سے مقصود یہ ہے کہ حقیقتاً حق جل مجدہ کیلیے سمع وبصر ہے نہ یہ کہ جس طرح منکرین صفات معتزلہ اور جہمیہ کہتے ہیں کہ ان صفات سمع وبصر کا ذات حق پر اطلاق مجازاً ہے اور اس سے مراد علم ربانی ہے۔ چنانچہ محدثین نے اس حدیث کو منکرین صفات اور خاص کر جہمیہ کے رد میں نقل کی ہے۔

قاضی عیاضؒ کی رائے

قاضی عیاضؒ نے کہا کہ قبض، طی، اور اخذ تینوں کا معنی اکٹھا کرنا ہے۔

امام قرطبیؒ کی رائے

امام قرطبیؒ نے کہا کہ طی سے مراد ہے فنا کر دینا۔

صاحبِ ترجمانؒ کی رائے

زمین کے لیے لفظ قبض اور آسمانوں کے لیے طی (لپٹنا) کا لفظ قرآن نے بھی استعمال کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین میں طی کی صلاحیت نہیں اور آسمان کا مادہ کوئی ایسی چیز ہے جس میں لپٹنے کی صلاحیت ہے۔ (ترجمان۔ ج۱، ص۲۹۸)

عالمِ آخرت کی حقیقت کو سمجھانے کے لیے الفاظ میں تنازل اختیار کیا جاتا ہے

دراصل ملاءِ اعلیٰ کی حقیقت اور اس کی جملہ مغیبات کی جب انسان کو خبر دی جاتی ہے تو الفاظ ساتھ دینے سے ہمیشہ قاصر ہوتے ہیں اور ہمارے لیے افہام وتفہیم کا واحد ذریعہ الفاظ ہیں خواہ مرسوم ومکتوب ہوں یا ملفوظ ہوں، لہٰذا جو واسطہ تھا جب وہی کوتاہ ثابت ہوا تو انسانیت کو سمجھانے کی خاطر انداز بیان میں تنازل اختیار کیا جاتا ہے اور بشری تفہیم

سے قریب تر الفاظ ومثال اختیار کیا جاتا ہے تاکہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی اُمت یک گونہ عالم ناسوت وہاہوت کی خبر اوراتہ پتہ معلوم کرلے۔

انبیاء علیہ السلام چونکہ ترجمان الٰہی کے مرقع ہوتے ہیں اس لیے وہ انہی الفاظ کے دائرہ میں عالم غیب کی حقائق سے باخبر ہوکر عالم مشاہدہ میں نطق وتکلم فرماتے ہیں، اوران کی مقدس زبان وہی بیان کرتی ہے جو دیدۂ دل ہوتی ہے جس کی مثال ازخود ابواب احادیث میں ملے گی اور یہاں بھی دیکھ لیں کہ جب عالم آخرت کی حقیقت اور عدالت ربّ العٰلمین کی ایک جھلک بیان کی جارہی تھی تو ابن عمرؓ کو خطرہ محسوس ہونے لگا کہ منبرِ مقدس ذات اقدس کے تحمل سے کہیں زمین بوس نہ ہوجائے۔ کیونکہ اس بیان کے وقت عالم ملکوت کی تمام تر حقیقت وقدرت کا عکس اس رسول ﷺ پر ہوا تھا اور رسول ﷺ منبر پر تھے اللہ اکبر کیا سماں ہوگا، اہل بصیرت خوب واقف ہیں۔ حدیث کی شرح دیگر کتب حدیث میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حق تعالیٰ نے تین خصلتیں غیب میں رکھی ہیں تاکہ بندوں کو پہچانے

(٥٥٧) للطبرانی فی الکبیر وأبی الشیخ فی العظمة عن أبی مالک الأشعری ﷺ:

”إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: ثَلَاثُ خِصَالٍ غَيَّبْتُهُنَّ عَنْ عِبَادِىْ، لَوْ رَآهُنَّ رَجُلٌ مَا عَمِلَ سُوْءًا اَبَدًا: لَوْ كَشَفْتُ غِطَائِىْ فَرَآنِىْ حَتّٰى يَسْتَيْقِنَ وَ يَعْلَمَ كَيْفَ أَفْعَلُ بِخَلْقِىْ إِذَا أَمَتُّهُمْ، وَ قَبَضْتُ السَّمَاوَاتِ بِيَدِىَّ ثُمَّ قَبَضْتُ الْأَرْضَ، ثُمَّ الْأَرْضِيْنَ، ثُمَّ قُلْتُ: أَنَا الْمَلِكُ مَنْ ذَا الَّذِىْ لَهُ الْمُلْكُ دُوْنِىْ، ثُمَّ أُرِيْهِمُ الْجَنَّةَ، وَ مَا أَعْدَدْتُ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ فَيَسْتَيْقِنُوْنَهَا ، وَ أُرِيْهِمُ النَّارَ وَ مَا أَعْدَدْتُ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَرٍّ، فَيَسْتَيْقِنُوْنَهَا وَ لٰكِنَّ عَمَدًا غَيَّبْتُ ذٰلِكَ عَنْهُمْ لِأَعْلَمَ كَيْفَ يَعْمَلُوْنَ وَ قَدْ بَيَّنْتُهُ لَهُمْ.“ (کما فی کنز العمال، ج١٠/٢٩٨٥٨)

(۵۵۷) ترجمہ: ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ فرماتے ہیں: تین خصلتیں میں نے اپنے بندوں سے چھپا رکھی ہیں، اگر ان کو کوئی دیکھ لے تو زندگی بھر تک میری عبادت کے سوا کوئی برائی نہ کرے۔ (یعنی تمام انسانیت خالص اللہ پاک ہی کی ذات کے لیے اعمال کیا کرے)۔

(۱) اگر میں اپنی ذات سے نورانی حجاب ہٹادوں تو بندے مجھ کو دیکھ کر یقین کامل و راسخ حاصل کرلیں گے کہ میں اپنے بندوں کے ساتھ مرنے کے بعد کیا معاملہ کرتا ہوں۔

(۲) اور میں ساتوں آسمانوں کو مٹھی میں لیے ہوا ہوں۔ پھر ساتوں زمین کو، پھر میں کہتا ہوں کہ میں بادشاہ ہوں، میری ذات پاک کے علاوہ دوسرا کون ہے جس کا یہ ملک ہو۔

(۳) اور اپنے بندوں کو جنت دکھلادوں اور جو کچھ اس میں بھلائی وخیر تیار کی گئی ہے، تو بندوں کو یقین آجائے، اور ان کو جہنم دکھلادوں اور جو کچھ دکھ درد کا سامان اس میں تیار کیا ہوا ہے، تو بندوں کو یقین آجائے، لیکن میں جان بوجھ کر ان چیزوں کو چھپائے ہوا ہوں، تاکہ میں پرکھوں کہ بندے کیسا عمل کرتے ہیں جبکہ میں نے یہ باتیں بیان بھی کردی ہیں (یعنی حق جل مجدہ نے غیب میں تو حقیقت کو چھپادیا؛ مگر علم کے ذریعہ حقیقت کو واضح فرمادیا)۔

بندوں کی عملی جدوجہد کی آزمائش کے لیے غیبی حقائق کو چھپالیا گیا ہے

حق جل مجدہ نے اہل ایمان سے بھی بے شمار غیبی حقائق کو چھپایا ہے تاکہ عملی جدوجہد، ایمان وایقان، اعمال وافعال کی قوتِ عمل میں حتی الوسع مومن طلب آخرت اور مرضیات ربانی اور مقامات احسانی کے حصول کی تگ ودو میں ہمہ تن انہاک کے ساتھ مصروف ومشغول رہے۔

خاص کر حق جل مجدہ کی ذاتِ بے نہایت، منبع کمالات ذاتیہ، مبداء خلائق کی فیاض، اگر اپنی بے چوں وچرا تجلیات کا ظہور فرمادیتی تو پھر کوئی نہ بچتا جو سر تسلیم خم نہ کردیتا، پھر آزمائش کیا رہ جاتی، یَوۡمِ اَلَسۡتُ میں یہی تو ہوا تھا کہ وادیٔ نعمان میں رب تبارک و

تعالیٰ نے اپنی ربوبیت والوہیت کا تعارف بدرجہ اتم کرایا، پھر عہد لیا تھا تو سب نے عہد دیا۔ اب اس کی حکمت یہی ہے کہ اس کی تجلی ذاتیہ کی صفات خاموش زبان سے عیاں ہو، اور بندوں کے رُخ اور جہت تعیین کو آزمایا جائے۔ وہ اپنے دست قدرت میں زمین و آسمان کو تھام لے گا، تو پھر چند بالشت کے انسان کی کیا حیثیت ہے اس کی گرفت و پکڑ کے سامنے لہٰذا انسانوں کو اس کی پکڑ و گرفت سے بچنے کی ایمانی واعتقادی عملی وفکری، دنیوی و اخروی، اسی کی بتلائی ہوئی شریعت کے میزان پر تدبیر کرنی ہوگی۔ اس کی جنت وجہنم کا یقین راسخ کر کے جنتی اعمال وصفات کا خوگر بننا ہوگا اور جہنمی اعمال وصفات سے کنارہ کش رہنا ہوگا، پھر اس کو قیامت کے دن تجلّی الٰہی کا دیدار بھی ہوگا جنت کی رہائش بھی ملے گی، جہنم سے نجات بھی حاصل ہوگی۔

حاصل یہ ہے کہ غیب میں چھپا کر تمام مسرتیں رکھی گئی ہیں اور ہر طرح کے درد ودکھ کا المناک ٹھکانہ بھی، مگر حدیث بتلا رہی ہے کہ جنت والوں کو دید کا لطف بھی حاصل ہوگا بلکہ جنت میں داخلہ سے پہلے حق تعالیٰ کی ملاقات کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔

﴿اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً﴾ معلوم ہوتا ہے اہل جنت کو پہلے رؤیتِ باری ہوگی پھر داخلۂ جنت ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ يَوْمِيْ يَوْمَ اَلْقَاکَ فِيْهِ آمین!

باب منه في الحوض المورد:

باب: حوض کوثر پر لوگوں کی آمد

(۵۵۸) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: خطب رسول اللّٰہ ﷺ فقال:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا، ثُمَّ قَالَ: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ﴾ إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ (الأنبياء: ١٠٤) ثُمَّ قَالَ: أَلَا وَ إِنَّ أَوَّلَ الْخَلائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ. أَلَا وَ إِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِيْ، فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ!

أُصَيْحَابِی فَيُقَالُ: إِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَکَ. فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ﴿وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ (المائدة: ۱۱۷) فَيُقَالُ :إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ." [صحيح] (أخرجه البخاری ج٦ ص ٦٩)

محشر میں لوگوں کی آمد کس حال میں ہوگی

(۵۵۸) ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے تقریر کی تو کہا: اے لوگو! تم میدان محشر میں حق جل مجدہ کے پاس ننگے پاؤں، ننگے جسم بغیر ختنہ کیے ہوئے اٹھائے جاؤ گے، حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا، كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خلقٍ نُعِيْدُهُ یاد رکھو تمام مخلوقات میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ خبردار میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور ان کو پکڑ کر بائیں طرف جہنم میں ڈالا جائے گا۔ میں کہوں گا ربّ العالمین یہ میرے ساتھی ہیں، یہ میرے ساتھی ہیں، ارشاد ہوگا: آپ کو معلوم نہیں انھوں نے آپ کے آجانے کے بعد دین میں کیا کیا نئی نئی بدعتیں ایجاد کی تھیں، اس وقت میں وہی بات کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے عیسیٰ بن مریم ؑ نے کہی تھی ﴿وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ (اور میں ان پر مطلع رہا، جب تک ان میں رہا، پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا تو آپ ان پر مطلع رہے) (المائدہ: ۱۱۷)

ارشاد ہوگا: یہ لوگ مسلسل دین حنیف اور صراط مستقیم سے پیچھے ہٹتے گئے جب سے آپ ان لوگوں سے رخصت ہوئے تھے۔

ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے

قیامت کے دن حق جل مجدہ تمام انسانوں کو ننگے بدن ننگے پاؤں اور بغیر ختنہ کے، جیسے وہ پیدا کیے گئے تھے، جمع کریگا۔ اور بظاہر جو بات سمجھ میں آتی ہے ایسا حساب و کتاب

کی غرض سے کیا جائے گا کہ انسان کے ساتھ یا تو بدی ہوگی یا نیکی وحسنات اگر بدی وگندگی ہوگی تو عذاب وعقاب کی جانب دھکیل دیا جائے گا، جہنم میں منہ کے بل گھسیٹ کر ڈال دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے سورۃ فرقان میں اس کی اطلاع دیدی ہے ﴿اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ﴾ وہ لوگ اپنے چہرے کے بل جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔ اور نیک وصالحین کو حق تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں جنت کی طرف نیز قدرت مطلقہ کا بھی اظہار ہوگا کہ حق جل مجدہ پر تخلیق کے بعد اعادہ مشکل نہیں جیسا کہ مشرکین و جاہلین انکار کرتے ہیں اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے حشر کی کیفیت وحقیقت بیان کرنے کے بعد سورۃ انبیاء کی آیت پڑھی، جس کا ترجمہ ہے جیسے سرے سے بنایا تھا ہم نے پہلی بار پھر اس کو دہرائیں گے وعدہ ضرور ہو چکا ہے ہم پر، ہم کو پورا کرنا ہے، یعنی جیسی سہولت سے دنیا کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کردی جائے گی۔ یہ حتمی وعدہ ہے، جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ آسان سی بات ہے، جس طرح حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے شروع میں ابتداء تخلیق کی تھی اسی طرح آسانی سے حق جل مجدہ اس کو دوبارہ اعادہ و پیدا کردیں گے۔ تخلیق کے مقابلہ میں اعادہ کرنا آسان وسہل تر ہے، پہلی بار قدرتِ کاملہ کے تحت تخلیق ہوئی اور اب احاطۂ قدرت سے اعادہ ہوگا، کیا مشکل ہے؟ **سبحان الخالق، سبحانه، سبحانه**، جب اعادہ کی بات آئی تو اس چمڑی کا بھی اعادہ ہوگا جو ختنہ کے وقت کاٹ دیا جاتا ہے، تا کہ من وعن مکمل اعادہ کی قدرت کا کرشمہ نمایاں ہو، اللہ اکبر کبیراً۔

سب سے پہلا لباس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا ہوگا

دوسری چیز حدیث میں آئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق جل مجدہ قیامت کے دن سب سے پہلے لباس و حُلّہ عطا کریں گے، اس کی حکمت یہ ہوگی کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وعظمت کے نام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، اور ان کو آگ میں ڈالنے سے قبل ننگا کیا گیا، جس کی منجانب اللہ ان کو حوصلہ افزائی کے لیے یہ لباس عطا ہوگا۔ مگر یہ ایک جزوی فضیلت ہے اس سے ہمارے نبی ﷺ کی کلی فضیلت پر اثر

نہیں پڑتا، پھر یہ بات تو خود ہی مولائے کل، دانائے سبل ختم الرسل ﷺ نے ہم کو بتلائی، گویا کہ ہمارے آقا نے حضرت ابراہیمؑ کو جو ایک جزوی فضیلت حاصل ہوگی اس کا اظہار فرما دیا، یہ ایسا ہی ہے کہ جب درود وسلام پڑھنے کا ہم کو طریقہ سکھلایا تو ساتھ ساتھ ملت حنفیہ کے امام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی درود وسلام میں شامل فرمالیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ۔

دینِ متین سے پھر جانے والے

تیسری چیز حدیث میں آگاہ کی جارہی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے کچھ لوگوں کو بائیں طرف یعنی جہنم کی طرف فرشتے لے جارہے ہوں گے، بعض روایت میں ہے حوض سے اٹھا کر، بعض میں ہے آپ کے درمیان اور ان کے درمیان فرشتے آجائیں، الغرض ان کو حوض کوثر سے دور کر دیا جائے گا اور جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ نبی رحمت ﷺ فرمائیں گے، ان کو کیوں لے جارہے ہو یہ تو میری جماعت اور میرے اصحاب وساتھی ہیں فرشتے عرض کریں گے آپ کو معلوم نہیں ہے جب آپ ان سے رخصت ہو کر (اللہ تعالیٰ کے پاس) آگئے تھے، تو انھوں نے دین اسلام میں نئی نئی باتیں داخل کی تھیں، دین سے پلٹ گئے، آپ کے طریقہ کو چھوڑ دیا، روشنی سے اندھیرے کی طرف پلٹ گئے، وغیرہ۔ پھر آپ نے وہ بات کہی جو عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہی گئی ہے۔ جو سورۂ مائدہ کی آیت ۱۱۷ میں ہے جس کا ترجمہ ہے:

اور میں ان سے خبر دار تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو تو ہی خبر رکھنے والا ان کی اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے۔

میں نے ان کی نگرانی کی

نہ صرف یہ کہ میں نے مخلوق کو تیری توحید اور عبودیت کی طرف دعوت دی، بلکہ

جب تک ان کے اندر قیام پذیر رہا، برابر ان کے احوال کی نگرانی اور خبر گیری کرتا رہا، کہ کوئی غلط عقیدہ یا بے موقع خیال قائم نہ کرلیں البتہ ان میں قیام کرنے کی جو مدت آپ کے علم میں مقرر و مقدر تھی، جب وہ پوری کر کے آپ نے مجھ کو ان میں سے اٹھالیا (كَمَا يَظْهَرُ مِنْ مَادَّةِ التَّوَفِّي وَ مُقَابَلَةِ مَا دُمْتُ فِيهِمْ) تو پھر صرف آپ ہی ان کے احوال کے نگراں اور خبر دار ہو سکتے تھے، میں اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ (تفسیر عثمانی)

بدعتی سے حضور ﷺ کی علیحدگی

(٥٥٩) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ أنه كان يحدث أن رسول ﷺ قال:

"يَرِدُ عَلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِيْ فَيُحَلَّؤُنَ عَنِ الْحَوْضِ فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ أَصْحَابِيْ! فَيَقُوْلُ :إِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ. إِنَّهُمْ ارْتَدُّوْا عَلٰى أَدْبَارِهِمِ الْقَهْقَرِيّ." [صحيح] (أخرجه البخاری ج ٨ ص ١٥٠)

(۵۵۹) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: حضور ﷺ فرماتے ہیں: قیامت کے دن ایک جماعت حوض کوثر پر میرے پاس آئے گی تو ان کو دھکے دے کر بھگا دیا جائے گا، میں کہوں گا: الٰہ العالمین! یہ تو میرے ساتھی ہیں، میرے احباب ہیں، ارشاد ہوگا: آپ ﷺ کو نہیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ کے آنے کے بعد انھوں نے دین میں کیا کیا بدعات پیدا کیں، یہ لوگ آپ ﷺ کے آنے کے بعد دین سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے۔

میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ کسی فتنہ میں مبتلا کیا جاؤں

(٥٦٠) عن ابن أبی ملكية قال: قالت أسماء رضی الله عنها عن النبی ﷺ قال:

"أَنَا عَلٰى حَوْضِيْ اَنْتَظِرُ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ فَيُؤْخَذُ بِنَاسٍ مِنْ دُوْنِيْ فَأَقُوْلُ: أُمَّتِيْ. فَيَقُوْلُ: لَا تَدْرِيْ مَشَوْا عَلَى الْقَهْقَرِيّ."

قال ابن أبی مُلَيْكَة: "اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلٰى أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ." [صحيح] (أخرجه البخاری، ج: ٩، ص: ٥٨)

(۵۶۰) ترجمہ: ابن ابی ملیکہؒ نے فرمایا، اسماءؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے حوض پر جو لوگ میرے پاس آئیں گے ان کا انتظار کروں گا۔ تو کچھ لوگوں کو مجھ سے چھین لیا جائے گا۔ تو میں کہوں گا: یہ میرے امتی ہیں۔ تو مجھ کو جواب دیا جائے گا: آپ ﷺ کو معلوم نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کے آجانے کے بعد، پیچھے پاؤں دین اسلام سے پلٹ گئے تھے۔ ابن ابی ملیکہؒ دعا مانگتے: "اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِکَ أَنْ نَرْجِعَ عَلٰی أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ." یا اللہ میں پناہ چاہتا ہوں آپ سے اس بات سے کہ میں دین اسلام سے پلٹ جاؤں یا کسی فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں۔ (اخرجہ البخاری۔ ۹/۵۸)

لوگ میرے حوض پر آئیں گے

(٥٦١) عن أنس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:

"لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِیْ الْحَوْضَ حَتّٰی عَرَفْتُهُم أُخْتُلِجُوْا دُوْنِیْ، فَأَقُوْلُ أَصْحَابِیْ فَیَقُوْلُ: لَا تَدْرِیْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَکَ."

[صحیح] (أخرجه البخاری، ج: ٨، ص: ١٤٩)

(۵۶۱) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگ میرے اصحاب میں سے میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے حتیٰ کہ میں ان کو پہچان لوں گا، میں کہوں گا: میرے ساتھی ہیں۔ تو مجھ کو کہا جائے گا: آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے دین میں کیا کیا نئی بدعات ایجاد کی ہیں۔ (اخرجہ البخاری۔ ۸/۱۴۹)

سورۂ کوثر نازل ہوئی تو آقا ﷺ نے ہنستے ہوئے سر اُٹھایا

(٥٦٢) عن أنس رضی اللہ عنہ قال: بینا رسول اللّٰہ ﷺ ذات یوم بین أظهرنا إذ أغفی إغفاءة، ثم رفع رأسه مبتسّمًا فقلنا: ماأضحكك یا رسول اللّٰہ قال: أُنْزِلَتْ عَلَیَّ آنِفًا سُوْرَةٌ فَقَرَأَ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿إِنَّا أَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَکَ هُوَ

الْاَبْتَرُ﴾ (سوة الكوثر)

ثُمَّ قَالَ :[أَ تَدْرُوْنَ مَا الْكَوْثَرُ؟] فَقُلْنَا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ:

"فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيْهِ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ، عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيْرٌ هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ،آنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُوْمِ فَيُخْتَلَجُ الْعَبْدُ مِنْهُمْ فَأَقُوْلُ: رَبِّ! إِنَّهُ مِنْ أُمَّتِیْ. فَيَقُوْلُ: مَا تَدْرِیْ مَا أُحْدِثَتْ بَعْدَکَ."

زَادَ ابْنُ حَجَرٍ فِی حَدِيْثِهِ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فِی الْمَسْجِدِ وَ قَالَ:مَا اَحْدَثَ بَعْدَکَ.

[صحيح] (أخرجه مسلم ج ١ ص ٣٠٠)

(٥٦٢) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) ہمارے درمیان تھے، اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک قسم کی نیند یا نزول وحی کی کیفیت طاری ہوئی۔ پھر ہنستے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا۔ ہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کا سبب کیا ہے؟ تو فرمایا: کہ مجھ پر اسی وقت ایک سورۃ نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ سورۃ کوثر پڑھی۔ پھر فرمایا: تم جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کیا: **اللّٰہ ورسولہ اعلم** ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک نہر جنت ہے۔جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے جس میں خیر کثیر ہے اور وہ حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے روز پانی پینے کے لیے آئے گی، اس کے پانی پینے کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہوں گے، اس وقت بعض لوگوں کو فرشتے حوض سے ہٹا دیں گے، میں کہوں گا: کہ میرے پروردگار یہ تو میری امت میں ہے۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا نیا دین اختیار کیا۔

(اخرجه امام مسلم ١/ ٣٠٠)

سورۂ کوثر کا نزول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿اِنَّا اَعْطَيْنٰکَ الْکَوْثَرَo﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے، بے شک ہم نے دی

تجھ کو کوثر۔

تمام قسم کی بھلائیاں

'کوثر' کے معنی 'خیر کثیر' کے ہیں، یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری یہاں اس سے کیا چیز مراد ہے؟ 'البحر المحیط' میں اس کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کیے ہیں، اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی ودنیوی دولتیں اور حسی ومعنوی نعمتیں داخل ہیں جو آپ ﷺ کو یا آپ کے طفیل میں امت مرحومہ کو ملنے والی تھیں ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت وہ ''حوض کوثر'' بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جس کے پانی سے آپ ﷺ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے (اے ارحم الراحمین اس خطا کار وسیاہ رو کو بھی اس سے سیراب کیجیے)

تنبیہ: 'حوضِ کوثر' کا ثبوت بعض محدثین کے نزدیک حدتواتر تک پہنچ چکا ہے۔ ہر مسلمان کو اس پر اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ احادیث میں اس کی عجیب وغریب خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ بعض روایات سے اس کا محشر میں ہونا اور اکثر سے جنت میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اکثر علماء نے تطبیق یوں دی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہوگی اور اسی کا پانی میدانِ حشر میں لاکر کسی حوض میں جمع کردیا جائے گا۔ دونوں کو 'کوثر' ہی کہتے ہوں گے۔ (تفسیر عثمانی)

الکوثر کے معانی از روئے لغت کثیر یعنی خیر کثیر اور ہر قسم کی بھلائی اور بہتری کے ہیں ابن ماجہ نے بروایت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے اور خیر کثیر حکمت ہے، صحیح بخاری کی روایت ہے کوثر جنت کی وہ نہر ہے جو آپ ﷺ کو شب معراج میں بھی دکھائی گئی تھی۔ جس کے کنارے موتیوں کے خیمے تھے، آپ ﷺ نے اس کا پانی دیکھا تو مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے متعلق جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل امین علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ وہی کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا کی ہے۔

(رواہ البخاری والمسلم)

عظیم الشان سورہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کو نیند کا جھونکا سا آیا، پھر آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا مسکراتے ہوئے اور فرمایا مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے یعنی بہت ہی عظیم الشان اور آپ نے یہ سورت پڑھ کر سنائی۔

(معارف کاندھلوی)

شانِ نزول

ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے اور بیہقیؒ نے دلائل نبوت میں حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص کی کوئی اولاد ذکور مر جائے تو اس کو عرب ابتر کہا کرتے تھے، یعنی مقطوع نسل، جس وقت نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے قاسم یا ابراہیم کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا تو کفار مکہ آپ ﷺ کو ابتر کہہ کر طعنہ دینے لگے ایسا کہنے والوں میں عاص بن وائل کا نام خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کے سامنے جب حضور ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو کہتا تھا کہ ان کی بات چھوڑو۔ یہ کچھ فکر کرنے کی چیز نہیں کیونکہ وہ ابتر (مقطوع النسل) ہیں، جب ان کا انتقال ہو جائے گا، ان کا کوئی نام لینے والا نہیں رہے گا۔ اس پر سورۂ کوثر نازل ہوئی۔ (رواہ البغوی ابن کثیر ومظہری)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد سعید بن جبیرؒ سے کسی نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے، تو سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اس کے منافی نہیں بلکہ) وہ نہر جس کا نام کوثر ہے وہ بھی اس کار خیر میں داخل ہے اسی لیے امام تفسیر مجاہدؒ نے کوثر کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ دنیا و آخرت دونوں کی خیر کثیر ہے اس میں جنت کی خاص نہر کوثر بھی داخل ہے۔

حوضِ کوثر کی تفسیر

(۱) علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں: کوثر کثرت سے ماخوذ ہے اس کا وزن فوعل ہے جو

مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے کسی چیز کا اتنا کثیر ہونا کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔
(۲) علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں جو چیز تعداد میں قدر و قیمت میں اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہو، اسے کوثر کہتے ہیں۔ یہاں ایک چیز بڑی غور طلب ہے، قاعدہ یہ ہے کہ موصوف اور صفت دونوں یکجا مذکور ہوتے ہیں لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، الکوثر جو صفت ہے وہ مذکور ہے، لیکن اس کا موصوف مذکور نہیں، اس میں کیا حکمت ہے، علماء فرماتے ہیں اگر ایک چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کوثر (بے حد و بے حساب) عطا کی ہوتی تو اس کو ذکر کر دیا جاتا اگر چند چیزیں ہوتیں تو ان کے بیان کا تکلف کیا جاتا، یہاں تو حالت یہ ہے کہ جو عطا فرمایا بے حد وحساب عطا فرمایا، کس کا ذکر کیا جائے اور کس کا نہ کیا جائے اس لیے صفت ذکر کر دی اور موصوف کو قاری کے ذہن پر چھوڑ دیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ اے حبیب میں نے آپ کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ بیحد وحساب ہیں۔ علم وحلم، جود وکرم، عفو ودرگزر، الغرض جن محامد سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو سرفراز فرمایا وہ ایک سمندر بے پیدا کنار، جس کی حد کو کوئی پا نہیں سکتا۔

الکوثر کی تفسیر میں متعدد مشہور اقوال

(۱) کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے جس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمائی ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں، موتیوں اور یاقوت کا فرش بچھا ہوا ہے، اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبو دار ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ شفاف ہے۔
(۲) کوثر اس حوض کا نام ہے جو میدان حشر میں ہوگا جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے جس کے کناروں پر پیالے، آبخورے، اتنی کثرت سے رکھے ہوں گے جتنے آسمان پر ستارے ہیں تا کہ درِ حبیب پر آ کر کسی پیاسے کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ اس کے چاروں کونوں پر خلفائے اربعہ تشریف

فرما ہوں گے، جو شخص ان میں سے کسی کے ساتھ بغض کرے گا اسے حوض کوثر سے ایک گھونٹ بھی نہیں ملے گا۔

(۳) النبوّۃ : انبیاء تو حضور ﷺ سے پہلے بھی تشریف لائے، لیکن نبوتِ محمدیہ ﷺ کے فیوض و برکات کی کثرت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ خاتم النّبیین کی نبوت کا دامن ساری نوعِ انسانیت کو سمیٹے ہوئے ہے، بلکہ ساری کائنات کے نبی ہیں، آپ ﷺ کا بحر رسالت زمان ومکان کی حدود سے آشنا نہیں۔

(۴) کوثر سے مراد قرآن کریم ہے، انبیاء سابقین بھی صحائف اور کتابیں لے کر آئے، لیکن جو جامعیت اور ہدایت اس کی تعلیمات میں ہے اس کی نظیر کہاں، علوم و معارف کے جو خزینے، اس صحیفۂ رشد وہدایت میں مستور ہیں وہ کسی اور کو نصیب نہیں، انسانی زندگی کے ان گنت شعبوں پر جس طرح اس کتاب مبین کا نور ضیا پاشیاں کر رہا ہے وہ کسی بصیرت والے سے مخفی نہیں۔

(۵) اس سے مراد دین اسلام ہے۔

(۶) اس سے مراد صحابۂ کرامؓ کی کثرت ہے جتنے صحابہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تھے، کسی دوسرے نبی یا رسول کو اتنے صحابہ میسر نہیں آئے۔

(۷) اس سے مراد رفع ذکر ہے، ساری کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں جس طرح نبیٔ رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر مبارک کا ڈنکا بج رہا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔

(۸) حضرت امام جعفر صادقؒ کے نزدیک کوثر سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کا نور ہے، جس نے آپ کی اللہ تعالیٰ تک رہنمائی کی اور ماسوا سے ہر قسم کا رشتہ منقطع کر دیا۔

(۹) مقام محمود، روزِ محشر جب شفیع المذنبین ﷺ شفاعت عامہ فرمائیں گے۔

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے الکوثر کی تفسیر الخیر الکثیر، خیر کثیر سے کی ہے،

حضرت سعید بن جبیرؒ نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ بھی اس خیر کثیر میں سے ایک ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں کوثر میں داخل ہیں، ظاہری نعمتوں سے مراد دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں اور باطنی نعمتوں سے مراد علوم لدنیہ ہیں جو بغیر کسب کے محض فیضان الٰہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

علامہ ابن کثیرؒ نے اس حدیث کو نقل کر کے مزید لکھا ہے:

وَ قَدْ وُرِدَ فِیْ صِفَةِ الْحَوْضِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَنَّهٗ یُشْخَبُ فِیْهِ مِیْزَانَانِ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ نَهْرِ الْکَوْثَرِ وَ اَنَّ آنِیَتَهٗ عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَاءِ

حوضِ کوثر کی صفت میں روایات حدیث میں آیا ہے کہ اس میں دو پرنالے آسمان سے گریں گے جو نہر کوثر کے پانی سے حوض کو بھر دیں گے اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہوں گے۔

اس روایت نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اصل نہر کوثر جنت میں ہے اور یہ حوض کوثر میدان حشر میں ہوگی اس میں دو پرنالوں کے ذریعہ نہر کوثر کا پانی ڈالا جائے گا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حوض کوثر پر امت کا ورود دخول جنت سے پہلے ہوگا۔ واللہ اعلم

منافق کوثر سے محروم

اس حدیث میں جو بعض لوگوں کو حوض کوثر سے ہٹا دینے کا ذکر ہے یہ وہ لوگ ہیں جو بعد میں اسلام سے پھر گئے، یا پہلے ہی سے مسلمان نہیں تھے مگر منافقانہ اظہار اسلام کرتے تھے، آنحضرت ﷺ کے بعد ان کا نفاق کھل گیا۔ واللہ اعلم

احادیث صحیحہ میں حوض کوثر کے پانی کی صفائی اور شیرینی اور اس کے کناروں کا جواہرات سے مرصع ہونے کے متعلق ایسے اوصاف مذکور ہیں کہ دنیا میں ان کا کسی چیز پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ (معارف مفتی اعظم)

نزولِ سورہ کا زمانہ

میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ کا نزول رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے کی وفات کے قریب نہیں ہوا کیونکہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی وفات تو مکہ میں ہجرت اور بقول بعض بعثت سے پہلے ہوئی تھی۔

واقدیؒ کا قطعی خیال ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی وفات منگل کے دن دس ربیع الاول ۱۰ نبوۃ کو ہوئی۔ کذا فی سبیل الرشاد۔

حوضِ کوثر کی خوبیاں

طبرانیؒ کی دوسری روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ کی تشریح میں فرمایا جنت میں ایک بہت بڑے پھاٹ کی نہر ہے جس کے ظروف سونے چاندی کے ہوں گے جن (کی تعداد) سے سوائے اللہ کے کوئی واقف نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور پانی موتیوں (کی زمین) پر بہتا ہے (ابن ماجہ وترمذی) ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک نہر ہے جو اللہ نے تمہارے نبی ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔ (رواہ البخاری)

حوضِ کوثر کا تذکرہ پچاس سے زائد صحابیوںؓ کی روایت میں آیا ہے، چاروں خلفاء حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہؓ کی روایت کردہ احادیث میں حوض کوثر کا ذکر موجود ہے، سیوطیؒ نے بدور سافرہ میں تقریباً ستر احادیث نام بنام صحابہ کرامؓ کی نقل کی ہیں۔

نہرِ کوثر

صحیحین میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں جنت میں گیا تو وہاں پر ایک نہر دیکھی جس کے دونوں کناروں پر موتی کے خیمے تھے میں نے نہر میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو خالص مشک، (کی طرح خوشبودار) تھا میں نے کہا کہ جبرئیلؑ یہ کیا ہے جبرئیلؑ نے کہا یہ وہ کوثر ہے جو اللہ نے آپؐ کو عطا کی ہے۔

دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے بڑھ کر شیریں

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے بڑھ کر شیریں ہے اس میں پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہیں، حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تو وہ بڑے لطیف ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عمر رضی اللہ عنہ ان کا کھانا اس سے زیادہ لطیف ہے۔ (احمد وترمذی)

نہرِ کوثر کی زمین

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کی بیوی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کے اندر ایک نہر دی گئی ہے جس کو کوثر کہا جاتا ہے فرمایا: ہاں اور اس کی زمین موتی، مونگے، زبرجد اور یاقوت کی ہے (وہ اتنی بڑی ہے جیسے) ایلہ سے صنعا تک مسافت ہے اس کے کوزے ستاروں کے تعداد کے موافق ہیں۔ (طبرانی تفسیر مظہری)

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر۔

عظیم انعام کا عظیم شکریہ ادا کرو

یعنی اتنے بڑے انعام واحسان کا شکر بھی بہت بڑا ہونا چاہیے کہ آپ اپنی روح، بدن اور مال سے برابر اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیں بدنی وروحی عبادات میں سب سے بڑی چیز نماز ہے اور مالی عبادات میں قربانی ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قربانی کی

اصل حقیقت جان کا قربان کرنا تھا، جانور کی قربانی کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم واسمٰعیل علی نبینا وعلیہم السلام کے قصہ سے ظاہر ہے اسی لیے قرآن میں دوسری جگہ بھی نماز اور قربانی کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے۔

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِی وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (انعام، ١٦٤)

تنبیہ: بعض روایات میں ''وانحر'' کے معنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے آئے ہیں مگر ابن کثیر نے ان روایات میں کلام کیا ہے اور ترجیح اس قول کو دیا ہے کہ ''نحر'' کے معنی قربان کرنے کے ہیں، گویا اس میں مشرکین پر تعریض ہوئی کہ وہ نماز اور قربانی بتوں کے لیے کرتے تھے مسلمانوں کو یہ کام خالص اللہ واحد کے لیے کرنے چاہئیں۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کی مبارکباد

رسول اللہ ﷺ ایک دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، آپ رضی اللہ عنہ اس وقت گھر پر نہ تھے آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ جو قبیلہ بنونجار سے تھیں انھوں نے کہا یا نبی اللہ ﷺ! وہ تو ابھی ابھی آپ ﷺ ہی کی طرف گئے ہیں، شاید بنونجار میں رک گئے ہوں، آپ ﷺ تشریف لائیے، حضور ﷺ گھر میں تشریف لے گئے تو مائی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کے سامنے ملیدہ رکھا جو آپ ﷺ نے تناول فرمایا، مائی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خوش ہو کر فرمانے لگیں کہ اللہ آپکو شاداں وفرحاں رکھے۔ اچھا ہوا کہ خود تشریف لے آئے میں تو حاضر دربار ہونے کا ارادہ کر چکی تھی کہ آپ ﷺ کو حوض کوثر عطا ہونے کی مبارکباد دوں، مجھ سے ابھی ابھی حضرت ابوعمارہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس حوض کی زمین یاقوت اور مرجان اور زمرد اور موتیوں کی ہے۔ یہ واقعہ تواتر سے ثابت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

نماز اور قربانی

نماز بدنی اور جسمانی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت ہے اور قربانی مالی عبادتوں میں اس بنا پر خاص امتیاز اور اہمیت رکھتی ہے کہ اللہ کے نام پر قربانی کرنا بت پرستی کے شعار کے خلاف ایک جہاد بھی ہے، ان کی قربانیاں بتوں کے نام پر ہوتی تھیں، اسی لیے قرآن کریم کی ایک اور آیت میں بھی نماز کے ساتھ قربانی کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿ اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

اس آیت میں و انحر کے معنی قربان ہونا، حضرت ابن عباسؓ، عطاءؒ، مجاہدؒ اور حسن بصریؒ وغیرہ سے مستند روایات میں ثابت ہے، بعض لوگوں نے جو وانحر کے معنی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بعض ائمہ تفسیر کی طرف منسوب کیے ہیں اس کے متعلق ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ روایت منکر (نا قابل اعتبار) ہے۔ (معارف مفتی اعظم)

یعنی اللہ نے تم کو کوثر عطا فرمائی اس کے شکریہ میں نماز پڑھو، نماز کے اندر شکر کی ہر قسم موجود ہے زبان سے، دل سے اور ہاتھ پاؤں سے ہر طرح سے نماز میں اللہ کا شکر ادا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اصل سے مراد ہے نماز پر قائم رہو (ترک نہ کرو) مطلب یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ محض رب کے لیے نماز پڑھو، ان لوگوں کی طرح نماز نہ پڑھو، جو غیر اللہ کے لیے پڑھتے اور قربانی کرتے ہیں یا دکھانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔

و انحر اونٹوں کی قربانی کرو، عرب میں اونٹ سب سے اعلیٰ جانور شمار کیا جاتا تھا اور قربانی کے بعد گوشت و پوست وغیرہ غریبوں اور یتیموں کو دیدو ان لوگوں کی طرح نہ کرو جو یتیموں اور مسکینوں کو دھکے دیتے اور ماعون کو روک کر رکھتے ہیں، اس تشریح کی بنا پر یہ سورت گویا سورت ماعون کے مقابل ہوگئی (وہاں مذمت آمیز ممانعت تھی اور یہاں ان مذموم چیزوں کے خلاف کرنے کا حکم ہے) عکرمہؒ، عطاؒ اور قتادہؒ نے ﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انْحَرْ﴾ کی تفسیر پر عید الاضحیٰ کی نماز اور قربانی واجب ہوگئی۔ سعید بن جبیرؒ نے آیت کی تشریح اس طرح کی کہ مزدلفہ میں فرض نماز پڑھو اور منیٰ میں قربانی کرو۔ (تفسیر مظہری)

﴿اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ﴾ بے شک جو دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھا کٹا۔

حضور ﷺ کے دشمن بے نام ونشان ہوئے

بعض کفار حضور ﷺ کی شان میں کہتے تھے کہ اس شخص کے کوئی بیٹا نہیں بس زندگی تک اس کا نام ہے، پیچھے کون نام لے گا۔ ایسے شخص کو ان کے محاورات میں "ابتـــر" کہتے تھے۔ "ابتـــر" اصل میں دم کٹے جانور کو کہتے ہیں، جس کے پیچھے کوئی نام لینے والا نہ رہے گویا اس کی دم کٹ گئی۔ قرآن نے بتایا کہ جس شخص کو اللہ خیر کثیر عنایت فرمائے اور ابدلآباد تک نام روشن کرے اسے "ابتـــر" کہنا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ حقیقت میں "ابتـــر" وہ ہے جو ایسی مقدس ومقبول ہستی سے بغض وعناد اور عداوت رکھے اور اپنے پیچھے کوئی ذکر خیر اور اثر نیک نہ چھوڑے۔ آج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد ماشاء اللہ حضور ﷺ کی روحانی اولاد سے دنیا پٹی پڑی ہے اور جسمانی دختری اولاد بھی بکثرت ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کا دین، آپ ﷺ کے آثار صالحہ عالم میں چمک رہے ہیں، آپ ﷺ کی یاد نیک نام اور محبت وعقیدت کے ساتھ کروڑوں انسانوں کے دلوں کو گرما رہی ہے، دوست دشمن سب آپ کے اصلاحی کارناموں کا صدق دل سے اعتراف کر رہے ہیں۔ پھر دنیا سے گزر کر آخرت میں جس مقام محمود پر آپ ﷺ کھڑے ہوں گے، اور جو مقبولیت ومتبوعیت عامہ آپ کو علی رؤس الاشہاد حاصل ہوگی وہ الگ رہی کیا ایسی دائم البرکۃ ہستی کو (العیاذ باللہ) "ابتـــر" کہا جاسکتا ہے؟ اس کے مقابل اس گستاخ کو خیال کرو جس نے یہ کلمہ زبان سے نکالا تھا اس کا نام ونشان کہیں باقی نہیں، نہ آج بھلائی کے ساتھ اسے کوئی یاد کرنے والا ہے، یہ ہی حال ان تمام گستاخوں کا ہوگا جنھوں نے کسی زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغض وعداوت پر کمر باندھی اور آپ ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کی اور اسی طرح آئندہ ہوتا رہے گا۔ (تفسیر عثانی)

عبرت: اب غور کیجیے کہ رسول مقبول ﷺ کے ذکر کو حق تعالیٰ نے کیسی رفعت اور عظمت عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک سے آج تک پوری دنیا کے چپہ چپہ پر

آپ ﷺ کا نام مبارک پانچ وقت اللہ کے نام کے ساتھ میناروں پر پکارا جاتا ہے اور آخرت میں آپ ﷺ کو شفاعت کبریٰ کا مقام محمود حاصل ہوگا، اس کے بالمقابل دنیا کی تاریخ سے پوچھئے کہ عاص بن وائل، عقبہ، کعب کی اولادیں کہاں اور ان کا خاندان کیا ہوا۔ (معارف مفتی اعظم)

یعنی تمہارا دشمن ہی ابتر ہے، اسی کے پیچھے کوئی نہیں رہے گا مراد یہ ہے کہ اس کے بعد اس کا اچھا نام نہیں رہے گا بلکہ اللہ ملائکہ اور تمام آدمیوں کی لعنت اس پر پڑتی رہے گی۔

کعب بن اشرف یہودی کی باتیں

بزار وغیرہ نے صحیح سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ کعب بن اشرف (مدینہ کا یہودی) مکہ میں آیا تو قریش نے اس سے کہا کہ تم اہل مدینہ کے سردار ہو، ذرا اس شخص کو تو دیکھو جو اپنی قوم سے الگ ہوگیا اور سب سے کٹ گیا اس کا خیال ہے کہ ہم مجرم ہیں باوجودیکہ ہم حاجیوں کے خدمت گزار ہیں ان کو پانی پلاتے ہیں اور کعبہ کے دربان ہیں کعب نے کہا تم اس سے بہتر ہو اس پر آیت اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ نازل ہوئی۔

عاص بن وائل کی دشمنی

بغویؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ سے باہر تشریف لا رہے تھے اور عاص بن وائل اس وقت اندر داخل ہو رہا تھا دونوں کی ملاقات ہوگئی اور باب بنی سہم کے پاس (کھڑے ہوئے) گفتگو کرنے لگے، سرداران قریش اس وقت کعبہ کے اندر بیٹھے ہوئے تھے، عاص جب اندر پہنچا تو قریش نے پوچھا کہ تم کس سے باتیں کر رہے تھے؟ عاص نے کہا وہی ابتر تھا، یعنی رسول اللہ ﷺ اس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے کی (جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے) وفات ہوچکی تھی۔

محمد بن اسحاق نے یزید بن رومان کا قول نقل کیا ہے کہ عاص بن وائل جب رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کیا کرتا تھا تو کہتا اس کو چھوڑو، وہ تو ابتر آدمی ہے اس کے پیچھے کوئی نسل نہیں ہے، جب مر جائے گا تو اس کا ذکر بھی ختم ہوجائے گا اس پر اللہ نے یہ سورہ نازل فرمائی۔

عاص کی نسل اس سے کٹ گئی

عاص کے دونوں بیٹے جب مسلمان ہوگئے تو ان کا رشتہ باپ سے کٹ گیا، یہاں تک کہ اس کے وارث بھی نہیں ہوئے وہ تو رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہوگئے اور حضور ﷺ کی بیویاں ان کی مائیں ہوگئیں۔

حضور ﷺ کا ذکر ہمیشہ رہے گا

یعنی تمہارا دشمن ہی ابتر ہے تم ابتر نہیں ہو، تمہارا ذکر اللہ کے ذکر کے ساتھ ہمیشہ رہے گا اور قیامت تک تمہاری اچھی شہرت اور بزرگی کے نشانات باقی رہیں گے اور آخرت تمہارے لیے دنیا سے بہتر ہوگی اور تمہاری امت کے مومنوں کا ذکر ملائکہ اور مومنوں کی زبانوں پر رہے گا اور وہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ کہتے رہیں گے۔ واللہ اعلم (تفسیر مظہری)

کچھ لوگ شریعت وسنت سے پلٹ گئے

(٥٦٣) قال مسلم رضی اللہ عنہ:

عن عبد الله بن عبيد الله ابن أبی مُلَيْكَة أنه سمع عائشة تقول: سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول: وهو بين ظهرانَیْ أصحابه:

"إِنِّیْ عَلَی الْحَوْضِ أَنْتَظِرُ مَنْ يَرِدُ عَلَیَّ مِنْكُمْ . فَوَاللّٰهِ لَيُقْتَطَعَنَّ دُوْنِیْ رِجَالٌ فَلَأَقُوْلَنَّ أَیْ رَبِّ ! أُمَّتِیْ ! فَيَقُوْلُ: إِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا عَمِلُوْا بَعْدَکَ؟ مَا زَالُوْا يَرْجِعُوْنَ عَلٰی أَعْقَابِهِمْ." [صحيح] (أخرجه مسلم، ج: ٤، ص: ١٧٩٤)

(٥٦٣) ترجمہ: ابن ابی ملیکہ ؒ سے روایت ہے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ فرماتی ہیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ ؓ کے درمیان میں تھے، میں حوض کوثر پر تم لوگوں کا انتظار کروں گا۔ جو تم میں سے میرے پاس آئے گا۔ اللہ کی قسم کچھ لوگوں کو مجھ سے جدا کردیا جائے گا تو میں کہوں گا: یارب یہ میرے امتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ کو معلوم نہیں ان لوگوں نے آپ کے

بعد کیا عمل کیا۔ مسلسل یہ لوگ پیچھے ہی پلٹتے چلے گئے۔ (یعنی دین محمدی، سنت نبوی اور شریعتِ محمدی سے پلٹ گئے)۔ (مسلم۴/۱۷۹۴)

حوض پر میں تمہارا انتظار کروں گا

(٥٦٤) قال : قال عبداللّٰہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ : قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :

”أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ لَيُرْفَعَنَّ إِلَيَّ رِجَالٌ مِنْكُمْ حَتّٰى إِذَا أَهْوَيْتُ لِأُنَاوِلَهُمْ أُخْتُلِجُوْا دُوْنِيْ فَأَقُوْلُ: أَيْ رَبِّ ! أَصْحَابِيْ، يَقُوْلُ: لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ.“ [صحيح] (أخرجه البخاری، ج: ۹، ص:۵۸)

(۵۶۴) ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارا حوض کوثر پر انتظار کروں گا۔ کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے حتیٰ کہ میں ان کی طرف متوجہ ہوں گا، تاکہ ان کو ساتھ لے لوں؛ مگر ان کو مجھ سے چھین لیا جائے گا، میں کہوں گا: یارب یہ میرے ساتھی ہیں۔ ارشاد ہوگا: آپ کو معلوم نہیں آپ کے بعد اس نے کیا نیا دین اختیار کیا۔ (اخرجہ البخاری۔۹/۵۸)

ان لوگوں کا حال آپ کو نہیں معلوم

(٥٦٥) عن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم :

” أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَ لَأُنَازِعَنّ أَقْوَامًا ثُمَّ لَأُغْلَبَنَّ عَلَيْهِمْ فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ أَصْحَابِيْ، فَيَقُوْلُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ.“

[صحيح] (أخرجه أحمد ج٥/ ٣٦٣٩)

(۵۶۵) ترجمہ: عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پہلے سے تمہارا حوض کوثر پر انتظار کروں گا اور مجھ سے بعض لوگوں کے بارے میں جھگڑا کیا جائے گا، پھر میں ان پر غالب آؤں گا اور کہوں گا: کہ یہ تو ربّ العالمین میرے ساتھی ہیں، مجھ سے کہا جائے گا: آپ کو نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے آپ کے آجانے کے بعد کیا کیا دین میں بدعتیں ایجاد کیں۔

خبردار مجھ کو رسوا نہ کرنا

(٥٦٦) عن عبداللّٰہ بن مسعود ﷺ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ و ھو علی ناقتہ المخضرمۃ بعرفات فقال:

"أَ تَدْرُوْنَ أَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا؟ وَ أَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا؟ وَ أَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا؟ قَالُوْا: ھٰذَا بَلَدٌ حَرَامٌ، وَ شَھْرٌ حَرَامٌ، وَ یَوْمٌ حَرَامٌ. قَالَ:

أَلا وَ إِنَّ أَمْوَالَکُمْ، وَ دِمَاءَ کُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِیْ یَوْمِکُمْ ھٰذَا. أَلا وَ إِنِّیْ فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ، وَ أُکَاثِرُ بِکُمُ الْأُمَمَ، فَلا تُسَوِّدُوْا وَجْھِیْ، أَلا وَ إِنِّیْ مُسْتَنْقِذٌ أُنَاسًا، وَ مُسْتَنْقَذٌ مِنِّیْ أُنَاسٌ فَأَقُوْلُ: یَا رَبِّ! أُصَیْحَابِیْ. فَیَقُوْلُ إِنَّکَ لا تَدْرِیْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَکَ."

[صحیح] (أخرجہ بن ماجہ ج ٢/٣٠٥٧)

(٥٦٦) ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جبکہ آپ عرفات کے میدان میں کان کٹی اونٹنی پر سوار تھے، آپ نے ارشاد فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے جواب دیا: یا بلدحرام، شہرحرام، یوم حرام (یعنی حرمت والا شہر، حرمت والا مہینہ، حرمت والا دن ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ تمہارا مال اور تمہارا خون، باہم ایک دوسرے کے لیے محترم ہیں جیسے کہ یہ مہینہ محترم ہے۔ اس شہر محترم میں اور آج کے محترم دن کی طرح۔ خبردار مجھ کو (میری مخالفت کر کے، آپس کی حرمت کو پامال کر کے) رسوا نہ کرنا۔ خبردار میں کچھ لوگوں کو جہنم سے بچاؤں گا اور کچھ لوگوں کو مجھ سے چھین کر لے جایا جائے گا۔ میں عرض کروں گا: یارب یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: آپ ﷺ کو نہیں معلوم آپ کے بعد کیا نیا دین اختیار کیا۔ (اخرجہ ابن ماجہ۔٢/٣٠٥٧)

جان و مال کا احترام

اس حدیث میں انسانیت کی اساس اور امن وسلامتی کا عالمگیر اصول بتلایا گیا ہے، جس کی غیر معمولی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے نبی رحمت ﷺ نے بلد حرام، شہر ومہینہ حرام اور حرمت والے دن (عرفہ) سے تشبیہ دی، ان تینوں مہینوں کا مسلمان کیا مشرکین بھی احترام کیا کرتے تھے اور ان کی عظمت وحرمت کو مانتے تھے، کوئی بدبخت سے بدبخت ہی ہوگا جو مکہ مکرمہ کے اندر حرمت والے مہینہ میں اور پھر عرفہ کے دن کا احترام نہ کرتا ہو جو سال بھر میں ایک ایسا قدر ومنزلت والا دن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلّی رحمت اہل عرفات پر مسلسل اترتی ہے اور انسانیت کے ایک انبوہ کو مغفرت اور رحمت کے دامن میں لے کر تمام اہل عرفات کا نصیب ومقدر غفران ورضوانِ الٰہی میں بدل دیتی ہے۔ ایسے عظیم موقع پر آپ ﷺ نے انسانی حقوق کی دو اہم ترین چیز جان ومال کی حفاظت، اس کا تقدس، اس کی قدر ومنزلت کو اجاگر کیا، تاکہ دنیا میں امن وامان، عافیت وراحت، سکون وشانتی کا عام ماحول ہو، ہر شخص خواہ کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو، سب کو بارش کے پانی کی طرح امن وسلامتی کا فائدہ ہو، دنیا کی تمام خانہ جنگیوں کا جب احتساب کیا جائے تو یہی دو چیزیں سبب شر وفساد ہیں۔ آج کتنی بے دردی کے ساتھ انسانی جانوں کو، اور پھر اموال کا ضیاع وتلف دنیا کی وہ قوم کر رہی ہے، جس کو سپر طاقت کہا جاتا ہے، ہائے افسوس کہ کوئی ان کو نبی رحمت کا پیغام پہنچا دیتا، اور صد افسوس کہ یہ سب کچھ مسلم ممالک میں اللہ تعالیٰ کی مقدس سرزمین پر کیا جارہا ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

رسول اللہ ﷺ حوض پر اُمت کا انتظار کریں گے

پھر نبی رحمت ﷺ نے بہت ہی معنی خیز جامع ترین بات کہہ دی کہ دیکھو میں تمہارا انتظار حوض پر کروں گا۔ کیا مطلب؟ لڑ کر، جھگڑ کر، خونریزی کر کے، یا کرا کے نہ آنا، اگر تم اپنے بھائی کی جان ومال کو یہود ونصاریٰ سے ضائع کراؤ گے تو تم کو کیا ملے گا، اور تم کب

تک اپنے عبایہ و چوغہ میں رہوگے، کب تک تم اپنے اقتدار کی کرسی پر بیٹھے رہوگے، کرسی رہے گی اور تم کفن میں لپیٹ کر قصر میں نہیں قبر میں اتار دیے جاؤ گے، یہود ملعون کی خوشی کی خاطر اپنے حضور کو نہ ناراض کرو، ہائے نبی رحمت نے یہ نہیں فرمایا کہ تم کو شرمندگی ہوگی، رحمت عالم نے اپنی طرف اشارہ کیا کہ مجھ کو شرمندہ نہ کرنا، **صلی اللّٰہ علی نبینا محمد** (غیرت مند کو اپنی فکر ہوتی ہے اور بے غیرت ڈھیٹ بن جاتا ہے) دیکھو، سنو، کبھی آپس کی خانہ جنگی، اور یہود ونصاریٰ کی بے جا حمایت ونصرت تمہارے مایۂ ایمان کو نہ رخصت کردے اور پھر آخرت میں حوضِ نبی سے محرومی نصیب ہو۔ خوب یاد رکھنا، کبھی کبھی اعمال بد کی نحوست مایۂ ایمان کو کھودیتی ہے۔ بے شک محدثین نے اس کی وضاحت کی ہے، ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔ مگر قرآن وحدیث کے عموم کو باقی رکھا جائے، ہاں جہاں خود شارع علیہ السلام سے وضاحت آگئی ہو پھر آگے کلام محرومی کا باعث ہوگا، سیاق وسباق حدیث ان تمام بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں اور بدیوں سے ہوگا جس سے نور ایمان رخصت ہوجائے، آخر اللہ تعالیٰ نے اتنا شدید وسخت کلام کیوں نازل فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓی اَوْلِیَاءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ ، وَّ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾
(مائدة : ٥١)

اے ایمان والو! مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں دوست ہیں، ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو۔ آگے چل کر اسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے **حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ** کہا ہے اور پوری وضاحت کردی گئی ہے کہ ان کے دل میں نفاق وکفر چھپا ہوا ہے، العیاذ باللہ، پھر آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے۔

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّ لَعِبًا مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُو الْکِتٰبَ﴾ ......الخ

اے ایمان والومت بناؤ ان لوگوں کو جوٹھہراتے ہیں تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل وہ لوگ جو کتاب دیے گئے۔

(کیا آج یہود ونصاریٰ نے اسلام کا مذاق اڑانے میں کوئی کسر چھوڑ رکھا ہے پھر بھی ہمارے لوگ اندھے ہیں۔)

حاصل یہ کہ اہل ایمان کو بہت ہی محتاط قدم اٹھانا چاہیے اور ایمان کی ہر حال میں فکر رکھنی چاہیے اور کوئی ایسا قدم اٹھانا جس سے آخرت کا خسران اور حبط اعمال ہو اس سے بچنا چاہیے کہ حوض پر نبی ﷺ اہل ایمان کو سیراب فرمائیں گے اور اس وقت بہت سارے لوگوں کو حبط اعمال وایمان کی وجہ سے محرومی ہوگی، لہٰذا اس کی خوب فکر رکھنی چاہیے۔

دراصل ایمانی غیرت وحمیت کا دن بدن جاہ طلبی کی وجہ سے فقدان ہو رہا ہے۔ اچھے خاصے دیندار گھرانے کے فرزندوں کا حال تباہ کن ہے تو پھر ہما وشما کیا پوچھنا، اور ہمارا حکمراں طبقہ تو موالات کی امامت ہی یہود ونصاریٰ کو دے چکا ہے، اور مقتدی بن کر رکوع و سجود میں اقتدار کر رہا ہے، اگر کسی نے ایک نگاہ بھی دیکھا تو اس کی سزا کا پروانہ کٹ چکا ہے، اللہ تعالیٰ خود ہی دین کا محافظ ہے، وہ حفاظت کرے گا، ہم کو تو اپنی فکر کرنی ہے تا کہ ایمان ضائع نہ ہو اور حوض نبی ﷺ پر سیرابی ہو، محرومی نہ ہو، اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلَى الْاِيْمَانِ اس لیے ابی ملیکہؒ دعا مانگتے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَرْجِعَ عَلٰى اَعْقَابِنَا اَوْ اَنْ نُفْتَنَ عَنْ دِيْنِنَا، یا اللہ میں پناہ چاہتا ہوں کہ پیچھے پلٹ جاؤ، یعنی ایمان کے بعد کفر والحاد کی طرف یا کسی فتنہ میں مبتلا کیا جاؤں جو ایمان کو ضائع کر دے اور حبط ایمان ہو جائے۔ اللہم آمین!

میں تمہاری کمر کو مضبوطی سے تھامے ہوا ہوں
اور تم دوزخ کی آگ میں چھلانگ لگا رہے ہو

(٥٦٧) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

"إِنِّيْ مُمْسِكٌ بِحُجَزِكُمْ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ، وَ أَنْتُمْ تَهَافَتُوْنَ فِيْهَا أَوْ

تَقَاحَمُونَ فِيْهَا تَقَاحُمَ الْفَرَاشِ فِي النَّارِ وَ الْجَنَادَبِ — يَعْنِي فِي النَّارِ — وَأَنَا مُمْسِكٌ بِحُجَزِكُمْ، وَ أَنَا فَرَطٌ لَكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، فَتَرِدُوْنَ عَلَيَّ مَعًا وَ أَشْتَاتًا فَأَعْرِفُكُمْ بِسِيْمَاكُمْ وَ أَسْمَائِكُمْ كَمَا يَعْرِفُ الرَّجُلُ الْفَرَسَ، وَ قَالَ غَيْرُهُ: كَمَا يَعْرِفُ الرَّجُلُ الْغَرِيْبَةَ مِنَ الْإِبِلِ فِيْ إِبِلِهِ فَيُؤْخَذُ بِكُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُوْلُ :إِلَيَّ يَا رَبِّ بِأُمَّتِيْ أُمَّتِيْ فَيَقُوْلُ: أَوْ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ. كَانُوْا يَمْشُوْنَ بَعْدَكَ الْقَهْقَرِيّ. فَلَا أَعْرِفَنَّ أَحَدَكُمْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُ شَاةً لَهَا ثُغَاءٌ يُنَادِيْ: يَا مُحَمَّدُ! فَأَقُوْلُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ، وَ لَا أَعْرِفَنَّ أَحَدَكُمْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِبَعِيْرٍ لَهُ رُغَاءٌ. فَيُنَادِيْ: يَا مُحَمَّدُ! فَأَقُوْلُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ وَ لَا أَعْرِفَنَّ أَحَدَكُمْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُ قِشْعًا فَيَقُوْلُ: يَا مُحَمَّدُ! فَأَقُوْلُ : لَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ."

[حسن] (أخرجه البزار ج ۱/ ۹۰۰ كشف الأستار)

(۵٦۷) ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہاری کمر کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہوں کہ بچو دوزخ کی آگ سے اور تم لوگ ہو کہ بے سوچے سمجھے جہنم میں ٹوٹے پڑ رہے ہو اور زبردستی چھلانگ لگا رہے ہو جیسا کہ پروانہ آگ میں گھسا جاتا ہے اور جان دے دیتا ہے۔ میں تم لوگوں کی کمر کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہوں اور میں پہلے سے تمہارے انتظار میں حوض کوثر پر رہوں گا۔ لوگ آئیں گے میرے پاس جماعت وگروہ میں اور الگ الگ بھی۔ میں ان کو پہچان لوں گا ان کی نشانیوں سے اور ان کے ناموں سے، جیسا کہ آدمی پہچان لیتا ہے اپنے گھوڑے کو۔ یا آدمی پہچان لیتا ہے اپنے نئے اونٹ کو پرانے اونٹوں کے درمیان۔ تو فرشتے کچھ لوگوں کو بائیں طرف یعنی جہنم میں لے جائیں گے، تو میں کہوں گا: یا اللہ میرے امتی ہیں۔ میری طرف آنے دیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، یا کہا جائے گا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نہیں معلوم اس نے آپ کے بعد کیا نیا دین اختیار کیا۔ آپ کے بعد یہ پیچھے پاؤں پلٹ گئے تھے،

میں خوب اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ تم میں سے ایک شخص قیامت کے دن آئے گا بکری اٹھائے ہوئے۔ بکری کی آواز (ممیانا) نکالے گا۔ اور کہے گا: یا محمد ﷺ، میں کہوں گا: میں ذرہ برابر تیرے امور کا اختیار نہیں رکھتا۔ میں نے تو بات پہنچا دی تھی۔ میں خوب اچھی طرح پہچانتا ہوں، ایک شخص آئے گا قیامت کے دن اونٹ اٹھائے ہوئے۔ اس کی آواز اونٹ کی بلبلاہٹ کی طرح ہوگی، کہے گا: یا محمد ﷺ، میں کہوں گا: میں تیرے معاملے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں۔ میں نے بات پہنچا دی تھی۔ میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں تم میں سے ایک شخص آئے گا خشک کھال اٹھائے ہوئے، کہے گا: یا محمد ﷺ۔ میں کہوں گا: میں تیرے معاملہ میں اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں نے تو بات پہنچا دی تھی۔
(اخرجه البزار۔۹/۹۰۰)

نبی رحمت ﷺ کی شفقت اور اُمت کی معصیت و بغاوت

اس حدیث میں نبی رحمت ﷺ کی شفقت جو شریعت وسنت کی ابدی شکل میں عطا ہوئی ہے اس کا ترجمانہ انداز اختیار کیا گیا ہے، کسی انسان کو مہلک وعمیق ہلاکت کی قعر و وادی سے بچانے کی آخری اور سب سے قوی اور مضبوط شکل وصورت یہ ہے کہ اس کی کمر کو دونوں ہاتھوں سے گرفت و پکڑ میں مضبوطی کے ساتھ پکڑنے والا اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو پھنسا کر اپنے قابو میں لے لے، اس طرح بھاگنے والا نہ تو بھاگ سکتا ہے نہ ہی چھڑا سکتا ہے اور نہ ہلاکت کی گہری کھائی میں گرسکتا ہے۔ ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ فرمارہے ہیں میری شریعت وسنت کی مثال ایسی ہے کہ توحید ورسالت، اطاعت وعبادت نے لوگوں کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے کہ نہ تو ان کو اللہ تعالیٰ کے غضب وعقاب کا خوف نہ ہی جہنم کی تصور سے بالاتر آگ کا اندیشہ، کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا: ﴿وَمَنۡ يُطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا﴾ جس نے اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کرلی وہ عظیم کامیابی سے فائز ہوگیا، ﴿وَ مَنۡ يُطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کرلی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ صلی الله علی نبینا محمد۔

ہر شخص جنت میں جائے گا مگر جو خود ہی جانے سے انکار کردے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کُلُّ اُمَّتِیُ یَدُخُلُوُنَ الُجَنَّةَ اِلَّا مَنُ اَبیٰ میرا ہر امتی جنت میں داخل ہوگا مگر جو خود ہی جانے سے انکار کردے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ ! ایسا کون ہوگا جو جنت میں جانے سے انکار کردے گا، آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا: جو میری بات مانے گا اطاعت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ جائے گا اور جو نافرمانی کرے گا اس نے (جنت میں جانے سے) انکار کردیا۔

معیارِ محبت اطاعتِ رسول ﷺ ہی ہے

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنُ اَحَبَّنِیُ فَقَدُ اَطَاعَنِیُ جو مجھ سے محبت کرے گا وہ میری اطاعت کرے گا وَمَنُ اَطَاعَنِیُ کَانَ مَعِیُ فِیُ الُجَنَّة اور جو میری اطاعت کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا، وَمَنُ عَصَانِی فَقَدُاَبیٰ اور جس نے میری نافرمانی کی، میری بات نہیں مانی اس نے جنت میں جانے سے انکار کردیا، معلوم ہوا معیار محبت اور تقاضائے محبت بھی اطاعت سنت رسول ﷺ ہو، بقیہ تمام دعوے غلط اور بے بنیاد ہوجائیں گے۔ اللہ ہمیں ظاہری وباطنی فکر ونظر کی کمالِ اتباعِ رسول ﷺ نصیب فرمائے آمین ثم آمین!

رسولِ اکرم ﷺ کو امت کی خوب شناخت ہوگی

حدیث میں یہ بات بہت ہی وضاحت کے ساتھ آگئی کہ ہمارے امام وامام الانبیاء ﷺ اپنی امت کو خوب بصیرت کے ساتھ پہچانیں گے، جیسا کہ اونٹ کا مالک اپنے اونٹ کی تمام اونٹوں کے درمیان پہچان وشناخت رکھتا ہے، اور نئے اور پرانے کی بھی تمیز رکھتا ہے، قدیم وجدید کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

لوگوں کے اوپر آثارِ گناہ مختلف ہوں گے

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر گنہگار کے اوپر آثار گناہ، اور وزن معصیت، ظہور

بدی و برائی مختلف ہوگی اور آثارِ گناہ یا ظہورِ معصیت کی شکل وصورت کسی کی بکری یا اونٹ کی طرح ہوگی اوران گناہوں کی وجہ سے آواز بھی بکری یا اونٹ کی طرح ہوگی۔ الغرض مختلف گناہ مختلف شکلوں میں اور پھران کی نحوست کی وجہ سے اس شخص کی آواز بھی بدل جائے گی، ہم دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ سانپ کا کاٹا ہوا انسان جب تکلم وکلام کرتا ہے اور بات کرتا ہے تو آواز میں اس کی ایک خاص قسم کی لڑکھڑاہٹ اور ایسا جیسا کہ گلا پھنسا ہوا ہو نہ معلوم کتنا شدید بلغم کا حملہ ہو، ایسی گفتگو کرتا ہے اور العیاذ باللہ کتّا اگر کسی کو کاٹ لے اور جب اس کا نشہ چڑھ جاتا ہے تو پھر آدمی کتّے ہی کی طرح بولتا اور بھونکتا ہے۔ تو اسی طرح عالم آخرت میں ہر گناہ کی شکل الگ ہوگی اور پھراسی مناسبت سے آواز بھی بدل جائے گی۔ (اللہ ہماری ستّاری فرمائے اورعفو کا معاملہ فرما کر مغفرتِ تام وعام عطاء فرمائے۔)

الغرض لوگ نبی رحمت ﷺ کے پاس آئیں گے آپ ﷺ فرمادیں گے میں تمہارے معاملہ میں اختیار نہیں رکھتا، میں نے تو تم کو سب صاف اور سیدھی باتیں دنیا میں ہی بتلادی تھیں اوران مہلکات ومہالک سے باخبر کردیا تھا، جو میرے اختیار میں تھا، میں نے تو وہ تم کو بتلا دیا تھا، اب میرے بس سے باہر ہے اور تمہارا معاملہ عدالتِ عالیہ بارگاہ بے نیاز میں ہے۔

فِيُمَا وَرَدَ فِيُ صِفَةِ الُجَنَّةِ وَالنَّارِ:

باب : لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الُجَنَّةَ وَ النَّارَ أَرُسَلَ جِبُرِيُلَ قَالَ:اُنُظُرُ إِلَيُهَا

باب:جنت ودوزخ کی صفت اور جبرئیل علیہ السلام کا مشاہدہ

(٥٦٨) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

”لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الُجَنَّةَ وَ النَّارَ أَرُسَلَ جِبُرِيُلَ قَالَ: اُنُظُرُ إِلَيُهَا وَ إِلٰى مَا أَعُدَدُتُ لِأَهُلِهَا فِيُهَا، فَجَاءَ فَنَظَرَ إِلَيُهَا، وَ إِلَى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهُلِهَا فِيُهَا فَرَجَعَ إِلَيُهِ قَالَ: وَ عِزَّتِکَ لا يَسُمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُجِبَتُ بِالُمَكَارِهِ. قَالَ: ارُجِعُ إِلَيُهَا فَانُظُرُ إِلَيُهَا وَ إِلٰى مَا أَعُدَدُتُ لِأَهُلِهَا فِيُهَا. قَالَ

فَرَجَعَ إِلَيْهَا وَ إِذَا هِيَ قَدْ حُجِبَتْ بِالْمَكَارِهِ فَرَجَعَ إِلَيْهِ قَالَ: وَ عِزَّتِكَ قَدْ خَشِيْتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ. قَالَ: اِذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَ إِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيْهَا، فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَرَجَعَ قَالَ: وَ عِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ لَا يَسْمَعَ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحَفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ: وَ عِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ لَا يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا.''

[حسن] (أخرجه أحمد فی مسنده، ج ١٦/ ٨٣٧٩)

جنت کومجاہدہ وقربانی اور جہنم کوخواہشات سے چھپایا گیا ہے

(٥٦٨) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حق تعالیٰ نے جب جنت وجہنم کو پیدا فرما دیا تو جبرئیلؑ کو بھیجا اورارشادفرمایا: جاؤ جنت کو دیکھو اوراہل جنت کے لیے جو کچھ اس میں میں نے تیار کیا ہے اس کو بھی دیکھو، جبرئیل آئے اور جنت اوراس کی تمام نعمتیں جواہل جنت کے لیےحق تعالیٰ نے تیار کررکھیں ان کا بھی مشاہدہ کیا اور پھر حضورحق میں حاضری دی اورعرض کیا: ربّ العزّت تیری قسم جو بھی جنت کی صفات کو سنے گا تو ضرور (عمل کرکے) اس میں داخل ہوگا۔تو حکم ربّانی سے جنت کو مکارہ (یعنی مجاہدہ وقربانی اورطبیعت کی ناگوارومخالف صفات) سے چھپا دیا گیا۔ اب پھرحکم ہوا جبریلؑ واپس جاؤ جنت میں اور جنت اوراہل جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کرو جو ہم نے تیار کیا ہے اس میں۔ لہٰذا جبرئیلؑ واپس آئے جنت ،تو دیکھا کہ جنت کونفس کی ناگوارصفات سے چھپایا گیا ہے۔اب جبرئیلؑ واپس آئے اورعرض کیا: ربّ العزّت! تیری قسم اب مجھ کوخطرہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو پائے گا۔

حکم الٰہی ہوا جبرئیلؑ جہنم بھی دیکھ آؤ اوراہل جہنم کے لیے جوعذاب وعقاب تیار کیا گیا ہے وہ بھی مشاہدہ کرلو (جبرئیلؑ آئے اور دیکھا کہ یہ جہنم کا بعض حصہ بعض حصہ کوکھا رہا ہے،یعنی ہرشعلۂ جہنم دوسرے شعلہ سے زیادہ تیز بھڑکا ہوا ہے کہ آگ آگ کودبا رہی ہے) جبرئیلؑ واپس آئے،عرض کیا: ربّ العزّت تیری قسم جوبھی جہنم کو سنے گا ممکن نہیں کہ وہ اس

میں داخل ہو۔ پھر امرو حکم ربانی سے جہنم کو شہوات یعنی خواہشات نفسانیہ سے چھپا دیا گیا۔ اب جبرئیلؑ نے عرض کیا: ربّ العزّت تیری قسم اب تو یہ ڈر ہے کہ اس سے کوئی بھی نجات نہ پا سکے گا؛ مگر ضرور اس میں داخل ہوگا۔ العیاذ باللہ۔ (اخرجہ احمد فی مسندہ۔ ۱۶/ ۸۳۷۹)

راہ ہُدیٰ جنت اور راہِ ہَویٰ جہنم ہے

حق جل مجدہ نے اپنے بندوں کے لیے ایک راستہ اور ایک نجات کی شاہ راہ متعین کی ہے جس کا نام ہدیٰ اور ہدایت کا طریقہ ہے، مگر یہ کیسے پرکھا اور جانچا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور بندگی کے آداب اور عبودیت کی راہ چل کر عہدِ وفا کو پورا کون کرتا ہے، اور کون غلامی و بندگی سے منہ موڑتا ہے، بات بہت ہی آسان ہے اگر ذہن نشین کر لی جائے، دو بات اور دو جگہ پہلی چیز اللہ کی بات مان لو اور جنت لے لو، اللہ کی بات ماننے میں نفس کی خواہش اور آرزو کو قربان کرنا ہوگا، اور اس قربانی کے بدلہ جنت ملے گی اور وہاں تمہاری مرضی اور خواہش پر مکمل آزادی ہوگی، ﴿وَ لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ﴾

تم اپنی ہر خواہش کے گھوڑے دوڑانا اور جو جی میں آئے کرنا، کیونکہ جنت تکمیل خواہشات کی وسیع ترین جگہ ہے۔

اور جو لوگ آج اسی دنیا میں اپنی خواہش کو پورا کرنا چاہتے ہیں وہ اتباع ہوی میں غرق ہیں، عہد غلامی، عہد الٰہی کو توڑ رہے ہیں، وہ جہنم کی راہ ہے، وہ خواہشات نفس کے غلام ہیں، وہ ایسا ہی ہے جیسے مچھلی پانی میں گوشت کی بوٹی کو دیکھ کر حلق میں اتارے اور پھر خشکی میں تڑپا تڑپا کر ماری جائے، کھال نچوائے۔ مرچ و مصالحہ لگوائے اور پھر کھولتے ہوئے تیل کے کراہ میں آہ آہ چلاّئے، مخبر صادق ﷺ نے سچی و پکی خبر دے دی ہے کہ اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کرلو پھر جنت میں تمہاری خواہش آزاد ہوگی، اور اگر آج ہی خواہش کی تکمیل چاہتے ہو تو اسی خواہش کی تہہ میں جہنم کی تلخی اور ترشی ہے۔

﴿وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی﴾ (سورۃ النازعات، ۴۱)

اور جو شخص دنیا میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو حرام خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبْعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ ۔تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی نفسانی خواہشات میری تعلیمات کے تابع نہ ہو جائے۔

خواہشات نفسانی کے تین درجے ہیں

(۱) تمام عقائدِ باطلہ سے بچ جائے اور اہل سنت والجماعت کے عقائد حقہ کے تابع زندگی گزارے۔

(۲) ارادۂ گناہ پر فوراً اِنابت و رجوع الی اللہ ہو کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کو حساب دینا ہے، اور اس ارادہ سے گناہ کو چھوڑ دے۔ اور شبہات سے بھی احتراز کرے۔

(۳) کثرتِ ذکر و اذکار اور اَورادِ مسنونہ، مجاہدات و ریاضات کے ذریعے اپنے نفس کا تزکیہ کرے اور پھر مزکّٰی بنالے، تزکیہ وتہذیب میں ایسا رسوخ کامل حاصل کرلے کہ نفس میں خواہشات نفسانی باقی نہ رہے۔ انوارات ذکر ومجاہدہ سے نفس پر غلبۂ انوارات فیوض سے معصیت کا میلان باقی نہ رہے، یہ محض تائید ربانی اور فیوض یزدانی اور فضل رحمانی سے ہوگا۔ آپ ہمت سے قدم اٹھایئے، حق تعالیٰ منزل پر اپنے فضل سے پہنچائے گا۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا نَفْسًا مُطْمَئِنًّا بِفَضْلِكَ وَ كَرَمِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، آمین!

باب : إِنَّ مُوْسٰى قَالَ: أَیْ رَبِّ عَبْدُکَ الْمُؤْمِنُ تُقَتِّرُ عَلَيْهِ فِی الدُّنْيَا

باب: موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العزّت! مومن پر تو نے دنیاوی نعمتوں کو کیوں تنگ کر دیا؟

(٥٦٩) عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

”إِنَّ مُوْسٰى قَالَ: أَیْ رَبِّ عَبْدُکَ الْمُؤْمِنُ تُقَتِّرُ عَلَيْهِ فِی الدُّنْيَا، قَالَ: فَيُفْتَحُ لَهُ بَابُ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا. قَالَ: يَا مُوْسٰى هٰذَا مَا أَعْدَدْتُ لَهُ. فَقَالَ مُوْسٰى: أَیْ رَبِّ وَ عِزَّتِکَ وَ جَلَالِکَ لَوْ كَانَ أَقْطَعَ الْيَدَيْنِ وَ الرِّجْلَيْنِ يُسْحَبُ عَلٰى وَجْهِهِ مُنْذُ يَوْمٍ خَلَقْتَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ كَانَ هٰذَا مَصِيْرُهُ لَمْ يَرَ بُؤْسًا قَطُّ. قَالَ: ثُمَّ قَالَ مُوْسٰى: أَیْ رَبِّ! عَبْدُکَ الْكَافِرُ تُوَسِّعُ عَلَيْهِ فِی الدُّنْيَا. قَالَ: فَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِّنَ النَّارِ فَيُقَالُ: يَا مُوْسٰى هٰذَا مَا أَعْدَدْتُ لَهُ. فَقَالَ مُوْسٰى: أَیْ رَبِّ! وَ عِزَّتِکَ وَ جَلَالِکَ لَوْ كَانَتْ لَهُ الدُّنْيَا مُنْذُ يَوْمٍ خَلَقْتَهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ كَانَ هٰذَا مَصِيْرُهُ كَانَ لَمْ يَرَ خَيْرًا قَطُّ.“ [ضعیف] (أخرجه أحمد ج ٣ ص ٨١)

آخرت کی ایک سیکنڈ کی راحت تمام دنیوی مصائب کو ختم کر دے گی

(۵۶۹) ترجمہ: ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین! آپ کے مومن بندہ پر دنیا تنگ ہو رہی ہے، تو ان کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا گیا، موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جب دیکھا، پھر حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ جنت میں جو آپ نے دیکھا ہے وہی میں نے اس بندہ کے لیے تیار کیا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین تیری عزت وجلال کی قسم! اگر ایک شخص کا دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کٹا ہوا ہو، پیدائش کے دن سے منہ کے بل اوندھا چلتا ہو اور اس کا ٹھکانہ بالآخر جنت ہو تو وہ شخص جنت میں پہنچ کر محسوس کرے گا کہ کبھی اس کو کسی قسم کی تکلیف ہی پیش نہ آئی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین! آپ

نے کافر بندہ پر دنیا وسیع کردی ہے، تو حق جل مجدہ نے اس کافر کا جہنم کا ٹھکانہ کھول دیا، اور ارشاد ہوا: اے موسیٰ! یہ جو جہنم آپ نے دیکھی ہے یہ اس کافر کا ٹھکانہ ہے، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ربّ العالمین! تیری عزت وجلال کی قسم اگر دنیا کی تمام نعمتیں پیدائش کے دن سے قیامت تک کسی کافر کو مل جائیں اور بالآخر اس کا ٹھکانہ جہنم ہو تو قیامت میں اس کو معلوم ہوگا کہ اس کو کسی قسم کی بھلائی نہیں ملی۔

خوشی ومسرت اور رنج والم میں دوام اصل ہے

خوشی ومسرت اور رنج والم میں دوام اصل ہے، عارضی اور زوال کا کوئی اعتبار نہیں، اسی طرح تنگی وفراخی اور وسعت وتنگدستی میں بھی اصل دوام ہے۔ عارضی و فانی کا اعتبار نہیں۔ جو چیز زوال پذیر ہو اس پر کیا خوشی اور کیا غم۔ ابدی وسرمدی خوشی قابلِ صد افتخار اور باعثِ صد مسرت وفرحت ہے۔ زخم کی وقتی تکلیف برداشت ہے اور ایڈز والا گرچہ صحتمند ہو مگر چند دن کا مہمان ہے۔ بالآخر اول کو راحت اور ثانی کو ہلاکت ہے۔ جنت کی دوامی و ابدی سرمدی خوشی اہلِ ایمان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹھکانہ ہے گرچہ دنیا میں چند دن اذیتوں، کلفتوں، تنگیوں وتنگدستیوں کا سامنا ہے۔ مگر جنت جنت ہے جہاں ابدیت کی صفت سے ہر نعمت بذاتِ خود ایک جنت ہے۔ دنیا کی لذت میں غرق کافر جب ابدی حسرت وندامت، خجالت وخساست کی طرف ہانک دیا جائے گا تو دوزخ کے عذاب میں دنیا کی مسرت بھی کلفت میں بدل جائے گی اور نارِ جہنم کی لپیٹ سے زیادہ لمحات دنیا کی ساعتِ لذّت دل کو کباب بنا کر جھلسا دے گی، اور اہلِ ایمان کو دنیاوی کلفت سب کی سب نعمت و طمانیت کا باعث بنے گی، حق تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام پر اس کو واضح فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام نے مومن وکافر کے فرق کو جان لیا، اور راحت ومسرت کا مقام بھی دیکھ لیا۔

الحمدالله على نعمة الايمان والقرآن و صلى الله على سيّد الانام.

باب : يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ

باب: دنیا کا خوشحال آدمی جہنمی لایا جائے گا

(٥٧٠) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

"يُـؤْتٰـى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُـمَّ يُـقَـالُ: يَـا ابْـنَ آدَمَ هَـلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لَا وَاللّٰـهِ يَا رَبِّ . وَ يُؤْتٰى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صِبْغَةً فِـي الْـجَـنَّةِ فَيُـقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدمَ ! هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ : لَا وَ اللّٰهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِيْ بُؤْسٌ قَطُّ، وَ لَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ."

[صحيح] (أخرجه مسلم، ج: ٤، ص:٢١٦٢)

دنیا کے امیر وخوشحال ترین جہنمی کا ایک سیکنڈ کے عذاب کا منظر

(۵۷۰) ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جہنم سے دنیا کے سب سے امیر ترین خوشحال اور شاداں وفرحاں شخص کو لایا جائے گا اور ایک بار اس کو جہنم میں ڈبو کر نکال لیا جائے گا، پھر اس سے ارشاد ہوگا: اے آدم کے بیٹے ! کیا تو نے کبھی بھلائی و خیر، خوشی و راحت دیکھی؟ کیا تجھ کو کبھی نعمت راحت میسر ہوئی؟ کیا فرحت ومسرت کا کوئی دن تجھ پر گزرا؟ وہ عرض کرے گا: تیری ذات کی قسم ربّ العالمین ! کبھی بھی میں نے خوشی و راحت اور فرحت ومسرت دیکھی ہی نہیں (حالاں کہ یہ دنیا میں جب پیدا ہوا تو شہزادہ، مرا تو بادشاہ تھا، مگر جہنم کا ایک سیکنڈ تمام کو فراموش کرادے گا، الامان) پھر جنت سے دنیا کے غریب و نادار ترین، مفلوک الحال کو لایا جائے گا اور اس کو بھی جنت میں ایک بار ڈبو کر نکال لیا جائے گا، ارشاد ہوگا: اے آدمؑ کے بیٹے ! کبھی تو نے مفلسی وتنگدستی، دکھ اور تکلیف محسوس کی؟ وہ عرض کرے گا: رب العالمین تیری قسم ! کبھی ہم کو تنگی وتنگدستی ہوئی نہیں اور نہ ہی میں نے کبھی دکھ وتکلیف کی سختی دیکھی۔

شہزادہ کا رنج والم

دوستو! جنت کی راحت ومسرت میں ایک لمحہ وسیکنڈ کا دخول دنیا کی تمام تر صعوبتوں کو فراموش کردے گا اور دل ودماغ سے مصائب وآلام دنیا کے اثر کو بھی مبدل براحت کردے گا، نبی پاک ﷺ کی کوشش امت کو اسی جنت میں بسانے کی تھی اور امر الٰہی کی پابندی اور منکرات ومنہیات سے اجتناب اسی جنت کی طرف جانے والی سیڑھی ہے۔ اللہ ہمیں توفیق بخشے اور محض اپنے فضل سے لے جائے اور جہنم الامان والحفیظ سمت مخالف ہے، دیکھو دوستو! ہمارے جسم سے وجود میں آنے والے اعمال دو حال سے خالی نہیں، یا تو اللہ پاک کی مرضی کے ہوں گے یا اللہ پاک کی ناراضگی کے ہوں گے، اگر مرضی کے ہیں تو جنت اور اگر ناراضگی کے ہیں تو جہنم، کیسی جہنم کہ دنیا کے شہزادے لائے جائیں گے اور صرف ایک سیکنڈ کے لیے اس میں داخل کیا جائے گا تو تمام دنیاوی عیش وعشرت، راحت ومسرت، خوشی وشادمانی اور ناز ونعم کو اس کی آگ دماغ سے بھلادے گی اور ہوگا شہزادہ اور اللہ پاک کی قسم کھا کر کہے گا: کہ میں نے کبھی خوشی وشادمانی دیکھی نہیں۔ دوستو! ہمارے لاڈلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جہنم سے بچانے کی تدبیر کی کہ زندگی اللہ پاک کی مان کر گزارو۔ اس سے بچ جاؤ گے، اللہ ہمیں اپنی ناراضگی وجہنم سے بچائے۔ آمین!

جہنّم کی ایک لپیٹ زندگی بھر کے مزے کو ختم کردے گی

(۵۷۱) عن أنس رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال:

”يُؤْتٰى بِأَشَدِّ النَّاسِ كَانَ بَلَاءً فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ : اِصْبِغُوْهُ صِبْغَةً فِي الْجَنَّةِ ، فَيَصْبِغُوْنَهُ فِيْهَا صِبْغَةً، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : يَا ابْنَ آدَمَ ! هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ أَوْ شَيْئًا تَكْرَهُهُ؟ فَيَقُوْلُ: لَا وَ عِزَّتِكَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَكْرَهُهُ قَطُّ. ثُمَّ يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ النَّاسِ كَانَ فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ . فَيُقَالُ: اِصْبِغُوْهُ فِيْهَا صِبْغَةً . فَيَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ قُرَّةَ عَيْنٍ قَطُّ؟

فَيَقُوْلُ: لَا وَ عِزَّتِکَ مَا رَأَيْتُ خَيْرًا قَطُّ وَ لَا قُرَّةَ عَيْنٍ قَطُّ." ‏

[صحيح] (أخرجه أحمد فى مسنده ج ٣ ص٢٥٣)

(۵۷۱) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ بلاء و مصیبت میں تھا، مگر وہ ہوگا جنتی، حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اس کو لے جاؤ اور جنت میں محض ایک دفعہ داخل کر کے فوراً نکال لاؤ۔ فرشتے لے جائیں گے اور ایسے ہی ایک دفعہ داخل کر کے نکال لیں گے، اب حق جل مجدہ اس سے پوچھے گا: اے آدمؑ کے بیٹے! کبھی تم نے کوئی تکلیف بھی اٹھائی؟ یا کوئی بات ناگوار کبھی تم کو پیش آئی؟ وہ عرض کرے گا: کبھی نہیں۔ تیری عزت کی قسم کبھی ہم کو، کوئی ناگوار بات بھی پیش نہیں آئی۔ پھر دنیا کے سب سے عیش و عشرت والے کو لایا جائے گا؛ مگر وہ ہوگا بدبخت وجہنمی، ارشاد حق ہوگا: لے جاؤ اس کو، محض ایک لمحہ کے لیے جہنم میں داخل کر کے نکال لاؤ۔ ایسا ہی کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے آدمؑ کے بیٹے، کبھی تم کو خوشی و راحت بھی ہوئی تھی، کبھی تیری آنکھ کسی نعمت سے ٹھنڈی بھی ہوئی تھی (چونکہ یہ دنیا میں عیش وعشرت اور مال ومتاع اور سرمایہ داری کا بڑا صاحب ثروت تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ یہ سوال کریں گے) وہ عرض کرے گا: ربّ العزّت تیری قسم میں نے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی، نہ کبھی ہم کو آنکھ کی ٹھنڈک حاصل ہوئی۔ (جبکہ دنیا کا سب سے بڑا مالدار تھا) (اخرجہ احمد۔۳/۲۵۳)

باب فى وصف النار ونعت الجنة

باب: جنت وجہنم کی صفات کا بیان

(۵۷۲) للطبرانى فى الأوسط عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

"يَا جِبْرِيْلُ: صِفْ لِي النَّارَ، وَ انْعُتْ لِيْ جَهَنَّمَ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ: إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى أَمَرَ بِجَهَنَّمَ فَأُوْقَدَ عَلَيْهَا أَلْفَ عَامٍ، حَتَّى ابْيَضَّتْ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَأُوْقَدَ عَلَيْهَا أَلْفَ عَامٍ حَتَّى احْمَرَّتْ، ثُمَّ أَمَرَ فَأُوْقَدَ عَلَيْهَا ألفَ عَامٍ حَتَّى

اسْـوَدَّتْ، فَهِـیَ سَـوْدَاءُ مُـظْـلِـمَةٌ، لَا یُـضِیْـءُ شَرَرُهَا، وَ لَا یَطْفَأُ لَهَبُهَا ، وَ الَّذِیْ بَـعَثَکَ بِـالْـحَـقِّ لَـوْ أَنَّ خَـازِنًا مِنْ خَزَنَةِ جَهَنَّمَ بَرَزَ إِلَی أَهْلِ الدُّنْیَا، فَنَظَرُوْا إِلَیْهِ لَـمَـاتَ مَـنْ فِـی الْأَرْضِ کُـلِّهِـمْ مِنْ قُبْحِ وَجْهِهٖ وَ مِنْ نَتْنِ رِیْحِهٖ، وَ الَّذِیْ بَعَثَکَ بِـالْحَقِّ لَوْ أَنَّ حَلَقَةً مِنْ حَلَقِ سِلْسِلَةِ أَهْلِ النَّارِ الَّتِیْ نَعَتَ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ، وُضِعَتْ عَـلٰـی جِبَالِ الدُّنْیَا لَارْفَضَّتْ وَ مَا تَقَارَّتْ حَتّٰی تَنْتَهِیَ إِلَی الْأَرْضِ السُّفْلٰی، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: حَسْبِـیْ یَـا جِبْرِیْلُ لَا یَتَصَدَّعُ قَلْبِیْ فَأَمُوْتُ . قَالَ: فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلٰـی جِبْـرِیْلَ وَ هُوَ یَبْکِیْ فَقَالَ: تَبْکِیْ یَا جِبْرِیْلُ! وَ أَنْتَ مِنَ اللّٰهِ بِالْمَکَانِ الَّـذِیْ أَنْـتَ بِـهٖ؟ قَـالَ: مَـا لِـیْ لَا أَبْکِیْ؟ أَنَا أَحَقُّ بِالْبُکَاءِ لَعَلِّیْ أُبْتُلِیَ بِمَا ابْتُلِیَ بِهٖ اِبْـلِیْسُ فَقَدْ کَانَ مِنَ الْمَلَائِکَةِ ، وَ مَا أَدْرِیْ لَعَلِّیْ أُبْتُلِیَ بِمِثْلِ مَا ابْتُلِیَ بِهٖ هَارُوْتُ وَ مَـارُوْتُ قَـالَ: فَبَـکٰـی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ بَـکٰـی جِبْـرِیْـلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَمَا زَالَا یَبْـکِیَـانِ حَتّٰـی نُـوْدِیَـا أَنْ یَـا جِبْـرِیْـلُ وَ یَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ أَمَّنَکُمَا أَنْ تَـعْـصِیَـاهُ فَـارْتَـفَـعَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَـمَرَّ بِقَوْمٍ مِنَ الْأَنْـصَـارِ یَضْحَکُوْنَ وَ یَلْعَبُوْنَ فَقَالَ: أَتَضْحَکُوْنَ وَ وَرَاءُ کُمْ جَهَنَّمُ. لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَـا أَعْـلَـمُ لَـضَـحِـکْتُمْ قَلِیْلًا وَ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا، وَ لَمَّا أَسَغْتُمُ الطَّعَامَ وَ الشَّرَابَ، وَ لَـخَـرَجْتُمْ إِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُوْنَ إِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ . فَنُوْدِیَ یَا مُحَمَّدُ: لَا تُقَنِّطْ عِبَـادِیْ إِنَّـمَا بَعَثْتُکَ مُیَسِّرًا، وَ لَمْ أَبْعَثْکَ مُعَسِّرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَدِّدُوْا قَارِبُوْا.“ (کما فی السلسلة الضعیفة ، ج ۲/۱۰۹)

جہنم تین ہزار سال تک جلائی گئی تو سخت کالی اور تاریک ہوگئی!

(۵۷۲) ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیلؑ! نار جہنم، جہنم کی آگ کے سلسلہ میں ہم کو بتلاؤ۔ تو جبرئیلؑ نے عرض کیا: حق تعالیٰ نے جہنم کو حکم دیا تو ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہوگئی، پھر حکم الٰہی سے ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو لال سرخ ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہزار سال تک مزید

جلائی گئی تو کالی ہوگئی۔ لہٰذا اب جہنم گھٹا ٹوپ کالی اور تاریک و اندھیرے میں ہے۔ نہ تو نارِ جہنم کے شعلہ میں روشنی ہے نہ ہی اس کی لپٹ بجھتی ہے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، اگر خازن جہنم میں سے کوئی ایک داروغہ دنیا میں ظاہر ہو جائے اور لوگ اس کو دیکھ لیں تو یقیناً زمین میں جتنے لوگ ہیں سبھی مر جائیں گے، اس کے بھیانک بدشکلی اور جسم کی بدبو سے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اور اگر جہنم کی زنجیر کا ایک کڑا جس کی صفت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کی ہے، دنیا کے پہاڑوں پر ڈال دیا جائے ٹکڑے ٹکڑے، ریزے ریزے ہو جائیں اور وہ زنجیر کا ایک کڑا سب چیزوں کو پگھلاتا ہوا نچلی، سفلی زمین میں چلا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بس کرو، میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اے جبرئیلؑ! اب میرے قلب میں برداشت کی صلاحیت نہیں، میری تو جان ہی نکل جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ جبرئیلؑ رو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرئیلؑ! تم روتے ہو، جبکہ تمہارا حق جل مجدہ کی جانب سے اتنا اونچا مقام ہے، جو مکان و مقام کسی کا نہیں۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں کیوں نہ روؤں، میں زیادہ مستحق ہوں رونے چلانے کا۔ اللہ نہ کرے میں بھی کہیں ابلیس کی طرح کسی بلا میں نہ مبتلا کر دیا جاؤں، جبکہ وہ بھی فرشتہ تھا۔ (یعنی فرشتوں کے ساتھ رہا کرتا تھا) اور مجھ کو نہیں معلوم کہ کہیں میں بھی نہ مبتلا کر دیا جاؤں جس طرح ہاروت و ماروت مبتلا کیے گئے۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ اور جبرئیلؑ دونوں رونے لگے اور مسلسل دونوں روتے رہے، حتیٰ کہ اللہ کی جانب سے دونوں کو مخاطب کیا گیا: اے جبرئیلؑ اور یا محمد ﷺ! اللہ عزوجل نے آپ دونوں کو اس بات سے بچا لیا کہ آپ دونوں اللہ کی نافرمانی کریں۔ (یعنی آپ دونوں نہ روئیں۔ حق تعالیٰ اپنی نظر رحمت سے آپ دونوں کو گناہ و معاصی اور کسی معصیت میں مبتلا کر کے ابتلا میں نہیں ڈالے گا۔) پھر جبرئیلؑ آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ وہاں سے نکل گئے۔ تو انصار کی ایک جماعت کے پاس سے گزر ہوا جو ہنس رہے تھے اور کچھ کھیل کھیل رہے تھے، تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کو فرمایا: تم لوگ ہنس رہے ہو اور

تمہارے پیچھے جہنم ہے (یعنی جہنم اپنی بھیانک عذاب وعقاب کے ساتھ نگاہوں سے چھپی ہوئی ہے اورتم لوگ اس سے غافل ہوکر زندگی بسر کررہے ہو) اگرتم لوگ وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو ہنسو کم اور گریہ وزاری کروزیادہ اورکھانا پینا کا ذائقہ بھی نہ لواورجنگلوں کی طرف نکل جاؤ اللہ تعالیٰ کی (جہنم سے) پناہ لینے کو۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات بتلائی تو حق تعالیٰ نے آواز دی: یا محمد ﷺ! آپ میرے بندوں کو (میری رحمت سے) مایوس نہ کریں، میں نے آپ کولوگوں کے لیے آسانی وسہولت فراہم کرنے کو بھیجا ہے نہ کہ مشکلات وپریشانی میں ڈالنے کے لئے۔تو حضور ﷺ نے فرمایا: منہیات کو چھوڑ کر۔اللہ کے غضب اورعذاب جہنم کوروکواور مامورات بجالاکر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہوجاؤ۔
(السلسلة الضعیفه ۲/ ۹۱۰)

نوٹ: بعض روایات میں اس حدیث کی ابتدااس طرح ہے کہ ایک روز جبرئیل ؑ ایسے وقت میں آئے کہ عادۃً ایسے وقت نہیں آتے تھے،تو رسول اللہ ﷺ جبرئیل ؑ کی طرف متوجہ ہوئے اورفرمایا: جبرئیل ؑ! کیابات ہے آپ کا چہرہ متغیروبدلا ہوا ہے۔ جبرئیل ؑ نے جواب دیا اللہ نے جہنم کی چابیاں دیدیں دیکھنے کو۔ پھر حضور ؐ نے فرمایا: مجھے بس جہنم کی صفات بتلاؤ، پھر پوری حدیث ہے۔(ثمین)

باب : تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَ النَّارُ......

باب: جنت وجہنم کا مباحثہ

(۵۷۳) أبا هريرة ﷺ يقول: قال رسول اللّٰه ﷺ:

"تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَ النَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: أُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَ الْمُتَجَبِّرِيْنَ، وَ قَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَا لِيْ لَا يَدْخُلُنِيْ إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَ سَقَطُهُمْ وَ غِرَّتُهُمْ؟ فَقَالَ اللّٰهُ لِلْجَنَّةِ: إِنَّمَا أَنْتِ رَحْمَتِيْ أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِيْ، وَ قَالَ لِلنَّارِ إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابِيْ أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِيْ، وَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا. فَأَمَّا النَّارُ فَإِنَّهُمْ يُلْقَوْنَ فِيْهَا، (وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ) فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰى يَضَعَ رِجْلَهُ—

أَوْ قَالَ قَدَمَهُ ـــ فِيْهَا فَتَقُوْلُ : قَطْ قَطْ قَطْ فَهُنَالِکَ تُمْلَأُ وَ تَنْزَوِیْ بَعْضُهَا إِلَی بَعْضٍ وَ لَا يَظْلِمُ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا، وَ أَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللّٰهَ يُنْشِئُ لَهَا مَا شَاءَ .''

[صحيح] (أخرجه عبدالرزاق فی مصنفه ج ۱۱/ ۲۰۸۹۳)

جنت وجہنم کی بحث ومخاصمت

(۵۷۳) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت وجہنم کا آپس میں مباحثہ ومکالمہ ہوا۔ جہنم نے کہا: میں متکبرین وظالموں کے لیے خاص کی گئی ہوں اور جنت نے کہا: مجھے کیا ہوا کہ میرے اندر کمزور اور کم رتبہ والے ضعیف قسم کے لوگ داخل ہوں گے۔ تو حق جل مجدہ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت (ظاہر ہونے کی جگہ) ہے۔ تیرے ذریعہ سے میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں رحم کروں گا اور جہنم سے فرمایا: تو میرا عذاب ہے، تیرے ذریعہ سے میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں عذاب دوں گا۔ جنت اور جہنم دونوں میں سے ہر ایک کو بھرنا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ جہنم میں لوگوں کو جو مستحق عذاب ہوں گے، خوب ڈالے گا اور وہ کہے گی: ھل من مزید اور بھی، اور بھی، جہنم اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک اللہ جل شانہ اس پر اپنا قدم نہیں رکھ دیں گے۔ یا پاؤں، اس وقت وہ کہے گی: بس۔ بس۔ بس۔ اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کے حصے سکڑ جائیں گے اور اللہ جل شانہ اپنے بندوں میں کسی پر ظلم نہیں کرے گا (کہ بے گناہ کو اس میں ڈال دیا جائے) اور جنت بھرنے کے لیے اللہ جل شانہ ایک مخلوق پیدا فرمائیں گے اپنی مشیت سے۔

جہنم کب کہے گی بس، بس

(۵۷٤) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله عليه وسلم:

''تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَ النَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ: أُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَ الْمُتَجَبِّرِيْنَ، وَ قَالَتِ الْجَنَّةُ: مَا لِیْ لَا يَدْخُلُنِیْ إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَ سَقَطُهُمْ.

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی لِلْجَنَّةِ: أَنْتِ رَحْمَتِیْ أَرْحَمُ بِکِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ، وَ قَالَ لِلنَّارِ إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابٌ أُعَذِّبُ بِکِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ، وَ لِکُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مِلْؤُهَا، فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰی یَضَعَ رِجْلَهُ فَتَقُوْلُ : قَطْ قَطْ قَطْ، فَهُنَالِکَ تُمْلِئُ وَ یُزْوٰی بَعْضُهَا إِلٰی بَعْضٍ وَ لَا یَظْلِمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا، وَ أَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللّٰهَ یُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا ."

[صحيح] (أخرجه البخاری ج ٦ ص١٧٣)

(۵۷۴) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت وجہنم کا باہمی مخاصمہ اور مناظرہ ہوا۔ جہنم نے کہا: میں متکبرین اور ظالموں کے لیے خاص کی گئی ہوں۔ جنت نے کہا: مجھے کیا ہوا کہ میرے اندر کمزور اور کم رتبہ والے ضعیف قسم کے لوگ داخل ہوں گے؟ تو حق تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت (کے ظاہر ہونے کی جگہ) ہے، تیرے ذریعہ سے میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا رحم کروں گا اور جہنم سے فرمایا: تو میرا عذاب ہے، تیرے ذریعہ سے میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا۔ جنت اور جہنم دونوں میں سے ہر ایک کو بھرنا ہے۔ جہنم اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک حق جل مجدہ اس پر اپنا قدم نہیں رکھ دیں گے، اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کے حصے سکڑ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں کسی (بے گناہ کو جہنم میں ڈال کر اس) پر ظلم نہیں کرے گا، اور جنت بھرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرمائیں گے۔ (بخاری حدیث نمبر ۴۵۶۹ سورۂ ق)

جنت وجہنم کو پُر کیا جائے گا

(٥٧٥) عن أبی هريرة عن رسول الله فذكر أحاديث منها: وقال رسول الله: "تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَ النَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ: أُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَ الْمُتَجَبِّرِيْنَ، وَ قَالَتِ الْجَنَّةُ: فَمَا لِیْ لَا يَدْخُلُنِیْ إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَ سَقَطُهُمْ وَ غِرَّتُهُمْ؟ قَالَ اللّٰهُ لِلْجَنَّةِ: أَنْتِ رَحْمَتِیْ أَرْحَمُ بِکِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ، وَ قَالَ

لِلنَّارِ : إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابٌ أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ، وَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا. فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰى يَضَعَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى رِجْلَهُ فَتَقُوْلُ: قَطْ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تُمْلِئُ وَ يُزْوَى بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ، وَ لَا يَظْلِمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا، وَ أَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللّٰهَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا ."

[صحيح] (أخرجه مسلم ج ٤ ص٢١٨٦)

(۵۷۵) ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جنت وجہنم کی آپس میں بحث ہوئی، باتیں ہوئیں، جہنم نے کہا: میں متعین کی گئی ہوں بڑے بڑے متکبرین وسرکش کے لیے (یعنی میرے اندر اے جنت دنیا کے وزیر وصدر، مالدار و دولتمند، بڑی بڑی مونچھوں والے ڈاکو، سردار، چودھری، غنڈے، بدمعاش، الغرض فرعون، قارون، شداد، اُبی بن خلف، ابوجہل، ابولہب، اللہ و رسول کے دشمن جن کو میں ہضم کروں گی۔) جنت نے کہا: ربّ العالمین! کیا بات ہے میرے اندر بس ضعیف و مسکین، کمزور و ناتواں، (معاشرہ کے وہ لوگ جو عام نگاہوں میں کمتر تھے، عاجز وغریب) آئیں گے؟ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اے جنت (تو خوش ہو کہ) تو میری رحمت کا گہوارہ بنائی گئی ہے، میں جس پر رحم وکرم کرنا چاہوں گا تیرے ذریعہ اس پر انعام واکرام کروں گا اور اے جہنم! (تو اس پر خوش نہ ہو کہ بڑے بڑے لوگ تیرے گہوارہ میں ہوں گے، کہ) تو میرے غیظ وغضب کا مظہر ہے میں (اپنے بندوں میں سے جس کی سرداری چودھراہٹ کو خاک میں ملانا) چاہوں گا تو تیرے اندر داخل کر کے عذاب دونگا (اس کی انانیت کو خاک میں ملا دوں گا) اور اے جنت وجہنم! تم دونوں کو بھروں گا، جہاں تک جہنم کا تعلق ہے اس وقت تک نہیں بھرے گی، جب تک کہ حق جل مجدہ اپنا قدم اس میں نہ ڈالیں گے۔ جب ڈال دیں گے، جہنم کہے گی: بس، بس، بس، پھر جہنم آپس میں سکڑنے لگے گی اور سکڑ کر آپس میں مل جائے گی، اللہ پاک اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا (کہ بے گناہ لوگوں کو جہنم میں ڈال کر جہنم کو بھر دے) اور جنت کے خالی حصوں کو بھرنے کے

لیے اللہ پاک ایک مخلوق پیدا فرمائیں گے، جن کو جنت میں بسا کر جنت کو بھرنے کے وعدہ کو پورا کیا جائے گا۔

جنتیوں کی صفات میں تواضع وتذلل ہے

(٥٧٦) عن أبی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال:

"اِخْتَصَمَتِ الْجَنَّةُ وَ النَّارُ إِلَى رَبِّهِمَا، فَقَالَتِ الْجَنَّةُ: يَا رَبِّ مَا لَهَا لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَ سَقَطُهُمْ؟ وَ قَالَتِ النَّارُ — يَعْنِيْ — أُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ :أَنْتِ رَحْمَتِيْ. وَ قَالَ لِلنَّارِ: أَنْتِ عَذَابِيْ أُصِيْبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا. قَالَ: فَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا، (وَ إِنَّهُ يُنْشِئُ لِلنَّارِ مَنْ يَّشَاءُ) فَيُلْقَوْنَ فِيْهَا، فَتَقُوْلُ : هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ؟ ثَلَاثًا. حَتّٰى يَضَعَ فِيْهَا قَدَمَهُ فَتَمْتَلِئُ وَ يَرُدُّ بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ وَ تَقُوْلُ: قَطْ قَطْ قَطْ " [صحيح] (أخرجه البخاری ج٩ ص١٦٤)

(٥٧٦) ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی اللہ ﷺ نے فرمایا:

جنت وجہنم کی مخاصمت وبحث ربّ العالمین کی عدالت میں گئی۔ جنت نے کہا: ربّ العزّت کیا ہوگیا کہ جنت میں کمزور اور کم درجہ وکم رتبہ کے ضعیف قسم کے لوگ داخل ہوں گے؟ اور جہنم نے کہا: میں تو خاص کی گئی ہوں متکبرین وظالم کے لئے۔ ربّ العزّت نے (دونوں کے درمیان فیصلہ کیا) فرمایا: اے جنت تو میری رحمت کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے اور جہنم سے فرمایا: تو میرا عذاب ہے، میں جس کو سزا وعقاب دینا چاہوں گا تیرے اندر ڈال دوں گا اور جنت وجہنم تم دونوں کو بھرنا ہے۔ جہاں تک جنت کا تعلق ہے (اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ایک مخلوق پیدا فرمائیں گے) اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں کسی پر ظلم نہیں کریں گے اور پیدا کریں گے جہنم کے لیے جس کو چاہیں اور جو مستحق عذاب ہوں گے جہنم میں ڈال دیا جائے گا جہنم کہے گی اور بھی اور بھی۔ تین بار حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا قدم اس پر ڈال دیں گے وہ بھر جائے گی اور آپس میں جہنم سکڑ جائے گی اور کہے گی بس۔ بس۔ بس۔

(نوٹ) اس روایت میں و إنه ینشئُ للنارِ من یشاءُ جو آیا ہے، یہ راوی کی سبقتِ لسانی ہوگئی ہے۔ کیونکہ احادیث میں و إنه ینشئُ للجنة بار بار آیا ہے؛ کیونکہ تمام روایات میں آیا ہے کہ جنت کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق نئی پیدا کریں گے تا کہ جنت بھر جائے اور جہنم کو بھرنے کے لیے حق تبارک وتعالیٰ اپنا قدم اس پر ڈال دیں گے جس سے جہنم آپس میں سکڑ جائے گی اور اس کی کشادگی اور پھیلاؤ اور ھل من مزید کی حرص وہوس ختم ہوجائے گی۔ ابھی تفصیل آ رہی ہے۔ (ثمین)

جہنمیوں کی صفات میں تکبر وغرور ہے

(٥٧٧) عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النبي ﷺ قال:

"اِحْتَجَّتِ النَّارُ وَ الْجَنَّةُ فَقَالَتْ هٰذِهِ : يَدْخُلُنِي الْجَبَّارُوْنَ وَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ. وَ قَالَتْ هٰذِهِ : يَدْخُلُنِي الضُّعَفَاءُ وَ الْمَسَاكِيْنُ. فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِهٰذِهِ : أَنْتِ عَذَابِيْ أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، (وَ رُبَمَا قَالَ: أُصِيْبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ) وَ قَالَ لِهٰذِهِ: أَنْتِ رَحْمَتِيْ أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا."

[صحيح] (أخرجه مسلم، ج: ٤، ص:٢١٨٦)

(۵۷۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم وجنت کا آپس میں مباحثہ ومکالمہ ہوا۔ جہنم نے کہا: میرے اندر مغرور ومتکبر ہی داخل ہوں گے اور جنت نے کہا: میرے اندر ضعیف ومسکین ہی داخل ہوں گے۔ حق جل مجدہ نے جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے، میں تیرے ذریعہ جس کو چاہوں عذاب دوں، اور کبھی یوں فرمایا تیرا عذاب ہوگا میں جسے چاہوں۔ اور جنت سے فرمایا: تو میری رحمت ہے، میں جس پر رحم کرنا چاہوں گا تیرے ذریعہ رحم کروں گا اور تم دونوں کو بھروں گا۔

(اخرجه مسلم:٤/٢١٨٦)

جنت سے خطابِ باری تعالیٰ

(٥٧٨) عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ أن النبي ﷺ قال:

”اِحۡتَجَّتِ الۡجَنَّةُ وَ النَّارُ فَقَالَتِ الۡجَنَّةُ: يَا رَبِّ مَا لِيۡ لَا يَدۡخُلُنِيۡ إِلَّا فُقَرَاءُ النَّاسِ وَ سَقَطُهُمۡ؟ وَ قَالَتِ النَّارُ: مَا لِيۡ لَا يَدۡخُلُنِيۡ إِلَّا الۡجَبَّارُوۡنَ وَ الۡمُتَكَبِّرُوۡنَ؟ فَقَالَ لِلنَّارِ: أَنۡتِ عَذَابِيۡ أُصِيۡبُ بِكِ مَنۡ أَشَاءُ، وَ قَالَ لِلۡجَنَّةِ: أَنۡتِ رَحۡمَتِيۡ أُصِيۡبُ بِكِ مَنۡ أَشَاءُ وَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنۡكُمَا مِلۡؤُهَا. فَأَمَّا الۡجَنَّةُ فَإِنَّ اللّٰهَ يُنۡشِئُ لَهَا مَا يَشَاءُ، وَ أَمَّا النَّارُ فَيُلۡقَوۡنَ فِيۡهَا وَ تَقُوۡلُ: هَلۡ مِنۡ مَّزِيۡدٍ؟ حَتّٰى يَضَعَ فِيۡهَا قَدَمَهُ فِيۡهَا فَهُنَالِكَ تَمۡتَلِئُ وَ يَزۡوِىۡ بَعۡضُهَا إِلٰى بَعۡضٍ وَ تَقُوۡلُ: قَطۡ قَطۡ قَطۡ.“

[صحيح] (أخرجه أحمدج ١٤/٧٧٠٤)

(۵۷۸) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت وجہنم کی آپس میں بحث ہوگئی۔ جنت نے کہا: یارب مجھے کیا ہوا کہ میرے اندر فقراء ومساکین اور کم درجہ وکم رتبہ کے ضعیف قسم کے لوگ داخل ہوں گے؟ اور جہنم نے کہا: اور میرے اندر صرف جبار ومتکبرین داخل ہوں گے؟ حق تعالیٰ نے جہنم سے فرمایا: تو میرا عذاب ہے، تیرے ذریعہ جس کو چاہوں عذاب دوں اور جنت سے فرمایا: تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعہ سے رحمت کروں گا جس پر چاہوں اور تم دونوں کو بھرنا ہے، جنت کو بھرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا اپنی مرضی ومشیت سے اور جہنم میں لوگ ڈالے جائیں گے اور جہنم کہے گی اور بھی لایئے اور بھی لایئے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم جہنم پر ڈال دیں گے۔ اس وقت وہ بھر جائے گی (یعنی مزید کی طلب ختم ہو جائے گی) اور پھر جہنم سکڑ جائے گی آپس میں (اس کا حجم چھوٹا ہو جائے گا) اور کہنے لگے گی: بس بس۔ بس۔

(اخرجه احمد۔١٤/٧٧٠٤)

جہنم سے خطاب باری تعالیٰ

(٥٧٩) عن أبى سعيد الخدرى رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال:

”اِفۡتَخَرَتِ الۡجَنَّةُ وَ النَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: يَا رَبِّ يَدۡخُلُنِيۡ الۡجَبَابِرَةُ وَ الۡمُتَكَبِّرُوۡنَ وَ الۡمُلُوۡكُ وَ الۡأَشۡرَافُ، وَ قَالَتِ الۡجَنَّةُ: أَيۡ رَبِّ! يَدۡخُلُنِيۡ

الضُّعَفَاءُ وَ الْفُقَرَاءُ وَ الْمَسَاكِيْنُ . فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تبَارَكَ وَ تعَالٰى لِلنَّارِ : أَنُتِ عَذَابِیُ أُصِيُبُ بِکِ مَنُ أَشَاءُ، وَ قَالَ لِلُجَنَّةِ : أَنُتِ رَحُمَتِیُ وَسِعُتِ کُلَّ شَیُءٍ، وَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنُكُمَا مِلُؤُهَا، فَيُلُقَى فِي النَّارِ أَهُلُهَا فَتَقُوْلُ: هَلُ مِنُ مَزِيُدٍ؟ قَالَ : وَ يُلُقَى فِيُهَا. وَ تَقُوْلُ : هَلُ مِنُ مَّزِيُدٍ؟ وَ يُلُقَى فِيُهَا . وَ تَقُوْلُ هَلُ مِنُ مَّزِيُدٍ؟ حَتّٰى يَاُتِيَهَا تبَارَكَ وَ تعَالٰى فَيَضَعُ قَدَمَهُ عَلَيُهَا فَتنزَوِیُ فَتَقُوْلُ: قَدِى قَدِى، وَ أَمَّا الُجَنَّةُ فَيَبُقِیُ فِيُهَا أَهُلُهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنُ يَبُقَى فَيُنُشِئُ اللّٰهُ لَهَا خَلُقًا مَايَشَاءُ. "

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج ٣ ص١٣)

(۵۷۹) ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت وجہنم نے آپس میں فخر کرنا شروع کیا۔جہنم نے کہا: یارب میرے اندر تو جبابرہ ، و متکبرین، سلاطین و بادشاہ اوراشراف داخل ہوں گے(لہٰذا میرا رتبہ بڑا ہوا کہ میرے اندر بڑے وبرے لوگ ہوں گے) اور جنت نے کہا: ربّ العزّت میرے اندر، ضعفاء، فقراء و مساکین ہوں گے۔حق تعالیٰ نے جہنم سے فرمایا: تو میرا عذاب ہے۔ تیرے ذریعہ میرا عذاب ہوگا جسے چاہوں، اور جنت سے فرمایا: تو میری رحمت ہے جو ہر چیز سے بڑی ہے، اورتم دونوں کو بھرنا ہے۔ لہٰذا جو مستحقِ عذاب ہوگا اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا، وہ کہے گی: اور بھی لائیے۔اور بھی، مستحق لوگوں کو ڈالا جائے گا، وہ کہے گی: اور بھی لائیے۔ اور مستحقِ عذاب کو ڈالا جائے گا وہ کہے گی اور بھی لائیے۔حتیٰ کہ حق جل مجدہ تبارک وتعالیٰ خود آئے گا اور اپنا قدم جہنم کے اوپر ڈال دے گا۔تو وہ سکڑ جائے گی اور کہے گی: مجھے اچھی خوراک مل گئی، مجھے اچھی خوراک مل گئی۔ اور جو جنت کے اہل ہوں ، جنت اس سے خالی ہوگی اِلّا ماشاءاللہ۔تو اللہ تعالیٰ جنت کیلیے اپنی مشیت سے ایک نئی مخلوق پیدا فرمائیں گے۔

ملیک ومقتدر کے پاس قیام کے اعمال

ان تمام احادیث میں جنت وجہنم کا مباحثہ ومکالمہ ومناظرہ موجود ہے۔ یہ گفتگو اس عالم کی نقل کی گئی ہے جس کو ہماری اصطلاح میں غیب کہا جاتا ہے، اورغیب پر ایمان لانا

فرض ہے۔اس کی کیفیت کا سمجھنا یا حقیقت سے واقف ہونا نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطالبہ ہے اور نہ ہی ہمارے کمال ایمان کے لیے ضروری ہے۔ اور نہ ہی عدم واقفیت کی صورت میں ہمارے ایمان کا نقصان۔مگر اتنا ضرور پتہ لگتا ہے کہ جنت وجہنم کو خوب معلوم ہے کہ میرا مکین ومقیم کون اور کیسا ہے؟ جنت کے لیے کیا یہ بات کم مسرت وخوشی کی ہے کہ تمام مقربین وصالحین ابرار واخیار،اتقیاء وصدیقین،انبیاء ومرسلین کا مستقر۔ملیک ومقتدر کے پاس مقامِ صدق میں مستقر ہوگا۔ ہاں دنیا میں عبادالرحمٰن کی یہی صفات ہیں کہ وہ زمرۂ صالحین میں شمولیت کے لیے مسکنت کو اختیار کرتے ہیں۔ دارآخرت کے لیے کبر ونخوت کو چھوڑتے ہیں۔ عقبی کے نعیم ومقیم کے لیے عیش وعشرت کو قربان کرکے غربت وضعف کو اختیار کرتے ہیں۔ رضوان ورضاء الٰہی کے لیے جنگ وجدال سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔ان لوگوں کی نگاہ نتیجہ وثمر پر ہے۔ ایسا نہیں کہ ان میں صلاحیت نہیں؛ بلکہ حصول خیر کے لیے یہ ان کا انتخاب واختیار ہے۔ دوسروں نے عاجل اور انھوں نے آجل کی راہ اپنا وطیرہ بنایا۔ دوسروں نے فانی کا مزہ لیا اور فنا ہوگئے۔ انھوں نے باقی کو اپنایا اور باقی کے پاس جا کر بقاء کا ابدی وسرمدی جام دید وقربت پالیا۔

'قدم' سے کیا مراد ہے

سلف وصالحین متقدمین کا مسلک تو تسلیم وتفویض رہا ہے۔ جو اسلم واولیٰ ہے...... مگر متأخرین نے اس قسم کے مواقع میں تاویل کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ قدم کی مختلف تاویلیں کی گئی ہیں:

(۱) بعض حضرات نے کہا: کہ دراصل یہ اِذلال سے کنایہ ہے کہ دوزخ کا طغیان جب بڑھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کریں گے۔اس اِذلال کو وضعِ قدم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (فتح الباری۔۸/۵۹۶)

(۲) بعض نے کہا: کہ قدم ایک خاص مخلوق کا نام ہے،جس کو اللہ نے جہنم میں بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جب جہنم ھل من مزید کا مطالبہ کرے گی تو اس وقت اس کو جہنم میں

داخل کیا جائے گا تب اس کی سوزش ختم ہو جائے گی۔ (فتح الباری ۵۹۶/۸)

(۳) قدم سے مراد جہنم میں سب سے آخر میں داخل ہونے والی جماعت ہے کیونکہ قدم انسانی جسم کا آخری عضو ہے۔ (فتح الباری۔ ۵۹۶/۸)

(۴) داؤدی نے کہا کہ قدم سے مراد یہاں 'قدمِ صدق' مراد ہے اور وہ جناب نبی کریم ﷺ ہیں اور اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت، یعنی مقامِ محمود کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی سفارش سے وہ تمام لوگ جہنم سے نکل جائیں گے جن کے دل میں تھوڑا بہت ایمان تھا اور اس کے ساتھ ساتھ جہنم کی طغیانی بھی ختم ہو جائے گی اور مزید کا مطالبہ ترک کردے گی۔ واللہ اعلم (کشف الباری صفحہ ۶۲۰، کتاب التفسیر)

باب : یاآدم أخرج بعث النار......)

باب: اے آدم! جہنم میں جانے والوں کو لائے

(۵۸۰) عن أبی سعید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ:

”يَقُوْلُ اللّٰهُ : يَا آدَمُ ! فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ وَ الْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ قَالَ: يَقُوْلُ: أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ. قَالَ: وَ مَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعُمِائَةٍ وَّ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعِيْنَ، فَذَاكَ حِيْنَ يَشِيْبُ الصَّغِيْرُ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا، وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرىٰ وَ مَا هُمْ بِسُكٰرىٰ وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ، فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيْنَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ: أَبْشِرُوْا فَإِنَّ مِنْ يَأْجُوْجِ وَ مَأْجُوْجِ أَلْفٌ وَ مِنْكُمْ رَجُلٌ ثُمَّ قَالَ: وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ فِيْ يَدِهِ إِنِّيْ لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ. قَالَ: فَحَمِدْنَا اللّٰهَ وَ كَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ: وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ فِيْ يَدِهِ إِنِّيْ لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُوْنُوْا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، إِنَّ مِثْلَكُمْ فِي الْأُمَمِ كَمِثْلِ الشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوِ الرَّقْمَةِ فِيْ ذِرَاعِ الْحِمَارِ.“

[صحيح] (أخرجه البخاری ج ۸ ص۱۳۷)

ہزاروں میں ایک جنتی، بقیہ سب جہنمی

(۵۸۰) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ قیامت کے دن فرمائیں گے: اے آدمؑ! وہ عرض کریں گے: **لبیک و سعدیک و الخیر فی یدیک**، یا اللہ حاضر ہوں تمام تر بھلائی آپ کے ہاتھ میں ہے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے: اے آدمؑ جہنم میں جانے والوں کو نکال۔ آدمؑ عرض کریں گے: جہنم میں جانے والے کون لوگ ہیں؟ ارشاد ہوگا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہی وہ وقت ہوگا کہ ہول وخوف سے بچے بوڑھے ہوجائیں گے اور حمل والی عورتوں کا حمل ساقط ہوجاوے گا اور تجھ کو لوگ نشہ کی سی حالت میں دکھائی دیں گے؛ حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت چیز ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے یہ کون لوگ ہوں گے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: خوش ہوجاؤ تم میں سے ایک ہوگا اور یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھے امید ہے کہ تم ایک ثلث (تہائی) جنت میں ہوگے۔ مجھے امید ہے کہ تم آدھی جنت میں ہوگے، تمہاری مثال لوگوں کے درمیان ایسی ہے جیسے سفید بال، سیاہ بیل کے جسم پر ہو۔ (کہ تم میں سے ایک اور ہزاروں یاجوج ماجوج، ابلیس اور اس کی ذریت اور اولادِ آدم کے مشرکین ہوں گے جو پہلے مرچکے ہیں)۔

فائدہ: قیامت کے دن اہل جہنم میں امت محمد ﷺ اقل قلیل تعداد میں ہوگی، جس کی مثال حضور ﷺ نے سیاہ بیل کے جسم پر ایک آدھ سفید بال سے دی ہے۔ نو سو ننانوے کی تعداد یاجوج ماجوج، ابلیس و ذریتِ ابلیس اور بعثتِ نبوی سے قبل جو مرچکے ہیں ان سے پوری کی جائے گی، اس لیے پیارے رسول ﷺ نے اُمت کو بشارت دی کہ تم غمگین نہ ہو، اللہ پاک مذکورہ تعداد کو تم سے پورا نہیں فرمائیں گے بلکہ وہ اور ہی مخلوق ہوگی۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا بِعَفْوِكَ مِنَ النَّارِ وَ اَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى بِنُوْرِ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ آمین!

جس دن بچے بوڑھے ہو جائیں گے

(٥٨١) عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قال النبی ﷺ:

"یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ: یَا آدَمُ! یَقُوْلُ لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْکَ فَیُنَادِیْ بِصَوْتٍ: إِنَّ اللّٰهَ یَأْمُرُکَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ بَعْثًا إِلَی النَّارِ. قَالَ: یَا رَبِّ وَ مَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ کُلِّ أَلْفٍ — أَرَاهُ قَالَ — تِسْعَمِائَةٍ وَّ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعِیْنَ، فَحِیْنَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا وَ یَشِیْبُ الْوَلِیْدُ وَ تَرَی النَّاسَ سُکَارٰی وَ مَا هُمْ بِسُکَارٰی، وَ لٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ، فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَی النَّاسِ حَتّٰی تَغَیَّرَتْ وُجُوْهُهُمْ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مِنْ یَأْجُوْجَ وَ مَأْجُوْجَ تِسْعُمِائَةٍ وَّ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعِیْنَ وَ مِنْکُمْ وَاحِدٌ ثُمَّ أَنْتُمْ فِی النَّاسِ کَالشَّعْرِ السَّوْدَاءِ فِی جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَبْیَضِ أَوْ کَالشَّعْرِ الْبَیْضَاءِ فِی جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ وَ إِنِّیْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَکُوْنُوْا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَکَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ: ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَکَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ: شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَکَبَّرْنَا." [صحیح] (أخرجه البخاری، ج: ٦، ص: ١٢٢)

(۵۸۱) ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ قیامت کے دن فرمائیں گے: اے آدمؑ وہ عرض کریں گے: حاضر ہوں۔ تمام تر بھلائی آپ کے ہاتھ میں ہے۔آواز کے ساتھ پکار کر کہا جائے گا کہ حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جہنم میں جانے والوں کو حاضر کرو۔ وہ عرض کریں گے: ربّ العزّت جہنم میں جانے والے کتنے ،کون لوگ ہیں؟ حق تعالیٰ فرمائے گا: ایک ہزار میں نو سو ننانوے جہنمی ہیں۔ اس وقت یہ آواز سن کر حاملہ عورت بچہ پیٹ سے خارج کردے گی۔ بچے بوڑھے ہو جائیں گے ۔آپ دیکھیں گے کہ لوگ نشہ کی سی حالت میں ہیں؛ حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے؛ لیکن اللہ کا عذاب ہی سخت چیز ہے۔ یہ بات سن کر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بڑی سخت غیر معمولی گرانی ہوگئی کہ ان کے چہرہ کا رنگ بدل کر فق ہوگیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ تعداد نو سو ننانوے یاجوج وماجوج سے پوری کی جائے گی اور تم میں سے

صرف ایک ہوگا۔ تمہاری مثال لوگوں کے درمیان ایسی ہوگی جیسے سیاہ بال سفید بیل کے بازوؤں و پہلو میں۔ یا سفید بال سیاہ بیل کے بازوؤں و پہلو میں، اور میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ ایک چوتھائی جنت میں ہوگے۔ ہم صحابہؓ نے اس خوشی میں اللہ اکبر کہا۔ پھر آقا ﷺ نے فرمایا: ایک تہائی جنت میں تم ہوگے۔ ہم نے اللہ اکبر کہا: پھر محبوب ﷺ نے فرمایا: آدھی جنت میں تم ہوگے۔ ہم صحابہؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ (اخرجہ البخاری۔ ۱۲۲/۶)

ذُرّیتِ آدم

(۵۸۲) عن أبی هريرةؓ أن النبی ﷺ قال:

" أَوَّلُ مَنْ يُدْعَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ آدَمُ، فَتَرَاءَ ى ذُرِّيَّتُهُ فَيُقَالُ: هٰذَا أَبُوكُمْ آدَمُ فَيَقُوْلُ: لَبَّيْکَ وَ سَعْدَيْکَ. فَيَقُوْلُ: أَخْرِجْ بَعْثَ جَهَنَّمَ مِنْ ذُرِّيَّتِکَ. فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ كَمْ أُخْرِجُ ؟ فَيَقُوْلُ: أَخْرِجْ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ . فَقَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذَا أُخِذَ مِنَّا مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ فَمَاذَا يَبْقَى مِنَّا؟ قَالَ: إِنَّ أُمَّتِيْ فِي الْأُمَمِ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ." [صحيح] (أخرجه البخاری ج ۸ ص۱۳۷)

(۵۸۲) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے آدمؑ کو پکارا جائے گا اور ان کی ذریت کو انھیں دکھلایا جائے گا۔ ذرّیت سے کہا جائے گا: یہ تمہارے ابا آدم علیہ السلام ہیں۔ آدمؑ عرض کریں گے: لبیک و سعدیک۔ ارشاد ہوگا: اپنی ذریت سے جہنم میں جانے والوں کو لاؤ۔ آدمؑ عرض کریں گے: ربّ العالمین! کتنی تعداد کو لاؤں؟ ارشاد ہوگا: ہر ایک سو میں سے ننانوے کو۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ جب ہم میں کے ہر سو سے ننانوے جہنم میں جائیں گے تو پھر کچھ بھی نہیں بچے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میری اُمت دوسری اُمت کے مقابلے میں سفید بال کے مانند ہوگی سیاہ بیل کی کھال پر (یعنی اُمتِ محمدیہ ﷺ کا ایک فرد اور ہزاروں کی تعداد دوسری اُمتوں سے پوری کی جائے گی)۔

صحابہ رضی اللہ عنہم پر غم وحزن کا عالم

(۵۸۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: تلا رسول اللہ ﷺ هذه الآية وعنده أصحابه:

﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ﴾ ...... (الحج : ١)

إلى آخر الآية: فقال:

"هَلْ تَدْرُوْنَ اَيَّ يَوْمٍ ذٰلِكَ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ذَاكَ يَوْمٌ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِآدَمَ: قُمْ فَابْعَثْ بَعْثَ النَّارِ أَوْ قَالَ: بَعْثًا إِلَى النَّارِ. فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ مِنْ كَمْ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعُمِائَةٍ وَّ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ إِلَى النَّارِ وَ وَاحِدًا إِلَى الْجَنَّةِ فَشُقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْقَوْمِ وَ وَقَعَتْ عَلَيْهِمُ الْكَآبَةُ وَ الْحُزْنُ."

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنُوْا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَفَرِحُوْا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِعْمَلُوْا وَ أَبْشِرُوْا فَإِنَّكُمْ بَيْنَ خَلِيْقَتَيْنِ لَمْ يَكُوْنَا مَعَ أَحَدٍ إِلَّا كَثَّرَتَاهُ يَأْجُوْجُ وَ مَأْجُوْجُ، وَ إِنَّمَا أَنْتُمْ فِي النَّاسِ، أَوْ فِي الْأُمَمِ كَالشَّامَّةِ فِي جَنْبِ الْبَعِيْرِ أَوْ كَالرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ النَّاقَةِ وَ إِنَّمَا أُمَّتِيْ جُزْءٌ مِنْ أَلْفِ جُزْءٍ."

[صحيح] (أخرجه الحاكم فى المستدرك ج ٤ ص٥٦٨)

(۵۸۳) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے آیت۔﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ﴾ ......الخ صحابہؓ کے درمیان تلاوت فرمائی۔ اور صحابہؓ سے خطاب کر کے فرمایا: جانتے ہو یہ کس دن میں ہوگا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ ورسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کس دن میں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ وہ دن ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ آدمؑ سے خطاب کر کے فرمائیں گے کہ جہنم میں جانے والوں کو اٹھائے۔ یا فرمایا: اٹھائے جہنم کی طرف۔ آدمؑ عرض کریں گے: یارب کتنی تعداد سے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے: ہر ایک ہزار سے نوسو ننانوے دوزخ کی طرف اور ایک جنت کی طرف۔ یہ بات سن کر صحابہؓ سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے اور دل گیر ہو کر غمگین ہو گئے۔ تو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم لوگ آدھی جنت میں ہو گے۔ یہ سن کر صحابہؓ خوش ہو گئے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس روز تم ایسی دو مخلوقوں کے ساتھ ہو گے کہ وہ جب کسی جماعت کے ساتھ ہوں تو وہی تعداد میں اکثر اور غالب رہیں گے۔ وہ یاجوج و ماجوج ہیں۔اور تمہاری مثال لوگوں کے درمیان یا دوسری امتوں کے درمیان جیسے ایک تل ہو اونٹ کے پہلو میں یا داغ ہو اونٹ کے بازو پر اور میری امت ایک ہزار کا ایک جزو (یعنی ایک ہزار میں ایک جہنمی) ہوگی۔ (اخرجہ الحاکم۔۴/۵۶۸)

اُمتِ محمدیہ ﷺ اہلِ جنت کا نصف ہوگی

(٥٨٤) عن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ لما نزلت:

﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ إلى قوله:

﴿وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾

قال: أنزلت عليه هذه وهو فى سفر. فقال: أتدرون أى يوم ذلک؟ فقال اللّٰه و رسوله أعلم. قال:

"ذٰلِکَ يَوْمٌ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِآدَمَ: اِبْعَثْ بَعْثَ النَّارِ. فَقَالَ: يَا رَبِّ وَ مَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ تِسْعُمِائَةٍ وَّ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ إِلَى النَّارِ وَ وَاحِدٌ إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ: فَأَنْشَأَ الْمُسْلِمُوْنَ يَبْكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: قَارِبُوْا وَ سَدِّدُوْا، فَإِنَّهَا لَمْ تَكُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ إِلَّا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهَا جَاهِلِيَّةٌ. قَالَ فَيُؤْخَذُ الْعَدَدُ مِنَ الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنْ تَمُتْ وَ إِلَّا كَمُلَتْ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ. وَ مَا مَثَلُكُمْ وَ الْأُمَمُ إِلَّا كَمَثَلِ الرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الدَّابَّةِ أَوْ كَالشَّامَّةِ فِي جَنْبِ الْبَعِيْرِ. ثُمَّ قَالَ: إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرُوْا ثُمَّ قَالَ: إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرُوْا ثُمَّ قَالَ: إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرُوْا. قَالَ: لَا أَدْرِيْ قَالَ الثُّلُثَيْنِ أَمْ لَا؟"

[صحيح] (أخرجه الترمذی ج ٥ /٣١٦٨)

(۵۸۴) ترجمہ: عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر آیت

﴿يٰـأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ إلى قوله:
﴿عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾

نازل ہوئی سفر میں تھے، آپ ﷺ نے صحابہؓ سے سوال کیا: تم لوگوں کو معلوم ہے یہ کس دن میں ہوگا؟ صحابہ نے جواب دیا اللہ ورسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ دن ہوگا کہ حق تعالیٰ آدمؑ سے فرمائیں گے: جہنم میں جانے والوں کو اٹھائے؟ نو سو ننانوے جہنم میں اور ایک جنت میں۔ یہ بات سن کر صحابہؓ رونے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اطاعت کے ذریعہ اللہ کے قریب ہوجاؤ اور اللہ کی نافرمانی وناراضگی کے راستوں کو چھوڑ دو۔ گناہ کے راستوں کو بند کردو اور سنو، جب بھی نبوت و ہدایت کا زمانہ ہوتا ہے تو اس کے ساتھ کچھ جاہلیت (یعنی ہدایت ونبوت کے منکر) ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس تعداد کو جاہلیت کے علمبردار سے پورا کیا جائے گا۔ اگر یہ تعداد پوری ہوگئی تو ٹھیک، ورنہ پھر یہ تعداد منافقین سے پوری کی جائے گی۔ تمہاری مثال دوسری امتوں کے درمیان ایسی ہے جیسے سیاہ نشان جانور کے بازو پر یا کوئی علامت اونٹ کے پہلو میں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم ایک تہائی جنت میں ہوگے، صحابہؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ پھر آقا ﷺ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم آدھی جنت میں ہوگے۔ صحابہؓ نے یہ سن کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ روای کہتے ہیں: یہ نہیں معلوم کہ دوثلث بھی یعنی دوتہائی کہا یا نہیں۔

(اخرجه الترمذی۔ ۵/۳۱۶۸)

آپ ﷺ نے بآواز بلند دو آیت تلاوت فرمائی

(۵۸۵) عن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ قال: كنا مع النبي ﷺ فی سفرٍ فَتَفَاوَتَ بَيْنَ أصحابه فی السير فرفعَ رسول اللّٰه ﷺ صوتَهُ بهاتين الآيتين:

﴿يٰـأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ إلى قوله:
﴿عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ (الحج: ۱،۲)

فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ أَصحابُهُ حثُّوا المطيَّ وعرفوا أنه قول يقوله فقال: هل تدرون

أیّ یوم ذلک؟ قالوا: اللّٰه ورسوله أعلم.قال:

”ذَاکَ یَوْمٌ یُنَادِی اللّٰهُ فِیْهِ آدَمَ فَیُنَادِیْهِ رَبُّهُ فَیَقُوْلُ: یَا آدَمُ! اِبْعَثِ النَّارَ فَیَقُوْلُ: یَا رَبُّ وَ مَا بَعْثُ النَّارِ؟ فَیَقُوْلُ: مِنْ مِنْ کُلِّ أَلْفٍ تِسْعُمِائَةٍ وَّ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ فِی النَّارِ وَ وَاحِدٌ فِی الْجَنَّةِ.“

فَیَئِسَ الْقَوْمُ حَتّٰی مَا أبدوا بضاحکةٍ فلما رأیٰ رسول اللّٰه ﷺ الذی بأصحابه. قال:

”اِعْمَلُوْا وَ أَبْشِرُوْا فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ إِنَّکُمْ لَمَعَ خَلِیْقَتَیْنِ مَا کَانَتَا مَعَ شَیْءٍ إِلَّا کَثَّرَتَاهُ یَأْجُوْجُ وَ مَأْجُوْجُ وَ مَنْ مَاتَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ وَ بَنِیْ إِبْلِیْسَ.“

قال: فَسُرِّیَ عن القوم بعضُ الذی یجدونَ.فقال:

”اِعْمَلُوْا وَ أَبْشِرُوْا فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ مَا أَنْتُمْ فِی النَّاسِ إِلَّا کَالشَّامَّةِ فِی جَنْبِ الْبَعِیْرِ أَوْ کَالرَّقْمَةِ فِی ذِرَاعِ الدَّابَّةِ.“

[صحیح] (أخرجه الترمذی ج ٥ / ٣١٦٩)

(٥٨٥) ترجمہ: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، کچھ لوگ آگے تھے کچھ لوگ پیچھے تھے، تو اسی درمیان رسول اللہ ﷺ نے بآواز بلند دو آیت تلاوت فرمائی:

﴿یٰـأَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ﴾

إلی قوله: ﴿عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ﴾ (الحج: ١-٢)

جب اصحاب رسول ﷺ نے سنا تو ہر طرف سے آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ آپ کے فرمان کو سننے کے لئے۔ تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا: تم لوگوں کو معلوم ہے یہ کون سا دن ہوگا؟ انھوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ دن ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آدمؑ کو بلائیں گے اور حق تعالیٰ فرمائے گا: اے آدمؑ! اٹھایئے جہنم میں جانے والوں کو، آدمؑ عرض کریں گے: ربّ العزّت کتنے کو اٹھاؤں جہنم کے لئے؟

حق تعالیٰ فرمائے گا: ہر ایک ہزار سے نوسوننانوے جہنم میں اور ایک جنت میں ۔ یہ سن کر صحابہؓ پر مایوسی چھا گئی۔ ہنسنا بولنا بند ہوگیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحابؓ کی یہ کیفیت دیکھی ۔تو ارشاد فرمایا: خوب غور سے سنو اور خوب خوش ہو جاؤ۔ اس ذات کی قسم کے جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، تم ایسی دو مخلوق کے ساتھ ہوگے کہ جب وہ کسی جماعت کے ساتھ ہوں تو وہی تعداد میں اکثر اور غالب ہوں گے، ایک یاجوج و ماجوج اور دوسری جو بنی آدم میں مرے ہیں، بنی ابلیس، ابلیس کی اولاد۔ یہ سن کر صحابہؓ پر جو غم تھا، خوشی میں بدل گیا اور حضور ﷺ نے فرمایا: خوب غور سے سنو۔ اور خوش ہو جاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے تمہاری مثال لوگوں کے درمیان ایسی ہی ہے جیسا کہ اونٹ کے پہلو کا نشان یا تل سیاہ نشان جو چوپایہ کے بازو پر ہوتا ہے۔
(اخرجه الترمذی ۔۵/۳۱۶۹)

قیامت کے دن سب سے پہلا خطاب

قیامت کے دن سب سے پہلا خطاب باری آدم علیہ السلام کو یہ ہوگا جس کی وجہ اور خصوصیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ تمام اولاد کے والد کی حیثیت رکھتے ہیں، نیز وہ اہل سعادت وشقاوت کو بخوبی جانتے و پہچانتے ہیں کہ نبی ﷺ کو شبِ اسراء ومعراج میں دائیں طرف والے سعادت والے اور بائیں طرف والے شقاوت والے دکھلائے گئے تھے، نیز یہ بھی خوب واضح ہوگیا کہ مومن اقل قلیل جہنم میں ہوں گے اور کثرت کفار کی ہوگی، اور خاص کر نبی رحمت ﷺ کی امت سب سے زیادہ جنت میں ہوگی، لہٰذا اہلِ ایمان کو تقویٰ و طہارتِ قلب، اعمالِ صالحہ کی طرف خوب تیزی سے قدم بڑھانا چاہیے، تاکہ کثرت میں مزید اضافہ ہو اور نبی رحمت ﷺ کا دل خوش ہو، تکیہ اور سستی و کاہلی سے دور رہنا چاہیے، اب آپ قیامت کی ہولنا کی بھی پڑھ لیں جو قران میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے تاکہ حدیث خوب واضح ہو جائے۔ (ثمین)

قیامت کے زلزلے

قیامت کے عظیم الشان زلزلے (بھونچال) دو ہیں۔ایک عین قیام قیامت کے وقت یا نفخہ ثانیہ کے بعد۔دوسرا قیامت سے کچھ پیشتر جو علاماتِ قیامت میں سے ہے۔اگر یہاں دوسرا مراد ہوتو آیت اپنے ظاہر معنی پر رہے گی اور پہلا مراد ہوتو دونوں احتمال ہیں، حقیقتاً زلزلہ آئے اور دودھ پلانے والی یا حاملہ عورتیں اپنی اس ہیئت پر محشور ہوں، یا زلزلہ سے مراد وہاں کے احوال وشدائد ہوں ﴿یَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ﴾ کو تمثیل پر حمل کیا جائے یعنی اس قدر گھبراہٹ اور شدت ہول کے اپنے بچوں کو بھول جائیں اور حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہوجائیں اس وقت لوگ اس قدر مدہوش ہوں گے کہ دیکھنے والا شراب کے نشہ کا گمان کرے حالانکہ وہاں نشہ کا کیا کام۔اللہ کے عذاب کا تصور اور اہوال و شدائد کی سختی ہوش گم کردے گی، (تنبیہ) اگر یہ گھبراہٹ سب کو عام ہوتو ﴿لَا یَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَكۡبَرُ﴾ میں نفی باعتبار اکثر احوال کے اور یہاں اثبات باعتبار ساعت قلیلہ کے لیا جائے گا، اور اگر آیت حاضرہ اکثر ناس کے حق میں ہو، سب کے حق میں نہ ہوتو سرے سے اشکال ہی نہیں۔(تفسیر عثمانی)

﴿اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ﴾ بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی ہولناک چیز ہے، قیامت کا زلزلہ یعنی قیامت میں یا قیامت کے لیے ساری چیزوں کا ہل جانا، جھنجھوڑا جانا۔

ہولناکیوں سے تحفظ کا سامان

اوپر کی آیت میں عذاب سے ڈرنے کا حکم دیا گیا تھا، اس آیت میں اس کی علت بیان کردی۔مطلب یہ کہ قیامت کے بھونچال کا تصور کرو، اس کی ہولناکیوں پر غور کرو اور سمجھ لو کہ اس سے محفوظ رکھنے والا سوائے تقویٰ اور اللہ کی فرماں برداری کے اور کوئی نہیں، اس لیے تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کے احکام پر چلو۔

زلزلہ کب آئے گا؟

علقمہؒ اور شعبیؒ کے نزدیک قیامت سے پہلے آئے گا اور قیامت کی خصوصی نشانی ہوگا، جلال الدین محلّی نے لکھا ہے کہ مغرب سے آفتاب کے طلوع کرنے سے پہلے یہ زلزلہ آئے گا۔

زلزلہ کی دہشت

زلزلہ کی دہشت کی وجہ سے ہر وہ عورت جو بچہ کو دودھ پلا رہی ہوگی اپنے بچے کو دودھ پلانا چھوڑ دے گی۔

حسن نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا کہ مرضعۃ اپنے شیر خوار بچے کے دودھ چھڑانے سے غافل ہوجائے گی۔ اور حاملہ کو ناقص اسقاط ہوجائے گا۔

ساعۃ یعنی قیامت کو دیکھنے والے تو سب ہی ہوں گے سب ہی قیامت کو دیکھیں گے اور سکر و نشہ کی حالت میں ہر شخص دوسرے کو دیکھے گا، (اپنی حالتِ سکر اس کو دکھائی نہ دے گی) عذاب کا ہول، ہوش پراگندہ کردے گا، اوسان خطا ہوجائیں گے۔

تمثیلی شکل میں کہا گیا ہے حقیقی معنی مراد نہیں زلزلہ کی ہولناکی اور دہشت کی بطور تشبیہ تصویر کشی کی گئی ہے۔

امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کی سند کو صحیح بھی کہا ہے حضرت عمرانؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ آیت **یَاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا ...... عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ** تک نازل ہوئی حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ دن کون سا ہوگا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی جانیں، فرمایا: یہ دن وہ ہوگا جس میں اللہ حضرت آدمؑ سے فرمائے گا (اپنی نسل میں سے) دوزخ کا حصہ بھیجو۔ (الحدیث)

صحابہ رضی اللہ عنہم پر خوف اور پھر بشارت

بغویؒ نے لکھا ہے حضرت عمران بن حصینؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ یہ دونوں آیتیں غزوۂ بنی مصطلق کے دوران رات کے وقت نازل ہوئیں حضورؐ نے ندا کرا کے سب کو بلوایا اور یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں، آیات کو سن کر لوگ اتنا روئے کہ اس رات سے زیادہ رونے والے کبھی نہیں دیکھے گئے، صبح ہوئی تو لوگوں نے گھوڑوں سے زینیں نہیں اتاریں نہ ڈیرے لگائے نہ ہانڈیاں پکائیں۔ کچھ لوگ روتے رہے، کچھ غمگین پریشان سوچ میں بیٹھے رہے، حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہوگا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور رسول ﷺ ہی جانے۔ فرمایا: یہ وہ دن ہوگا جب اللہ آدم علیہ السلام سے فرمائے گا اپنی اولاد میں سے دوزخ کا حصہ بھیجو، حضرت آدم عرض کریں گے: کیا سب میں سے کتنا کتنا؟ اللہ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نوسوننانوے دوزخ کی طرف اور ایک جنت کی طرف ۔اس بات کی ضرب صحابہؓ پر بہت سخت پڑی۔ وہ رونے لگے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! پھر کون نجات پائے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تم خوش ہو جاؤ اور سیدھی چال رکھو۔ تمہارے ساتھ دو مخلوقیں اور بھی ہوں گی جو ہر قوم سے زائد ہوں گی یعنی یاجوج و ماجوج۔ پھر فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم کل اہلِ جنت کا ایک تہائی حصہ ہو گے، یہ سن کر لوگوں نے اللہ اکبر کہا، اور اللہ کی حمد کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم کل اہلِ جنت میں آدھے ہو گے، صحابہؓ نے یہ (بشارت) سن کر اللہ اکبر کہا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے تو (اب) یہ امید ہے کہ تمہاری تعداد اہلِ جنت کی دو تہائی ہوگی اور قیامت میں ایک سو بیس قطاریں ہوں گی جن میں اسّی میری اُمت کی ہوگی اور کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد اتنی (کم) ہوگی جیسے اونٹ کے پہلو پر تل یا گھوڑے کے پاؤں پر دوسرے رنگ کی لکیر (یا دھبّہ) بلکہ جیسے سفید بیل کی پشت پر ایک سیاہ بال یا سیاہ بیل کی پشت پر ایک سفید بال۔ پھر فرمایا: میری امت کے ستّر ہزار آدمی بلاحساب جنت میں جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے (بطور تعجب) کہا ستّر ہزار؟ فرمایا: ہاں! اور ہر ایک کے ساتھ ستّر (ستّر) ہزار۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی سبقت

یہ سن کر عکاشہ رضی اللہ عنہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے ان میں سے کردے، فرمایا: تم ان میں سے ہو، اس کے بعد ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ سے دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے شامل کردے، فرمایا: عکاشہؓ تم سے سبقت لے گئے۔

اُمتِ محمدیہ ﷺ اہلِ جنت کا نصف ہوگی

ابھی آپ شیخینؒ کی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ان الفاظ کے ساتھ پڑھ چکے ہیں، کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے آدمؑ۔ حضرت آدمؑ جواب دیں گے: حاضر، حاضر اور ساری خیر تیرے ہاتھوں میں ہے، اللہ فرمائے گا دوزخ میں بھیجا جانے والا حصہ نکالو، آدم عرض کریں گے: دوزخ کا کتنا حصہ ہے، اللہ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نوسوننانوے، اس وقت بچے بوڑھے ہوجائیں گے، اور ہر حاملہ عورت اسقاط حمل کردے گی، تم لوگوں کو متوالا دیکھو گے حالانکہ وہ (شراب کے) نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہوگا، صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہزار میں سے ایک، ہم میں سے کون ہوگا؟ فرمایا: تم میں سے (ایک دوزخی) ہوگا اور یاجوج وماجوج میں سے ہزار پھر فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں امید رکھتا ہوں کہ تم جنت والوں کا چہارم حصہ ہوگے، ہم نے یہ سن کر تکبیر کہی، حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا ایک تہائی حصہ ہوگے۔

ہم نے یہ سن کر تکبیر کہا، فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ اہل جنت کے آدھے ہوں گے۔ ہم نے اللہ اکبر کہا، فرمایا: تم لوگ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت (دوزخ میں) اتنے ہوں گے جیسے ایک کالا بال سفید بیل کی کھال پر یا جیسے ایک سفید بال کالے بیل کی کھال پر۔

یہ حدیث دلالت کررہی ہے کہ بچہ کا بوڑھا ہوجانا، حاملہ کا حمل گر جانا اور دوزخ کا حصہ نکالنے کا حکم ایک ہی وقت میں ہوگا بلکہ مردوں کا قبروں سے اٹھایا جانا زلزلہ سے پہلے ہوگا۔ (تفسیر مظہری، گلدستہ، ج۲،ص ۵۱۷)

جانتے ہو یہ کون سا دن ہوگا؟

(٥٨٦) عن أنس رضي الله عنه قال: لَمَّا نَزَلَتْ:

﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ (الحج: ١)

عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَ هُوَ فِيْ مَسِيْرٍ لَهُ، فَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ حَتّٰى ثَابَ إِلَيْهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: أَ تَدْرُوْنَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ يَوْمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِآدَمَ:

"يَا آدَمُ قُمْ فَابْعَثْ بَعْثَ النَّارِ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ."

فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

"سَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا وَ أَبْشِرُوْا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا أَنْتُمْ فِي الْأُمَمِ إِلَّا كَالشَّامَةِ فِيْ جَنْبِ الْبَعِيْرِ أَوْ كَالرَّقْمَةِ فِيْ ذِرَاعِ الدَّابَّةِ فَإِنَّ مَعَكُمْ لَخَلِيْقَتَيْنِ مَا كَانَتْ مَعَ شَيْءٍ إِلَّا كَثَّرَتَاهُ يَأْجُوْجُ وَ مَأْجُوْجُ وَ مَنْ هَلَكَ مِنْ كَفَرَةِ الْجِنِّ وَ الْإِنْسِ." [صحيح] (أخرجه الحاكم في مستدرك ج ٤ ص ٥٦٦)

(٥٨٦) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت

﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ (الحج: ١)

نازل ہوئی تو آپ ﷺ سفر میں تھے، تو آپ ﷺ نے بآواز بلند اس کی تلاوت کی تو اصحابؓ آپ کے قریب آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو یہ کون سا دن ہوگا؟ یہ وہ دن ہوگا کہ آدمؑ سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدمؑ کھڑے ہوئیے اور ہر ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے جہنم کے لیے اٹھائیے۔ یہ بات مسلمانوں پر بہت ہی گراں گزری اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپس میں صلح وصفائی کے ساتھ مل کر رہو اور خوش خبری سنو کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ تمہاری مثال دوسری امتوں کے درمیان اس سفیدی

کی طرح ہے جو اونٹ کے پہلو میں ہو یا اس تل کی طرح جو جانور کے بازو پر ہو۔ تمہارے ساتھ دو ایسی مخلوق ہوگی کہ جب وہ کسی جماعت کے ساتھ ہو تو وہی تعداد میں زیادہ اور غالب رہیں گے۔ یاجوج و ماجوج اور جو حالت کفر میں جنات وانسان مرے ہیں۔
(اخرجه الحاکم ۔٤/٥٦٦)

ہم میں سے کون نجات پائے گا؟

(٥٨٧) عن عبداللّٰه رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُنَادِيًا يُنَادِىْ: يَا آدَمُ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَبْعَثَ بِعْثًا مِنْ ذُرِّيَّتِكَ إِلَى النَّارِ فَيَقُوْلُ آدَمُ: يَا رَبِّ وَ مِنْ كَمْ؟ قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ."

فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: مَنْ هٰذَا النَّاجِىْ مِنَّا بَعْدَ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "هَلْ تَدْرُوْنَ (وَ مَا أَنْتُمْ) فِى النَّاسِ؟ مَا أَنْتُمْ إِلَّا كَالشَّامَّةِ فِىْ صَدْرِ الْبَعِيْرِ." [ضعيف] (أخرجه أحمد، ج: ٥/٣٦٧٧)

(٥٨٧) ترجمہ: عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک آواز دینے والے کو بھیجے گا کہ آواز دے دو: اے آدمؑ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اٹھا لیجئے اپنی ذریت میں سے جہنم کی طرف۔ اس وقت آدم عرض کریں گے یا رب کتنے میں کتنا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر سو میں سے ننانوے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ہم میں سے کون نجات پائے گا اس کے بعد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جانتے ہو تمہاری مثال لوگوں کے درمیان ایسی ہوگی جیسے سیاہ علامت اونٹ کے سینہ پر۔ (اخرجہ احمد ٥/٣٦٧٧)

آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے، اصحاب رضی اللہ عنہم بھی روئے

(٥٨٨) عن أبى الدرداء رضی اللہ عنہ عن النبى صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِآدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قُمْ فَجَهِّزْ مِنْ

ذُرِّيَّتِکَ تِسْعَمِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ إِلَى النَّارِ وَ وَاحِدًا إِلَى الْجَنَّةِ. فَبَكَى أَصْحَابُهُ وَ بَكَى ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِرْفَعُوْا رُؤُوْسَكُمْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا أُمَّتِيْ فِي الْأُمَمِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ فَخَفَّفَ ذٰلِکَ عَنْهُمْ." [حسن] (أخرجه أحمد، ج: ٦، ص: ٤٤١)

(٥٨٨) ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے رسول اللہا نے فرمایا: حق جل مجدہ قیامت کے دن آدمؑ سے فرمائیں گے: کھڑے ہوئیے اور اپنی ذریت میں سے تیار کیجیے نوسوننانوے جہنم کے لیے اور ایک صرف جنت کے لیے۔ یہ سن کر اصحابِ رسول ﷺ روئے اور خود رسول اللہ ﷺ بھی روئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: سربلند کرو (مایوس مت ہوجاؤ) اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میری اُمت کی مثال دوسری امتوں کے درمیان ایسی ہے جیسے سفید بال کالے بیل کے کھال پر (یعنی جسم پر) یہ سن کر اصحاب رسول ﷺ کا غم ہلکا ہوا۔ (اخرجہ احمد۔٦/٤٤١)

فِيْمَا وَرَدَ فِي الْمِيْزَانِ وَ الصِّرَاطِ وَ السُّؤَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

باب: يُوْضَعُ الْمِيْزَانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ......

باب: میزان وصراط اور قیامت کے دن کا سوال

(٥٨٩) عن سلمان رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:

"يُوْضَعُ الْمِيْزَانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَوْ وُزِنَ فِيْهِ السَّمَاوَاتُ وَ الْأَرْضُ لَوَسِعَتْ. فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ يَا رَبِّ لِمَنْ يَزِنُ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَنْ شِئْتُ مِنْ خَلْقِيْ فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: سُبْحَانَکَ مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ.

وَ يُوْضَعُ الصِّرَاطُ مِثْلَ حَدِّ الْمُوْسٰى فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: مَنْ تُجِيْزُ عَلٰى هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ: مَنْ شِئْتُ مِنْ خَلْقِيْ. فَيَقُوْلُوْنَ: سُبْحَانَکَ مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ." [صحيح لغيره] (أخرجه الحاكم فى المستدرک، ج: ٤، ص: ٥٩٨)

میزان کی وسعت پر فرشتوں کا استعجاب

(۵۸۹) ترجمہ: سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ترازو رکھی جائے گی کہ اگر اس میں تمام زمین وآسمان رکھ دیئے جائیں، تو یقیناً سما جائیں فرشتے عرض کریں گے: ربّ العالمین کیا وزن کیا جائے گا؟ ارشاد ہوگا: میں اپنی مخلوق میں جس کو چاہوں گا وزن کروں گا، فرشتے عرض کریں گے: **سبحانک ما عبدناک حق عبادتک** آپ کی ذات بے نیاز ہے، ہم آپ کی عبادت کا جو حق تھا، ادا نہ کرسکے، پھر پل صراط قائم کیا جائے گا جو استرے سے زیادہ تیز ہوگا، جس کو دیکھ کر فرشتے عرض کریں گے: الٰہ العالمین! اس کو کون پار کرسکے گا؟ اور کن لوگوں سے پار کرایا جائے گا؟ ارشاد ہوگا: میں اپنی مخلوق میں سے جس سے چاہوں گا، تو عرض کریں گے، **سبحانک ما عبدناک حق عبادتک**۔ آپ کی ذات بے نیاز ہے، ہم آپ کی عبادت کا جو حق تھا، ادا نہ کرسکے۔

زمین وآسمان کے برابر ترازو کے دو پلڑے

خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ كَفَّتَيُ الْمِيُزَانِ مِلْءُ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ ، فَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: يَا رَبَّنَا مَا تَزِنُ بِهٰذَا؟ قَالَ: أَزِنُ بِهِ مَا شِئْتُ ، وَخَلَقَ اللّٰهُ الصِّرَاطَ كَحَدِّ السَّيُفِ أَوُ كَحَدِّ الْمُوسى، فَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ : يَا رَبَّنَا مَنْ يَجُوزُ عَلٰى هٰذَا؟ قَالَ: أُجِيزُ عَلَيْهِ مَنْ شِئْتُ. (اخرجه الديلمی عن عائشه رضی الله عنها)

ترجمہ: حق جل مجدہ نے ترازو کے دو پلڑے زمین وآسمان کے برابر پیدا کیے تو فرشتوں نے عرض کیا: الٰہ العالمین! اس میں کیا وزن کیا جائے گا؟ ارشاد ہوا میں جو چاہوں گا وزن کروں گا اور حق تعالیٰ نے پل صراط کو تلوار یا استرے سے زیادہ تیز بنایا، فرشتوں نے عرض کیا: الٰہ العالمین! اس پر کس کی مجال ہے کہ گزر جائے؟ ارشاد ہوا: میں جس کو چاہوں گا اس پر سے گزار دوں گا۔

پل صراط سے گزر کی رفتار مختلف ہوگی، اس میں ایک اصول یاد رکھنا چاہیے کہ یہ گزرنا بقدر ایمان واعمال ہوگا، اگر ایمان واعمال، اخلاص وللّٰہیت، زہد وتقویٰ، مجاہدۂ نفس، اطاعت واتباع کامل ہوگا تو کچھ لوگ پلک مارنے کی مقدار میں گزر جائیں گے، کچھ لوگ بجلی کودنے کی مقدار میں آناً فاناً عبور کر جائیں گے، الغرض بقدر اطاعت وعبادت معاملہ ہوگا اب ہر شخص اپنے اعمال کی رفتار سے اس کو اپنے ایمان کے تھرمامیٹر میں چیک کرلے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَجَاوَزْنَا عَنِ الصِّرَاطِ . آمین، آمین، آمین۔

حق جل مجدہ نے قرآن مجید میں میزان وترازو، اور اعمال کے تول ووزن کا بہت ہی خوبصورت حکیمانہ اسلوب میں بیان فرمایا ہے: مثلاً سورۂ اعراف میں ہے:

﴿وَ الْوَزْنُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ○﴾ (اعراف: ۹)

اور تول اس دن ٹھیک ہوگی پھر جس کی تولیں بھاری ہوئیں سو وہی ہیں نجات پانے والے اور جس کی تولیں ہلکی ہوئیں سو وہی ہیں جنھوں نے اپنا نقصان کیا، اس واسطے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

اعمال کا وزن ہوگا

قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا، جن کے اعمال قلبیہ واعمال جوارح وزنی ہوں گے وہ کامیاب ہیں، اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارہ میں رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ''ہر شخص کے عمل وزن کے موافق لکھے جاتے ہیں، ایک ہی کام ہے، اگر اخلاق ومحبت سے حکم شرعی کے موافق کیا اور برمحل کیا تو اس کا وزن بڑھ گیا اور دکھاوے کو یا ریس کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا، آخرت میں وہ کاغذ ملیں گے جس کے نیک کام بھاری ہوئے تو برائیوں سے درگزر ہوا اور

ہلکے ہوئے تو پکڑا گیا۔

اعمال کا وزن کیسے ہوگا؟

بعض علماء کا خیال ہے کہ جو اس وقت اعراض ہیں، وہاں اعیان کی صورت میں مجسم کر دیے جائیں گے اور خود ان ہی اعمال کو تولا جائے گا، کہا جاتا ہے کہ ہمارے اعمال تو غیر قارُّ الذات اعراض ہیں جن کا ہر جزو وقوع میں آنے کے ساتھ ہی ساتھ معدوم ہوتا رہتا ہے، پھر ان کا جمع ہونا اور تلنا کیا معنی رکھتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ گراموفون میں آج کل لمبی چوڑی تقریریں بند کی جاتی ہیں، کیا وہ تقریریں اعراض میں سے نہیں؟ جن کا ایک حرف ہماری زبان سے اس وقت ادا ہوسکتا ہے جب اس سے پہلا حرف نکل کر فنا ہو جائے، پھر یہ تقریر کا سارا مجموعہ گراموفون میں کس طرح جمع ہو گیا؟ اسی سے سمجھ لو کہ جو اللہ گراموفون کا بھی موجد ہے اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ہمارے کل اعمال کے مکمل ریکارڈ رکھے، جس میں سے ایک شوشہ اور ذرہ بھی غائب نہ ہو، رہا ان کا وزن کیا جانا تو نصوص سے ہم کو اس قدر معلوم ہو چکا ہے کہ وزن ایسی میزان (ترازو) کے ذریعہ ہوگا جس میں کفتین اور لسان وغیرہ موجود ہیں لیکن وہ میزان اور اس کے دونوں پلے کس نوعیت وکیفیت کے ہوں گے اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ ان باتوں کا احاطہ کرنا ہماری عقلوں و افہام کی رسائی سے باہر ہے۔ اسی لیے ان کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی۔ بلکہ ایک میزان کیا اس عالم کی جتنی چیزیں ہیں، بجز اس کے کہ ان کے نام ہم سن لیں، اور ان کا کچھ اجمالی سا مفہوم جو قرآن وسنت نے بیان کر دیا ہو عقیدہ میں رکھیں، اس سے زائد پر مطلع ہونا ہماری حد پرواز سے خارج ہے، کیونکہ جن نوامیس وقوانین کے ماتحت اس عالم کا وجود اور نظم ونسق ہوگا، ان پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے کچھ دسترس نہیں پا سکتے، اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھ لو، کتنی قسم کی ہیں۔ ایک میزان وہ ہے جس سے سونا چاندی یا موتی تلتے ہیں، ایک میزان سے غلّہ اور سوختہ وزن کیا جاتا ہے، ایک میزان عام ریلوے اسٹیشنوں پر ہوتی ہے جس سے مسافروں کا سامان تولتے ہیں، ان کے سوا 'مقیاس الهوا' یا 'مقیاس

الحرارت، وغیرہ بھی ایک طرح کی میزانیں ہیں جن سے ہوا اور حرارت کے درجات معلوم ہوتے ہیں، تھرمامیٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت کو جو اعراض میں سے ہے تول کر بتلاتا ہے کہ اس وقت ہمارے جسم میں اتنے ڈگری حرارت پائی جاتی ہے، جب دنیا میں بیسیوں قسم کی جسمانی میزانیں ہم مشاہدہ کرتے ہیں جن سے اعیان واعراض کے اوزان و درجات کا تفاوت معلوم ہوتا ہے تو اس قادر مطلق کے لیے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی حسی میزان قائم کردے جس سے ہمارے اعمال کے اوزان ودرجات کا تفاوت صورتاً وحساً ظاہر ہوتا ہو۔ (تفسیر عثمانی)

ایک نیکی ننانوے اعمالناموں پر بھاری یعنی کلمۂ طیبہ

ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ محشر میں میری امت کا ایک آدمی ساری مخلوق کے سامنے لایا جائے گا اور اس کے ننانوے نامۂ اعمال لائے جاویں گے، اور ان میں سے ہر نامۂ اعمال اتنا طویل ہوگا کہ جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے، اور یہ سب نامۂ اعمال برائیوں اور گناہوں سے لبریز ہوں گے، اس شخص سے پوچھا جائے گا کہ ان نامۂ اعمال میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب صحیح ہیں یا نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں نے تم پر کچھ ظلم کیا ہے، اور خلاف واقعہ کوئی بات لکھ دی ہے؟ وہ اقرار کرے گا اے میرے پروردگار جو کچھ لکھا ہے سب صحیح ہے، اور دل میں گھبرائے گا کہ اب میری نجات کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اس وقت حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج کسی پر ظلم نہیں ہوگا، ان تمام گناہوں کے مقابلہ میں تمہاری ایک نیکی کا پرچہ بھی ہمارے پاس موجود ہے، جس میں تمہارا کلمہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ لکھا ہوا ہے، وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار! اتنے بڑے سیاہ نامۂ اعمال کے مقابلہ میں یہ چھوٹا سا پرچہ کیا وزن رکھے گا، اس وقت ارشاد ہوگا کہ تم پر ظلم نہیں ہوگا، اور ایک پلہ میں وہ سب گناہوں سے بھرے ہوئے نامۂ اعمال رکھے جائیں گے، دوسرے میں یہ کلمۂ ایمان کا پرچہ رکھا جائے گا، تو اس کلمہ کا پلہ

بھاری ہوجائے گا اور سارے گناہوں کا پلہ ہلکا ہوجائے گا، اس واقعہ کو بیان کر کے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری نہیں ہوسکتی۔ (مظہری)

اعمال کی شکلیں

حدیثِ رسول ﷺ کی بہت سی روایات اس پر شاہد بھی ہیں کہ برزخ اور محشر میں انسانی اعمال خاص خاص شکلوں اور صورتوں میں آئیں گے۔ قبر میں انسان کے اعمالِ صالحہ ایک حسین صورت میں اس کے مونس بنیں گے اور برے اعمال سانپ بچھو بن کر لپٹیں گے، حدیث میں ہے کہ جس شخص نے مال کی زکوٰۃ نہیں ادا کی وہ مال ایک زہریلے سانپ کی شکل میں اس کی قبر میں پہنچ کر اس کو ڈسے گا، اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

اسی طرح معتبر احادیث میں ہے کہ میدانِ حشر میں انسان کے اعمالِ صالحہ اس کی سواری بن جائیں گے اور برے اعمال بوجھ بن کر اس کے سر پر لادے جائیں گے۔

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ قرآن مجید کی سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران میدانِ حشر میں دو گھرے بادلوں کی شکل میں آکر ان لوگوں پر سایہ کریں گی جو ان سورتوں کے پڑھنے والے تھے۔

کلمۂ طیبہ کا وزن

اور مسند بزار اور مستدرک حاکم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو اپنے لڑکوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تمہیں کلمہ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اگر ساتوں آسمان اور زمین ایک پلّہ میں اور کلمہ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دوسرے پلہ میں رکھ دیا جائے تو کلمہ کا پلہ ہی بھاری رہے گا۔

وزن کے بعد جنت یا جہنم

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا کہ جس مومن کا پلہ حسنات کا بھاری ہوگا وہ اپنے اعمال کے ساتھ جنت میں، اور جسکا گناہوں کا پلّہ بھاری ہوگا وہ اپنے اعمال کے ساتھ جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ (البیهقی فی شعب الایمان ، مظهری)

نوافل سے کمی پوری کریں گے

اورابوداؤد میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ اگر کسی بندہ کے فرائض میں کوئی کمی پائی جائے گی تو ربّ العالمین کا ارشاد ہوگا کہ دیکھواس بندہ کے کچھ نوافل بھی ہیں یانہیں، اگرنوافل موجود ہیں تو فرضوں کی کمی کونفلوں سے پورا کردیا جائے گا۔(مظہری)

بعض علماءتفسیر نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں وزن دومرتبہ ہوگا، اول کفر و ایمان کا وزن ہوگا، جس کے ذریعہ مومن کافر کا امتیاز کیا جائے گا۔اس وزن میں جس کے نامۂ اعمال میں صرف کلمۂ ایمان بھی ہے، اس کا پلہ بھاری ہوجائے گا اور وہ کافروں کے گروہ سے الگ کردیا جائے گا، پھر دوسرا وزن نیک وبداعمال کا ہوگا، اس میں کسی مسلمان کی نیکیاں کسی کی برائیاں بھاری ہوں گی اور اسی کے مطابق اس کو جزوسزا ملے گی، اس طرح تمام آیات اورروایات کامضمون اپنی اپنی جگہ درست اورمربوط ہوجاتا ہے۔
(بیان القرآن)

وزن اعمال کس طرح ہوگا

بخاری ومسلم میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روزبعض موٹے فربہ آدمی آئیں گےجن کا وزن اللہ کےنزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا،اوراس کی شہادت میں آپ ﷺ نےقرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ یعنی قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قرارنہ دیں گے۔(مظہری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وزن

اورحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں یہ حدیث آئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نےفرمایا کہ ان کی ٹانگیں ظاہر میں کتنی پتلی ہیں لیکن قسم ہےاس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قیامت کی میزان عدل میں ان کا وزن اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ ہوگا۔

دو کلمے

اورحضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس پر امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کو ختم کیا ہے، اس میں یہ ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے ہیں مگر میزانِ عمل میں بہت بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں، اور وہ کلمے یہ ہیں: **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ** اورحضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ **سُبْحَانَ اللّٰہ** کہنے سے میزان عمل کا آدھا پلّہ بھر جاتا ہے اور **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** سے باقی آدھا پورا ہو جاتا ہے۔

حُسنِ خلق کا وزن

اور ابوداوٗد، ترمذی، ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میزان عمل میں حُسنِ خلق کے برابر کوئی عمل وزنی نہیں ہوگا۔

اورحضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھیں ایسے دو کام بتاتا ہوں جن پر عمل کرنا انسان کے لیے کچھ بھاری نہیں، اور میزانِ عمل میں وہ سب سے زیادہ بھاری ہوں گے، ایک حسنِ خلق، دوسرے زیادہ خاموش رہنا، یعنی بلاضرورت کلام نہ کرنا۔

خوفِ الٰہی کا قطرۂ آنسو

اور امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں بروایت حضرت حازمؒ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ جبرئیل امین تشریف لائے تو وہاں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو رہا تھا، تو جبرئیلؑ امین نے فرمایا کہ انسان کے تمام اعمال کا تو وزن ہوگا مگر اللہ و آخرت کے خوف سے رونا ایسا عمل ہے جس کو تولا نہ جائے گا، بلکہ ایک آنسو بھی جہنم کی بڑی سے بڑی آگ کو بجھا دے گی۔ (مظہری)

دین کی تعلیم

ایک حدیث میں ہے کہ میدان حشر میں ایک شخص حاضر ہوگا، جب اس کا نامۂ اعمال سامنے آئے گا تو وہ اپنے نیک اعمال کو بہت کم پا کر گھبرائے گا کہ اچانک ایک چیز بادل کی طرح اٹھ کر آئے گی، اور اس کے نیک اعمال کے پلّے میں گر جائے گی، اور اس کو بتلایا جائے گا کہ یہ تیرے اس عمل کا ثمرہ ہے جو تو دنیا میں لوگوں کو دین کے احکام و مسائل بتلاتا اور سکھاتا تھا۔ اور یہ تیری تعلیم کا سلسلہ آگے چلا تو جس جس شخص نے اس پر عمل کیا ان سب کے عمل میں تیرا حصہ بھی لگایا گیا۔ (مظہری عن ابن المبارک)

جنازہ کے ساتھ جانا

طبرانی نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جنازہ کے ساتھ قبرستان تک جائے اس کی میزان عمل میں دو قیراط رکھ دی جائیں گی، اور دوسری روایات میں ہے کہ اس قیراط کا وزن اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا۔

اہل وعیال پر خرچ کرنا

طبرانی نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے میزانِ عمل میں سب سے پہلے جو عمل رکھا جائے گا وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے اور ان کی ضروریات پورا کرنے کا نیک عمل ہے۔

علماء کی روشنائی اور شہداء کا خون

امام ذہبیؒ نے حضرت عمران بن حصینؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن علماء کی روشنائی جس سے انھوں نے علم دین اور احکام دین لکھے ہیں اور شہیدوں کے خون کو تولا جائے گا تو علماء کی روشنائی کا وزن شہیدوں کے خون کے وزن سے بڑھ جائے گا۔ (معارف مفتی اعظم)

نیکی اور بدی کی شکل

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں (بطریق سدی صغیر کلبی از ابوصالح) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ میزان کی ایک زبان اور دو پلڑے ہوں گے نیکیاں اور بدیاں اس میں تولی جائیں گی، نیکیوں کو حسین ترین شکل میں لاکر میزان کے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور بدیوں کے پلڑے سے اس کا وزن زیادہ نکلے گا تو اس خوبصورت شکل کو لے کر جنت کے اندر اس کے مقام پر رکھ دیا جائے گا۔ پھر مومن سے کہا جائے گا کہ اپنے عمل سے جا کر مل جا، مومن جنت کی طرف چلا جائے گا اور وہاں اپنا مقام اپنے عمل کی وجہ سے پہچان لے گا (کیونکہ اس کا عمل حسین ترین شکل میں وہاں پہلے سے موجود ہوگا) اور بدیوں کو مکروہ ترین شکل میں لاکر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا۔ یہ پلڑا ہلکا نکلے گا اور باطل کا وزن ہلکا ہوتا ہے پھر اس کو جہنم میں اس کے مقام پر پھینک دیا جائے گا اور اس (گنہگار بدکار) سے کہا جائے گا، جا دوزخ میں اپنے عمل سے جا کر مل جا، وہ دوزخ میں چلا جائے گا اور اپنے عمل کو دیکھ کر ہی اپنا مقام اور طرح طرح کے ان عذابوں کو پہچان جائے گا، جو اللہ نے اس کے لیے فراہم کر رکھے ہوں گے۔

قربانی کا وزن

اصفہانیؒ نے حسن سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: اٹھو اور اپنی قربانی (ذبح) ہونے کے وقت اس کے پاس خود موجود رہو، جو قطرہ اس کے خون کا ٹپکے گا، وہ تمہارے لیے ہر گناہ کی مغفرت کا سبب ہوگا، خوب سن لو اس کا خون اور گوشت لاکر ستّر گنا کر کے تمہارے میزان میں (قیامت کے دن وزن کے وقت) رکھ دیا جائے گا۔ یہ سن کر ابوسعیدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا یہ حکم آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے؟ فرمایا: آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ہے اور عام مسلمانوں کیلئے بھی۔

وضو کا پانی

ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں لکھا ہے کہ سعید بن مسیّبؒ نے وضو کے بعد رومال کو پسند نہیں کیا اور فرمایا اس کا بھی (نیکیوں کے ساتھ) وزن کیا جائے گا۔

اونٹنی اور اس کا بچہ

طبرانیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ایک اونٹنی اللہ کی راہ میں دے دی، پھر اس کا بچہ خرید لینے کا ارادہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا۔ فرمایا رہنے دو، قیامت کے دن یہ اور اس کی اولاد سب تمہاری میزان میں آئے گی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نصیحت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا قیامت کے دن جس کی میزان بھاری ہوگی وہ صرف اس وجہ سے بھاری ہوگی کہ دنیا میں وہ حق کا اتباع کرتا تھا جس میزان میں کل حق کو رکھا جائے گا اس کو بھاری ہونا ہی چاہیے اور جس کی میزان قیامت کے دن ہلکی ہوگی اس کے ہلکے ہونے کی وجہ صرف یہ ہوگی کہ وہ دنیا میں باطل کا اتباع کرتا تھا اور جس کی میزان میں باطل کو رکھا جائے گا اس کو ہلکا ہونا ہی چاہیے۔

میں کہتا ہوں اس میزان سے مراد ہے نیکیوں کا پلڑا اور باطل سے مراد وہ باطل عقائد و اعمال ہیں جن کو اہل باطل نیکیاں سمجھتے ہیں مگر اللہ کے نزدیک وہ سراسر کفریات اور بدعات ہیں اللہ کے نزدیک ان کا کوئی وزن نہیں جیسے لق و دق بیابان میں سراب جس کو دور سے دیکھنے والا پیاسا پانی سمجھتا ہے اور قریب جاتا ہے تو کچھ نہیں پاتا۔ اسی طرح کافر اور مبتدع کو اللہ کے پاس جا کر کچھ نہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے پوری پوری حساب فہمی کرے گا۔

ایک شخص کا رونا

امام احمدؒ نے الزہد میں بروایت حضرت حازم نامی ایک شخص کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص (رو رہا تھا) اتنے میں حضرت جبرئیل امینؑ اترے اور پوچھا کہ یہ کون ہے، حضور ﷺ نے فرمایا فلاں شخص ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا اولادِ آدمؑ کے تمام اعمال کا وزن ہوسکتا ہے صرف رونے کا وزن نہیں ہوسکتا، اللہ ایک قطرہ آنسو سے آگ کے سمندر کو بجھا دے گا۔

قطرۂ آنسو

بیہقیؒ نے حضرت معقل بن یسارؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آنکھ آنسو بہاتی ہے تو اللہ تمام جسم پر (اس کی وجہ سے) دوزخ حرام کر دیتا ہے اور جب قطرہ رخسار پر بہتا ہے تو اس چہرہ پر بدرونقی اور ذلت نہیں چھائے گی ہر چیز (یعنی عمل) کا ایک اندازہ اور وزن ہے مگر کسی قوم میں سے اگر کوئی شخص (اللہ کے سامنے اس کے خوف سے) روتا ہے تو اس کا ایک آنسو آگ کے سمندروں کو بجھا دیتا ہے۔

میں کہتا ہوں مذکورہ بالا احادیث سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نفس اعمال کا وزن کیا جائے گا لیکن ان ہی احادیث کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اعمالناموں اور اعمال کرنے والوں کا وزن کیا جائے گا، اعمال کو مجسم بنا کر تولنے کا ثبوت مندرجہ ذیل روایات سے ملتا ہے۔

ایمان اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

مسلم نے حضرت ابومالک اشعریؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طہارت نصف ایمان ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ترازو کو پُر کر دے گا۔

درود شریف کا وزن

ابن ابی الدنیاؒ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن

اللہ کی طرف سے حضرت آدمؑ کے ٹھہرنے کا ایک خاص مقام ہوگا، دو سبز کپڑے پہنے وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے کوئی کھجور کا لمبا درخت اپنی جگہ کھڑے کھڑے دوزخ کی طرف جانے والوں کو دیکھتے ہوں گے اسی اثناء میں امت محمدی ﷺ کے ایک شخص کو دوزخ کی طرف لے جاتا دیکھ کر پکاریں گے، احمد ﷺ ، میں جواب دوں گا ابوالبشر میں یہ ہوں، حضرت آدمؑ کہیں گے تمہاری امت کے اس آدمی کو دوزخ کی طرف لے جایا جارہا ہے میں یہ سنتے ہی فوراً جلد جلد تیاری کر کے فرشتوں کے پیچھے جاؤں گا اور کہوں گا، اے اللہ کے قاصد ٹھہر جاؤ۔ فرشتے کہیں گے ہم سخت خو اور طاقتور ہیں اللہ جو حکم دیتا ہے اس کے خلاف نہیں کر سکتے، جیسا حکم ملتا ہے ویسا ہی کرتے ہیں (راوی نے کہا) جب رسول اللہ ﷺ نا اُمید ہو جائیں گے تو بائیں ہاتھ کی مٹھی میں ریش مبارک پکڑ کر عرش کی طرف رخ کر کے عرض کریں گے میرے مالک تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے میری امت میں رسوا نہ کرے گا۔ فوراً عرش سے ندا آئے گی محمد ﷺ کا کہنا مانو اور مقام (میزان) کی طرف اس بندہ کو واپس لے آؤ۔ (حضور ﷺ نے فرمایا) پھر میں انگلی کے پور برابر ایک سفید پرچہ اپنی گود سے نکال کر بسم اللہ کہہ کے ترازو کے دائیں پلڑے میں ڈالوں گا جس سے نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا، فوراً ندا ہوگی کامیاب ہوگیا، اس کی کوشش کامیاب ہوگئی (اس کی نیکیوں کا وزن) بھاری نکلا اس کو جنت میں لے جاؤ۔ وہ شخص (فرشتوں سے) کہے گا: اے میرے رب کے کارندو ذرا ٹھہرو میں اس معزز بندہ سے کچھ دریافت کرلوں جس کی بارگاہ الٰہی میں اتنی عزت ہے۔ پھر (رسول اللہ ﷺ کی طرف رخ کر کے) کہے گا آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان، آپ کون ہیں، آپ کا چہرہ کتنا حسین اور آپ ﷺ کے اخلاق کتنے اعلیٰ ہیں آپ ﷺ نے مجھے لوٹا دیا اور میری آبرو پر رحم فرمایا، میں جواب دوں گا میں تیرا نبی محمد ﷺ ہوں اور یہ تیرا وہ درود والسلام ہے جو تو مجھ پر پڑھتا تھا، آڑے وقت میں یہ تیرے کام آئیں، بعض علماء کا قول ہے کہ (اعمال) کو نہیں اشخاص کو تولا جائے گا۔

صاحبِ کلمہ طیبہ کا وزن

امام احمدؒ نے حسن سند سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ترازوئیں قائم کی جائیں گی پھر ایک آدمی کو لاکر ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور اس چیز کو بھی اس پلڑے میں رکھ دیا جائے گا جس میں اس کے اعمال کا گنتی کے ساتھ اندراج کیا گیا تھا، ترازو اس (کی بدی) لے کر جھک جائے گی، نتیجہ میں اس کو دوزخ کی طرف بھیج دیا جائے گا جونہی اس کی پشت پھرائی جائے گی رحمٰن کی طرف سے ایک منادی بلند آواز سے پکارے گا جلدی نہ کرو ابھی اس کا کچھ عمل رہ گیا ہے۔ چنانچہ ایک چھوٹا پرچہ لایا جائے گا جس میں لا الہ الا اللہ لکھا ہوگا، وہ پرچہ (دوسری پلڑے میں) اس آدمی کے ساتھ رکھ دیا جائے گا فوراً ترازو ادھر کو جھک جائے گی۔ (تفسیر مظہری)

ابویعلیؒ، ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے اور حاکمؒ نے اس کو صحیح بھی کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے (حضرت موسیٰؑ سے) فرمایا موسیٰؑ! اگر تمام آسمان اور میرے علاوہ ان کی ساری موجودات اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور دوسرے پلڑے میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہو تو یہ ان (آسمان وزمین) کو لے جھکے گا۔ (یعنی ان کا پلڑا اونچا ہو جائے گا)۔

میزان پر ایمان لانا ضروری ہے

احادیث صحیحہ اور متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ قیامت کے دن ایک میزان لاکر رکھی جائے گی، جس میں کفتین (دو پلے) اور ایک لسان یعنی زبان ہوگی اس پر ایمان لانا اور اس کو حق سمجھنا ضروری ہے رہا یہ امر کہ اس میزان کے دونوں پلّوں کی نوعیت اور کیا کیفیت ہوگی، اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ سو یہ چیزیں ہمارے حیطۂ عقل اور دائرۂ ادراک سے باہر ہیں۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ، گلدستہ ۲/ ۷۷۴)

ایک دوسرے مقام پر حق تعالیٰ نے سورۂ انبیاء میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّ اِنْ كَانَ

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا﴾ (الانبیاء:۴۷)

اور رکھیں گے ہم ترازوئیں انصاف کی قیامت کے دن پھر ظلم نہ ہوگا، کسی جی پر، ایک ذرہ۔ اور اگر ہوگا برابر رائی کے دانہ کی تو ہم لے آئیں گے اس کو۔

یعنی رائی کے دانہ کے برابر کسی کا عمل ہوگا وہ بھی میزان میں تلے گا، ادھر ادھر ضائع نہ ہوگا، نہ کسی پر ظلم وزیادتی کی جائے گی، رتی رتی کا حساب برابر کردیا جائے گا۔

تنبیہ: 'موازین' میزان کی جمع ہے، شاید بہت سی ترازوئیں ہوں یا ایک ہی ہو، مگر مختلف اعمال وعمال کے اعتبار سے کئی قرار دے دی گئیں۔ واللہ اعلم (تفسیر عثمانی)

انصاف کا ترازو

قسط کے معنی عدل وانصاف کے ہیں، معنی یہ ہیں کہ یہ میزان عدل وانصاف کے ساتھ وزن کرے گی، ذرا کمی بیشی نہ ہوگی، مستدرک حاکم میں بروایت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قیامت کے روز جو میزان وزن اعمال کے لیے رکھی جائے گی اتنی بڑی اور وسیع ہوگی کہ اس میں آسمان وزمین کو تولنا چاہیں تو وہ بھی اس میں سما جائیں۔ (مظہری)

میزان پر ہر ایک کا اعلان ہوگا

حافظ ابوالقاسم لالکائیؒ نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میزان پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا اور ہر انسان کو اس میزان کے سامنے لایا جائے گا۔ اگر اس کی نیکیوں کا پلّہ بھاری ہوگیا تو فرشتہ منادی کرے گا جس کو تمام اہل محشر سنیں گے کہ فلاں شخص کامیاب ہوگیا اب کبھی اس کو محرومی نہیں ہوگی، اور اگر نیکیوں کا پلّہ ہلکا رہا تو یہ فرشتہ منادی کرے گا کہ فلاں شخص شقی اور مجرم ہوگیا اب کبھی کامیاب بامراد نہیں ہوگا، اور حافظ مذکور نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ فرشتہ جو میزان پر مقرر ہوگا، حضرت جبرئیلؑ امین ہیں۔ (قرطبی)

وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا یعنی یوم حساب اور میزان اعمال کے وقت انسان کے سارے چھوٹے بڑے اچھے برے اعمال حاضر کیے جائیں گے تا کہ حساب اور وزن میں شامل ہوں۔

وزن اعمال کی صورت

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرشتوں کے لکھے ہوئے اعمالنامے تولے جائیں جیسا کہ حدیث بطاقہ سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عین اعمال کو وہاں جواہر مستقلہ کی شکل دے دی جائے اوران کا وزن کیا جائے، عام طور سے روایات اسی پر شاہد ہیں اور جمہور علماء نے اسی صورت کو اختیار کیا ہے۔قرآن مجید میں ﴿وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا﴾ وغیرہ آیات اور بہت سی روایات حدیث سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

اعمال کا محاسبہ

ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے آکر بیٹھا اور بیان کیا: یارسول اللہ ﷺ، میرے دوغلام ہیں جو مجھے جھوٹا کہتے ہیں اور معاملات میں خیانت کرتے ہیں اور میرے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اس کے مقابلے میں میں ان کو زبان سے بھی برا بھلا کہتا ہوں اور ہاتھ سے مارتا بھی ہوں، تو میرا اوران غلاموں کا انصاف کس طرح ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ان کی نافرمانی اور خیانت اور سرکشی کو تولا جائے گا، پھر تمہارے سب وشتم اور مار پیٹ کو تولا جائے گا اگر تمہاری سزا اوران کا جرم برابر ہوئے تو معاملہ برابر ہوجائے گا، اور تمہاری سزا ان کے جرم سے کم رہی تو وہ تمہارا احسان شمار ہوگا اوراگر ان کے جرم سے بڑھ گئی تو جتنی تم نے زیادتی کی ہے اس کا تم سے انتقام اور قصاص لیا جاوے گا۔ یہ شخص یہاں سے اٹھ کر الگ بیٹھ گیا اور رونے لگا، آپ نے فرمایا: کہ کیا تم نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی ﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ اس نے عرض کیا کہ اب تو میرے لیے اس کے سوا کوئی راہ نہیں کہ میں ان کو آزاد کر کے اس حساب کے غم سے بے فکر ہوجاؤں۔ (قرطبی/معارف مفتی اعظم)

کچھ علماء نے کہا (میزان سے حقیقی ترازو مراد نہیں ہے بلکہ) ٹھیک ٹھیک حساب فہمی اور اعمال کے مطابق بدلہ دینے کا موازنہ مراد ہے، یعنی بطور تمثیل وتشبیہ مجازاً صحیح طور پر ٹھیک ٹھیک حساب فہمی اور معاوضہ اعمال کو میزان عدل قرار دیا۔ اہل سنت کے نزدیک یہ تاویل درست نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ میزان عدل بصورت ترازو حقیقتاً قائم ہوگی۔ ابن مبارکؒ نے الزہد میں اور آجریؒ نے الشریعۃ میں حضرت سلمانؓ کی موقوف روایت بیان کی ہے، اور ابن حبانؒ نے اپنی تفسیر میں بروایت کلبی از ابوصالح حضرت ابن عباسؓ کی طرف بھی اس قول کی نسبت کی ہے کہ میزان کی ایک زبان اور دو پلڑے ہوں گے، ابن مردویہؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میں نے خود سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرمارہے تھے اللہ نے آسمان وزمین کی مثل میزان کے دو پلڑے پیدا کیے ہیں۔ الحدیث

میزان ایمان کا حصہ ہے

بیہقیؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان حدیث جبرئیلؑ کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ جبرئیلؑ نے کہا محمد ﷺ! ایمان کیا چیز ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا (ایمان یہ ہے) کہ تم اللہ کو اس کے ملائکہ کو، اس کے پیغمبروں کو جنت اور دوزخ کو اور میزان کو مانو اور مرنے کے بعد اٹھنے پر بھی یقین رکھو اور اچھی بری تقدیر کو بھی عقیدے کے ساتھ تسلیم کرو، جبرئیلؑ نے کہا اگر میں ایسا کرلوں گا (یعنی ان تمام چیزوں کو مان لوں گا) تو کیا میں مومن ہوجاؤں گی، فرمایا: ہاں جبرئیلؑ نے کہا آپ نے سچ کہا۔

ترازو کی وسعت

حاکمؒ نے مستدرک میں برشرط مسلم بیان کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے حضرت سلمانؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میزان قائم کی جائے گی اگر اس میں آسمانوں اور زمین کو تولا جائے گا تو ان کی بھی اس کے اندر سمائی ہوگی۔

حضور ﷺ کی شفاعت

ترمذیؒ اور بیہقیؒ نے حضرت انس ؓ کی روایت سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے حضرت انسؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ حضور ﷺ قیامت کے دن میرے لیے شفاعت فرمائیں، ارشاد فرمایا: میں ایسا کروں گا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حضور ﷺ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا، میں نے عرض کیا اگر وہاں آپ ﷺ کو نہ پاؤں، فرمایا: تو میزان کے پاس مجھے تلاش کرنا، میں نے عرض کیا اگر میزان کے پاس بھی حضور ﷺ کو نہ پاؤں؟ فرمایا: تو حوض کے پاس تلاش کرنا، ایسا نہ ہوگا کہ ان تینوں مقامات میں سے کسی ایک جگہ نہ ہوں۔

تین مقام جہاں کوئی کسی کو یاد نہ ہوگا

حاکم بیہقی اور آجری کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے عرض کیا، کیا آپ لوگ (یعنی مرد) اپنی بیویوں کو قیامت کے دن یاد کریں گے، فرمایا تین مقامات ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔

(۱) اس جگہ جہاں میزان قائم کی جائے گی تاوقتیکہ اس کو اپنی میزان کا بھاری یا ہلکا ہونا معلوم نہ ہو جائے۔

(۲) اس جگہ جہاں صراط قائم کی جائے گی، تاوقتیکہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ صراط سے نجات پاتا ہے یا نہیں۔

(۳) اس جگہ جہاں اعمالنامے اڑتے ہوں گے تاوقتیکہ اس کو معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا اعمالنامہ کہاں آ کر پڑتا ہے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے۔

ایسی احادیث بکثرت ہیں جن میں میزان کا ذکر آیا ہے، سورت القارعہ کی آیت ﴿فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَهُوَ فِىۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ کی تفسیر میں کچھ نقل کی ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی بے ہوشی

بغویؒ کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اپنے رب سے درخواست کی کہ مجھے میزان دکھائی جائے، اللہ نے ان کو میزان (اس حالت میں) دکھا دی کہ اس کا ہر پلڑا اتنا تھا کہ مشرق سے مغرب اس کی وسعت تھی، حضرت داؤدؑ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو عرض کیا الٰہی ایسا کون ہے جو اپنے نیکیوں کے پلڑے کو بھر سکے، اللہ نے فرمایا: داؤدؑ، جب میں اپنے بندے سے راضی ہوں گا تو ایک چھوہارے (کو خیرات کرنے سے) اس کی نیکیوں کے پلڑے کو بھر دوں گا۔

وزن اعمال کے نتائج

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے، قیامت کے دن لوگوں کا محاسبہ کیا جائے گا، جس کی نیکیوں کی تعداد برائیوں سے ایک بھی زائد ہوگی، وہ جنت میں جائے گا اور جس کے گناہوں کی تعداد نیکیوں سے ایک بھی زائد ہوگی وہ دوزخ میں جائے گا، یہ بھی حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ایک دانہ کے وزن سے میزان ہلکی یا بھاری ہو جائے گی اور جس کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ اصحاب اعراف میں سے ہوگا اور اس کو صراط پر روک لیا جائے گا۔ (تفسیر مظہری)

﴿وَ كَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾ اور ہم کافی ہیں حساب کرنے کو۔

اللہ کا حساب فیصلہ کن ہوگا

یعنی ہمارا حساب آخری اور فیصلہ کن ہوگا جس کے بعد کوئی دوسرا حساب نہیں، نہ ہم کو ساری مخلوق کا حساب لینے میں کسی مددگار کی ضرورت ہے، آگے بتلایا کہ انذار و تخویف کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے آج جن باتوں سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ڈراتے ہیں انبیاء سابقین بھی ان سے ڈراتے چلے آئے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

پچھلی اُمتوں کے انجام

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ایک معنی یہ بھی بیان کیے ہیں کہ ہم کفر پر اسلام کو غالب کرتے چلے آئے ہیں کیا تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں پر غالب کررہا ہے اور کس طرح جھٹلانے والی اگلی امتوں کو اس نے ملیا میٹ کردیا اور مومن بندوں کو نجات دے دی۔ (گلدستہ۴/۴۷۳)

دو عظیم کلمے

بخاری میں روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دو کلمے ہیں جو زبان پر نہایت ہلکے پھلکے ہیں، میزان میں بہت وزنی ہیں، اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم

حق تعالیٰ کی خلاف ورزی پر تجھے جرأت کیسے ہوئی

(۵۹۰) عن عبد اللّٰه بن عُكَيم قال: سمعت عبداللّٰه بن مسعود رضی اللہ عنہ فی هذا المسجد يبدأ باليمين قبل الكلام فقال: ما منكم من أحد إلا أن ربه عزوجل سيخلوبه كما يخلو أحدكم بالقمر ليلة البدر فيقول:

"اِبْنَ آدَمَ! مَا غَرَّکَ بِیْ؟ اِبْنَ آدَمَ مَا غَرَّکَ بِیْ؟ اِبْنَ آدَمَ! مَاذَا أَجَبْتَ الْمُرْسَلِيْنَ؟ اِبْنَ آدَمَ! مَاذَا أَجَبْتَ الْمُرْسَلِيْنَ ؟ اِبْنَ آدَمَ! مَاذَا عَمِلْتَ ؟ اِبْنَ آدَمَ مَاذَا عَمِلْتَ؟ اِبْنَ آدَمَ! مَاذَا عَمِلْتَ فِيْمَا عَلِمْتَ ؟ اِبْنَ آدَمَ! مَاذَا عَمِلْتَ فِيْمَا عَلِمْتَ؟" [ضعيف] (كما فی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص۳۴۷)

(۵۹۰) ترجمہ: عبداللہ بن عکیمؒ کہتے ہیں میں نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس مسجد میں سنا ہے، حلفیہ بیان کرتے تھے کہ تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اللہ ربّ العزّت ہوگا جیسا کہ چودھویں شب میں چودھویں کا چاند ہر شخص کے اوپر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے آدمؑ کے بیٹے! تم کو میری جانب سے کس چیز نے دھوکہ میں رکھا؟

اے آدمؑ کے بیٹے! تم کو کس چیز نے دھوکہ میں ڈالے رکھا؟ اے آدمؑ کے بیٹے! تو نے میرے رسولوں کو جو تیرے پاس آئے تھے، کیا جواب دیا تھا؟ اے آدمؑ کے بیٹے! تو نے مرسلین کو کیا جواب دیا تھا؟ اے آدمؑ کے بیٹے! تو نے کیا اعمال کیے؟ اے آدمؑ کے بیٹے! تو نے کیا اعمال کیے؟ اے آدمؑ کے بیٹے! جو علم تجھ کو تھا اس پر کتنا عمل کیا؟ اے آدمؑ کے بیٹے! جو علم تجھ کو تھا، اس پر کتنا عمل کیا؟ (مجمع الزوائد۔۱۰/۳۴۷)

ربّ کریم کا حق

حق جل مجدہ کی ذات تصور سے بالاتر رحیم وکریم ہے، لہٰذا اس کا حق تھا کہ انسان اپنے جہل وحماقت سے اس کے حلم پر مغرور ہوکر نافرمانیاں نہ کرے، اور اس کے لطف وکرم کا جواب کفران وطغیان سے نہ دے، اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھ کر تو اور زیادہ شرمانا اور اس کے غصہ سے بہت زیادہ ڈرنا چاہیے تھا، یقیناً وہ کریم ہے لیکن منتقم اور حکیم بھی ہے۔ پھر یہ غرور اور دھوکا نہیں تو اور کیا ہوگا کہ اس کی ایک صفت کو لے کر دوسری صفات سے آنکھیں بند کرلی جائیں۔

اس حدیث میں حق جل مجدہ کا خطاب ہر انسان کو ہے خواہ کافر ہو یا مسلمان ومومن، گنہگار ہو یا بدکار، الغرض کوئی بھی ہو، اس طرح کی روش اختیار نہ کرے اور حق تعالیٰ کی آسمانی عدالت سے کسی وقت غفلت نہ برتے۔ اور اگر بشری کوتاہی وخامی کی وجہ سے کبھی گناہ سرزد ہوجائے تو اس پر نادم اور شرمندہ ہوکر تائب ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنا ربط وتعلق بحال کرے، اور ربّ کریم کے کرم کی وجہ سے مزید معصیت کا قدم نہ اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں بھی اس انسانی غرور ودھوکہ کو ذکر فرمایا ہے، اے انسان تجھ کو ربّ کریم سے کس چیز نے دھوکہ وغرور میں رکھا؟

﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾

اے غافل انسان! جس پروردگار نے تیرے وجود میں ایسے ایسے کمالات ودیعت فرمائے اس کے معاملے میں تو نے کیونکر دھوکہ اور فریب کھایا کہ اسی کو بھول بیٹھا اس کے

احکام کی نافرمانی کرنے لگا۔ تجھے تو خود تیرے جسم کا جوڑ جوڑ اللہ کی یاد دلانے اور اس کی اطاعت پر مجبور کرنے کے لیے کافی تھا، پھر یہ بھول اور غفلت یہ غرور اور دھوکہ کیسے لگا، اس جگہ رب کی صفت کریم ذکر کر کے اس کے جواب کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ انسان کے بھول اور دھوکہ میں پڑنے کا سبب حق تعالیٰ کا کریم ہونا ہے کہ وہ اپنے لطف وکرم سے انسان کے گناہ پر فوراً سزا نہیں دیتا، بلکہ اس کے رزق اور عافیت اور دنیوی آسائش میں بھی کوئی کمی نہیں کرتا، یہ لطف وکرم اس کے غرور اور دھوکے کا سبب بن گیا حالانکہ ذرا عقل سے کام لیتا تو یہ لطف وکرم غرور وغفلت کا سبب بننے کے بجائے اور زیادہ اپنے ربّ کریم کے احسانات کا ممنون ہوکر اطاعت میں لگ جانے کا سبب ہونا چاہیے تھا۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ **كَمْ مِنْ مَغْرُوْرٍ تَحْتَ السِّتْرِ وَ هُوَ لَا يَشْعُرُ** یعنی کتنے ہی انسان ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عیبوں اور گناہوں پر پردہ ڈالا ہوا ہے ان کو رسوا نہیں کیا، وہ اس لطف وکرم سے اور زیادہ غرور اور دھوکے میں مبتلا ہو گئے۔
(معارف القرآن)

حق تعالیٰ کی معافی اور پردہ پوشی سے انسان سرکش بن جاتا ہے

اللہ تعالیٰ بندہ کے گناہ ومعاصی پر سزا دینے میں عجلت وجلدی نہیں کرتے بلکہ پردہ پوشی کرتے ہیں، فوری سزا نہیں دیتے جس کی وجہ سے آدمی فریب میں آکر اور سرکشی کرتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی العیاذ باللہ حکم کی خلاف ورزی کی اور اس نے مجھے نہیں پکڑا، یہی دھوکہ اور فریب کا ذریعہ بن جاتا ہے، کیونکہ کریم کو اپنا کرم ورحم ملحوظ ہے اور یہ بندہ ہے کہ اس کے کرم ورحم کو اپنی بداعمالی کا ذریعہ بناتا ہے اور شیطان بھی یہی دھوکہ دیتا ہے کہ تیرا ربّ کریم ہے کسی کو فوری سزا نہیں دیتا، تو اپنی بداعمالی پر جما رہ، حالانکہ کریم ورحیم کا بندہ کے ساتھ ستّاری وغفاری کا معاملہ کرنا عہد وفا کی پاسداری کی دعوت دیتا ہے۔ گناہ و معصیت کے باوجود روزی کا ملنا، صحت وتندرستی کا بحال رہنا، کاروبار میں ترقی کا ہونا، ظاہری دولت وثروت کا ہونا انہیں چیزوں سے انسان غافل بنتا رہتا ہے اور بالآخر وہ اللہ

کے حقوق کو پہچاننے کے بجائے سرکشی وطغیانی میں غرق ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے یہ بھی پوچھیں گے تجھے جو علم تھا اس پر عمل کیا کہ نہیں، تیرے پاس میرے مبلغین آئے تھے اس کو کیا جواب دیا تھا، ایسے موقع پر کف افسوس کا ملنا اور موقع کو کھودینا عقل مندوں کا شیوہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم ورحم سے ہمیں اپنے کرم ورحم والے اعمالِ صالحہ کی توفیق بخشے۔

اہلِ جہنم سے اللہ جل مجدہ کا خطاب

(۵۹۱) للنسائی والحاکم وابن مردویه من حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ:

"إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَاءَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَحْمِلُوْنَ أَوْثَانَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ عَزَّوَجَلَّ فَيَقُوْلُوْنَ: لَمْ تُرْسِلْ إِلَيْنَا رَسُوْلًا، وَ لَمْ يَأْتِنَا لَكَ أَمْرٌ، وَ لَوْ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُوْلًا لَكُنَّا أَطْوَعَ عِبَادِكَ، فَيَقُوْلُ رَبُّهُمْ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ تُطِيْعُوْنَهُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : نَعَمْ. فَيَأْمُرُهُمْ أَنْ يُعَبِّرُوْا جَهَنَّمَ فَيَدْخُلُوْنَهَا فَيَنْطَلِقُوْنَ حَتّٰى إِذَا دَنَوْا مِنْهَا سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا فَيَرْجِعُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا، فَيَقُوْلُ : أَلَمْ تَزْعُمُوْا أَنِّيْ إِنْ أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ تُطِيْعُوْنِيْ؟ فَيَأْخُذُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنْ مَوَاثِيْقِهِمْ ، فَيَقُوْلُ: اِعْمَدُوْا لَهَا فَيَنْطَلِقُوْنَ حَتّٰى إِذَا رَأَوْهَا فَرَقُوْا فَرَجَعُوْا، فَقَالُوْا: رَبَّنَا فَرَقْنَا مِنْهَا وَ لَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَدْخُلَهَا فَيَقُوْلُ: اُدْخُلُوْهَا دَاخِرِيْنَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :فَلَوْ دَخَلُوْهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ كَانَتْ عَلَيْهِمْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا."[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ۱۴/ ۳۹۵۵۴)

(۵۹۱) ترجمہ: ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب قیامت کا دن ہوگا تو اہل جاہلیت یعنی مشرکین وعُبّادِ صنم اس حال میں آئیں گے کہ اپنے پشتوں پر بتوں کو اٹھائے ہوئے ہوں گے تو ان سے ربّ عزوجل پوچھے گا (کہ تمہارے پاس داعی اسلام، پیغمبر حق، فدائین اسلام کی زبان سے شہادتین کی آواز، فلک بوس میناروں سے نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر کی آواز نہیں آئی تھی) مشرکین وعُبّادِ صنم جواب دیں گے: یا اللہ آپ نے تو ہمارے پاس کوئی رسول ہی نہیں بھیجا اور کبھی آپ کا کوئی حکم ہی میرے پاس نہیں آیا، اگر آپ میرے پاس

کوئی رسول بھیجے ہوتے تو ہم آپ کے برگزیدہ بندوں میں ہوتے۔حق جل مجدہ ان لوگوں سے ارشادفرمائیں گے: اگر میں ابھی تم کو کوئی حکم دوں تو اس کی اطاعت کروگے؟ میرے امر کی اتباع کروگے؟ وہ لوگ عرض کریں گے بے شک ربّ العالمین، پھران کو حکم باری ہوگا کہ جہنم سے گزریں، عبور کریں تا کہ ایک دفعہ تو داخل ہوجائیں حکم الٰہی ملتے ہی وہ لوگ جہنم کی طرف چلیں گے، جب جہنم سے قریب ہوجائیں گے تو جہنم کا جوش وخروش سنیں گے، پھر مارے گھبراہٹ کے وہیں سے پروردگار عالم کے پاس لوٹ جائیں گے اور عرض کریں گے: ربّ العالمین ہم کو جہنم سے نجات دے دیجیے۔ ارشاد ہوگا: کیا تم یہ خیال وگمان نہ کررہے تھے کہ جب میں کسی چیز کا حکم دوں گا تو تم میرے حکم کی اطاعت کروگے؟ پھر اس شخص سے اس بات پر عہد ومیثاق لیا جائے گا کہ وہ امر الٰہی کی اطاعت کرے گا، پھر ارشاد ہوگا: کہ اس کو جہنم میں لے جاؤ تو اس کو فرشتے جہنم کی جانب لے چلیں گے، جب وہ جہنم کو دیکھیں گے تو گھبرا جائیں گے اور واپس لوٹیں گے اور عرض کریں گے: ہمارے رب ہم تو جہنم سے گھبرا گئے اور ہمارے اندر جہنم میں جانے کی استطاعت وقدرت نہیں، حق جل مجدہ ارشادفرمائیں گے: جا جہنم میں ہمیشہ ہمیش کے لیے داخل ہوجا، آں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ لوگ پہلے حکم باری تعالیٰ کو مان کر داخل ہوجاتے تو آگ ان پر ٹھنڈی وسلامتی کا گہوارہ بن جاتی۔

فائدہ: اللہ جل مجدہ کے اوامر کو ماننا ہر حال میں سلامتی وحفاظت کا ضامن ہے جب انسان اس دنیا میں اللہ پاک کی مانتا ہے تو آخرت میں اللہ پاک اس کی ہر خواہش و تمنا کو پوری کریں گے اور ہر مراد کو وجود بخشیں گے، اگر انسان عہد و پیمان کی رعایت رکھے تو عالم آخرت میں بھی نجات کا سبب بن جائے گا، جیسا کہ حدیث مذکور میں آنحضور ﷺ نے فرمایا: کہ اگر وہ لوگ پہلی بار حکم کو مان کر داخل ہوجاتے، تو آگ امن وسلامتی بن جاتی۔ اللہ پاک ہمیں صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین!

بندہ پاؤں کی انگلیوں پر حساب کے لیے کھڑا ہوگا

(۵۹۲) للدیلمی عن معاذ رضی اللہ عنہ :

”إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُنَادِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَوْتٍ رَفِيْعٍ غَيْرِ فَظِيْعٍ : يَا عِبَادِیْ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ، أَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ، وَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ ، يَا عِبَادِیْ لَاخَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَ لَا أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ، وَ أَحْضِرُوْا حُجَّتَكُمْ، وَ يسروا جَوَابًا فَإِنَّكُمْ مَسْؤُوْلُوْنَ مُحَاسِبُوْنَ. يَا مَلَائِكَتِیْ أَقِيْمُوْا صُفُوْفًا عَلَى أَطْرَافِ أَقْدَامِهِمْ لِلْحِسَابِ.“ [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱۴/ ۳۸۹۹۲)

(۵۹۲) ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ قیامت کے دن بہت ہی بلند وصاف آواز لگائیں گے، اے میرے بندے! انا اللّٰہ، میں اللہ ہوں، لا إله إلا انا ، نہیں ہے کوئی معبود مگر میں، اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْن اور اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْن ہوں اور اسرع الحاسبین ہوں۔ اے میرے بندو! آج نہ تم پر کسی قسم کا خوف ودباؤ ہے اور نہ ہی تم فکرمند وغمگین بنو، اپنی اپنی صفائی پیش کرو اور جلدی جلدی جواب دیدو، اس لیے کہ تم لوگوں سے سوال ہوگا حساب وکتاب لیا جائے گا، اے فرشتو! میرے بندوں کو ان کے پاؤں کی انگلیوں پر حساب وکتاب کے لیے صف بنا کر کھڑا کردو۔

قیامت کے دن ہول وخوف کے عالم میں پنجے کے بل بیٹھنا ہوگا

حق جل مجدہ قیامت کے دن اعلان کردیں گے کہ میں ہی اللہ ہوں بے مثل و مثال، جس نے مجھ کو اللہ مانا، میرا شریک کسی کو نہیں ٹھہرایا، تو میں ارحم الراحمین ہوں، تخلیق کائنات کے دن سے آج قیامت تک جتنا رحم کرنے والوں نے کسی پر رحم کیا ہوگا ان سب سے زیادہ آج میں رحم وکرم کروں گا۔ دنیا میں تمام قضاۃ وحکّام کے فیصلوں پر میرا آج آخری فیصلہ ہوگا، اللہ اکبر کتنا عجیب دن ہوگا کہ قاضی وحاکم نے جو غلط فیصلہ کیا ہوگا آج ان کو دوسروں پر غلط فیصلہ کی سزا سنائی جائے گی۔ اور یہ قضاۃ وحکّام، جسٹس و چیف جسٹس دوسروں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ یہ کتنے بدنصیب وبدبخت اور ناعاقبت اندیش ہیں

جو محض دوسروں کی وجہ سے ذلت اور سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔

آج دنیا کی عدالتوں میں بسا اوقات مدعی و مدعیٰ علیہ اپنے معاملہ کی سماعت سے پہلے گورِ غریباں میں منتقل ہوجاتے ہیں، کل قیامت میں ایسا نہیں ہوگا بلکہ پیشی اور معاً ہاتھ کے ہاتھ فیصلہ، حق و باطل، سیاہ و سفید، اچھا و برا، نور وظلمت کی تمام تر حقیقتیں منکشف و عیاں ہوجائیں گی۔ اور فیصلہ محض نہیں ہوگا بلکہ تمام شکلیں دونوں فریق پر عملی حقیقت بن کر واضح ہوجائیں گی، اور مجرم کے ساتھ ساتھ جج بھی مجرم ٹھرایا جائے گا۔ جرم کی نوعیت مختلف ہوگی۔ جج و جسٹس مجرم دنیاوی سے بڑا عدالتِ الٰہیہ کا مجرم قرار دیا جائے گا، کہ اس نے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو پامال کیا تھا۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی بن کر سامنے آجائے گا، حقیقت کے سامنے دونوں مطمئن ہوجائیں گے۔ اور مجرم اپنے ساتھ جج و چیف جسٹس کو بھی ساتھ ساتھ جہنم میں لے جائے گا۔ ایں ہم رفت آں ہم رفت۔

میرے بندو آج تم پر کسی قسم کا خوف وغم نہیں

اللہ اکبر کبیراً، کتنا پُر مسرت پُر لطف موقع ہوگا کہ خالق جل و علا فرمائے گا میرے بندو! قرآن وحدیث میں جہاں بھی یَا عِبَادِیْ کا خطاب ہے، معلوم ہوتا ہے، ربّ العزّت اپنے مومنین بندوں پر مہربانی فرمانا چاہتے ہیں، جبھی تو بندوں کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرکے پکارتے ہیں 'میرے بندو'۔ یہ خطاب خود ہی دلیل ہے کہ ارحم الراحمین کی عنایت ہونے والی ہے، مگر وہ دن ہولناکی اور خوف کا ہوگا، سبھی کو پاؤں کے پنجوں اور انگلیوں کے بل کھڑا ہونا ہوگا۔ قرآن مجید میں بھی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ اور تو دیکھے ہر فرقہ کو کہ بیٹھے ہیں گھٹنوں کے بل، یعنی ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ مارے خوف کے زانوں کے بل گر پڑیں گے، حضرت سفیان نے فرمایا: جُثُو اس طرح بیٹھنے کو کہتے ہیں کہ جس میں زمین پر صرف گھٹنے اور پاؤں کے پنجے ٹک جائیں، اس طرح کی نشست ہول اور خوف کی وجہ سے ہوگی، بعض حضرات نے جاثیہ کے معنی ایسی نشست کے کیے ہیں جیسے نماز میں ہوتی ہے، یعنی ایسی نشست خوف کی نہیں ادب کی نشست ہوتی

ہے، بہر حال قیامت کے دن، حضور حق میں انسان پنجے کے بل حاضر اور موجود ہوگا، اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت واسعہ سے ہم سب پر فضل وکرم کی چادر ڈال دے۔ آمین!

عارفین کے کلام پر فیصلے میں جلدی نہیں کرنا چاہیے

(٥٩٣) للطبرانی من حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ:

"لَا تُنْزِلُوا عِبَادِی الْعَارِفِیْنَ الْمُوَحِّدِیْنَ مِنَ الْمُذْنِبِیْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا النَّارَ، حَتّٰی أَکُوْنَ أَنَا الَّذِیْ أُنْزِلُهُمْ بِعِلْمِیْ فِیْهِمْ وَ لَا تُکَلِّفُوْا مِنْ ذٰلِکَ مَا لَمْ تُکَلَّفُوْا، وَ لَا تُحَاسِبُوا الْعِبَادَ دُوْنَ رَبِّهِمْ." [ضعیف] (کما فی کنز العمال، ج ۱ /۳۳۴)

(۵۹۳) ترجمہ: زید بن ارقمؓ سے روایت ہے، میرے گنہگار بندوں میں سے (جو اب) موحدین وعارفین ہیں، ان کو تم جنت وجہنم میں داخل نہ کرو۔ یہاں تک کہ میں خود ہی اپنے علم خاص سے ان کو جہاں داخل کروں، اور نہ ہی تم ان کو کسی اعمال کا مکلّف بناؤ۔ جن چیزوں کا خود انھوں نے اپنے آپ کو مکلّف نہیں بنایا اور نہ ہی میرے بندوں کا حساب ان کے رب کے سوا کوئی لے گا۔ (کنز العمال ۱/۳۳۴)

عارفین پر تبصرہ سے پرہیز کرو

(٥٩٤) للدیلمی من حدیث علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: لَا تُنْزِلُوا عِبَادِیَ الْعَارِفِیْنَ الْمُذْنِبِیْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا النَّارَ حَتّٰی یَکُوْنَ الرَّبُّ الَّذِیْ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ." [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱/۳۳۵)

(۵۹۴) ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے روایت ہے، حق جل مجدہ نے فرمایا: میرے وہ بندے جو مجھے پہچانتے ہیں ان کو گناہ کے سبب (جو بحالت سکر یا غلبہء حال سے سرزد ہو جاتا ہے) تم جنت وجہنم میں داخل نہ کرو۔ یہاں تک کہ رب تبارک و تعالیٰ خود ہی ان کے حق میں فیصلہ کرے گا۔ (کنز العمال ۱/۳۳۵)

فائدہ: الاتحاف میں ایک روایت اس طرح آئی ہے:

قَالَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ: لَا تُنْزِلُوْا عِبَادِیَ العَارِفِینَ الْمُحَدِثِیْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا النَّارَ حَتّٰی یَکُونَ الرَّبُّ الَّذِی یَقْضِی بَیْنَهُمْ. (اخرجه الدیلمی عن علی الاتحاف ۷۹)

حق جل مجدہ نے فرمایا: میری معرفت رکھنے والے بندوں کی نئ نئ باتوں کی وجہ سے (جوان سے بطورِ شکر، غیر اختیاری طور پر سرزد ہوتی ہیں) انھیں جنت وجہنم میں مت داخل کرو! ان کا معاملہ میرے سپرد کرو! میں ہی ان کا فیصلہ کروں گا۔

اگر روایت صحیح مان لی جائے تو مطلب یہ ہے کہ: وہ اولیاء اللہ جو غلبۂ احوال سے، یا حالت غیر اختیاری میں، قرآن واحادیث کے متعارف مفہوم ومعنی سے الگ، یا بظاہر ان کا کلام نصوص قطعیہ کے خلاف نظر آئے، یا ان کا عمل نصوص کے خلاف ہو، تو یہ کہہ کر معاملہ حق جل مجدہ کے سپرد کردینا چاہیے کہ وہ جو چاہیں گے، فیصلہ کریں گے، خواہ مخواہ کے لیے ہمیں ان کے جنت وجہنم کا، اپنی رائے سے فیصلہ کرنا، راہ سلامتی نہیں۔ اس قسم کے بے شمار احوال سیر الاولیاء میں آپ کو ملیں گے۔ جس کا یہاں مقام نہیں۔ غرض ہمیں ادب سکھلایا گیا ہے کہ تم اولیاء کے بارے میں زبان خاموش رکھو! اور ہم ہوتے بھی کون ہیں جو کسی کو جنت وجہنم میں داخل کریں۔

حضرت مجدد الف ثانی سیّد احمد سرہند رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ، حضرت مخدوم بہار شرف الدین یحیٰ منیریؒ نے فرمایا ہے کہ آدمی اس وقت تک کمال ایمان و تقویٰ وولایت کے مقام کو حاصل نہیں کرسکتا، جب تک کہ اپنے بھائی کو قتل نہ کردے اور ماں کے ساتھ زنا نہ کرلے۔ حضرت مجدد صاحبؒ نے بلا تامل وغور فوراً جواب دیا کہ حضرت نے بالکل ہی سچ اور صحیح فرمایا۔ فرمایا کہ بھائی سے مراد نفس امارہ ہے، اور قتل سے مراد خواہشات کا چھوڑنا ہے۔ یعنی جب تک نفس کی خواہشات کو قتل نہیں کرے گا، نفس کی چاہت اور نفس پرستی سے علیحدہ نہیں ہوگا، ایمان کہاں نصیب ہوگا۔ ﴿وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰیۙ﴾ اور ماں سے مراد ذلیل دنیا ہے، اور زنا سے مراد دنیا کو ذلیل کرنا ہے۔ یعنی جب تک ذلیل دنیا کو ذلیل کر کے گوشۂ دل سے ذلت کے

ساتھ نکال کر نہیں پھینکے گا، اس وقت تک ایمان کہاں نصیب ہوگا۔ حب الدنیا رأس کل خطیئة ۔ایمان وتقویٰ اور ولایت کا حصول موقوف ہے ذلیل دنیا کو ذلت کے ساتھ گوشۂ دل سے علیحدہ کردو، تاکہ نور الٰہی وتجلیات رحمانی کو جگہ ملے۔ اور نفس کی خواہشات کو قتل کر کے اللہ کی مرضیات کا خوگر بناؤ، تاکہ حق تعالیٰ کی حاکمیت و ہیبت کی تجلی سے نفس امارہ قتل ہو کر کچل جائے، اور ظہور ولایت وتقویٰ نصیب ہو۔ واللہ اعلم۔

باب : إِنَّ أَوَّلَ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

باب: قیامت کے دن سب سے پہلے نعمتوں کا سوال ہوگا

(٥٩٥) عن أبی هريرة رضی الله عنه يقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:

"إِنّ أَوَّلَ مَا يُسْأَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ــــ يَعْنِی الْعَبْدُ ــــ مِنَ النَّعِيْمِ أَنْ يُقَالَ لَهُ: أَلَمْ نُصِحَّ لَکَ جِسْمَکَ وَ نُرَوِّکَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ."

[صحيح](أخرجه الترمذی ج٥/٣٣٥٨)

قیامت کے دن نعمتوں کا سوال

(۵۹۵) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے قیامت کے دن انسان سے نعمتوں کا سوال ہوگا، ارشاد ہوگا: کیا میں نے تم کو صحیح وسلامت تندرست وصحت مند نہیں بنایا، اور ٹھنڈے پانی سے تجھے سیراب نہیں کیا۔

فائدہ: ایمان وایقان کے بعد اللہ پاک کی جانب سے سب سے بڑا عطیہ اور نعمت صحت جسم اور سلامتی اعضاء ہے؛ کیونکہ اگر ہزار نعمت موجود ہو مگر صحت نہیں تو سب بیکار ہے، گندگی کے ڈھیر سے زیادہ قیمت نہیں، اس لیے صحت جسم ہر خیر و بھلائی کا وسیلہ ہے۔ اگر قیمتی بنایا جائے ورنہ اگر یہی جوانی وصحت معصیت میں لگتی ہے تو اس کا حساب دینا مشکل ہو جائے گا اور پانی بطور خاص اسلیے کہ اس کے بغیر زندگی کا کوئی کام نہیں ہوسکتا،

گندگی اس سے دور ہوتی ہے، بدن اس سے صاف کیا جاتا ہے کھیتی اس سے سیراب ہوتی ہے۔الغرض انسان وحیوان سبھی اس کے محتاج ہیں اور خاص کر ٹھنڈے پانی سے جو انسان سیراب ہوتا ہے اس کا سوال ہوگا ،قرآن پاک میں ثم لتسئلن یومئذٍ عن النعیم سے مراد ٹھنڈا پانی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّیْ.

باب : يَا ابْنَ آدَمَ : حَمَلْتُکَ عَلَى الْخَيْلِ وَ الْإِبِلِ ......

باب: آدم کے بیٹے! میں نے تم کو گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھایا

(٥٩٦) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزّوَجَلَّ — قَالَ عَفَّانُ : يَوْمَ الْقِيَامَةِ — : يَا ابْنَ آدَمَ حَمَلْتُکَ عَلَى الْخَيْلِ وَ الْإِبِلِ، وَ زَوَّجْتُکَ النِّسَاءَ، وَ جَعَلْتُکَ تَرْبَعُ وَ تَرْأَسُ، فَأَيْنَ شُكْرُ ذٰلِکَ؟" [صحيح] (أخرجه أحمد ج ٢ ص ٤٩٢)

نعمت کے بقدر شکر کا سوال

(٥٩٦) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ قیامت کے دن فرمائے گا: اے آدمؑ کے بیٹے! میں نے تجھے گھوڑے اور اونٹ کی پیٹھ پر سوار کیا اور تیری شادی عورت سے کرائی اور مال غنیمت کا چوتھائی حصہ وصول کرے اور تجھے کھاتا، پیتا خوش حال و بے فکر و غم رکھا۔اس کا شکر تو نے کہاں ادا کیا؟

(اخرجه احمد ٢/ ٤٩٢)

باب: يُؤْتٰى بِالْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: أَلَمْ أَجْعَلْ لَکَ سَمْعًا..

باب: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک شخص سے فرمائے گا: کیا میں نے تم کو آنکھ کان والا نہیں بنایا

(٥٩٧) عن أبي هريرة رضي الله عنه وعن أبي سعيد قالا: قال رسول الله ﷺ:

”يُؤْتٰى بِالْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: أَ لَمْ أَجْعَلْ لَكَ سَمْعًا وَ بَصَرًا وَ مَالًا وَ وَلَدًا، وَ سَخَّرْتُ لَكَ الْأَنْعَامَ وَ الْحَرْثَ، وَ تَرَكْتُكَ تَرْأَسُ وَ تَرْبَعُ، فَكُنْتَ تَظُنُّ أَنَّكَ مُلَاقِيَّ يَوْمَكَ هٰذَا؟ قَالَ: فَيَقُوْلُ : لَا. فَيَقُوْلُ لَهُ: اَلْيَوْمَ أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِيْ.“ [صحیح] (أخرجه الترمذی ج۴/۲۴۲۸)

کیا حق تعالیٰ سے ملاقات کا تجھ کو یقین تھا؟

(۵۹۷) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا، کیا تجھ کو میں نے سمیع وبصیر اور صاحب مال واولاد نہیں بنایا؟ ساتھ ہی تیرے لیے چوپائے اور کھیتیاں مسخر نہیں کردیں؟ جس کی وجہ سے تو تمام الجھنوں سے فارغ البالی کے ساتھ زمین پر گھومتا پھرتا تھا؟ (خوش وخرم زندگی بسر کرتا تھا) اور مال غنیمت کا چوتھائی وصول کرے، تو کیا تجھ کو یقین تھا کہ آج کے دن مجھ سے ملے گا (یعنی خوش حالی کے دنوں میں روزمحشر کو تو نے یاد رکھا تھا) وہ عرض کرے گا: نہیں یارب! ارشاد ہوگا: جس طرح تو نے قیامت کے دن کو بھلا دیا آج میں تجھ کو بھلاتا ہوں (یعنی حق تعالیٰ کا بھلادینا یہ ہے کہ عذاب میں گرفتار رہے گا)۔

تو نے مجھے بھلا دیا میں تجھے بھلاتا ہوں

جن لوگوں نے دنیا میں دین کو لہو ولعب بنا کر رکھا تھا، اور دنیوی زندگی کو ہی سب کچھ جان رکھا تھا اور دھوکہ اور فریب میں تھے، تو جس طرح انھوں نے آخرت کے دن کو عملاً وعقیدۃً بھلا دیا تھا، قیامت کے دن اللہ ربّ العزّت بھی اپنی رحمت سے ان کو بھی یاد نہیں کرے گا، اہل ایمان کو آخرت کا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا یقین تھا اور کفار کو نہ تو آخرت کا یقین ہے نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ملاقات، تو وہ عذاب میں پھنسے رہ جائیں گے امید نجات بھی باقی نہ رہے گی، اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں چھوڑ دیں گے۔ ان کی مغفرت نہیں فرمائیں گے۔ یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کبھی رحمت سے یاد نہیں کریں گے، اور مومن

کو اللہ کی رحمت برابر حاصل رہے گی۔ ان سے آسان حساب لیا جائے گا۔ بعض بغیر حساب بخش دیے جائیں گے، بعض سے حساب میں مناقشہ وتفتیش نہیں ہوگی، مگر پیشی ہوگی اور بخش دیے جائیں گے۔ بعض سے مناقشہ وتفتیش کے بعد ہلکی پھلکی تطہیر ہوگی مگر دائمی عذاب نہیں ہوگا۔ یہ بھی آسان حساب ہے۔

باب : أَلَمْ تَدْعُنِيْ لِمَرَضٍ كَذَا وَ كَذَا......

باب: کیا تو نے مجھے فلاں فلاں بیماری میں نہیں پکارا تھا

(٥٩٨) للبيهقي في شعب الإيمان وأبي الشيخ من حديث عبدالله بن سلام :

”يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : أَلَمْ تَدْعُنِيْ لِمَرَضٍ كَذَا وَ كَذَا فَعَافَيْتُكَ؟ أَلَمْ تَدْعُنِيْ أَنْ أُزَوِّجَكَ كَرِيْمَةَ قَوْمِهَا فَزَوَّجْتُكَ؟ أَلَمْ أَلَمْ؟“

(كما في كنزالعمال ج ٣ / ٦٤٨٧)

نعمت بالائے نعمت

(۵۹۸) ترجمہ: عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق تعالیٰ قیامت کے دن بندہ سے فرمائیں گے: کیا تو نے فلاں فلاں بیماری میں مجھ کو نہیں پکارا تھا اور میں نے صحت وعافیت نہیں دی تھی؟ کیا تو نے دعاء نہیں مانگی تھی کہ خاندان وقبیلہ کی شریف خاتون سے تیری شادی ہو تو میں نے تیری شادی کرادی تھی؟ اور کیا تو نے فلاں وفلاں چیزیں نہیں مانگی اور میں نے نہیں دی؟

منعمِ حقیقی کا شکر

حق جل مجدہ کی بے شمار نعمتیں ہمہ وقت ناشکرے انسان کو مل رہی ہیں۔ نعمت کا حقیقی شکر یہ ہے کہ اللہ پاک کی دی ہوئی نعمتوں کو استعمال کر کے انسان اللہ پاک کی انتہائی کوشش کے ساتھ عبادت کرے کہ عبادت کے ذریعہ تمام اعضاء وجوارح جناب باری میں استعمال ہوتے ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ ایسا شکر قبول ہوجائے۔ نعمت پر انسان سے

قیمت نہیں مانگی گئی بلکہ محض شکر کا مطالبہ ہے۔ اور ادنیٰ درجہ کا شکر یہ ہے کہ انسان نعمتوں کا اعتراف کر کے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہہ دے اور منعم حقیقی کے حضورِ حق میں حق عبودیت اور وظیفہ عبودیت میں لگ جائے تا کہ شکر حقیقی بارگاہ ربّ العزّت میں ادا ہو جائے۔

انسان کی کمزوری

انسان کی کمزوری یہی تو ہے کہ جب حالات ومصائب کا شکار ہوا تو بلبلا اٹھا، آہ و فغاں میں لگ گیا، گریہ وزاری شروع کر دی، اوراد ووظائف کا اہتمام کرنے لگا، انابت و رجوع الی اللہ میں منہمک ہو گیا، توبہ واستغفار کی کثرت کر دی، یہ اچھی صفت ہے، مگر دوام و استمرار کے ساتھ، نہ کہ وقتی اور عارضی، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ بندہ جس طرح حالات و مصائب میں مجھ کو پکار رہا تھا، حالات کے سنور جانے کے بعد بھی اسی طرح شکر میں ان کلمات سے اسی کیفیت کے ساتھ اپنے رب کو یاد کرتا رہے، اور اپنا ربط ہمیشہ کے لیے اپنے معبود سے مضبوط ومستحکم کر لے، بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے احوال نازل ہی اسی لیے کیے جاتے ہیں تا کہ اللہ کا بندہ اللہ سے اپنا رشتہ جوڑ لے اور احوال و مصائب کو تعلق مع اللہ اور حصول نسبت الی اللہ کی کلید ومفتاح جاننا چاہیے کہ اس کے توسط سے خالق و مالک سے تعلق وجوڑ پیدا ہو گیا۔

باب : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ:

وَاللّٰهِ مَا أَتَيْتُ حَتّٰى حَفِلْتُ... أَلَّا آتِيَكَ وَ لَا آتِيَ دِيْنَكَ...

باب: میں نے تو قسم کھا رکھی تھی کہ نہ آپ کے پاس آؤں گا نہ ہی آپ کا دین قبول کروں گا

(۵۹۹) بهز بن حكيم رضي الله عنه عن أبيه عن جده قال: أتيت النبي ﷺ حين أتيته فقلت: و اللّٰه ما أتيتک حتى حلفتُ أكثرَ من عددِ أولاءِ أن لا آتيک ولا آتي دينک — وجَمَعَ بهزُ بين كفيه — وقد جئتُ أمرأ لاأعقل شيئاً إلا ما علمني الله تبارک وتعالىٰ ورسوله، وإني أسألُکَ بوجهِ اللّٰهِ بم بعثک اللّٰه إلينا؟ قال: بالإسلام

قلت : وما آيات الإسلامِ؟ قال:

”أَنْ تَقُولَ: أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ، وَ تَخَلَّيْتُ، وَ تُقِيْمَ الصَّلَاةَ، وَ تُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، كُلُّ مُسْلِمٍ عَلٰى مُسْلِمٍ مُحَرَّمٌ أَخَوَانِ نَصِيْرَانِ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْ مُشْرِكٍ أَشْرَكَ بَعْدَ مَا أَسْلَمَ عَمَلًا، وَ تُفَارِقُ الْمُشْرِكِيْنَ إِلَى الْمُسْلِمِيْنَ، مَا لِي أُمْسِكُ بِحُجُزِكُمْ عَنِ النَّارِ؟ أَلَا إِنَّ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ دَاعِيَّ وَ إِنَّهُ سَائِلِيْ: هَلْ بَلَّغْتَ عِبَادِيْ؟ وَ إِنِّيْ قَائِلٌ: رَبِّ إِنِّيْ قَدْ بَلَّغْتُهُمْ . فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ ثُمَّ إِنَّكُمْ مَدْعُوُّوْنَ مُفَدَّمَةً أَفْوَاهُكُمْ بِالْفِدَامِ، ثُمَّ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُبِيْنُ عَنْ أَحَدِكُمْ لَفَخِذُهُ وَ كَفُّهُ.“

قلت : يا نبي اللّٰه هذا ديننا؟ قال: هذا دينكم، و أينما تحسنْ يَكْفِيكَ.

(مفدّمة): أي مغطاة أو مشدود عليها بالفدام.

(والفدام): ما يشدّ على فم الابريق أو الكوز من خرفة لتصفية الشراب.

[صحيح] (أخرجه أحمد ج٥ ص٥)

میں آپ کے پاس کیوں آیا، میرا شعور کام نہیں کررہا ہے

(۵۹۹) ترجمہ: بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی اللہ ﷺ کے پاس آیا، جب میں آیا تو میں نے کہا: اللہ کی قسم میں نہیں آیا ہوں آپ کے پاس مگر میں نے قسم کھا رکھی تھی کہ نہ تو میں آپ کے پاس آؤں گا اور نہ ہی آپ کا دین اسلام قبول کروں گا اور بہز بن حکیم نے دونوں ہاتھ کو آپس میں گتھ لیا۔ (جو عادتاً کسی بات کی پختگی کی دلیل ہوتی ہے) مگر ہاں میں آپ کے پاس آ گیا لیکن کیوں آیا اس کا مجھ کو علم نہیں، نہ ہی میرا شعور کچھ کام کررہا ہے الا یہ کہ اللہ و رسول ہی مجھ کو کچھ سکھلانا بتلانا چاہتا ہے تو میں آپ سے بوجہ اللہ یعنی اللہ کے چہرہ کی عظمت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہماری طرف کیا دے کر مبعوث فرمایا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین اسلام کے ساتھ۔ میں نے سوال کیا: اسلام کی علامت و آیات کیا ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: یہ کہو کہ میں نے اسلام کے لیے سر تسلیم خم کر دیا۔ یعنی اپنے آپ کو سپرد کر دیا مکمل اسلام کے لیے، اور تمام ماسواء اللہ کو چھوڑ دیا، اور نماز قائم کرو، اور تم زکوٰۃ دو۔ ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر احترام وحرمت فرض ہے۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اسلام لانے کے بعد جو بھی شرک کرے گا تو اللہ مشرک سے کچھ بھی عمل قبول نہیں کرے گا اور تو مشرکین کی جماعت سے علیحدہ ہو کر مسلمانوں کی طرف چلا جا۔ میں تم لوگوں کی کمر کو مضبوطی سے پکڑے ہوا ہوں تا کہ دوزخ میں نہ جاؤ سنو! دھیان دے کر میرا رب عزوجل، دائمی (یعنی جنت وخیر کی طرف) بلانے والا ہے، اور وہی میرا رب مجھ سے پوچھے گا: کہ تو نے میرے بندوں کو حق بات پہنچا دی؟ اور میں کہوں گا: ربّ العزّت میں نے ان کو حق بات پہنچا دی تھی، تو سنو! تم میں سے جو حاضر ہے وہ غائب کو میرا پیغام پہنچا دے۔ پھر تم لوگوں کو بلایا جائے گا، اس حال میں کہ تمہارے چہروں پر پابندی لگی ہوگی جیسا کہ پانی کو چھاننے کے لیے باریک شفاف کپڑا باندھ دیا جاتا ہے۔ اشارہ وکنایہ ہے کہ صرف وہی بول سکو گے جو صحیح اور سچ ہوگا۔ (الامن اذن له الرحمن وقال صوابا)

پھر سب سے پہلے جو چیز بیان دے گی اور ظاہر کرے گی وہ ران اور ہتھیلی ہے۔ یعنی حضور حق میں سب سے پہلے شہادت ران اور ہتھیلی دے گی۔

پھر میں نے کہا: یا نبی اللہ ﷺ یہ ہمارا دین ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی تمہارا دین ہے۔ تم جہاں کہیں اس کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہو گے وہ تمہارے لیے کافی ہے۔
(اخرجه احمد ۵/۵)

سچائی وصداقت کی کشش وکامیابی

الحمد للہ دین اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات میں سچائی وصداقت کے سوا کچھ بھی نہیں، امین وصادق تو غیروں نے تسلیم کیا تھا اور آج بھی اسلامی صداقت وسچائی کا معجزہ ہی اسلام کو سر بلند کیے ہوا ہے، اور اپنی حفاظت آپ کر رہا ہے، بہزؓ بن حکیم جو اس حدیث کے راوی ہیں، خود اقرار کر رہے ہیں کہ میں قسم کھا چکا تھا کہ نہ آؤں گا اور نہ ہی آپ کی

مانوں گا، پھر کیوں آئے نور نبوت کی صداقت، نور اسلام کی شعاع، قرآن پاک کی آیات و بینات کا کھلا ہوا چیلنج، الغرض انسان تو انسان صبح کی روشنی پھیلتے ہی چرند و پرند بھی چہچہانے لگتے ہیں کہ لو صبح ہوگئی، کفر بھی کتنا اندھا و غلیظ و گندا ہے کہ روشنی کو تسلیم کرنے سے بھاگتا ہے جبکہ راہِ فرار بھی اسلام کی روشنی میں کر رہا ہے، بہر حال بہزؓ کی آنکھ سے غلاف کفر ہٹا، نحوستِ شرک کی غلاظت محسوس ہوئی، آقا ﷺ سے سوال کر بیٹھے کہ بعثت کا مقصد کیا ہے؟ آقا ﷺ نے جواب دیا اسلام۔ تو بہزؓ بغیر کسی ایچ پیچ کے اسلام سمجھنے لگے، اور آقا ﷺ سمجھانے لگے۔ آقا ﷺ نے اسلام کی تمام بنیادی و اساسی اصول اور عقائد بتلا دیئے اور ذہن نشین کرا دیا کہ سنو! یہ اعضاء جسم بھی عدالت الٰہی میں حق وہدایت کی صداقت کی شہادت دیں گے، فرمایا: ان سے غافل نہ رہنا۔ بہزؓ بھی خوب سلیم الطبع تھے، کہا: یہ ہمارا دین ہے؟ آقا ﷺ نے کہا: ہاں! تم جہاں تہاں اس کو حسن وخوبی انجام دو گے، تمہارے رب کی رضا کے لیے کافی ہے۔ الحمد للہ کہ کفر ٹوٹا اللہ اللہ کہہ کے، اور بہزؓ کے مقدر کا سکندر رشد و ہدایت اور کلمہ شہادت پر اختتام پذیر ہوا۔ الحمد اللہ۔

باب : لَيۡسَ شَيۡءٌ مِنَ الۡجَوَارِحِ يُعَذَّبُ أَشَدُّ مِنَ اللِّسَانِ ......

باب: زبان کو تمام اعضاء سے زیادہ عذاب ہوگا

(٦٠٠) لأبی نعیم عن أنس رضی اللہ عنہ:

”لَيۡسَ شَيۡءٌ مِنَ الۡجَوَارِحِ يُعَذَّبُ أَشَدَّ مِنَ اللِّسَانِ، يَقُوۡلُ اللِّسَانُ: يَا رَبِّ عَذَّبۡتَنِيۡ بِعَذَابٍ لَا تُعَذِّبُ بِهِ الۡجَسَدَ، قَالَ: خَرَجَتۡ مِنۡكَ كَلِمَةٌ بَلَغَتِ الۡمَشۡرِقَ وَ الۡمَغۡرِبَ فَسُفِكَ بِهَا الدِّمَاءُ، وَ عِزَّتِيۡ لَأُعَذِبَنَّكَ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ شَيۡئًا مِنَ الۡجَوَارِحِ.“ [ضعيف] (كما فی كنز العمال ج۳/ ٦ ٨٩ ٧)

زبان کی وجہ سے عذاب

(٦٠٠) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اعضاء جسم میں زبان سے

زیادہ عذاب کسی کو نہیں ہوگا، زبان عرض کرے گی: ربّ العالمین آپ نے مجھ کو ایسا عذاب دیا جیسا پورے جسم میں کسی کو عذاب نہیں ہوا۔ ارشاد ہوگا: تیری زبان سے ایک ایسا فتنہ کا کلمہ نکلا کہ مشرق سے مغرب تک پہنچا اور خون بہنے شروع ہوگئے؟ مجھ کو عزّت وجلال کی قسم میں تم کو ایسا سخت عذاب دوں گا جیسا اعضاء وجوارح میں سے کسی کو نہیں دوں گا۔

(اخرجه ابونعیم عن انس رضی الله عنه)

زبان کی آفتیں

(۶۰۱) ولأبی نعیم عن أبان وعن أنس رضی اللہ عنہ:

”یُعَذَّبُ اللِّسَانُ بِعَذَابٍ لَا یُعَذَّبُ بِهِ شَیْءٌ مِنَ الْجَوَارِحِ فَیَقُوْلُ: یَا رَبِّ لِمَ عَذَّبْتَنِیْ بِعَذَابٍ لَمْ تُعَذِّبْ بِهِ شَیْئًا مِنَ الْجَوَارِحِ؟ فَیُقَالُ لَهُ: خَرَجَتْ مِنْکَ کَلِمَةٌ بَلَغَتْ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا، فَسُفِکَ بِهَا الدَّمُ الْحَرَامُ، وَ أُخِذَ بِهَا الْمَالُ الْحَرَامُ، وَ انْتُهِکَ بِهَا الْفَرَجُ الْحَرَامُ، فَوَعِزَّتِیْ لَأُعَذِّبَنَّکَ بِعَذَابٍ لَا أُعَذِّبُ بِهِ شَیْئًا مِّنَ الْجَوَارِحِ.“ [ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج۳/۷۸۹۷)

(۶۰۱) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، زبان کو تمام اعضاء وجوارح سے زیادہ سخت عذاب دیا جائے گا، زبان عرض کرے گی: باری تعالیٰ، آپ نے مجھ کو ایسا سنگین عذاب کیوں دیا؟ دوسرے اعضاء کی بہ نسبت؟ ارشاد ہوگا: تجھ سے ایک ایسا خطرناک کلمہ نکلا کہ اس کی سنگینی مشرق ومغرب میں پھیل گئی اور لوگوں کا ناحق خون بہایا جانے لگا، ناحق لوگوں کے اموال لٹے گئے، عفیف وپاک دامن خواتین کی ناحق عفت و عصمت برباد کی گئی، مجھ کو میری عزت وجلال کی قسم میں تجھ کو ایسا عذاب دوں گا کہ کسی اعضاء کو نہیں دوں گا۔

مشرق ومغرب میں فساد اور عفت وعصمت کی بے حرمتی کا سبب

ہمارے سرتاج آقا ومولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چیز کی ضمانت دے دو تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں، ایک زبان، اور ایک شرم گاہ دنیا کا ہر فساد زبان سے ہوتا ہے اور امن و

امان بھی، زبان بھی کیا عجیب شئے ہے، بتیس چھریوں کے بیچ چلنے والا گوشت کا لوتھڑا جس میں کوئی ہڈی نہیں مگر پھر بھی عالم کو کچل ڈالتی ہے۔اورخود چھپ جاتی ہے۔ زبان کی بداحتیاطی سے دوست دشمن ہوجاتے ہیں، اور دشمن دوست بن جاتے ہیں، بہت ہی مشہور ہے۔ زبان شیریں ملک گیریں۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ جہنم میں منہ کے بل زبان کی بداحتیاطی کی وجہ سے ڈالے جائیں گے۔اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

ایک کلمہ سے رضا وغضب کا پروانہ

بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ کبھی ایک کلمہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا بول دیتا ہے، جس کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ ایک کلمہ اس درجہ تک پہنچ جائے گا تو اسی ایک کلمہ کی بدولت اس کے واسطے قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا پروانہ لکھ دیا جاتا ہے، اور بسا اوقات ایک کلمہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا بول دیتا ہے حالانکہ اس کا اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ اس درجہ تک پہنچا دے گا، تو اسی ایک کلمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی قیامت تک کے واسطے لکھ دی جاتی ہے۔ (مسند احمد)

دوستو! اس لیے زبان کو قابو میں رکھنا ہی احتیاط وسلامتی کی راہ ہے۔کلمہ اسلام لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ایک بول ہی تو ہے جنت دلا دیتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا قرب آخرت میں ملا دیتی ہے۔

حدیث میں خاموشی کی بڑی فضیلت ہے، خاموش انسان کے زبان پر حکمت جاری ہوگی، شیطان دور رہے گا، ذکر کی توفیق ہوگی، تدبر وتفکر کا ملکہ پیدا ہوگا، غلطیوں سے محفوظ رہے گا، لوگوں میں قدر ومنزلت ہوگی، حلم ومتانت کی شان پیدا ہوگی، دل نرم ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زیادہ کلام نہ کیا کرو، کہ کثرت کلام دل کو سخت کر دیتا ہے، دل کی سختی یہ ہے کہ بندہ کو ذکر کی توفیق نہ ہو، اپنی پستی اور ربّ العزّت کی عظمت وہستی کے اقرار کے وقت تضرع اور خشیت کا فقدان ہو، اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں ذلت کیسی، دل کی نرمی مخلوق پر نگاہ ترحم وتلطّف پیدا کرتی ہے، پھر انسان دوسرے پر ترس کھاتا ہے، رحمدل پر اللہ کی رحمت

ہوتی ہے۔

باب : فِيمَا وَرَدَ فِي الْقِصَاصِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

يُحْشَرُ النَّاسُ عُرَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرْلًا بِهِمَا ......

باب: قیامت کے دن قصاص و بدلہ لیا جائے گا

(٦٠٢) عن عبد الله بن محمد بن عقيل رضي الله عنه أنه سمع جابر بن عبدالله رضي الله عنه يقول: بلغني حديث رجل سمعه من رسول الله ﷺ فاشتريتُ بعيراً ثم شددتُ عليه رَحْلِي فسرتُ إليه شهراً حتىٰ قدمتُ عليه الشامَ فإذا عبدُ الله بن أنيسٍ ، فقلتُ للبوابِ: قل له: جابرٌ على البابِ .فقالَ : ابن عبدالله ؟ قلتُ: نعم. فخرجَ يطأُ ثوبَهُ فاعتنقني واعتنقتُه. فقلتُ: حديثاً بلغني عنك أنك سمعتَهُ من رسولِ الله ﷺ في القصاصِ فخشيتُ أن تموت أو أموتَ قبل أن أسمعَهُ . قال: سمعتُ رسولَ الله ﷺ . يقول:

"يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْ قَالَ: اَلْعِبَادُ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا، قَالَ: قُلْنَا وَ مَا بُهْمًا؟ قَالَ: لَيْسَ مَعَهُمْ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنَادِيهِمْ بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ: أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الدَّيَّانُ وَ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَنْ يَدْخُلَ النَّارَ وَ لَهُ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَقٌّ حَتّٰى أَقُصَّهُ مِنْهُ ، وَ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَ لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ عِنْدَهُ حَقٌّ حَتّٰى أَقُصَّهُ مِنْهُ حَتّٰى اللَّطْمَةَ . قُلْنَا: كَيْفَ؟ وَ إِنَّمَا نَأْتِي اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا! قَالَ: بِالْحَسَنَاتِ وَ السَّيِّئَاتِ." [صحيح لغيره] (أخرجه أحمد، ج:٣، ص:٤٩٥)

قیامت کے دن حق تعالیٰ کی آواز قریب و بعید سبھی یکساں سنیں گے

(٦٠٢) ترجمہ: عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا: مجھے ایک آدمی کے بارے میں معلوم ہوا کہ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے حدیث سنی ہے، تو میں نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر سفر کیا اور ایک ماہ

کے بعد شام عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، میں نے دربان سے کہا: کہو! جابر رضی اللہ عنہ آیا ہے، انھوں نے کہا: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا: ہاں! تو وہ اپنے کپڑے کو گھسیٹتے ہوئے نکلے اور معانقہ کیا۔ تو میں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ قصاص کے بارے میں آپ نے نبی ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے۔ تو مجھے ڈر ہوا کہ یہ حدیث سننے سے پہلے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی یا میری وفات ہو جائے۔ تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن اللہ جل مجدہ لوگوں کو ننگے جسم بغیر ختنے کے قبر سے اٹھائیں گے (یعنی جس طرح پیدا ہوئے تھے اسی حالت میں) کہ پہچانے نہیں جائیں گے، صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ پہچان سے کیا مراد ہے؟ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے پاس تمیز وشناخت کی کوئی علامت نہیں ہوگی (کہ بعض بعض سے پہچانے جائیں) پھر لوگوں کو ایک ایسی آواز سے پکارا جائے گا کہ دور والا بھی اس کو اس طرح سنے گا جس طرح قریب والے سنیں گے، آواز یہ ہوگی انا الملک، میں بادشاہ ہوں، انا الدیان، میں حاکم مطلق اور بدلہ دینے والا ہوں، کسی جہنمی کے لیے ممکن نہیں کہ وہ جہنم میں چلا جائے اور اس کا حق کسی جنتی پر باقی رہ جائے یہاں تک کہ میں اس کا حق ادا نہ کرادوں۔ اور نہ کسی جنتی کی لیے ممکن ہے کہ جنت میں چلا جائے، اور اس کا حق کسی جہنمی پر باقی رہ جائے جب تک کہ میں اس کا حق ادا نہ کرادوں۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے کسی کو ایک تھپڑ بھی مارا ہے تو اس کا بدلہ ضرور لیا جائے گا، صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ کیسے ممکن ہوگا جب کہ ہم لوگ اپنی پیدائشی شکل وصورت میں آئیں گے (یعنی کچھ پاس تو ہوگا نہیں پھر حقوق کی ادائیگی کیسے ممکن ہوگی) آں حضور ﷺ نے فرمایا، یہ ادائیگی حقوق حسنات سیئات کے ذریعہ ہوگی۔

قصاص وبدلہ اور عدل وانصاف کا دن

حق جل مجدہ قیامت کے دن تمام لوگوں کو اسی طرح لائیں گے جس طرح پیدائش کے دن تھے، یعنی ننگے پاؤں، ننگے جسم، حتیٰ کہ وہ چمڑی جو ختنہ کے وقت نائی کاٹ دیتا ہے وہ ساتھ ہوگی، اشارہ ہے کہ کوئی نیکی وبدی ایسی نہیں ہوگی جو اس کے ساتھ نہ ہوگی، پوری

زندگی کے کلمات، خیالات اور حرکات وسکنات سب ساتھ ہونگے، اور یہ سب کا سب حساب وکتاب کے لیے حاضر کیے جائیں گے، تاکہ کسی کا دوسرے کے ذمہ کوئی حق باقی نہ رہ جائے، یعنی جنتی ہے تو دوزخ والے کے ذمہ اس کا کوئی مطالبہ نہ ہو، اور اگر دوزخی ہے تو جنتی کے ذمہ اس کا کوئی مطالبہ نہ رہ جائے اور ہر شخص مکمل اپنے معاملات کی صفائی کے بعد اپنے آخری ٹھکانہ میں مقیمِ نعیم ہو یا داخلِ جحیم ہو۔

محشر کی زمین بالکل نئ ہوگی جس پر کسی نے گناہ نہیں کیا ہوگا

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ زمین بدل کر ایسی زمین کردی جائے گی جو چاندی کی طرح ہوگی جہاں نہ کبھی حرام خون بہایا گیا ہوگا نہ کوئی اور گناہ کیا گیا ہوگا، (بیہقی) یہ بھی فرمایا کہ یہ زمین بدل کر سفید زمین ہوجائے گی جیسے خالص چاندی۔ (احمد) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمین چاندی کی ہوگی اور آسمان سونے کا (ابن ابی الدنیاؒ)۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ زمین لپیٹ دی جائے گی اور اس کے برابر ایک اور زمین ہوگی، اس زمین سے اس زمین کی طرف لوگوں کو لے جا کر جمع کیا جائے گا۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: قیامت کے دن لوگوں کو ایک سفید زمین پر جمع کیا جائے گا جس کا رنگ خاکستری (سفید آفریں مٹیالا) ہوگا اور چھنے ہوئے آٹے کی ٹکیہ کی طرح ہموار اور ہم رنگ) ہوگی، جس میں کسی کی (عمارت وغیرہ کی) نشانی نہ ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

محشر کی زمین کو چمڑے کی طرح پھیلا دیا جائے گا

حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو چمڑے کی طرح کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا اور سب مخلوق کو اس پر جمع کیا جائے گا۔

حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن چمڑے کے کھینچنے کی طرح زمین کو کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا، پھر کسی آدمی

کے لیے قدموں کے رکھنے سے زیادہ جگہ نہ ہوگی، پھر سب سے پہلے مجھے پکارا جائے گا، پھر طویل روایت ہے شفاعت کی۔

(زمین کو چمڑے کی طرح کھینچنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح چمڑا کو کھینچ کر اس کی سلوٹیں اور شکن نکال دی جاتی ہیں، اسی طرح زمین کو کھینچ کر برابر سرابر کردیا جائے گا تاکہ پہاڑ غار اور اونچی چٹانیں سب ایک مسطح مستوی بن جائیں۔ اور تمام اولادآدم اس دن ایک ہی جگہ جمع ہوں گی، ازدہام اور کثرت کی وجہ سے ہجوم میں ہر شخص کو اتنی ہی جگہ ملے گی کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوسکے، اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس میں کمی بیشی کردی جائے گی۔ ٹیلے پہاڑ وادیاں، درخت اور جو کچھ زمین میں ہے ختم کردیا جائے گا اور عکاظ کے چمڑے کی طرح اس کو کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا وہ چاندی کی طرح ایک سفید زمین ہوگی جس پر کوئی خون نہیں بہایا گیا ہوگا اور نہ کوئی گناہ کیا گیا ہوگا اور آسمانوں کے سورج و چاند ستارے ختم کردیے جائیں گے۔ حاکم نے حضرت ابن عمرؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو چمڑے کی طرح زمین کو کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا اور سب مخلوق کو (اس پر) جمع کیا جائے گا۔

محشر کی بھوک اور پیاس

خطیب نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر ایسی حالت میں ہوگا کہ بہت زیادہ بھوکے ہوں گے ایسے بھوکے کبھی نہیں ہوئے ہوں گے، بہت زیادہ پیاسے ہوں گے ایسے پیاسے کبھی نہیں ہوئے ہوں گے بالکل برہنہ ہوں گے کبھی ایسے ننگے نہ رہے ہوں گے، پس جس نے (دنیا میں) اللہ کے لیے کھانا کھلایا ہوگا، اللہ (اس روز) اس کو کھانا کھلائے گا، اور جس نے اللہ کے لیے پانی پلایا ہوگا اللہ اس کو پانی پلائے گا اور جس نے اللہ کے واسطے لباس پہنایا ہوگا اللہ اس کو لباس پہنائے گا اور جس نے (اللہ کے لیے) کوئی عمل کیا ہوگا اللہ اس کے لیے کافی ہوگا۔

جنتیوں کی روٹی

صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن زمین ایک روٹی ہوگی جو اللہ اپنے ہاتھ سے اہل جنت کی مہمانی کے لیے تیار کرے گا جیسے تم لوگ سفر کے لیے اپنی روٹی تیار کرتے ہو(اس حدیث میں **نـــزلًا لاهـل الجنة** کا لفظ آیا، ہم نے نزل کا ترجمہ مہمانی کیا ہے خواہ مہمان کے لیے تیار کیا ہوا کھانا یا کوئی اور چیز جو کھانے کے لیے کھانے سے پہلے پیش کی جائے) دراوری نے کہا نـزل اس چیز کو کہتے ہیں جو طعام مہمانی سے پہلے مہمان کو پیش کی جاتی ہے مراد یہ ہے کہ اہل جنت کو جنت میں پہنچنے تک مختلف مواقف ومقامات پر بطور نـــــزل زمین کی روٹی پیش کی جائے گی اور آخر وہ جنت میں پہنچ جائیں گے۔

اسی طرح ابن مرجان نے الارشاد میں بیان کیا ہے کہ زمین بدل کر ایک روٹی کردی جائے گی، (جس کو) مومن اپنے قدموں کے درمیان سے (اٹھاکر) کھائے گا اور حوض (غالبًا کوثر یا تسنیم) کا پانی پیئے گا، ابن حجر نے لکھا ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ میدانِ حشر کے سارے مواقف کی پوری مدت میں مومنوں کو بھوک کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اللہ اپنی قدرت سے زمین کی فطرت بدل دے گا کہ اللہ کی مشیت کے مطابق مومن اپنے قدموں کے نیچے سے بغیر کمائی اور تکلیف کے اٹھاکر (روٹی) کھائیں گے۔ اسی کی تائید کرتا ہے سعید بن جبیرؓ کا وہ قول جو ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ زمین سفید روٹی ہوجائے گا جو مومن اپنے قدموں کے نیچے سے (اٹھاکر) کھائے گا، اسی طرح کا محمد بن کعب کا قول بھی مروی ہے، بیہقی نے عکرمہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ زمین بدل کر سفید مثل روٹی کے ہوجائے گی جس کو اہل اسلام حساب سے فراغت کے وقت تک کھاتے رہیں گے۔ امام ابوجعفر یعنی امام باقر کا قول بھی روایت میں اسی طرح آیا ہے۔

زمین آگ بن جائے گی

ابن جریرؒ نے محمد بن کعب کا قول نقل کیا ہے، ابن کعب نے کہا آسمان باغ ہو جائیں گے اور سمندر کی جگہ آگ ہوجائے گی اور زمین تبدیل کر کے کچھ اور کردی جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ کا ایک قول آیا ہے کہ قیامت کے دن ساری زمین آگ ہوجائے گی، کعب احبار کا قول ہے کہ سمندر کی جگہ آگ ہوجائے گی۔

لوگ کہاں ہوں گے؟

مسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک یہودی عالم نے خدمت گرامی میں حاضر ہوکر دریافت کیا جس روز زمین دوسری زمین میں تبدیل کردی جائے گی اس روز لوگ کہاں ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پل سے ورے تاریکی میں۔

مسلم نے حضرت عائشہؓ کا بیان نقل کیا ہے، ام المومنینؓ نے فرمایا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمایئے کہ جس روز زمین تبدیل کردی جائے گی تو لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا: صراط پر۔ بیہقیؒ نے کہا اس حدیث میں صراط کا لفظ مجازاً استعمال کیا گیا ہے چونکہ لوگوں کو (اس کے بعد) صراط سے گزرنا ہی ہوگا اس لیے بطور مجاز صراط پر ہونے کی صراحت فرمائی۔ اب حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس روایت کی مطابقت ہوجائے گی، ثوبانؓ کی روایت میں ''پل سے ورے تاریکی میں'' آیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی ہے کہ تبدیل ارضی یعنی اس زمین سے منتقل ہوکر ارض موقف پر پہنچنا تو زَجْــرَة (جھڑکی یا جھنجھوڑ) کے وقت ہوگا (جو پل صراط پر پہنچنے سے پہلے ہوگا) بیان القرآن میں حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہوسکتا ہے کہ پہلے نفخہ صور کے وقت اسی موجودہ زمین کی صفات تبدیل کی جائیں اور پھر حساب کتاب کے لیے ان کو کسی دوسری زمین کی طرف منتقل کیا جائے۔ (معارف القرآن)

تفسیر مظہری میں مسند عبد ابن حمید سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے،

جس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ زمین سمٹ جائے گی اور اس کے پہلو میں ایک دوسری زمین ہوگی جس پر لوگوں کو حساب کتاب کے لیے کھڑا کیا جائے گا۔

صحیح مسلم میں بروایت حضرت ثوبانؓ منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور یہ سوال کیا کہ جس دن یہ زمین بدل جائے گی تو آدمی کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پل صراط کے پاس ایک اندھیری میں ہوں گے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ زمین سے بذریعہ پل صراط دوسری طرف منتقل کیے جائیں گے اور ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں متعدد صحابہؓ وتابعینؒ کے یہ اقوال نقل کیے ہیں کہ اس وقت موجودہ زمین اور اس کے سب دریا آگ ہوجائیں گے گویا یہ سارا علاقہ جس میں اب دنیا آباد ہے اس وقت جہنم کا علاقہ ہوجائے گا اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، بندہ کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں۔

زباں تازہ کردن باقرار تو نینگیختن علت از کار تو

اہلِ جہنم کا حال یہ بتلایا گیا ہے کہ مجرم لوگوں کو ایک زنجیر میں باندھ دیا جائے گا، یعنی ہر جرم کے مجرم الگ الگ جمع کر کے ایک جگہ باندھ دیے جائیں گے اور ان کو جو لباس پہنا دیا جائے گا وہ قطران کا ہوگا جس کو تارکول کہا جاتا ہے اور وہ ایک آتش گیر مادہ ہے کہ آگ فوراً پکڑ لیتا ہے۔ (معارف القرآن مفتی اعظم)

تبدیلی کیسے ہوگی؟

سیوطیؒ نے لکھا ہے قدماء کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ کیا تبدیلِ ارض سے صرف تبدیلِ اوصاف (احوال، رنگ، ہیئت وغیرہ) ہے یا تبدیلِ ذات ہی ہو جائے گی، موخر الذکر قول کو ابن ابی حمزہ نے ترجیح دی ہے، اور صراحت کی ہے کہ یہ دنیا کی زمین نابود ہوجائے گی اور موقف قیامت کی نئی زمین پیدا کی جائے گی۔

شیخ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ تبدیل ارض کی احادیث اور زمین کو کھینچ کر پھیلانے اور

اس میں کمی بیشی کرنے کی احادیث میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ یہ سارے حوادث ارض دنیا پر واقع ہوں گے اور موقف کی زمین اس کے علاوہ ہوگی، یہ زمین بدل جائے گی تو ایک جھڑکی سے سب لوگ یہاں سے نکل کر ارض محشر میں پہنچ جائیں گے۔

(حضرت مفسر نے فرمایا) میں کہتا ہوں کہ مومنوں کے قدموں کے نیچے کی زمین روٹی بن جائے گی اور کافروں کے قدموں کے نیچے کی زمین خاک اور آگ ہوجائے گی۔

دو مرتبہ تبدیلی

قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ صاحب افصاح نے ان تمام متضاد احادیث کا تعارض دور کرنے کے لیے کہا ہے کہ زمین وآسمان کی تبدیلی دو مرتبہ ہوگی، پہلی مرتبہ نفحہ، صعق (پہلی مرتبہ صور پھونکنے) سے پہلے ہوگی کہ ستارے جھڑ جائیں گے، چاند اور سورج بے نور ہوجائیں گے، آسمان تانبے کی طرح سرخ ہوجائے گا، اس کا پوست اتار لیا جائے گا، پہاڑ اُڑے اُڑے پھریں گے، سمندر آگ ہوجائیں گے، زمین میں لرزہ پیدا ہوجائے گا، اور وہ پارہ پارہ ہوجائے گی۔ اس کی ہیئت ہی بدل جائے گی، پھر پہلا صور پھونکا جائے گا، تو آسمان لپیٹ دیے جائیں گے، ایک آسمان بدل کر دوسرا آسمان ہوجائے گا اور زمین کو کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا، اور ویسا ہی دوبارہ کردیا جائے گا جیسے وہ پہلے تھی اس کے اندر قبریں ہوں گی جن کے اندر مردے ہوں گے۔

پھر (دوبارہ صور پھونکے جانے پر) زمین میں دوسری تبدیلی ہوگی یہ اس وقت ہوگا جب لوگ میدان حشر میں کھڑے ہوں گے ایسی حالت میں روئے زمین، جس کو سَاھِرَہ کہا جائے گا، اور اس پر حساب فہمی ہوگی، بدل دیا جائے گا، اس وقت زمین چاندی کی ہوگی، سفید خاکستری رنگ ہوگا جس پر نہ خوں ریزی کی گئی ہوگی نہ کوئی گناہ کیا ہوگا اس تبدیلی کے وقت لوگ صراط پر کھڑے ہوں گے اور سب اس میں سما جائیں گے جو بچیں گے وہ جہنم کے پل پر ٹھہرے ہوں گے۔ دوزخ اس وقت منجمد ہوگی، حضرت عبداللہؓ کی روایت میں جو آیا ہے کہ زمین آگ ہوجائے گی اس سے یہی مراد ہے، جب لوگ صراط سے گزر جائیں گے

اور (مومن) انبیاء کے حوضوں پر پہنچ کر قیام کریں گے اور حیاض انبیاء کا پانی پئیں گے، تو زمین روٹی کی ایک ٹکیہ بنادی جائے گی۔ جو جنت میں جانے والے ہوں گے وہ سب اس روٹی میں سے کھائیں گے۔ جنت کے بیل کا جگر یا مچھلی کا جگر کا ان کے لیے سالن ہوگا۔

مساجد

طبرانی نے الاوسط میں اور ابن عدیؒ نے ضعیف سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن سوائے مسجدوں کے سب زمین نابود ہوجائے گی۔ میں کہتا ہوں اگر یہ روایت صحیح ثابت ہوجائے تو شاید سب مساجد کی زمین جنت کی زمین بنادی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے گھر اور میرے ممبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ رواہ لشیخان فی و احمد و النسائی عن عبد اللہ بن زید و فی الصحیحین و الترمذی عن ابی ہریرۃ)

﴿وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ اور (قبروں سے نکل کر حساب فہمی اور جزا وسزا پانے کے لئے) (تفسیر مظہری)

تبدیلی کا ایک اور معنی

اور تبدیلِ زمین و آسمان کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ بالکل ہی اس زمین کے بدلے میں دوسری زمین اور آسمان کی جگہ دوسرے آسمان بنادیے جائیں روایات حدیث جو اس کے متعلق منقول ہیں، ان میں بھی بعض سے صرف صفات کی تبدیلی معلوم ہوتی ہے بعض سے ذات کی تبدیلی۔

چہروں کی خاک

بیہقیؒ نے حضرت ابی ابن کعبؓ کا قول نقل کیا ہے کہ آیت:

﴿وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾ کی تشریح میں آپ نے فرمایا: دونوں خاک ہوجائیں گے جو کافروں کے چہروں پر پڑے گی مومنوں کے

چہروں پر نہیں پڑے گا۔ ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ﴾ کا یہی مطلب ہے۔ کافروں کے چہروں پر اس روز خاک ہوگی جن میں سیاہی چڑھی ہوگی۔

منادی کی پکار

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک منادی کھلی ہوئی بلند آواز سے پکار کر کہے گا لوگو! تم پر وہ گھڑی آ گئی، اس آواز ونداء کو وہ اتنا کھینچے گا کہ زندے مردے سب سن سکیں گے اور اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اجلال فرمائے گا، پھر ایک منادی پکارے گا۔ لِمَنِ الْملکُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ...... (ابوداؤد)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ منادی پکارے گا: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ یعنی آج کے دن ملک کس کا ہے، اس پر تمام مخلوق مومنین وکافرین یہ جواب دیں گے کہ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ مومن تو اپنے اعتقاد کے مطابق خوشی وتلذذ کی صورت میں کہیں گے اور کافر مجبور وعاجز ہونے کی بنا پر رنج وغم کے ساتھ اس کا اقرار کریں گے۔
(معارف مفتی اعظمؒ)

جبار ومتکبر کہاں ہیں؟

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے دست قدرت میں لپیٹ لے گا اور پھر فرمائے گا۔

"این الجبارون ؟" کہاں ہیں بڑے زور وطاقت والے، "این المتکبرون ؟" کہاں ہیں بڑے غرور ونخوت والے، "و این الملوک" کہاں ہیں شہزادے وبادشاہ؟ ہر طرف سکون وخاموشی ہوگی، خود ہی ارشاد فرمائیں گے، "انا الملک انا الجبار" بس میں ہی ہوں بادشاہ، میں ہی ہوں زور وطاقت والا، میں ہی ہوں لڑائی والا۔
(معارف کاندھلوی)

آج کسی پر ظلم نہ ہوگا

قیامت کے دن مجازی حکومت بھی کسی کی نہ ہوگی اور ظاہری حکومت بھی اللہ پاک

کی ہی ہوگی۔ لَاظُلْمُ الیَوْم اس روز کسی کی حق تلفی نہ ہوگی یعنی نہ کسی کے ثواب میں کمی کی جائے گی نہ عذاب میں زیادتی۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے وعدہ کیا ہے، اس کے مطابق بدلہ دیا جائے گا، کیونکہ اس وقت حکومت صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی حکومت و عدالت میں ظلم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ظلم کا تصور تو وہاں کیا جاسکتا ہے جو مالک کی اذن و اجازت کے بغیر اس کی مملوک میں کیا جائے، اللہ تو سب کا مالک ہے جو تصرف کرتا ہے اپنی ملک میں کرتا ہے۔ سچ ہے وہ مالک یوم الدین ہے۔

آدھے دن میں سب کا حساب ہوگا

حق جل مجدہ سب لوگوں کا حساب اس دنیا کے آدھے دن کی مدت کے برابر میں لے لے گا۔ اگر چہ وہ ایک آن میں بھی سب کا حساب لینے کی قدرت رکھتا ہے، کیونکہ اس کو کسی عمل میں ایسی مشغولیت ہی نہیں ہوتی جو دوسرا کام کرنے میں رکاوٹ پیدا کرے۔

یاد آتا ہے کہ کسی ملحد وزندیق نے امام ابن تیمیہؒ سے سوال کیا کہ قرآن مجید میں آیا ہے ﴿اِنَّ اللّٰہ سَرِیْعُ الْحِسَابِ﴾ تو اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا حساب سرعت سے بیک وقت کیسے لے لے گا؟ امامؒ نے جواب دیا، اللہ تعالیٰ خالق ہیں، خالق کو مخلوق کے صفات سے دیکھنا نادانی وکم علمی کی دلیل ہے۔ خالق کی کمالِ قدرت کو اس کی مخلوق میں نہیں دیکھتے ہو کہ سورج کو پیدا کیا جو بیک وقت تمام جہان کو روشن کر دیتا ہے، اور اس کی روشنی کو دوسری چیز مزاحم نہیں بنتی، سب کو آنِ واحد میں ہر ہر مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ جب اس کی مخلوق ایسی ہے تو پھر خالق کا کیا پوچھنا، وہ ملحد لاجواب ہوگیا۔

حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ عظیم قوت وقدرت کے مالک ہیں، اس کی شان نرالی والبیلی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔

آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ بِرَسُوْلِهٖ مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ فَاغْفِرْ لِیْ بِعَفْوِهٖ وَ کَرَمِهٖ۔

حضور ﷺ کی آخری دعاء

ماہِ ربیع الاول سن ۱۱ ہجری کے دن تھے، سرورِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کی طبیعت بہت خراب تھی، بیماری کے باعث آپ ﷺ بے حد کمزور ہوگئے تھے۔ اب کچھ دن رہ گئے تھے جب آپ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرمانے والے تھے۔ صحابۂ کرام آپ ﷺ کے بیمار ہوجانے کی وجہ سے بے حد غمزدہ اور بہت پریشان تھے، انھیں اپنے گھروں میں کسی طرح چین نہیں آرہا تھا، وہ دیوانہ وار مسجد کے اردگرد چکر لگارہے تھے۔ حضور ﷺ نے (صحابۂ کرام کی آوازیں سن کر) فرمایا مجھے بٹھاؤ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سہارا دے کر بٹھایا، تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ شاید اس مرض میں ہم سے جدا ہو جائیں گے، پھر نہ جانے ہمارا کیا حال ہو۔

ظہر کی نماز کا وقت تھا، حضور ﷺ شدید بخار کے باوجود اٹھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے سہارے اپنے حجرے سے باہر آئے اور منبر پر تشریف فرما ہوگئے پھر حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ الصلوٰۃ جامعۃ کا نعرہ لگوائیں، یعنی یہ کہ تمام مسلمان نماز کے لیے جمع ہوجائیں۔ جب مدینہ کی گلیوں میں کوئی یہ نعرہ لگاتا تو صحابۂ کرام سمجھ لیتے کہ کوئی ضروری بات ہے جس کا اعلان کرنے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو جمع ہوجانے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ تمام صحابہؓ جوق در جوق جمع ہوجاتے۔ اعلان کے بعد تمام لوگ بےقراری کے عالم میں دوڑتے چلے آئے اور مسجد نبوی میں جمع ہوگئے۔

حضور ﷺ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ اب میرا آخری وقت قریب ہے اور میرا خیال ہے کہ تم مجھ سے بہت جلد جدا ہونے والے ہو، سچ بتاؤ کہ جب تم سے جدا ہوجاؤں گا تو تم کس طرح رہوگے؟ یہ سن تمام حاضرین رو پڑے۔ مسجد نبوی میں ایک کہرام بپا ہوگیا۔ سب نے روتے ہوئے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کے احکام کی دل وجان سے پیروی کریں گے اور قرآن کے دستور پر عمل کریں گے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا

کہ سچ کہو میں نے تم کو کس طرح احکام پہنچائے، تمہاری وجہ سے کیا کیا مصیبتیں برداشت کیں، میرے دانت توڑ ڈالے، میرے چہرے کو خون میں رنگا، جاہلوں سے گالیاں سنیں، بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے اور صبر سے رہا؟ سب نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بے شک آپ ﷺ اعلیٰ صابر اور انتہائی شاکر ہیں۔ آپ ﷺ نے اللہ کے احکام ہم تک پہنچا دیے، ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر لگایا۔ آپ ﷺ نے ہمیں حق تعالیٰ سے ملا دیا۔ اس کی جزا آپ ﷺ کو اللہ دے گا۔ ہم آپ ﷺ کے احسانات کا بدلہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جس کسی کا قرض میرے ذمے ہو وہ ابھی وصول کرلے۔ جس کسی کو میں نے مارا ہو وہ ابھی مجھ سے بدلہ لے لے۔ جس کا مجھ پر کوئی حق باقی ہو، ابھی صاف صاف کہہ دے اور لے لے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہاں کا معاملہ قیامت کے دن کے لیے باقی رہ جائے۔ کوئی شخص اپنے دل میں یہ خیال نہ کرے کہ اگر اس وقت میں اپنا حق لوں گا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مزاج کے خلاف ہوگا۔ میں اس شخص کو اپنا دوست جانتا ہوں جو اپنا حق ابھی مجھ سے طلب کرلے یا مجھے معاف کردے تاکہ میں اپنے رب کے پاس اطمینان سے جاؤں۔ یہ فرما کر حضور ﷺ منبر سے اُترے اور نمازِ ظہر ادا فرمائی۔ نماز کے بعد پھر منبر پر آئے اور یہی اعلان دوبارہ فرمایا۔

مجمع میں سے ایک شخص اٹھا، اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے تین درہم آپ ﷺ کے ذمے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ کس معاملے کے ہیں؟ اس شخص نے کہا ایک دن ایک سائل آپؐ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے کہا کہ تین درہم اس سائل کو دے دو۔ میں نے تین درہم اس سائل کو دے دیے تھے۔ حضور ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے تین درہم ادا کر دیے جائیں۔ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے تین درہم ادا کر دیے۔

اس کے بعد اسی مجلس میں سے ایک صحابی حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے بے حد اصرار کے ساتھ فرمانے پر میں مجبوراً عرض کررہا ہوں کہ تبوک کے سفر کے دوران جب آپ ﷺ اونٹنی کو

چابک مار رہے تھے تو وہ میری پشت پر لگا تھا، اور اس سے مجھے سخت تکلیف ہوئی تھی۔ یا رسول اللہ ﷺ اب اس وقت میں آپ ﷺ سے بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عکاشہ! اللہ تمہیں اس کی جزا دے، اچھا ہوا کہ تم نے ابھی کہہ دیا، قیامت پر نہ چھوڑا۔ میں دنیا میں بدلہ دینے والے کو زیادہ پسند کرتا ہوں، بمقابلہ آخرت کے۔ اے عکاشہ! تمہیں معلوم ہے کہ وہ چابک کون سا تھا؟ عکاشہ نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ ﷺ! اس چابک میں لکڑی کا دستہ اور خیزران سے بنا ہوا تسمہ لگا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی سے فرمایا: وہ چابک میری بیٹی فاطمہؓ کے پاس ہے جاؤ اور جلدی سے لے کر آؤ۔ حضرت سلمان فارسی سیّدہ فاطمۃ الزہرہؓ کے مکان پر پہنچے اور ان سے چابک مانگا۔ حضرت فاطمہؓ نے پوچھا اے سلمان! میرے ابا جان بخار میں مبتلا ہیں، سواری کرنے کی طاقت نہیں، پھر آپؐ نے چابک کس لیے منگوایا ہے؟ حضرت سلمان فارسیؓ نے انھیں سب ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت فاطمہؓ یہ سن کر رو پڑیں اور اللہ سے دعا کرنے لگیں کہ یا اللہ جو شخص اس وقت میرے ابا جان سے قصاص طلب کر رہا ہے تو اس کے دل میں رحم ڈال دے کیونکہ اس وقت رسول اللہ ﷺ بیماری کی وجہ سے بہت کمزور ہیں۔

چابک لے کر حضرت سلمان فارسیؓ مسجد نبوی پہنچے تو صحابۂ کرام چابک دیکھ کر غم سے چیخ اُٹھے۔ ادھر سیّدہ فاطمہؓ نے حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ سے فرمایا: جلدی جاؤ اور ایک ایک چابک کے بدلے سو سو چابک اپنے اوپر لے لو اور اپنے نانا جان پر فدا ہو جاؤ۔ آپ دونوں جب مسجد نبوی پہنچے تو دیکھا کہ مسجد صحابۂ کرام کی غمزدہ آوازوں سے گونج رہی تھی، اور عکاشہ ہاتھ میں چابک لیے کھڑے تھے اور حضور ﷺ فرما رہے تھے، اے عکاشہ! جس طرح میں نے تجھے چابک مارا تھا اسی قوت سے مجھے مارلو۔ یہ دیکھ کر تمام صحابۂ کرام حضرت عکاشہ کے گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ حضور ﷺ کو ایک چابک مارنے کے بجائے ہم سب کو سو سو چابک مارلو۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے رو کر پکارا کہ اے عکاشہ! ہمارے نانا جان کا بدلہ اور کسی سے نہ لو ہم حاضر ہیں ہم دونوں کو سو سو چابک مارلو۔

حضور ﷺ نے دونوں نواسوں سے فرمایا، جانِ پدر! تم یہ خیال نہ کرو، قصاص مجھ پر واجب ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ پھر حضرت عکاشہؓ سے فرمایا: جلدی کر! اپنا بدلہ لے۔ عکاشہ بولے: یارسول اللہ ﷺ جس دن مجھے چابک لگا تھا اس دن میری پیٹھ برہنہ تھی۔ حضور ﷺ نے اپنی پیٹھ پر سے کپڑا ہٹا دیا۔ حسنؓ، حسینؓ اور صحابۂ کرام کی چیخیں نکل گئیں۔ حضرت عکاشہؓ چابک لے کر آگے بڑھے، قریب پہنچے، جب مہرِ نبوت پر نظر پڑی تو چابک پھینک دیا اور بیتاب ہوکر مہرِ نبوت کو چومنے لگ گئے۔ اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں! عکاشہ کے ہاتھوں میں یہ ہمت نہیں کہ وہ آپ ﷺ سے بدلہ لے سکیں۔ عکاشہ تو دل وجان سے آپ ﷺ پر نثار ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اے عکاشہ! یہ کیا۔ حضرت عکاشہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ حیلہ میں نے اسی لیے کیا تھا تاکہ مہرِ نبوت کو چوم سکوں، کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس کا بدن میرے جسم سے چھو گیا اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ یارسول اللہ ﷺ مجھے معاف کردیں۔ حضور ﷺ نے حضرت عکاشہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ یہ دعا حضور ﷺ کی دنیاوی حیات میں آخری دعا تھی۔ (ماخوذ: سیرت النبی ﷺ)

رسول اللہ ﷺ بحیثیت منصف اعظم

سورۃ نصر کے نزول کے بعد (جس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے) رسول اللہ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جسے سن کر لوگ بہت روئے پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کسی نے مجھ سے حق یا بدلہ لینا ہوتو قیامت سے پہلے آج یہیں لے سکتا ہے۔ ایک بوڑھا شخص عکاشہ نامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا میرے ماں باپ آپ پر قربان، اگر آپ بار بار اللہ کی قسم دیکر یہ نہ فرماتے کہ بدلہ لو تو میں ہرگز آگے نہ بڑھتا۔ فلاں غزوہ میں آپ کے ساتھ تھا، میری اونٹنی حضور ﷺ کی اونٹنی کے قریب آئی تو میں سواری سے اُتر آیا تاکہ حضور ﷺ کے قدم چوم لوں۔ حضور ﷺ نے چھڑی اُٹھا کر جو ماری تو میرے پہلو میں لگی۔ مجھے نہیں معلوم کہ حضور ﷺ نے ارادتاً مجھے ماری تھی یا

اونٹنی کو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے جلال کی قسم! اللہ کا رسول جان بوجھ کر تجھے نہیں مارسکتا۔ پھر حضور ﷺ نے بلال سے فرمایا کہ حضور ﷺ کی وہی چھڑی گھر سے لے کر آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جا کے حضرت فاطمہؓ سے وہ چھڑی لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ چھڑی عکاشہ رضی اللہ عنہ کو دی اور فرمایا کہ اپنا بدلہ لے لو۔اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انھوں نے عکاشہؓ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی بجائے ہم سے بدلہ لے لو۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بٹھا دیا۔ پھر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ رسول اللہؐ کی بجائے مجھ سے بدلہ لے لو۔ نبی کریم ﷺ نے انھیں بھی روک دیا پھر حضرت حسنؓ اور حسینؓ اُٹھے۔ انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ نواسے ہیں اور ہم سے بدلہ لینا بھی رسول اللہ ﷺ سے بدلہ لینے کی طرح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے انھیں بھی منع کر دیا اور عکاشہؓ سے کہا کہ تم بدلہ لے لو۔ عکاشہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! جب آپ کی چھڑی مجھے لگی تو میرے بدن پر کپڑا نہ تھا، حضور ﷺ نے جسم سے کپڑا اُٹھایا تو مسلمان دیوانہ وار رونے لگے۔ وہ دل میں کہتے تھے کہ کیا عکاشہؓ ہمارے پیارے آقا ﷺ کو چھڑی مارے گا؟ عکاشہؓ نے حضور ﷺ کے جسم کو دیکھا تو لپک کر آگے بڑھے اور آپ کو چومنے لگے اور ساتھ کہتے جاتے تھے ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ سے بدلہ لینے کو کس کا دل گوارا کرسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یا تو تمھیں بدلہ لینا ہوگا یا پھر معاف کرنا ہوگا۔'' عکاشہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں نے معاف کیا اِس امید پر کہ اللہ بھی قیامت کے دن مجھے معاف کرے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو آدمی جنت میں میرے ساتھی کو دیکھنا پسند کرے وہ اس بوڑھے کو دیکھ لے۔ پھر تو مسلمان عکاشہؓ کے ماتھے کو چومنے لگے اور اسے مبارکبادد ے کر کہنے لگے کہ تم نے بہت بلند درجہ حاصل کرلیا۔

(اقتباس از کتاب ''اسوۂ انسان کامل''، طبع چہارم صفحہ ۴۲۳)

(مجمع الزوائد لهيثمی جلد۹ صفحه ۲۸۹ دارالكتاب العربی بيروت)

باب : يُحْشَرُ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَلْبَهَائِمُ وَالدَّوَابُّ وَالطَّيْرُ

باب: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوقات کو جمع فرمائے گا

(٦٠٣) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ فی قوله عزّوجلّ:

﴿أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ (الأنعام:٣٨)

قال:

"يُحْشَرُ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَلْبَهَائِمُ وَ الدَّوَابُّ وَ الطَّيْرُ وَ كُلُّ شَيْءٍ فَيَبْلُغُ مِنْ عَدْلِ اللّٰهِ أَنْ يَأْخُذَ لِلْجَمَّاءِ مِنَ الْقَرْنَاءِ ، ثُمَّ يَقُوْلُ : كُوْنِی تُرَابًا فَذٰلِکَ يَقُوْلُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِی كُنْتُ تُرَابًا."

[صحيح لغيره] (أخرجه الحاكم فی مستدركه ج ٢ ص٣١٦)

(٦٠٣) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ (الأنعام:٣٨) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوقات کو جمع فرمائے گا۔ خواہ بہائم، چوپائے، دواب، حشرات، پرندے اور ہر چیز کو۔ تو حق تعالیٰ کی جانب سے عدل وانصاف بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے ملے گا۔ پھر حکم ہوگا مٹی ہوجا۔ اس وقت کافر کہے گا: کہ اے کاش میں بھی مٹی ہوتا (تاکہ جہنم سے تو نجات مل جاتی)

(مستدرك حاكم ٢/٣١٦)

ہزار مخلوقات، ہر مخلوق تمہاری طرح ایک امت ہے

تمام حیوانات خواہ زمین پر رینگتے ہوں یا ہوا میں اُڑتے ہوں، وہ بھی انسانوں کی طرح ایک امت ہیں، ان میں سے ہر نوع کو حق تعالیٰ نے ایک خاص وضع اور فطرت پر پیدا کیا جو ان کے معین خواص وافعال کے دائرہ میں کام کرتی ہے، کوئی جانور اپنے افعال و حرکات کے محدود حلقہ سے جو قدرت سے باعتبار اس کی فطرت واستعداد کے مشخص کردیے ہیں ایک قدم باہر نہیں نکال سکتا ہے، چنانچہ ابتدائے آفرینش سے آج تک کسی حیوان نے اپنی نوع کے محدود دائرہ عمل میں کسی طرح کی ترقی نہیں کی۔ اسی طرح ہر چیز کی استعداد و

فطرت کو خیال کر لیجیے۔ حق تعالیٰ کے علم قدیم اور لوح محفوظ میں تمام انواع واجناس کی تدبیر وترتیب کے اصول وفروع منضبط ہیں، کوئی چیز نہ اس زندگی میں اور نہ مرنے کے بعد اس مکمل انضباط وانتقام سے باہر جاسکتی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

سب سے پہلے ٹڈی دَل ہلاک ہوں گے

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک سال ٹڈی دل نہیں آیا، آپ نے دریافت کی تو کچھ معلوم نہ ہوا، آپ کو چونکہ تعلق خاطر تھا اس لیے عراق اور شام وغیرہ کی طرف لوگوں کو بھیج کر دریافت کرایا کہ آیا وہاں کوئی ٹڈی دل آیا، تو یمن کی طرف سے آدمی نے چند ٹڈیا نکال کر سامنے ڈال دیں۔ حضرت عمرؓ نے انھیں دیکھ کر تین بار اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار مخلوقات پیدا کی ہیں جس میں سے چھ سو سمندری ہیں اور چار سو خشکی کی ہیں، سب سے پہلے اللہ اس ٹڈی والی مخلوق کو ہلاک کرے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

سب کے حقوق دِلوائے جائیں گے

ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہ اور ابن جریرؒ اور بیہقیؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق اٹھائی جائے گی چوپائے کیڑے مکوڑے اور پرندے سب ہی کا حشر ہوگا، اور اللہ کا انصاف اس حد تک پہنچ جائے گا، کہ اللہ سینگوں والی سے منڈی کا بدلہ دلوائے گا پھر فرمائے گا خاک ہو جاؤ، (ادائے حقوق کے بعد سب جاندار خاک ہو جائیں گے، اس وقت کافر کہے گا کاش میں بھی خاک ہو جاتا کہ دوامی عذاب سے نجات ہو جاتی) بغوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اہل حقوق کو ان کے حقوق دلوائے جائیں گے یہاں تک کہ سینگوں والی بکری سے منڈی بکری کا بدلہ دلوایا جائے گا، طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے جس کا مقدمہ فیصلہ کیا جائے گا، وہ دو بکریوں کا ہوگا، ایک سینگوں والی ہوگی، دوسری منڈی۔ اسی طرح

ایک حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے احمد اور بزار اور طبرانی نے بھی نقل کی ہے۔ اور حاکم نے حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے بھی ایسی حدیث بیان کی ہے۔ (تفسیر مظہری)

کافر کی حسرت

یعنی مٹی ہی رہتا آدمی نہ بنتا کہ آدمی بن کر ہی اس حساب و کتاب کی مصیبت میں گرفتار ہونا پڑا۔ (تفسیر مظہری)

مسند عبد بن حمیدؒ اور بیہقیؒ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز جب حق تعالیٰ انسانوں کے اعمال کا حساب لے کر فارغ ہو جائے گا، اپنی شان عدل اور یوم حساب کے تقاضے کی تکمیل کے لیے حیوانات کا حساب لیا جائے گا، ان کے نیک و بد کا اور باہمی مظالم اور جب ان کا حساب ختم ہو جائے گا تو ان کو حکم ہوگا کہ تم خاک ہو جاؤ، (کیونکہ حیوانات مکلّف نہیں ہیں اور جنت وجہنم ان کے لیے نہیں جن وانس کے لیے) ہے تو وہ سب خاک اور نیست و نابود ہو جائیں گے اس وقت کافر تمنا کریں گے کہ اے کاش ہم بھی اسی طرح خاک ہو جاتے۔

بعض عارفین خاک ہونے کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ، میں تواضع کر لیتا اور اللہ کے سامنے سر جھکا لیتا، افسوس کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ماننے سے انکار کیا اور تکبر اور غرور کے ساتھ سرکشی و نافرمانی کرتا رہا۔ (روح المعانی/ معارف کاندھلوی)

﴿وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز ساری زمین ایک سطح مستوی ہو جائے گی جس میں انسان، جنات، زمین پر چلنے والے جانور اور وحشی جانور سب جمع کر دیے جائیں گے اور جانوروں میں سے اگر کسی نے دنیا میں دوسرے پر ظلم کیا تھا تو اس سے اس کا انتقام دلوا دیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر کسی سینگ والی بکری نے بے سینگ بکری کو مارا تھا تو آج اس کا بدلہ بھی دلوایا جائے گا۔ جب اس سے فراغت ہوگی تو سب جانوروں کو حکم ہوگا کہ مٹی ہو جاؤ وہ سب مٹی ہو جائیں گے، اس وقت کافر لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی جانور ہوتے اور اس وقت

مٹی ہو جاتے، حساب کتاب اور جہنم کی سزا سے بچ جاتے۔ نعوذ باللہ منہ، واللہ تعالیٰ اعلم!
(معارف مفتی اعظم)

﴿وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ اور کافر کہے گا کاش میں خاک ہو جاتا۔ حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو چمڑے کی طرح کھینچ دیا جائے گا اور اللہ ساری مخلوق یعنی انسان، جنات، چوپایوں اور وحشی جانوروں کو اٹھائے گا اس روز اللہ چوپایوں کا آپس میں بدلہ دلوا دے گا، یہاں تک کہ منڈی بکری کا سینگ والی بکری سے بھی بدلے دلوائے گا، جب چوپایوں کے باہمی قصاص سے فارغ ہو جائے گا تو فرمائے گا خاک ہو جاؤ (وہ خاک ہو جائیں گے) کافر یہ بات دیکھ کر کہے گا کاش میں بھی خاک ہو جاتا۔

دینوریؒ نے یحییٰ بن جعدہؒ کی روایت سے اور ابن جریرؒ اور ابن حاتمؒ و بیہقیؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایسی ہی حدیث نقل کی ہے اور بغویؒ نے مقاتل کا قول بھی اسی طرح نقل کیا ہے اس قول میں یہ الفاظ ہیں کہ کافر کہے گا کاش میں دنیا میں خنزیر کی شکل میں ہوتا اور آج خاک ہو جاتا۔

بغویؒ نے کہا کہ زیاد اور عبداللہ بن ذکوان کا قول ہے جب اللہ لوگوں کا فیصلہ کر چکے گا جنتیوں کو جنت کی طرف اور دوزخیوں کو دوزخ کی طرف لے جانے کا حکم دے چکے گا تو دوسری انواع کے حیوانات اور مومن جنات کے متعلق فیصلہ صادر فرمائے گا اور وہ لوٹ کر خاک بن جائیں گے اسی وقت کافر کہے گا کاش میں خاک ہو جاتا، ابن سلیم نے کہا کہ مومن جنات لوٹ کر خاک ہو جائیں گے۔

شیطان کی حسرت

یہ بھی کہا گیا ہے کہ الکافر سے مراد ابلیس ہے، کیونکہ اس نے آدم علیہ السلام کی تخلیقِ خاکی کی تحقیر کی تھی اور اپنے آتشی خلقت ہونے پر فخر کیا تھا اور جب قیامت کے دن آدم علیہ السلام اور ایماندار اولادِ آدم کے ثواب و رحمت کو دیکھے گا اور اپنی سزا اور بدبختی اس کو نظر آئے گی تو

کہے گا کاش میں مٹی ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ فرمائے گا کہ ایسا نہیں ہوسکتا، جس نے میری مثل کسی کو قرار دیا اس کی کوئی عزت نہیں۔ (تفسیر مظہری)

اے کاش کہ ہم بھی مٹی ہوجاتے

(٦٠٤) و لابن جریر عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ:

"یَقْضِی اللّٰہُ بَیْنَ خَلْقِہِ الْجِنِّ وَ الْإِنْسِ وَ الْبَھَائِمِ وَ إِنَّہُ لَیَقِیْدُ یَوْمَئِذٍ الْجَمَّاءَ مِنَ الْقَرْنَاءِ ، حَتّٰی إِذَا لَمْ یُبْقِ تَبِعَةً عِنْدَ وَاحِدَةٍ لِأُخْرٰی قَالَ اللّٰہُ: کُوْنُوْا تُرَابًا فَعِنْدَ ذٰلِکَ یَقُوْلُ الْکَافِرُ ﴿یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا﴾ ."

[صحیح لغیرہ] (کما فی السلسلة الصحیحة ج ٤/ ١٩٦٦)

(٦٠٤) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق جل مجدہ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا خواہ جن وانس ہوں اور بہائم وچوپائے ، اور اللہ قصاص وبدلہ لے گا، بے سینگ والی بکری کا سینگ والی بکری سے۔ یہاں تک کہ جب کسی کا کوئی حق کسی پر باقی نہیں رہے گا تو اس وقت اللہ فرمائے گا: تم مٹی ہوجاؤ (یہ دیکھ کر) اس وقت کافر کہے گا: اے کاش کہ ہم بھی مٹی ہوجاتے۔ (السلسلة الصحیحة ٤/ ١٩٦٦)

ظالم پل صراط پار نہیں کرسکتا

(٦٠٥) للطبرانی عن ثوبان رضی اللہ عنہ:

"یُقْبِلُ الْجَبَّارُ عَزَّوَجَلَّ فَیَثْنِی رِجْلَہُ عَلَی الْجِسْرِ وَ یَقُوْلُ: وَعِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ لَا یَتَجَاوَزُنِیْ الْیَوْمَ ظُلْمُ ظَالِمٍ فَیُنْصِفُ الْخَلْقَ مِنْ بَعْضِھِمْ بَعْضًا حَتّٰی أَنَّہُ یُنْصِفَ الشَّاةَ الْجَمَّاءَ مِنَ الْعَضْبَاءِ بِنَطْحَةٍ نَطَحَتْھَا."

[ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ١٤/ ٣٩٠٣٨)

(٦٠٥) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، قوت قاہرہ کا مالک حق جل مجدہ اپنے پاؤں پل صراط پر ٹیک دے گا اور ارشاد فرمائے گا: مجھ کو میرے عزت وجلال کی قسم آج کوئی شخص ظلم کے باوجود اس کو عبور نہیں کرسکتا ہے۔ مخلوقات کے درمیان عدل

وانصاف ہوگا، یہاں تک کہ اگر سینگ والی بکری بے سینگ کی بکری کو ماری ہوگی تو اس کا بھی انصاف ہوگا۔

باب : إِنَّ فِيْ جَهَنَّمَ جِسْرًا لَهُ سَبْعُ قَنَاطِرَ......

باب: جہنم کا پل اوراس کی منزلیں

(٦٠٦) للطبرانی عن أبی أمامة الباهلی رضی اللہ عنہ:

''......إِنَّ فِيْ جَهَنَّمَ جِسْرًا لَهُ سَبْعُ قَنَاطِرَ عَلَى أَوْسَطِهِ الْعُصَاةُ ، فَيُجَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى إِذَا انْتَهٰى إِلَى الْقَنْطَرَةِ الْوُسْطٰى قِيْلَ لَهُ: مَاذَا عَلَيْكَ مِنَ الدَّيْنِ وَ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ:

﴿وَ لَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴾. (النساء : ٤٣)

قَالَ: فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! عَلَيَّ كَذَا وَ كَذَا، فَيُقَالُ لَهُ: اِقْضِ دَيْنَكَ، فَيَقُوْلُ: مَا لِيْ شَيْءٌ، وَ مَا أَدْرِيْ مَا أَقْضِي مِنْهَا. فَيُقَالُ: خُذُوْا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَمَا يَزَالُ يُؤْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ حَتّٰى مَا تَبْقِىَ لَهُ حَسَنَةٌ حَتّٰى إِذَا فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قِيْلَ: قَدْ فَنِيَتْ، فَيُقَالُ: خُذُوْا مِنْ سَيِّئَاتِ مَنْ يَطْلُبُهُ فَرَكِّبُوْا عَلَيْهِ . فَلَقَدْ بَلَغَنِيْ أَنَّ رِجَالًا يَجِيْئُوْنَ بِأَمْثَالِ الْجِبَالِ مِنَ الْحَسَنَاتِ فَمَا يَزَالُ يُؤْخَذُ لِمَنْ يَطْلُبُهُمْ حَتّٰى مَا تَبْقَى لَهُ حَسَنَةٌ.'' [ضعيف] (كما فی مجمع الزوائد، ج: ١٠، ص: ٣٥٤)

جہنم کا پل یا پل صراط

(٦٠٦) ترجمہ: امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جہنم میں پل ہیں، جس کے سات حصہ ہیں، درمیانی میں گنہگار ہوں گے، ایک شخص کو لایا جائے گا یہاں تک کہ قنطرہ وسطی ختم ہونے والا ہوگا۔ تو اس سے کہا جائے گا: تم پر لوگوں کا کتنا دین وقرض ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿وَ لَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴾ (النساء : ٤٣)

آپ ﷺ نے فرمایا: بندہ عرض کرے گا ربّ العزّت، مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: اپنا قرض ادا کر۔ وہ عرض کرے گا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ یہ کس طرح ادا ہوگا؟ ارشاد ہوگا: اس کی نیکیاں لے لو (جس کا دین ہے اس کو دیدو) لہٰذا اس کی نیکیاں دین وقرض کے عوض میں لے لی جائے گی، یہاں تک کہ اس کی ایک نیکی بھی نہیں بچے گی، حتیٰ کہ سب نیکی ختم ہوجائے گی۔ کہا جائے گا: اس کی سب کی سب نیکیاں ختم ہوگئیں۔ ارشاد ہوگا: اب جو لوگ اپنے قرض کا مطالبہ کریں، تو ان کی سیئات لے کر اس کے اوپر ڈال دو۔ لہٰذا اس کے اوپر لوگوں کی سیئات ڈال دی جائیں گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: مجھ کو یہ بات بھی بتلائی گئی ہے کہ ایک جماعت پہاڑوں کے بقدر نیکیاں لے کر آئے گی لیکن جن لوگوں کا حق باقی ہوگا وہ لوگ تمام نیکیاں لے کر چلے جائیں گے اور اس کے پاس ایک نیکی بھی نہیں بچے گی۔ (مجمع الزوائد۔ ۱۰/۳۵۴)

پہاڑ کے برابر نیکیاں بھی ختم ہوجائیں گی

آج دنیا میں مظالم وزیادتی کی پرواہ نہیں کی جاتی اور کل جب حقوق کی ادائیگی کا دن ہوگا تو بعض حضرات پہاڑ کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے مگر ان نیکیوں سے ان کو کچھ نفع فائدہ نہیں ہوگا کہ لوگوں کے حقوق ان کے ذمہ ہوگا، اور ہر صاحب حق اپنا حق نیکیوں کی صورت میں وصول لے گا، قیامت کا مفلس دیکھتا رہ جائے گا کیونکہ قیامت کے دن کوئی چیز بھی نہیں چھپا سکیں گے۔ نہ قول نہ عمل۔ رسول اللہ ﷺ نے آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَ لَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا﴾ (سورۃ النساء، ۴۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفاء نہ کرسکیں گے۔

میدان حشر میں جب کفار دیکھیں گے کہ تمام جانور ایک دوسرے کے مظالم کا بدلہ لینے دینے کے بعد مٹی بنادیے گئے تو ان کو حسرت ہوگی اور تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی مٹی ہوجاتے، جیسا کہ سورۂ نباء میں فرمایا ﴿وَ یَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا﴾ یعنی یہ کفار اپنے عقائد واعمال سے متعلق کچھ بھی پوشیدہ نہ رکھ سکیں گے، ان کے اپنے ہاتھ پیر

اقرار کریں گے، انبیاء گواہی دیں گے اور اعمال ناموں میں بھی سب کچھ موجود ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ قرآن کریم میں ایک جگہ یہ ارشاد ہے کفار کچھ بھی نہ چھپا سکیں گے اور دوسری جگہ یہ ہے کہ وہ قسم کھا کر کہیں گے ﴿وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ (۶،۲۳) کہ ہم نے شرک نہیں کیا۔ بظاہر ان دو آیتوں میں تعارض ہے، تو آپ نے جواب دیا کہ ہوگا یوں کہ جب شروع میں کفار یہ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کے سوا جنت میں کوئی جا تا ہی نہیں، تو وہ یہ طے کرلیں گے کہ ہمیں اپنے شرک اور اعمالِ بد کا انکار ہی کر دینا چاہیے، ہوسکتا ہے اس طرح ہم نجات پا جائیں، لیکن اس انکار کے بعد خود اُن کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے، اور چھپانے کا جو مقصود انھوں نے بنایا تھا اس میں بالکل ناکام ہوجائیں گے اس وقت سب اقرار کرلیں گے ، اس لیے فرمایا ﴿وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ کچھ بھی نہیں چھپا سکیں گے۔ (معارف القرآن)

باب : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَابِسُ الْغَرِيْمِ عَلٰى غَرِيْمِهِ

باب: حق جل مجدہ قرض داروں کو قرض کی وجہ سے روک لے گا

(۶۰۷) للطبرانی فی الأوسط عن أبی بردة بن نیار رضی اللہ عنہ :

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَابِسٌ الغَرِيمَ عَلٰى غَرِيْمِهِ كَأَشَدِّ مَا حُبِسَ شَيْءٌ عَلَى شَيْءٍ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ ! كَيْفَ أُعْطِيْهِ وَ قَدْ حَشَرْتَنِيْ عُرْيَانًا حَافِيًا فَمِنْ أَيْنَ؟ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : سَأُعْطِيْهِمْ مِنْ حَسَنَاتِكَ فَتَطْرَحُ عَلٰى حَسَنَاتِ الْقَوْمِ. فَإِنْ كَفَتْ وَ إِلَّا أَخَذْتُ مِنْ سَيِّئَاتِ الْقَوْمِ فَطَرَحْتُ عَلٰى سَيِّئَاتِكَ." [ضعیف] (کما فی مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۵۴)

حق جل مجدہ قرض داروں کو روک لے گا کہ قرض ادا کریں

(۶۰۷) ترجمہ: ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ حق جل مجدہ قرض داروں کو لوگوں کے قرض کی وجہ سے روک لے گا۔ سختی کے ساتھ۔

جیسے کسی چیز کے مطالبہ کے وقت روک لیا جاتا ہے۔(کہ ادا کرو تب جان چھٹے گی یا جانے دوں گا، اس طرح روک لیا جائے گا) وہ بندہ عرض کرے گا: ربّ العزّت کیسے اور کہاں سے ادا کروں؟ جبکہ آپ نے مجھ کو ننگے جسم اور ننگے پاؤں اٹھایا ہے (اس حالت میں جبکہ میں ننگا ہوں لباس سے اور ہر چیز سے کہاں سے ادا کروں؟) اس وقت حق جل مجدہ فرمائے گا: ٹھیک ہے میں تیری نیکیاں مطالبہ والوں کو دے دیتا ہوں۔ لہٰذا اس کی حسنات ونیکیاں قوم میں تقسیم کردی جائے گی مطالبہ والوں کو۔ اگر معاملہ اس طرح طے ہوگیا تو ٹھیک ورنہ مطالبہ کرنے والوں کی سیئات تیرے سیئات کے ساتھ ملادی جائے گی۔

(مجمع الزوائد۔ ١٠/ ٣٥٤)

خوش بخت و بد بخت، حق کی وصولی کا خطرناک دن

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا، اور ایک منادی ندا دے گا، خبردار ہوجاؤ، جس کسی کا کوئی حق ہو وہ اپنا حق لینے آجائے، یہ سن کر آدمی خوش ہوگا کہ باپ یا اولاد یا بھائی پر اس کا جو حق ہوگا وہ اس کو ملے گا، خواہ کتنا ہی تھوڑا ہو، رشتہ داروں سے حق وصول کرنے کا ثبوت آیت میں موجود ہے۔

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ﴾ الخ (سورة المؤمنون، ١٠١)

ترجمہ: پھر جب قیامت میں صور پھونکا جاوے گا تو ان میں جو باہمی رشتے ناتے تھے اس روز نہ رہیں گے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اللہ اکبر! کتنا خطرناک دن ہوگا کہ اپنے حقوق کی وصولی میں کوئی رعایت ملحوظ نہ ہوگی اور عدل وانصاف کو قائم کردیا جائے گا۔

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ﴾ قیامت کے روز صور دومرتبہ پھونکا جائے گا، نفخۂ اولیٰ یعنی پہلے صور کا یہ اثر ہوگا کہ سارا عالم زمین وآسمان اور جو اس کے درمیان ہے فنا ہوجائے گا اور نفخۂ ثانیہ سے پھر سارے مردے زندہ ہوکر کھڑے ہوجائیں گے قرآن کریم کی آیت ﴿ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾ میں اس کی تصریح

موجود ہے۔اس آیت میں صور کا نفخۂ اولیٰ مراد ہے یا نفخۂ ثانیہ، اس میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباسؓ سے بروایت ابنِ جبیر رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ اس آیت میں مراد نفخۂ اولیٰ ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور براویت عطاؒ یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ مراد اس جگہ نفخۂ ثانیہ ہے۔تفسیر مظہری میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ قیامت کے روز ایک ایک بندے مرد وعورت کو محشر کے میدان میں لایا جائے گا اور تمام اوّلین وآخرین کے اس بھرے مجمع کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ کا ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ یہ شخص فلاں بن فلاں ہے اگر کسی کا کوئی حق اس کے ذمہ ہے تو سامنے آجائے اس سے اپنا حق وصول کرلے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ بیٹا اس پر خوش ہوگا کہ میرا حق باپ کے ذمّہ نکل آیا،اور باپ کو کوئی حق بیٹے پر ہوا تو باپ خوش ہوگا کہ اس سے وصول کروں گا اسی طرح میاں بیوی اور بھائی بہن جس کا جس پر کوئی حق ہوگا یہ منادی سن کر اس سے وصول کرنے پر آمادہ اور خوش ہوگا، یہی وہ وقت ہے جس کے متعلق اس آیت مذکورہ میں آیا ہے فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ یعنی اس وقت باہمی نسبی رشتے اور قرابتیں کام نہ آئیں گی کوئی کسی پر رحم نہ کرے گا، ہر شخص کو اپنی اپنی فکر لگی ہوگی یہی مضمون اس آیت کا ہے ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ﴾ یعنی وہ دن جس میں ہر انسان اپنے بھائی سے، ماں اور باپ سے، بیوی اور اولاد سے دور بھاگے گا۔

محشر میں مومنین اور کفار کے حالات میں فرق

مگر یہ حال کافروں کا ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر اس کا ذکر موجود ہے مومنین کا یہ حال نہیں ہوگا کیونکہ مومنین کا حال خود قرآن نے یہ ذکر کیا ہے اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ یعنی مومنین صالحین کی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ (بشرطِ ایمان) اپنے آباء صالحین کے ساتھ لگادیں گے اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جس وقت محشر میں سب پیاسے ہوں گے تو مسلمان بچے جو نابالغی کی حالت میں مر گئے تھے وہ جنت کا پانی

لیے ہوئے نکلیں گے، لوگ ان سے پانی مانگیں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم تو اپنے ماں باپ کو تلاش کررہے ہیں یہ پانی ان کے لیے ہے۔

(رواہ ابن الدنیا عن عبداللّٰہ بن عمرؓ وعن ابی ذرؓ۔ مظہری)

اسی طرح ایک صحیح حدیث میں جس کو ابن عساکر نے بسند صحیح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ہر نسبی تعلق یا زوجیت کے تعلق سے جو رشتے پیدا ہوں گے وہ سب منقطع ہوجائیں گے (کوئی کسی کے کام نہ آوے گا) بجز میرے نسب اور میری زوجیت کے رشتہ کے۔ علماء نے فرمایا کہ اس نسب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ساری امت کے مسلمان بھی داخل ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے باپ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ امت کی مائیں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ رشتہ اور دوستی کا کوئی تعلق کسی کے کام نہ آنا یہ حال محشر میں کافروں کا ہوگا مومنین ایک دوسرے کی شفاعت اور مدد کریں گے اور ان کے تعلقات ایک دوسرے کے کام آئیں گے۔

محشر میں مختلف موقف ہوں گے، ہر موقف کا حال مختلف ہوگا

﴿وَ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ﴾ یعنی آپس میں کوئی کسی کی بات نہ پوچھے گا اور دوسری ایک آیت میں جو یہ مذکور ہے ﴿وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ﴾ یعنی محشر میں لوگ باہم ایک دوسرے سے سوالات کریں گے اور حالات پوچھیں گے، اس کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محشر میں مختلف موقف ہوں گے ہر موقف کا حال مختلف ہوگا، ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ کوئی کسی کو نہ پوچھے گا، پھر کسی موقف میں جب وہ ہیبت اور ہول کا غلبہ کم ہوجائے گا تو باہم ایک دوسرے کا حال بھی دریافت کریں گے۔ (مظہری)

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ﴾ یعنی میزان عمل میں جس شخص کا نیکیوں کا پلّہ بھاری ہوگا وہ ہی فلاح پانے والے ہیں اور جس کا پلّہ نیکیوں کا ہلکا رہے گا تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیا میں خود اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا اور اب وہ ہمیشہ

کے لیے جہنم میں رہنے والے ہیں۔ اس آیت میں مقابلہ صرف مومنین کاملین اور کفار کا ہے اور انھیں کے وزن اعمال کا اور ان میں سے ہر ایک کے انجام کا ذکر کیا گیا کہ مومنین کاملین کا پلّہ بھاری ہوگا ان کو فلاح حاصل ہوگی، کفّار کا پلّہ ہلکا رہے گا ان کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا پڑے گا۔ واللہ اعلم

باب : مَنْ ادَّان دَيْنًا وَ هُوَ يَنْوِىْ أَنْ يُؤَدِّيَهُ أَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْهُ ......

باب: بعض بندوں کا قرض اللہ تعالی ادا کریں گے

(٦٠٨) للطبرانی والحاکم عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ :

”مَن ادَّانَ دَيْنًا وَ هُوَ يَنْوِى أَنْ يُؤَدِّيَهُ أَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ مَنِ اسْتَدَانَ دَيْنًا وَ هُوَ لَا يَنْوِى أَنْ يُؤَدِّيَهُ فَمَاتَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: ظَنَنْتَ أَنْ لَا آخِذَ لِعَبْدِىْ بِحَقِّهِ فَيُؤْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ فَيُجْعَلُ فِىْ حَسَنَاتِ الْآخِرِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ الْآخَرِ فَجُعِلَتْ عَلَيْهِ.“

[ضعيف] (كمافى كنزالعمال ج ٦/١٥٤٤٢)

نیت صحیح ہوتو اللہ پاک آخرت میں قرض ادا کردیں گے

(٦٠٨) ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو شخص قرض ودین اس نیت سے لیتا ہے کہ ہر حال میں ادا کرنا ہے (اگر دنیا میں ادا نہ کرسکا) تو اللہ پاک اس کی طرف سے قیامت کے دن ادا فرمائیں گے، اور جو شخص قرض لیتے وقت ہی دل میں نیت کرلیتا ہے کہ مجھ کو ادا کرنا تو ہے نہیں، تو جب مرجاتا ہے، پھر اللہ پاک قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے: اے بندہ تو نے گمان کر رکھا تھا کہ میں اپنے بندہ کا حق تم سے نہیں وصولوں گا؟ لہٰذا اس شخص کی حسنات ونیکیاں لے کر دوسروں کو (یعنی قرض مانگنے والوں کو) دے دی جائے گی اور اگر اس بندہ کے اعمال نامے میں نیکیاں نہ ہوئیں تو قرض مانگنے والوں کی بدی وسیئات لے کر اس شخص کے ذمہ لگادی جائے گی (اعاذنا اللّٰہ۔ آمین)

فائدہ: قیامت کا دن عدل وانصاف کا مظہر ہوگا، اس دن نہ تو ذرّہ برابر نیکی ضائع ورائیگاں ہوگی، نہ ہی بدی وسیئات چھوڑی جائے گی، ہاں رحم وکرم کا معاملہ ہو وہ دیگر بات ہے، تاہم حدیث پاک میں اس بات پر نکیر کی گئی ہے کہ ایک شخص اگر ضرورت کے تحت کسی سے مال ومتاع اگر بطور قرض لیتا ہے تو دل سے نیت اس کی کرے کہ ہر حال میں اس کی ادائیگی کرے گا، اور جیسے ہی اللہ پاک سہولت عطا کردیں ادا کردے، ٹال مٹول یا حیلہ و بہانہ بازی نہ کرے، اگر روز اول ہی سے یہ نیت کرلے کہ دینا تو ہے نہیں اس کو قیامت کے دن بہت ہی ذلت کا سامنا ہوگا اور اس کی نیکیاں اللہ پاک لے کر دوسروں کو دیں گے اور یہ خالی ہاتھ رہ جائے گا اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو طلب گار لوگوں کی بدی وسیئات اس کے ذمہ لگادی جائے گی اور بالکل عدل وانصاف کو قائم کیا جائے گا، اور اگر نیت تھی ادائیگی کی اور نہ ہوسکا تو قیامت کے دن اللہ پاک اپنے خزانہ غیب سے ادا کریں گے۔ اللہ ہی دلوں کے بھید کو جاننے والا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ غَلَبَةِ الدَّیۡنِ وَ عِقَابِکَ بِعَفۡوِکَ یَا وَاسِعَ الۡمَغۡفِرَةِ.

اَللّٰھُمَّ اِنَّ لِیۡ ذُنُوۡبًا فِیۡمَا بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ وَ ذُنُوۡبًا وَحُقُوۡقًا فِیۡمَا بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَ خَلۡقِکَ. اَللّٰھُمَّ مَا کَانَ لَکَ مِنۡھَا فَاغۡفِرۡہُ وَ مَا کَانَ مِنۡھَا لِخَلۡقِکَ فَتَحَمَّلۡهُ عَنِّیۡ وَ اَغۡنِنِیۡ بِفَضۡلِکَ اِنَّکَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَةِ. آمین

باب : یُؤۡتٰی بِسَیِّئَاتِ الۡعَبۡدِ وَ حَسَنَاتِهٖ فَیَقۡتَصُّ

باب: بندہ کی نیکی وبدی لائی جائے گی

(٦٠٩) للبزار عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:

عن النبی ﷺ عن الروح الأمین قال: قال الرب تبارک وتعالیٰ:

"یُؤۡتٰی بِسَیِّئَاتِ الۡعَبۡدِ وَ حَسَنَاتِهٖ فَیَقۡتَصُّ اَوۡ یُقۡضٰی فَاِنۡ بَقِیَتۡ لَهٗ حَسَنَةٌ وُسِّعَ لَهٗ فِی الۡجَنَّةِ." (کما فی مجمع الزوائد ج ١٠ ص ٣٥٤)

ایک نیکی بھی جنت کا سبب بنے گی

(۶۰۹) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ جبرئیل امین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ ربّ العزّت نے فرمایا: کہ بندہ کے سیئات اور حسنات لائے جائیں گے، دونوں کو برابر کیا جائے گا یا فرمایا دونوں کے حساب سے فیصلہ ہوگا۔ اگر ایک نیکی بھی اس کی بچے گی تو اس کے لیے جنت میں جانے کا سبب بنے گی اور گنجائش ہو جائے گی۔ (مجمع الزوائد۔۱۰/۱۴۳۵۴)

مومن کی نیکی کو حق تعالیٰ اضعاف ومضاعف کردیں گے

اللہ تعالیٰ کا مومن پر انعام واحسان ہوگا اس لیے اگر کسی مومن کی ذرہ برابر بھی نیکی ہوگی تو منجانب اللہ اس کو اضعاف ومضاعف اجر وثواب دے گا اور خاص اپنی طرف سے ثواب عظیم بطور انعام اس کو عنایت ہوگا، اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿وَ اِنْ تَکُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کر دیتا ہے اور دیتا ہے اپنے پاس سے بڑا ثواب۔ اللہ تعالیٰ کسی کے اعمالِ حسنہ کا ثواب اور جزائے خیر میں ذرّہ برابر بھی کمی نہیں فرماتے بلکہ اپنی طرف سے اس میں اور اضافہ فرمادیتے ہیں اور آخرت میں چندر چند بڑھا کر نوازیں گے، اور اپنی طرف سے ثواب عظیم عطا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب کا کم سے کم معیار یہ ہے کہ ایک نیکی کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور اس کے علاوہ مختلف بہانوں سے اضافہ در اضافہ ہوتا رہتا ہے، بعض روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب بیس لاکھ گنا تک زیادہ ہو جاتا ہے، اور اللہ کی ذات تو کریم ذات ہے، وہ اپنی بے پایاں رحمت سے اتنا بڑھا کر دے دیتے ہیں کہ حساب وشمار میں بھی نہیں آتا، ﴿وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾ اس اجرِ عظیم کا کیا تصور کیا جاسکتا ہے جو بارگاہ ربّ العزّت سے ملتا ہے، ﴿وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾

مومن وکافر کی نیکی کا صلہ

بغوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی کسی نیکی (کے اجر) کو کم نہیں کیا جائے گا، دنیا میں اس کے عوض رزق (زیادہ) ملے گا، اور آخرت میں بھی اس کی اچھی جزا ملے گی، اور کافر کی نیکی کا بدلہ اس کو بصورت رزق دنیا میں ہی ملے گا، روز آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی نیکی باقی ہی نہ رہے گی کہ ثواب پا سکے۔ (احمد ومسلم، گلدستہ ۲/۸۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر بیان کیا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو بڑھا کر ہزاروں ہزار نیکیاں کر دے گا۔

(رواه ابن جرير وابن ابى شيبه، گلدسته ۲ / ۸۲)

مومن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا اور یہ تمام کرشمہ فیض ربانی اور فضل یزدانی کا ہوگا، کتنی عظیم نعمت اللہ کے فضل سے ملے گی کہ ذرہ برابر نیکی کو بڑھا دیا جائے گا اور پھر اپنے خاص خزانہ سے اجر عظیم ملے گا۔ **سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم**

وَ فِي الْعَفْوِ عَنِ الْقِصَاصِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

باب : بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ إِذْ رَأَيْنَاهُ ضَحِكَ ......

باب: قیامت کے دن اپنے حق کو معاف کر کے جنت میں محل لے لینا

(٦١٠) عن أنس بن مالك رضي الله عنه **قال: بينما رسول الله** ﷺ **جالس إذا رأيناه ضحك حتى بدت ثناياه فقال له عمر: ماأضحكك يارسول الله بأبي أنت و أمي: قال:**

"رَجُلَانِ مِنْ أُمَّتِيْ جَثَيَا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّ الْعِزَّةِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَا رَبِّ! خُذْ لِي مَظْلِمَتِيْ مِنْ أَخِيْ. فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى لِلطَّالِبِ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِأَخِيْكَ وَ لَمْ يَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِهِ شَيْءٌ؟ قَالَ: يَا رَبِّ! فَلْيَحْمِلْ مِنْ أَوْزَارِيْ. قَالَ:

وَ فَاضَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْبُكَاءِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ ذَاكَ الْيَوْمَ عَظِيْمٌ يُحْتَاجُ النَّاسُ أَنْ يُحْمَلَ عَنْهُمْ مِنْ أَوْزَارِهِمْ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلطَّالِبِ: اِرْفَعْ بَصَرَكَ فَانْظُرْ فِي الْجِنَانِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: يَا رَبِّ! أَرَى مَدَائِنَ مِنْ ذَهَبٍ وَ قُصُوْرًا مِنْ ذَهَبٍ مُكَلَّلَةً بِاللُّؤْلُؤِ . لِأَيِّ نَبِيٍّ هٰذَا؟ أَوْ لِأَيِّ صِدِّيقٍ هٰذَا؟ أَوْ لِأَيِّ شَهِيْدٍ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا لِمَنْ أَعْطَى الثَّمَنَ . قَالَ يَا رَبِّ ! وَ مَنْ يَمْلِكُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: أَنْتَ تَمْلِكُهُ. قَالَ: بِمَاذَا؟ قَالَ: بِعَفْوِكَ عَنْ أَخِيْكَ. قَالَ: يَا رَبِّ! فَإِنِّيْ قَدْ عَفَوْتُ عَنْهُ. قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : فَخُذْ بِيَدِ أَخِيْكَ فَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْهُ ذَلِكَ: اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ أَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُصْلِحُ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ." [ضعيف] (أخرجه الحاكم في المستدرك ج ۴ ص ٥٧٦)

تقویٰ اختیار کرو اور صلح وصفائی سے رہو، اللہ تعالیٰ بھی مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے گا

(٦١٠) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ اچانک ہنس پڑے کہ آپ کے آگے کے داندان مبارک نمایاں ہوگئے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کیوں ہنسے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ ربّ العزّت کے سامنے میری امت کا دو شخص اپنی انگلیوں پر کھڑا ہوگا۔ ان میں سے ایک کہے گا: ربّ العزّت میرا حق میرے بھائی سے لے کر دیجئے۔ حق جل مجدہ مطالبہ کرنے والے سے فرمائیں گے: میں کیا کروں تیرے بھائی کے پاس کوئی نیکی ہی نہیں بچی جو لے کر تجھے دوں! وہ بندہ عرض کرے گا: میرا گناہ ہی لے کر اس کے اوپر ڈال دیں (کہ میرے گناہ کا بوجھ ہلکا ہو) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس وقت رونے کے سبب رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دن سخت بھاری خطرناک ہوگا، لوگ اس فکر میں ہوں

گے کہ ان کا گناہ کا بوجھ ہی کوئی دوسرا اٹھالے۔

حق جل مجدہ مطالبہ کرنے والے سے فرمائے گا: ذرا اپنی نظر تو اٹھا کر جنت کی طرف دیکھو، تو وہ بندہ اپنا سر اٹھائے گا تو عرض کرے گا: ربّ العزّت میں سونے کے شہروں میں سونے کے محلات جس پر لُولُو کا کام بنا ہوا ہے دیکھ رہا ہوں؟ یہ کسی نبی کا ہے؟ یا کسی صدیق کا؟ یا کسی شہید کا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: نہیں یہ اس کا ہے جو اس کی قیمت ادا کردے۔ وہ بندہ عرض کرے گا: اس کی قیمت ادا کرنے کی کس میں گنجائش ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو اس کی قیمت ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ بندہ عرض کرے گا: کس چیز کے ذریعہ کس طرح؟ اللہ فرمائے گا: اس کی قیمت یہ ہے کہ تو اپنا حق اپنے بھائی کو معاف کردے۔ وہ عرض کرے گا: یا اللہ میں نے اپنا حق اس کو معاف کردیا، اللہ عزوجل فرمائے گا: جا اپنے اسی بھائی کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل ہوجا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اپنے بھائیوں کے درمیان صلح وصفائی کرادو، اس لیے کہ حق تعالیٰ بھی مسلمانوں کے درمیان صلح کرائیں گے۔

(اخرجه الحاكم فی المستدرك۔ ٤/٥٧٦)

یہ اس کا ہے جو اس کی قیمت ادا کردے

حق جل مجدہ کی ذات قیامت کے دن اپنے مومن بندوں کو کس کس طرح خلدِ بریں کا مکین بنائے گی اور غیب سے اسباب بھی مہیا کرے گی، ایک شخص اپنے حقوق کی وصولی کے لیے بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوگا تا کہ اپنے ایمان والے بھائی سے اپنا حق وصول کرلے، اسے کیا پتہ کہ حق تعالیٰ خود ہی اہل ایمان کا محافظ ونصیر ہے، اور حق کی وصولی سونے کے شہر میں سونے کے محل کی شکل میں دے گا اور جس کے ذمہ حق تھا اس کو بھی اسی جنت کا مکین بنادے گا، دونوں شاداں وفرحاں رحمت الٰہی کے سایہ میں جنت میں چلے جائیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیکھو اللہ تعالیٰ دو مسلمان کے درمیان صلح وصفائی کرادیں گے، لہٰذا تم لوگ اس عمل کو دنیا میں بھی باقی رکھنا، معلوم ہوا معاف کردینا اور درگزر کرنا، اللہ تعالیٰ کو

بہت پسند ہے، پس مسلمانوں کو چاہیے کہ درگزر کا جذبہ دل میں رکھیں اور جب آپس میں کسی کے خلش ہوتو دومسلمانوں کے درمیان صلح صفائی کرادیں۔

(٦١١) لابن أبي الدنيا و ابن النجار عن أنس رضی اللہ عنہ :

''إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَ أَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَ بَقِيَ الَّذِيْنَ عَلَيْهِمُ الْمَظَالِمُ. نَادىٰ مُنَادٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ. يٰأَيُّهَا الْجَمْعُ تَتَارَكُوْا الْمَظَالِمَ وَ ثَوَابُكُمْ عَلَيَّ.'' [ضعيف] (كما في كنزالعمال ج١٤/ ٣٨٩٩١)

لوگو! ظالموں کو معاف کردو اور اللہ تعالیٰ سے ثواب لے لو

(٦١١) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب قیامت کا دن ہوگا اور اہلِ جنت جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہوجائیں گے۔ میدان محشر میں وہ لوگ بچ جائیں گے جن لوگوں نے ظلم وزیادتی کی ہوگی۔ (یعنی جس کے ذمہ لوگوں کے حقوق باقی ہوں گے) تو عرش اعظم کے نیچے ایک آواز دینے والا آواز دے گا، اے مجمع کے لوگو! تمہارے اوپر جو مظالم ہوئے ہیں وہ ان ظالموں کو معاف کردو اور اس کا ثواب میرے ذمہ ہے۔ (یعنی ظالم کو معاف کردو اور اس کا بدلہ میں تم لوگوں کو ثواب وبھلائی کی شکل میں دوں گا)۔ (کنزالعمال١٤/٣٨٩٩١)

مظلوم کو حق ملا اور ظالم کی مغفرت ہوئی

پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں امت کے لیے دعاء مغفرت کی تھی۔ تو حق تعالیٰ نے تمام امت کی مغفرت کردی تھی مگر ظالم کی مغفرت نہیں ہوئی۔ اور عرفات کا دن ختم ہوگیا، پھر آپ مزدلفہ میں مصروف دعاء ہوگئے۔ بالآخر ربّ العزّت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت کے ظالم کی بھی مغفرت کردی اور ظالم سے مظلوم کا حق اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ رحمت سے دیں گے۔ اور ظالم کو خزانۂ عفو سے درگذر فرمائیں گے۔ یہ حدیث بھی اسی طرح کی ہے کہ تمام مظالم کا ظالم کی طرف سے مظلوم کو حق اللہ تعالیٰ دیں گے۔ اور بالآخر ظالم اہل ایمان کو اپنے فضل وکرم سے معاف کردیں۔

یہ حدیث بھی ترغیب دے رہی ہے کہ عفوو درگذر کا مزاج رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ بھی عفوو درگذر کا معاملہ فرمادے۔

دعا و بددعا کی عدمِ قبولیت کا راز

(٦١٢) و للحاکم فی تاریخه عن أنس رضی اللہ عنہ:

"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: إِنَّکَ إِنْ ظُلِمْتَ تَدْعُو عَلٰی آخَرٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ ظَلَمَکَ ، وَ إِنْ آخَرَ یَدْعُوْ عَلَیْکَ أَنَّکَ ظَلَمْتَهُ . فَإِنْ شِئْتَ اِسْتَجَبْنَا لَکَ وَ عَلَیْکَ، وَ إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُکُمَا إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَأُوْسِعُکُمَا عَفْوِیْ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ٣/٧٠١٧- وفی الاتحافات ٩٩)

(٦١٢) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا: اے آدمؑ کی اولاد! تو دوسرے شخص کے لیے برابر بددعا کرتا ہے اس لیے کہ اس نے تجھ پر ظلم کیا ہے اور دوسرا تیرے لیے بددعا کرتا ہے؛ اس لیے کہ تو نے اس پر ظلم کیا ہے۔ اگر تو چاہے تو تیری بددعا دوسرے کے حق میں اور دوسرے کی بددعا تیرے حق میں قبول کرلوں، اور اگر تو چاہے تو میں تم دونوں کو قیامت تک مہلت دے دوں اور پھر تم دونوں کو اپنی معافی وعفو کی وسیع رحمت میں جگہ دے دوں (کہ نہ تم پر کچھ عذاب ہو اور نہ اس پر اور دونوں میری رحمت وعنایت میں آخرت کی نعمت حاصل کرلو)۔

انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے عجلت پسند ہے

انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے عجلت پسند اور خودرائی کا مالک ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ: میں نے لوگوں پر کیا مظالم کیے ہیں؟ بلکہ سوچتا بھی نہیں، بس! اگر دوسرے کی طرف سے کوئی ہلکی بھی بات پہنچی فوراً فریادی ہوتا ہے۔ اور دوسروں کے حق میں نامعلوم کیا کیا بددعائیں کرنے لگتا ہے۔ جبکہ خود بھی دوسروں پر ظلم وستم ڈھا رہا ہے۔ وہ مظلومین بھی اس کے خلاف بارگاہ ربّ العزّت میں ہلاکت وتباہی کی بددعاء کررہے ہیں۔ الغرض ہر دو ظالم ہیں اور مظلوم بھی۔ دونوں کی بددعائیں ایک دوسرے کے خلاف بارگاہ حق میں موجود ہیں۔

مگر یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ ہمیں جلدی پکڑتا نہیں، ورنہ سیکنڈوں میں دنیا کا نظام ہی درہم برہم ہوجائے۔ اور ہر دو فریق دوسرے کی بددعاء سے ہلاک ہوجائے۔ اسی لیے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تم پر اگر کوئی زیادتی کرے، تو سمجھو کہ میں نے بھی کسی پر زیادتی کی ہوگی، جس کا تدارک ہورہا ہے؛ تا کہ آخرت کی پکڑ سے بچ سکو اور یہ سوچ کر عفو و درگزر کا معاملہ کرو کہ شاید قیامت میں اللہ اسی کو قبول کر کے میری معافی کا ذریعہ بنادے۔ دنیا اگر اس ادب ربانی پر چلنے لگے، تو ایک دن میں، تمام جنگیں دفن ہوجائیں! اور ایک صالح معاشرہ جنم لے لے!

وَ فِي شَهَادَةِ الْجَوَارِحِ عَلَى الْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

باب : كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَضَحِكَ فَقَالَ : هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ أَضْحَكُ

باب: اعضاء وجوارح کی شہادت

(٦١٣) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: كنا عند رسول اللّٰه ﷺ فضحك فقال:

"هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ أَضْحَكُ؟ قَالَ: قُلْنَا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ! أَلَمْ تُجِرْنِيْ مِنَ الظُّلْمِ؟ قَالَ: يَقُوْلُ: بَلٰى قَالَ: فَيَقُوْلُ: فَإِنِّيْ لَا أُجِيْزُ عَلٰى نَفْسِيْ إِلَّا شَاهِدًا مِّنِّيْ. قَالَ: فَيَقُوْلُ: كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيْدًا وَ بِالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ شُهُوْدًا. قَالَ : فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ فَيُقَالُ لِأَرْكَانِهِ اِنْطِقِي. قَالَ : فَتَنْطِقُ بِأَعْمَالِهِ. قَالَ: ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْكَلَامِ. قَالَ : فَيَقُوْلُ : بُعْدًا لَكُنَّ وَ سُحْقًا فَعَنْكُنَّ كُنْتُ أُنَاضِلُ."

[صحيح] (أخرجه مسلم ج ٤ ص ٢٢٨٠)

بندہ کا ربّ العزّت کو مخاطب کر کے اپنے اعضاء جسم کی شہادت طلب کرنا

(٦١٣) ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ آپ ہنسے اور فرمایا: تم جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا

رسول ﷺ ہی بہتر جانتا ہے۔آپ نے فرمایا بندہ ربّ العزّت کومخاطب کر کے کہے گا: ربّ العزّت کیا آپ نے مجھ کوظلم وزیادتی سے نجات نہیں دیا؟ حق جل مجدہ فرمائے گا: ضرور کیوں نہیں۔ اب وہ بندہ عرض کرے گا: میں تو اپنے خلاف کسی کی شہادت کونہیں مانوں گا الا یہ کہ میرے ہی اعضاء جسم گواہی دیدیں۔ آپ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرمائے گا: ”کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا“ آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے اور کراماً کاتبین کی شہادت، آپ نے فرمایا: اب اس کے منہ پر مہرسکوت لگادی جائے گی (کہ کچھ نہ بول سکے گا) حکم ربانی ہوگا اعضاء جسم کو کہ تم بولو، اورشہادت دو۔ اعضاء جسم تمام اعمال کی اب گواہی دیں گے۔ (بول پڑیں گے کہ کیا کیا اعمال کیے تھے) پھر اس کے اور اس کے کلام کے درمیان جدائیگی کردی جائے گی۔ (یعنی اعضاء جسم اس کی مرضی سے نہیں بولیں گے بلکہ حکم الٰہی سے بولیں گے، اس کا اس پر کچھ بس نہ ہوگا) وہ بندہ اب کہے گا: تم پر لعنت اور اللہ کی پھٹکار ہو، ہم نے تو تمہارے ہی خاطر یہ سب کچھ کیا تھا اور اب تم ہی بول پڑے، تم پر اللہ کا عذاب ہو۔ (صحیح مسلم۔۴/۲۲۸۰)

اعضاءِ جسم کی آخری شہادت

بعض دوسری روایات میں یہ حدیث طویل آئی ہے، قصہ یہ ہوگا کہ بندہ احکم الحاکمین سے عرض کرے گا: اللہ ربّ العزّت تونے ظلم کوحرام کیا ہے اور حال یہ ہے کہ مقدمہ و دعوٰی یعنی اس کا کہ میں جہنمی ہوں یہ دعوٰی بھی آپ کی جانب سے ہے اور دلیل بھی آپ ہی اپنے علم اور کراماً کاتبین کوٹھہرا رہے ہیں۔ تو دعوٰی بھی آپ کی جانب سے اور دلیل بھی آپ کی جانب سے اور پھر عدل وانصاف کا میزان بھی آپ کی جانب سے یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی اور عدل بھی نہیں ہوا، ہم تو جب مانیں گے جب کہ ہمارے ہی اعضاء جسم گواہی دیں کہ ہم نے گناہ کیا ہے اور ہم عذاب کے مستحق ہیں۔ اب اللہ جل مجدہ کی جانب سے

﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُکَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ﴾

کی صداقت کا ظہور ہوگا کہ زبان پر تالا لگا دیا جائے گا اور ہاتھ بول پڑیں گے، پاؤں گواہی دیں گے اور لوگ اپنے اعضاءِ جسم کو ملامت کریں گے اور خائب و خاسر ہوکر دخولِ جہنم کر دیا جائے گا اور انسان کے اعضاء کی گواہی اقرار جرم کی آخری دلیل و حجت ہوگی، جو انسان کے خلاف واقع ہوگی۔ الامان والحفیظ۔

مرضی کے خلاف اعضاءِ جسم کی شہادت

محشر کے دن حساب وکتاب کے لیے جب پیشی ہوگی تو ہر شخص کو کھلی آزادی ہوگی جو چاہے عذر پیش کرے۔ مشرکین تو کفر وشرک سے سرے سے مکر جائیں گے ﴿وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ بعض یہ کہیں گے فرشتوں نے ہمارے نامۂ اعمال میں جو کچھ لکھ دیا ہے ہم تو اس سے بری ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے مونھوں پر مہر لگا دیں گے کہ بول نہ سکیں، اور ان کے خلاف مقابلہ میں خود ہی ان کے ہاتھ پاؤں بول پڑیں گے اور حق تعالیٰ ان اعضاء کو گویائی کی صلاحیت دیدے گا، حاصل یہ کہ یہ اپنی مرضی سے کچھ نہ بول سکیں گے اور ان کی زبان ان کی مرضی کے خلاف شہادت دے گی، یہی مطلب ہے مہر لگانے کا۔ کیونکہ خود قرآن مجید میں ہے **تشهد عليهم السنتهم** خود ان کی زبانیں گواہی دیں گی، لہٰذا معلوم ہوا، انکی مرضی کے خلاف زبان چلے گی اور شہادت دے گی۔

رہا یہ اشکال کے ان اعضاء میں گویائی کیسے پیدا ہوگی۔ رو اس کا جواب خود قرآن نے دیدیا۔ **انطقنا الله الذی انطق کل شیء** یعنی یہ اعضاء کہیں گے جس اللہ نے ہر گویائی والے کو گویا کیا ہے، اس نے ہمیں بھی گویائی دیدی۔ (معارف القرآن، ج:۷، ص:۴۰۴)

باب : وَ فِی اِبْتِلاءِ غَیْرِ الْمُکَلَّفِیْنَ وَ مَنْ لَمْ تَبْلُغْهُمُ الدَّعْوَةُ

أَرْبَعَةٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَجُلٌ أَصَمُّ ...... وَ رَجُلٌ أَحْمَقُ ......

باب: غیر مکلّف لوگوں کا حکم

(٦١٤) عن الأسود بن سریع رضی اللہ عنہ أن نبی اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"أَرْبَعَةٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ : رَجُلٌ أَصَمُّ لا یَسْمَعُ شَیْئًا، وَ رَجُلٌ أَحْمَقُ، وَ رَجُلٌ هَرِمٌ، وَ رَجُلٌ مَاتَ فِیْ فَتْرَةٍ. فَأَمَّا الْأَصَمُّ فَیَقُوْلُ: رَبِّ! لَقَدْ جاءَ الْإِسْلَامُ وَ مَا أَسْمَعُ شَیْئًا. وَ أَمَّا الْأَحْمَقُ فَیَقُوْلُ: رَبِّ! لَقَدْ جَاءَ الْإِسْلَامُ وَ الصِّبْیَانُ یَحْذِفُوْنِیْ بِالْبَعْرِ، وَ أَمَّا الْهَرِمُ فَیَقُوْلُ: رَبِّیْ لَقَدْ جاءَ الْإِسْلَامُ وَ مَا أَعْقِلُ شَیْئًا. وَ أَمَّا الَّذِیْ مَاتَ فِی الْفَتْرَةِ فَیَقُوْلُ: رَبِّ! مَا أَتَانِی لَکَ رَسُوْلٌ فَیَأْخُذُ مَوَاثِیْقَهُ لَیُطِیْعُنَّهُ فَیُرْسِلُ إِلَیْهِمْ : أَنْ أُدْخُلُوا النَّارَ. قَالَ : فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ لَوْ دَخَلُوْهَا لَکَانَتْ عَلَیْهِمْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا."

وَ قَالَ أَحْمَدُ : حَدَّثَنَا علی حدثنا معاذ بن هشام قال: حدثنی أبی عن الحسن عن أبی رافع عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ مثل هذا غیر أنه قال فی آخره:

"فَمَنْ دَخَلَهَا کَانَتْ عَلَیْهِ بَرْدًا وَّ سَلَامًا وَ مَنْ لَمْ یَدْخُلْهَا یُسْحَبُ إِلَیْهَا."

[صحیح] (أخرجهما أحمد ج ٤ ص ٢٤)

بہرا، احمق، بوڑھا اور زمانۂ فترت کے مرے ہوئے کا فیصلہ کیا ہوگا؟

(٦١٤) ترجمہ: اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا۔ ایک بہرا، جو کچھ بھی نہیں سنتا تھا اور ایک احمق و بیوقوف اور ایک انتہائی بوڑھا اور ایک جو زمانہ فترت میں مرا ہو۔ بہرا کہے گا: ربّ العزّت مذہب اسلام آیا تھا، مگر میں نے کچھ نہیں سنا، احمق و بیوقوف کہے گا: ربّ العزّت اسلام میرے پاس آیا اور بچوں نے مجھے میگنیوں سے مارا (یعنی غیر ضروری مشغلہ میں الجھ کر رہ گیا

بچوں کا زندہ کھلونا بنا رہا اور اس طرح توجہ نہیں دی) اور بوڑھا کہے گا: ربّ العزّت اسلام کی صداقت مجھ کو پہنچی؛ مگر میں نے اس طرح دھیان نہیں دیا، غور وفکر سے کام نہیں لیا اور جو زمانہ فترت میں انتقال ہوا تھا۔ وہ عرض کرے گا: ربّ العزّت ہمارے پاس آپ کا کوئی رسول ہی نہیں آیا۔ ان تمام لوگوں سے ربّ العزّت ایک پکّا مضبوط عہد و میثاق لیں گے کہ وہ اب ربّ العزّت کے حکم کی مکمل اطاعت کرے گا۔ اب ان تمام لوگوں کو اللہ ربّ العزّت کا حکم ملے گا: کہ جہنم میں داخل ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر وہ لوگ جہنم میں داخل ہو جاتے تو ان پر جہنم برداً وسلاماً ہو جاتی۔ ایک روایت میں ہے کہ جو جہنم میں داخل ہو جائے گا تو جہنم ان پر ٹھنڈی اور عافیت وسلامتی بن جائے گی اور جو داخل نہیں ہوگا تو اس کو گھسیٹ کر جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ (اخرجہ احمد ۴/۲۴)

زمانۂ فترت کی مدت

زمانۂ فترت وہ مدت ہے جس میں کسی نبی ورسول کی آمد نہ ہوئی ہو۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لینے کے بعد سے حضرت خاتم النّبیین محمد ﷺ کے درمیان کا زمانہ چھ سو سال کا تھا اور اس پوری مدت میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا، لیس بیننا نبی۔ یعنی ہم دونوں کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔ یہ زمانہءِ فترت کہلاتا ہے۔

زمانۂ فترت کے احکام

اگر بالفرض کوئی قوم ایسی ہو کہ انکے پاس نہ کوئی رسول اور نہ کوئی پیغمبر آیا اور نہ ان کے نائبین پہنچے۔ اور نہ پچھلے انبیاء کی شریعت ان کے پاس محفوظ تھی۔ تو یہ لوگ اگر شرک کے علاوہ کسی غلط کاری اور گمراہی میں مبتلاء ہو جاویں، تو وہ معذور سمجھیں جاویں گے۔ وہ مستحق عذاب نہیں ہونگے۔ اسی لیے حضرات فقہاءؒ کا اہلِ فترت کے معاملہ میں اختلاف

ہے کہ وہ بخشے جاویں گے یا نہیں۔ جمہور کا رجحان یہ ہے کہ امید اسی کی ہے کہ وہ بخش دیے جاویں گے، جبکہ وہ اپنے اس مذہب کے پابند رہے ہوں، جو غلط سلط انکے پاس حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام کی طرف منسوب ہو کر موجود تھا بشرطیکہ وہ توحید کے مخالف اور شرک میں مبتلاء نہ ہوں۔ کیونکہ مسئلہ توحید کسی نقل کی محتاج نہیں، وہ ہر انسان ذرا سا غور کرے تو اپنی ہی عقل سے معلوم کر سکتا ہے۔ (گلدستہ، ج۲،ص ۲۴۸)

مولود، مجنون، شیخ فانی اور زمانۂ فترت میں وفات پانے والا

(٦١٥) لأبي يعلي والبزار بنحوه عن أنس رضی اللہ عنہ:

قال: قال رسول الله ﷺ:

"يُوْتٰى بِأَرْبَعَةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْمَوْلُوْدِ وَ بِالْمَعْتُوْهِ وَ بِمَنْ مَاتَ فِيْ الْفَتْرَةِ وَ بِالشَّيْخِ الْفَانِيّ، كُلُّهُمْ يَتَكَلَّمُ بِحُجَّتِهِ، فَيَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى لعنق مِنَ النَّارِ: اُبْرُزْ فَيَقُوْلُ لَهُمْ: إِنِّيْ كُنْتُ أَبْعَثُ إِلَى عِبَادِيْ رُسُلًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَ إِنِّيْ رَسُوْلُ نَفْسِيْ إِلَيْكُمْ: اُدْخُلُوْا هٰذَا. فَيَقُوْلُ مَنْ كُتِبَ عَلَيْهِ الشَّقَاءُ: يَا رَبِّ! أَيْنَ نَدْخُلُهَا؟ وَ مِنْهَا كُنَّا نَفِرُّ! قَالَ: وَ مَنْ كُتِبَ عَلَيْهِ السَّعَادَةُ يَمْضِي فيتقحَّمُ فِيْهَا مُسْرِعًا قَالَ: فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: أَنْتُمْ لِرُسُلِيْ أَشَدُّ تَكْذِيْبًا وَ مَعْصِيَّةً فَيُدْخِلُ هٰؤُلَاءِ الْجَنَّةَ وَ هٰؤُلَاءِ النَّارَ." [ضعيف] (كما في مجمع الزوائد. ج ٧ص ٢١٦)

(٦١٥) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن چار لوگوں کو لایا جائے گا مولود بچہ، معتوہ، مجنون، اور جو زمانۂ فترت میں مرا ہو اور شیخ فانی بالکل ہی بوڑھا۔ سب کے سب اپنی اپنی باتیں بطور حجت کے کہہ لیں گے۔ تو اس وقت اللہ ربّ العزّت جہنم کی ایک جماعت کو خطاب کر کے فرمائے گا: ظاہر ہو جا۔ تو ان سے کہا جائے گا: کہ میں نے اپنے بندوں کی طرف انہی میں کا ایک رسول بھیجا تھا اور میں خود بھی تم لوگوں کی طرف رسول تھا۔ اس (جہنم) میں داخل ہو جا (یہ حکم سن کر) جن لوگوں کے مقدر میں شقاوت بدبختی لکھی ہوئی ہے، وہ کہیں گے: یا رب ہم اس میں داخل

کہاں ہوں گے۔ (یعنی ہم اس جہنم میں داخل نہیں ہوں گے) اور ہم تو اس سے بھاگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور جن لوگوں کے مقدر میں سعادت لکھی ہوئی ہوگی وہ حکم سنتے ہی تعمیلِ حکم کریں گے۔ اپنے آپ کو جلدی سے جہنم میں ڈال دیں گے، چھلانگ لگا دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حق تعالیٰ فرمائے گا: تم لوگ میرے رسول کی شدید تکذیب و معصیت کرتے تھے (لہٰذا جو حکم کو مان لیں گے جنت میں جائیں گے اور جس نے نہیں مانا جہنم میں) لہٰذا داخل کیا گیا اس (ماننے والوں) کو جنت میں اور اس (نہ ماننے والوں) کو جہنم میں۔ (مجمع الزوائد ۷/۲۱۶)

(٦١٦) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰہ ﷺ قال:

"يُؤْتٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْمَمْسُوْخِ عَقْلًا وَ بِالْهَالِكِ فِي الْفَتْرَةِ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ! لَوْ أَتَانِي مِنْكَ عَهْدٌ مَا كَانَ مَنْ أَتَاهُ مِنْكَ عَهْدٌ بِأَسْعَدَ بِعَهْدِهِ مِنِّيْ، وَ يَقُوْلُ الْهَالِكُ صَغِيْرًا : يَا رَبِّ! لَوْ آتَيْتَنِي عُمُرًا مَا كَانَ مَنْ آتَيْتَهُ عُمُرًا بِأَسْعَدَ بِعُمُرِهِ مِنِّيْ. فَيَقُوْلُ الرَّبُّ سُبْحَانَهُ : إِنِّيْ آمُرُكُمْ بِأَمْرٍ فَتُطِيْعُوْنِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : نَعَمْ وَعِزَّتِكَ ، فَيَقُوْلُ: اِذْهَبُوْا فَادْخُلُوا النَّارَ وَ لَوْ دَخَلُوْهَا مَا ضَرَّهُمْ. قَالَ: فَتَخْرُجُ عَلَيْهِمْ قَوَابِسُ يَظُنُّوْنَ أَنَّهَا قَدْ أَهْلَكَتْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ فَيَرْجِعُوْنَ سِرَاعًا. قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: يَا رَبِّ! خَرَجْنَا وَ عِزَّتِكَ نُرِيْدُ دُخُوْلَهَا فَخَرَجَتْ عَلَيْنَا قَوَابِسُ ظَنَنَّا أَنَّهَا قَدْ أَهْلَكَتْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ شَيْءٍ، فَيَأْمُرُهُمُ الثَّانِيَةَ فَيَرْجِعُوْنَ كَذٰلِكَ، وَ يَقُوْلُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ: قَبْلَ أَنْ تُخْلَقُوْا عَلِمْتُ مَا أَنْتُمْ عَامِلُوْنَ وَ عَلٰى عِلْمِيْ خَلَقْتُكُمْ وَ إِلٰى عِلْمِيْ تَصِيْرُوْنَ فَتَأْخُذُهُمُ النَّارُ."

[ضعیف] (أخرجه أبونعيم فى الحلية، ج: ٩، ص: ٣٠٥)

(٦١٦) ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ممسوح العقل اور زمانۂ فترت میں مرنے والے کو اور بچوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا، تو ممسوح العقل عرض کرے گا: یا اللہ! اگر تو مجھ کو عقل وشعور دیتا، تو

صاحب عقل میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ پسندیدہ اور نیک بخت نہ ہوتا اور زمانہ فترت میں ہلاک ہونے والا عرض کرے گا: ربّ العالمین اگر تیری جانب سے مجھ کو پیغام وعدہ ملا ہوتا تو جن لوگوں کو عہد و پیمان ملا ہوا تھا ان میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ سعید و نیک بخت نہ ہوتا۔ پھر نابالغ بچے عرض کریں گے: یا اللہ! اگر تو مجھ کو زندگی و عمر دیتا تو عمر والوں میں مجھ سے زیادہ سعید و متقی کوئی بھی نہ ہوتا۔

پھر حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: میں تم لوگوں کو ایک حکم دیتا ہوں، کیا تم لوگ میری اطاعت کرو گے؟ وہ لوگ عرض کریں گے: تیری عزت کی قسم ہاں قبول کریں گے۔ ارشاد ہوگا: جاؤ جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ اگر وہ لوگ داخل ہو جاتے تو نارِ جہنم ذرا بھی ضرر نہیں پہنچاتی، پھر ان لوگوں کے سامنے ایک شعلہ و شرارہ نمودار ہوگا جو اس قدر تباہ کن اور ہیبت ناک ہوگا جس کو (دیکھ کر یہ لوگ) گمان کریں گے کہ یہ تو تباہ و برباد کر دے گا، کیونکہ حق تعالیٰ نے ایسی ہلاک کرنے والی کوئی چیز پیدا ہی نہیں کی، تو جلدی سے واپس ہو جائیں گے اور عرض کریں گے: ربّ العالمین! ہم تو بھاگ آئے؛ مگر تیری عزت وجلال کی قسم ہم تو داخل ہونا چاہتے تھے کہ اچانک ہم پر ایک شعلہ فشاں نکلا، جس کو دیکھ کر ہم نے گمان کیا کہ یہ نیست و نابود کر دے گا اور آج تک حق تعالیٰ نے ایسی خطرناک کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ پھر حق تعالیٰ دوسری بار ان لوگوں کو حکم فرمائیں گے: وہ لوگ دوسری بار بھی واپس آ جائیں گے اور وہی سابقہ کیفیت کو دہرائیں گے۔ پھر حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: میں تم لوگوں کی پیدائش سے قبل جانتا تھا کہ تم لوگ کیا اعمال کرو گے، لہٰذا میں نے اپنے علم ازلی کی بنیاد پر تم لوگوں کو پیدا کیا اور میں نے اپنے علم ابدی کی بنیاد پر تم لوگوں کو چلایا۔ اے نارِ جہنم ان لوگوں کو ملا لو، پس آگ ان کو پکڑ لے گی۔

باب : لَيَعْذَرَنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰى آدَمَ ثَلَاثَةِ مَعَاذِيْرَ....

باب: قیامت کے دن حق تعالیٰ تین چیزوں کا عذر بیان کر دیں گے

(٦١٧) عن الحسن ﵁ قال: خطبنا أبو هريرة ﵁ على منبر رسول الله ﷺ

فقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول:

"لَيَعْتَذِرَنَّ (لَيَعْذَرَنَّ) اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰى آدَمَ ثَلَاثَ مَعَاذِيْرَ، يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا آدَمُ! لَوْ لَا أَنِّيْ لَعَنْتُ الْكَذَّابِيْنَ، وَ أَبْغَضْتُ الْكِذْبَ الْخَلْفَ وَ أُعَذِّبُ عَلَيْهِ لَرَحِمْتُ الْيَوْمَ وُلْدَكَ أَجْمَعِيْنَ مِنْ شِدَّةِ مَا أَعْدَدْتُ لَهُمْ مِنَ الْعَذَابِ، وَ لٰكِنَّ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَإِنْ كُذِّبَتْ رُسُلِي وَ عُصِيَ أَمْرِيْ (رُسُلِيْ) لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ. وَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوجلَّ: يَا آدَمُ! اِعْلَمْ أَنِّيْ لَا أُدْخِلُ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ النَّارَ أَحَدًا وَ لَا أُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا مَنْ قَدْ عَلِمْتُ بِعِلْمِيْ أَنِّيْ لَوْ رَدَدْتُهُ إِلَى الدُّنْيَا لَعَادَ إِلٰى شَرِّ مَا كَانَ مِنْهُ (فِيْهِ) وَ لَمْ يَرْجِعْ لم يعتب وَ يَقُوْلُ اللّٰهُ: يَا آدَمُ! قَدْ جَعَلْتُكَ حَكَمًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ ذُرِّيَّتِكَ، قُمْ عِنْدَ الْمِيْزَانِ، فَانْظُرْ مَا يَرْفَعُ إِلَيْكَ مِنْ أَعْمَالِهِمْ، فَمَنْ رَجَّحَ مِنْهُمْ خَيْرَهُ عَلٰى شَرِّهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فَلَهُ الْجَنَّةُ حَتّٰى تَعْلَمَ أَنِّيْ لَا أُدْخِلُ مِنْهُمُ النَّارَ إِلَّا ظَالِمًا."

[ضعيف جداً] (أخرجه الطبراني في الصغير ج ٢ ص ٣١)

حق جل مجدہ آدمؑ کو ہی حکم بنا کر میزان کے پاس کھڑا کردیں گے

(٦١٧) ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک روز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے منبر رسول ﷺ پر خطبہ دیا اور فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا فرماتے ہوئے: حق جل مجدہ قیامت کے دن آدمؑ سے تین چیزوں کا عذر بیان کرے گا۔(یعنی آدمؑ یہ تین چیزیں ضروری تھیں تم محسوس نہ کرو گے) حق جل مجدہ فرمائے گا: اے آدمؑ! اگر میں جھوٹوں پر لعنت نہ کر چکا ہوتا اور جھوٹ پر میرا غضب نہ ہوتا، اور بدعہدی و برائی، اور اس پر عذاب کا فیصلہ نہ کر چکا ہوتا تو آج میں تیری تمام اولاد پر رحم کرتا، اس عذاب سے جو عذاب میں ان کے لیے تیار کیے ہوا ہوں۔ لیکن میرا قول وفیصلہ سچا ہے کہ اگر میرے رسول بھی جھوٹ بولیں اور میرے حکم کی نافرمانی کریں میرے رسول، تو میں یقیناً جہنم کو بھروں گا تمام جنات وانسان سے۔ اور حق جل مجدہ فرمائے گا: اے آدمؑ تو خوب جان لے کہ میں تیری

ذریت میں سے کسی کو دوزخ میں نہیں داخل کروں گا الا یہ کہ میں نے اچھی طرح خوب اپنے علم وسیع سے جان لیا کہ اگر اس کو دوبارہ دنیا میں بھیجوں گا تو پہلے سے زیادہ شریر و بدعمل ہوگا اور کبھی بھی دین کی طرف نہیں پلٹے گا اور نہ ہی ندامت کے ساتھ اپنی اصلاح کرے گا اور حق جل مجدہ فرمائے گا: اے آدمؑ میں تم کو اپنے درمیان اور تمہاری ذریت کے درمیان فیصلہ کرنے والا ثالث و حکم بناتا ہوں۔تم خود میزان کے پاس کھڑے ہوجاؤ اور دیکھو جوان کے اعمال پیش ہورہے ہیں، لہٰذا جس کا خیر غالب وراجح ہو اس کی برائی و بدی پر ایک (پتنگا کے برابر، ایک ذرہ کے برابر) ذرہ برابر اس کے لیے جنت کا پروانہ ہے۔ یہاں تک کہ تو خود جان جائے گا کہ میں ان میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہیں کروں گا؛ مگر جو ظالم ہوگا (یعنی بدی و برائی جس کی غالب ہوگی، وہی دوزخ میں جائے گا)۔ (الاتحاف ۸۳۴)

نوٹ: ابغضت الکذب والحلف بھی آیا ہے خلف کی جگہ۔ صحیح حلف ہی معلوم ہوتا ہے۔

خالق کی عظیم ترین پوشیدہ حکمتیں

اللہ ربّ العالمین اس کائنات عالم کے خالق ہیں، بلکہ خلّاق و علیم ہیں، عالم کے ذرّہ ذرّہ کے احوال و کیفیات و خواص کے بھی خالق ہیں، مخلوق کی پیدائش سے قبل ہی اس کی تمام حرکات و سکنات سے باخبر ہیں، مخلوق کو اپنی خبر نہیں معلوم مگر خالق کو اس کا تفصیلی علم علی وجہِ الکمال اس کا علم ذاتی ہے، وہ اپنے بندوں پر نہایت ہی رحم و کرم کا معاملہ اپنے علم محیط سے کرتے ہیں، الغرض ہم خود اپنی جان پر، یا بندہ خود اپنی ذات پر مہربان نہیں جتنا ارحم الراحمین اس پر مہربان ہے، آپ جب اس بات پر ایمان لاچکے اور اپنے رب کی عظیم مہربان ہستی کو عظمت و کبریائی، ترحم و جمالی شان کی قدرت وقوت والی تسلیم کرچکے تو اب ذرا ٹھنڈے دل سے حدیث کو پڑھیے، بہرا ہو یا احمق، بوڑھا، شیخ فانی ہو یا زمانۂ فترت میں مرنے والا یا نومولود ہو، یا مجنون، حق تعالیٰ نے اپنے علم ازلی و محیط میں ان کو دیکھا اور شکر ہے کہ جن لوگوں کو آپ دیکھ کر حق تعالیٰ سے بدگمان ہورہے ہیں، اگر یہ صحیح وسلامت ہوتے تو عالم میں فساد و بگاڑ کا سیلاب اور خون و خرابی کا بازار گرم کرتے، خود بھی عذاب شدید میں

مبتلا ہوتے اور لوگوں کی بھی ناک میں دم کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے شرور وفتن سے ہم کو بچایا اور ان کو بھی عذاب الیم وشدید سے بچا کر کم سے کم تر میں رکھا۔ آپ کی نگاہ ان کے اوپر گئی اور خالق کی عظیم ترین حکمت خفیہ پر کیوں نہ گئی؟ ہمارے رب، ہمارے خالق نے آتش فشاں، جوّال ومتحرک مادّہ فساد کو بڑھنے سے روک کر ان پر اور ہم پر رحم وکرم کا سایہ کیا ہے، نہ کہ ان پر ظلم ہوا ہے، آخر حضرت موسیٰؑ وخضرؑ کے طویل ترین سفر کی سرگزشت آپ نے قرآن میں نہیں پڑھی خضرؑ نے بچہ کو قتل کیا، کشتی کی ہیئت بگاڑ دی، موسیٰ علیہ السلام کو بھی وہی خیال پیدا ہوا جو آپ کو ان احادیث کے پڑھنے سے ہو رہا ہے، جب خضرؑ نے علم الٰہی کے اسرار ورموز منکشف کیے تو موسیٰ علیہ السلام نے قصورِ علم ومعرفت کا اعتراف کیا اور علم الٰہی ازلی کی شان بے نہایت پر سر تسلیم خم۔

مطالبۂ عمل پر قدم بڑھائیں گے اور مطالبۂ ایمان پر سرِ تسلیم خم کر دیں گے

اس لیے قرآن وحدیث کے مطالعہ وقرأت کے وقت اس بات کا مکمل ایمان و ایقان ہو کہ ہماری کوتاہ فہم وفراست، ناتمام علم ومعرفت بہت ہی بلندی پر پہنچ کر بھی مخلوق کے دائرۂ امکان سے باہر نہیں جاتی اور یہ کلام خالق کا ہے یا خالق کے رسول خاتم ﷺ کا، اور دونوں ہی ہماری جان سے زیادہ ہم کو عزیز ہیں، جہاں مطالبۂ عمل ہوگا، قدم بڑھائیں گے اور جہاں مطالبہ ایمان وایقان ہوگا سر تسلیم خم کر دیں گے، ان احادیث رسول ﷺ میں حق تعالیٰ کی ذات سے ہمارے ایمان وایقان کا تعلق ہے، یہ ہماری آزمائش ہے نہ کہ ربّ العزّت کی قدرت پر انگشت نمائی کا موقع۔ ہم تو اللہ ربّ العزّت کا شکر وحمد کریں کہ اس نے ہمیں اس فہرست میں نہیں رکھا۔ ہم سے شکر کا حق ادا ہو جائے اس کا اہتمام کریں۔ اس لیے حدیث میں اس کی بھی فداہ ابی وامی ﷺ نے اطلاع دیدی کہ حق تعالیٰ ان کو حکم دے گا کہ اچھا تم میری مان لو اور وہاں چلے جاؤ، مگر وہ لوگ وہاں بھی حکم عدولی کریں گے خواہ اس کا سبب جو بھی ہو اور امر وحکم الٰہی کو توڑ دیں گے، واپس چلے آئیں گے۔

میرے دوستو! حکم الٰہی کو ماننا ہی تو ایمان ہے۔ نفس وخواہشات اور مشاہدہ کے

خلاف حکم وامر ربّی کو ماننا ہی تو فلاح وکامیابی کا راز ہے۔ ربّ العزّت نے غیب پر ایمان کا مطالبہ کیا ہے۔ آپکو جن پر ارحم الراحمین سے زیادہ رحم آرہا ہے، یہ تو سوچیۓ کہ بندہ عالمِ مشاہدہ میں پہنچ چکا ہے، ربّ العزّت سے ہم کلام ہے۔ باری تعالیٰ خود حکم دے رہے ہیں فلاں جگہ چلے جاؤ، وہاں بھی بظاہر شعلے وشرارے بھڑکتے نظر آرہے ہیں مگر غیب میں حکمِ الٰہی کے تحت رحمت ہی چھپی ہوئی ہے۔ اوراس کا آخری امتحان ہورہا ہے، کہ یہ مانتا ہے یا نافرمانی کرتا ہے، تاکہ ان اعتراض کرنے والے نادانوں پر بھی رموز واسرار الٰہی عیاں ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ حکمت کھل جائے۔ جنکی نگاہ ارحم الراحمین کی جانب نہیں گئی اور ان نافرمانوں کے ظاہری احوال اورضعف پر گئی۔ اس لیے جو حکم کو مان کر ظاہری مشاہدہ کے خلاف عمل کرلے گا نجات پا جائے گا۔ اور جو حکم کی نافرمانی کرے گا وہ عذاب کا مستحق ہوجائے گا اور اللہ کی حکمت سب پر واضح ہوجائے گی، چونکہ وہ عالم مشاہدہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ ناگوار کو گوارہ کرکے امر وحکم ربانی کو مان لیتے تو آگ ان پر امن وسلامتی کا گہوارہ بن جاتی۔ فَمَنْ دَخَلَهَا عَلَيْهِ بَرْداً وَّ سَلاماً اللہ کے حکم کو ماننے میں دارین کی عافیت وسلامتی ہے۔ بہرحال امر الٰہی کی نافرمانی جو چھپی ہوئی تھی وہ بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے سامنے ظاہر فرمادیں گے، اور کمال علم کا ظہور سب کے سامنے ہوجائے گا، اور عالم آخرت میں بھی ان کی نافرمانی فرماں برداری میں نہیں بدلے گی، جس سے ان کے خمیر وضمیر کی بغاوت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کے احوال سے بخوبی واقف ہے۔ واللہ اعلم، ثمین

اصحاب الاعراف کون لوگ ہوں گے؟

(٦١٨) عن حذيفة رضي الله عنه قال:

”أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ قَوْمٌ تَجَاوَزَتْ بِهِمْ حَسَنَاتُهُمُ النَّارَ، وَ قَصَّرَتْ بِهِمْ سَيِّئَاتُهُمْ عَنِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا: رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذِ اطَّلَعَ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ قَالَ:

قُوْمُوْا: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ فَإِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ.“

[صحیح] (أخرجه الحاکم فی المستدرك ج ۲ ص ۳۲۰)

(۶۱۸) ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب الاعراف، یعنی اعراف میں وہی لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں تو دوزخ سے ان کو بچالیں گی؛ مگر گناہ ان کو جنت میں داخل ہونے سے روک لے گا۔ جب ان کی نگاہ کو جہنمی لوگوں کی طرف پھیر دیا جائے گا تو وہ بول اٹھیں گے۔ رَبَّنَا لَاتَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اے ہمارے رب ہم کو ظالم قوم کے ساتھ نہ کیجئے۔ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک ان کی طرف رب ذوالجلال متوجہ ہوگا اور حق تعالیٰ فرمائے گا: چلو کھڑے ہوکر جنت میں چلے جاؤ، کہ میں نے تم لوگوں کی مغفرت کردی۔ (اخرجه الحاکم فی المستدرك ۲/ ۳۲۰)

اعراف والوں کی دعاء

اعراف والے ایسے لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں، ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں وہ کہاں رہیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی لوگ صاحب اعراف ہیں یہ جنت میں تو داخل نہیں کیے جائیں گے لیکن انھیں جنت کی توقع ضرور ہوگی۔ پھر اسی قسم کے ایک سوال پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ یہ اصحاب اعراف وہ ہیں جو والدین کی اجازت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے اور پھر قتل ہوگئے دخول جنت سے تو اس لیے انھیں روک دیا گیا کہ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف کیا تھا اور دوزخ سے اس لیے بچ گئے کہ راہِ حق میں شہید ہوئے تھے۔
(تفسیر ابن کثیر)

ایک دوسرے کو دیکھنے کا اثر

جنت و دوزخ کے درمیان ایک دوسرے کو دیکھنے اور باتیں کرنے کے راستے بھی درحقیقت اہل جہنم کے لیے ایک اور طرح کا عذاب ہوگا کہ چار طرف سے ان پر ملامت ہوتی ہوگی اور وہ اہل جنت کی نعمتوں اور راحتوں کو دیکھ کر جہنم کی آگ کے ساتھ حسرت کی

آگ میں بھی جلیں گے، اور اہل جنت کے لیے نعمت وراحت میں ایک نئی طرح کا اضافہ ہوگا کہ دوسرے فریق کی مصیبت دیکھ کر اپنی راحت ونعمت کی قدر زیادہ ہوگی، اور جو لوگ دنیا میں دین داروں پر ہنسا کرتے تھے اور ان کا استہزا کیا کرتے تھے اور یہ کوئی انتقام نہ لیتے تھے، آج ان لوگوں کو ذلت وخواری کے ساتھ عذاب میں مبتلا دیکھیں گے تو یہ ہنسیں گے کہ ان کے عمل کی ان کو سزا مل گئی۔ (معارف القرآن مفتی اعظم)

دوزخیوں پر علامت ہوگی

یعنی علاوہ دوزخ میں عذاب ہونے کے ان کے چہروں سے دوزخی ہونے کی علامات ہویدا ہوں گی، یا یہ مطلب ہے کہ وہ ایسے لوگ ہوں گے جن کو اصحاب اعراف نے دنیا میں دیکھا ہوگا۔ اس لیے وہاں صورت دیکھ کر پہچان لیں گے۔ (تفسیر عثمانی)

جنت اور جہنم کی درمیانی دیوار پر رہنے والے

اسی درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا ان کو 'اعراف' کہتے ہیں۔ اصحابِ اعراف کون لوگ ہیں؟ قرطبی نے اس میں بارہ قول نقل کیے ہیں، ہمارے نزدیک ان میں راجح وہی قول ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہؓ اور اکثر سلف و خلف سے منقول ہے۔ یعنی وزن اعمال کے بعد جن کے حسنات بھاری ہوں گے وہ جنتی ہیں اور جن کے سیئات غالب ہوئے وہ دوزخی، اور جن کے حسنات وسیئات بالکل مساوی ہوں گے وہ اصحابِ اعراف ہیں' روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام کار اصحابِ اعراف جنت میں چلے جائیں گے اور یہ ویسے بھی ظاہر ہے کہ جب عصاۃ مومنین جن کے سیئات غالب تھے، جہنم سے نکل کر آخر کار جنت میں داخل ہوں گے، تو اصحابِ اعراف جن کے حسنات اور سیئات برابر ہیں وہ ان سے پہلے داخل ہونے چاہئیں گویا اصحاب اعراف کو اصحاب یمین کی ایک کمزور قسم سمجھنا چاہیے۔ جس طرح 'سابقین مقربین' فی الحقیقت اصحاب یمین کی ایک ایسی قسم ہے جو اپنی اولوالعزمیوں کی بدولت عام

'اصحابِ یمین' سے کچھ آگے نکل گئے ہیں، اس کے بالمقابل ''اصحاب اعراف'' گری ہوئی قسم ہے جو اپنے اعمال کی کثافت کی وجہ سے عام اصحاب یمین سے کچھ پیچھے رہ گئے ہیں، یہ لوگ 'اہل جہنم' اور 'اہل جنت' کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے دونوں طبقے کے لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے، جنتیوں کو ان کے سفید اور نورانی چہروں سے اور دوزخیوں کو ان کی روسیاہی اور بدرونقی سے۔ بہرحال جنت والوں کو دیکھ کر سلام کریں گے جو بطور مبارک باد ہوگا اور چونکہ خود ابھی جنت میں داخل نہیں ہوسکے ان کی طمع اور آرزو کریں گے جو آخرکار پوری کردی جائے گی۔ (تفسیر عثمانی)

اعراف والوں کی معافی

ہناد ابن ابی خاتم رضی اللہ عنہ اور ابوالشیخ نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اعراف جنت و دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہوگی اور اصحاب اعراف وہ لوگ ہوں گے کہ جن کو اللہ وہاں روک دے گا پھر جب اللہ ان کو معاف کرنا چاہے گا تو سب سے پہلے ان کو ایک نہر کی طرف لے جائے گا جس کا نام نہر حیات ہوگا جس کے دونوں کنارے سونے کے موتیوں سے جڑے ہوں گے اور اس کی مٹی مشک کی ہوگی۔ اسی نہر میں اصحاب اعراف کو ڈالا جائے گا (نہاتے ہی) ان کے رنگ درست ہوجائیں گے اور سینے پر ایک سفید چمک دار تل نمودار ہوجائے گا تو اللہ ان کو طلب فرما کر دریافت فرمائے گا کہ اب تمہاری کیا تمنا ہے جو چاہو مانگو، وہ لوگ اپنی تمنا ظاہر کریں گے جب ان کی ساری تمنائیں ختم ہوجائیں گی (اور کوئی تمنا باقی نہ رہے گی) تو اللہ فرمائے گا تم کو وہ چیزیں دی گئیں، جن کی تم نے تمنا کی اور اتنی ہی اور بھی اور ستر ہزار گنا مزید۔ چنانچہ وہ جنت میں داخل کردیے جائیں گے مگر ان کے سینوں پر ایک سفید تل چمکتا ہوگا اسی سے ان کی پہچان ہوگی، یہ لوگ مساکین اہل جنت (جنتیوں میں مسکین) کہلائیں گے۔ (تفسیر مظہری)

فِیْ قِصَّةِ ذِبْحِ الْمَوْتِ

باب: یُؤْتٰی بِالْمَوْتِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُوْقَفُ عَلَی الصِّرَاطِ ......

باب: موت کوذبح کرنے کا واقعہ

(٦١٩) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

’’یُؤْتٰی بِالْمَوْتِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُوْقَفُ عَلَی الصِّرَاطِ فَیُقَالُ: یَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَیَنْطَلِقُوْنَ خَائِفِیْنَ وَجِلِیْنَ أَنْ یُخْرَجُوْا مِنْ مَکَانِهِمُ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ. ثُمَّ یُقَالُ: یَا أَهْلَ النَّارِ فَیَنْطَلِقُوْنَ فَرِحِیْنَ مُسْتَبْشِرِیْنَ أَنْ یُخْرَجُوْا مِنْ مَکَانِهِمُ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ، فَیُقَالُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا؟ فَیَقُوْلُوْنَ (نَعَمْ رَبَّنَا) هٰذَا الْمَوْتُ . فَیُؤْمَرُ بِهِ فَیُذْبَحُ عَلَی الصِّرَاطِ، ثُمَّ یُقَالُ لِلْفَرِیْقَیْنِ کِلَاهُمَا خُلُوْدٌ وَ لَا مَوْتَ فِیْهِ أَبَدًا.‘‘

[حسن] (أخرجه ابن حبان فی صحيحه ٢٦١٤/ موارد الظمآن)

موت کو پل صراط پر لا کر ذبح کر دیا جائے گا

(٦١٩) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن موت کو (ایک شکل دے کر) لایا جائے گا اور اس کو پل صراط پر کھڑا کر دیا جائے گا اور آواز دی جائے گی: یا اہل الجنۃ! اے اہل جنت، تو اہل جنت خوف و ہراس کے عالم میں متوجہ ہوں گے کہ شاید ان کو جنت سے جہاں وہ ہیں ان کو نکلنے کا حکم ہو۔ پھر کہا جائے گا: اے دوزخ والے! تو جہنمی جہاں ہوں گے، اسی مقام پر وہ خوشی و مسرت کے ساتھ متوجہ ہوں گے کہ شاید ان کو جہنم سے نجات کا حکم و پروانہ ملے۔ اب ان لوگوں کو کہا جائے گا: تم پہچانتے ہو اس کو۔ وہ عرض کریں گے: ہاں! ہمارے رب یہ تو موت ہے۔ اب اس کو حکم رب سے پل صراط پر ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر اہل جنت و جہنم دونوں گروہ سے کہا جائے گا: اور اب تم دونوں کو موت نہیں۔ نہ جنت میں موت، نہ ہی جہنم میں موت۔

اہلِ جنت خوش ہو جائیں گے اور اہل جہنم کی حسرت بڑھ جائے گی

(٦٢٠) لأبی یعلی— واللفظ له— والطبرانی والبزارعن أنس ﷺ :

قال:قال رسول اللّٰه ﷺ:

”یُؤْتٰی بِالْمَوْتِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ كَأَنَّهٗ كَبْشٌ أَمْلَحُ فَیُوْقَفُ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ ثُمَّ یُنَادِی مُنَادٍ: یَا أَهْلَ الْجَنَّةِ. فَیَقُوْلُوْنَ: لَبَّیْکَ رَبَّنَا. قَالَ: فَیُقَالُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا؟ فَیَقُوْلُوْنَ : نَعَمْ رَبَّنَا هٰذَا الْمَوْتُ. ثُمَّ یُنَادِی مُنَادٍ: یَا أَهْلَ النَّارِ! فَیَقُوْلُوْنَ : لَبَّیْکَ رَبَّنَا. قَالَ: فَیُقَالُ لَهُمْ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا؟ فَیَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ رَبَّنَا هٰذَا الْمَوْتُ. فَیُذْبَحُ كَمَا تُذْبَحُ الشَّاةُ. فَیَأْمَنُ هٰؤُلَاءِ وَ یَنْقَطِعُ رَجَاءُ هٰؤُلَاءِ.“

[صحیح](كما فی الترغیب ج ٤ ص١٠٤٣)

(٦٢٠) ترجمہ: حضرت انس ﷺ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موت کو قیامت کے دن سفید مینڈھا کی شکل میں لاکر جنت وجہنم کے درمیان کھڑا کردیا جائے گا، پھر آواز لگائی جائے گی: **یا اهل الجنه**، وہ بول اٹھیں گے: **لبیک ربنا** ہمارے رب ہم حاضر ہیں۔ان کو کہا جائے گا: تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ہاں ہم پہچانتے ہیں۔ ہمارے رب، یہ تو موت ہے۔ پھر ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا۔ **یا اهل النار**، اے دوزخیو! وہ بول پڑیں گے: **لبیک ربنا** ہمارے رب ہم حاضر ہیں۔ ان سے کہا جائے گا: تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ہاں ہمارے رب یہ تو موت ہے۔بس اس کو ذبح کردیا جائے گا جس طرح بکری کو ذبح کیا جاتا ہے۔اب اہل جنت امن وامان پالیں گے اور اہل نار ودوزخ کی حسرت بڑھ جائے گی اور تمام امیدیں بالکل منقطع ہو جائیں گی۔ (الترغیب والترہیب۔۴/۱۰۴۳)

موت وحیات کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ﴾ یعنی پیدا کیا اس نے موت اور حیات کو۔احوالِ انسانی میں سے یہاں صرف دو چیزیں

موت وحیات بیان کی گئیں کیونکہ یہی دونوں انسان کے تمام عمر کے احوال وافعال پر حاوی ہیں، حیات کے لیے پیدا کرنے کا لفظ تو اپنی جگہ ظاہر ہے کہ حیات ایک وجودی چیز ہے تخلیق وتکوین کا اس سے متعلق ہونا ظاہر ہے لیکن موت جو بظاہر ایک عدم کا نام ہے، اس کے ساتھ تخلیق کا تعلق کس طرح ہوا، اس کے جواب میں ائمۂ تفسیر سے متعدد اقوال منقول ہیں، سب سے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ روح اور بدن کا تعلق منقطع کر کے روح کو ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کرنے کا نام ہے، اور یہ ایک وجودی چیز ہے، غرض جس طرح حیات ایک حال ہے جو جسم انسانی پر طاری ہوتا ہے اسی طرح موت بھی ایک ایسا ہی حال ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور بعض دوسرے ائمۂ تفسیر سے جو یہ منقول ہے کہ موت وحیات دو مجسّم مخلوق ہیں، موت ایک مینڈھے کی شکل میں اور حیات ایک گھوڑی کی شکل میں ہے، اس سے مراد بظاہر اس صحیح حدیث کا بیان ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ جب قیامت میں اہلِ جنت، جنت میں اور اہلِ دوزخ، دوزخ میں داخل ہو چکے ہوں گے تو موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور پل صراط کے پاس اس کو ذبح کر کے اعلان کر دیا جائے گا کہ اب جو جس حالت میں ہے وہ دائمی اور ابدی ہے۔ اب کسی کو موت نہیں آئے گی، مگر اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ دنیا میں موت کوئی جسم ہو بلکہ جس طرح دنیا کے بہت سے احوال واعمال قیامت میں مجسّم اور متشکل ہو جائیں گے جو بہت سی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اسی طرح موت جو انسان کو پیش آنے والی ایک حالت ہے وہ بھی قیامت میں مجسّم ہو کر مینڈھے کی شکل میں ذبح کر دی جائے گی۔ (قرطبی)

اور تفسیر مظہری میں فرمایا کہ موت اگرچہ عدمی چیز ہے مگر عدم محض نہیں، بلکہ ایسی چیز کا عدم ہے جس کو وجود میں کسی وقت آنا ہے اور ایسے تمام معدومات کی شکلیں عالم مثال میں قبل از وجود ناسوتی موجود ہوتی ہیں جن کو اعیان ثابتہ کہا جاتا ہے ان اشکال کی وجہ سے ان کو قبل الوجود بھی ایک قسم کا وجود حاصل ہے اور عالم مثال کے موجود ہونے پر بہت سی

روایات حدیث سے استدلال فرمایا ہے۔ واللہ اعلم

موت وحیات کے درجات مختلفہ

تفسیر مظہری میں ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے اپنی قدرت اور حکمت بالغہ سے مخلوقات وممکنات کومختلف اقسام میں تقسیم فرما کر ہر ایک کوحیات کی ایک قسم عطا فرمائی ہے، سب سے زیادہ کامل ومکمل حیات انسان کوعطا فرمائی جس میں یہ صلاحیت بھی رکھ دی کہ وہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت ایک خاص حدتک حاصل کرسکے اور یہ معرفت ہی بناءِ تکلیفِ احکامِ شرعیہ اور وہ بارِ امانت ہے، جس کے اٹھانے سے آسمان وزمین اور پہاڑ سب ڈر گئے، اور انسان نے اپنی اُس موھوبِ الٰہی صلاحیت کے سبب اٹھالیا۔ اس حیات کے مقابل وہ موت ہے، جس کا ذکر قرآن کریم کی آیت ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنٰهُ﴾ میں ذکر فرمایا ہے، کہ کافر کو مردہ، اور مومن کو زندہ قرار دیا گیا۔ کیونکہ کافر نے اپنی اس معرفت کوضائع کردیا، جوانسان کی مخصوص حیات تھی۔ اور بعض اصناف واقسام مخلوقات میں یہ درجہ حیات کا تو نہیں، مگر حس وحرکت موجود ہے۔ اس کے مقابل وہ موت ہے، جس کا ذکر قرآن کریم کی آیت ﴿كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ﴾ میں آیا ہے، کہ اس جگہ حیات سے مراد حس وحرکت، اور موت سے مراد اس کا ختم ہوجانا ہے۔ اور بعض اقسام ممکنات میں یہ حس وحرکت بھی نہیں صرف نمو (بڑھنے کی صلاحیت) ہے جیسے عام درختوں اور نباتات میں اس کے بالمقابل وہ موت ہے، جس کا ذکر قرآن کی آیت ﴿يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ میں آیا ہے۔ حیات کی یہ تین قسمیں انسان، حیوان، نبات میں منحصر ہیں ان کے علاوہ اور کسی چیز میں یہ اقسام حیات نہیں ہیں۔ اسی لیے حق تعالیٰ نے پتھروں سے بنے ہوئے بتوں کے متعلق فرمایا اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ لیکن اس کے باوجود جمادات میں بھی ایک خاص حیات موجود ہے۔ جو وجود کے ساتھ لازم ہے، اسی حیات کا اثر ہے، جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾ یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کی تسبیح نہ پڑھتی ہو، اور آیت میں موت کا ذکر مقدم کرنے

کی وجہ بھی اس بیان سے واضح ہوگئی کہ اصل کے اعتبار سے موت ہی مقدم ہے ہر چیز جو وجود میں آئی ہے پہلے موت کے عالم میں تھی بعد میں اس کو حیات عطا ہوئی ہے، اس لیے موت کا ذکر مقدم کیا گیا اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آگے جو موت وحیات کی تخلیق کی وجہ سے انسان کی آزمائش وابتلاء کوقرار دیا ہے۔ ﴿ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ﴾ یہ آزمائش بہ نسبت حیات کے موت میں زیادہ ہے۔ کیونکہ جس شخص کو اپنی موت کا استحضار ہوگا وہ اچھے اعمال کی پابندی زیادہ سے زیادہ کرے گا، اور اگر چہ یہ آزمائش حیات میں بھی ہے کہ زندگی کے قدم قدم پر اس کو اپنا عجز اور اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کا استحضار ہوتا رہتا ہے، جو حسن عمل کی طرف داعی ہے لیکن موت کی فکر اصلاح عمل اور حسن عمل میں سب سے زیادہ مؤثر ہے۔

موت بڑا واعظ ہے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے۔ وَكَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا وَكَفٰى بِالْيَقِيْنِ غِنٰى ، یعنی موت وعظ کے لیے کافی ہے اور یقین غنی کے لیے (رواہ الطبرانی) مراد یہ ہے کہ اپنے دوستوں عزیزوں کی موت کا مشاہدہ سب سے بڑا وعظ ہے جو اس سے متاثر نہیں ہوتا اس کا دوسری چیزوں سے متاثر ہونا مشکل ہے اور جس کو اللہ نے ایمان و یقین کی دولت عطا فرمائی اس کے برابر کوئی غنی و بے نیاز نہیں۔ اور ربیع بن انس نے فرمایا انسان کو دنیا سے بیزار کرنے اور آخرت کی طرف رغبت دینے کے لیے کافی ہے۔

اَحْسَنُ عَمَلاً یہاں یہ بات قابل نظر ہے کہ انسان کی اس آزمائش میں جو اس کی موت وحیات سے وابستہ ہے حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کس کا عمل اچھا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ کس کا عمل زیادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی عمل کی مقدار کا زیادہ ہونا قابلِ توجہ نہیں بلکہ عمل کا اچھا اور صحیح ومقبول ہونا معتبر ہے اسی لیے قیامت میں انسان کے اعمال کو گنا اور شمار نہیں کیا جائے گا، بلکہ تولا جائے گا، جس میں بعض ایک ہی عمل کا وزن ہزاروں اعمال سے بڑھ جائے گا۔

حسنِ عمل کیا ہے؟

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یہاں تک کہ اَحْسَنُ عَمَلًا تک پہنچے تو فرمایا (اَحْسَنُ عَمَلًا) وہ شخص ہے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے سب سے زیادہ پرہیز کرنے والا ہو اور اللہ کی اطاعت میں ہر وقت مستعد و تیار ہو۔ (قرطبی/معارف القرآن)

موت کی موت

حاکمؒ اور ابن حبانؒ نے بیان کیا ہے اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا الخ۔ ان روایات کے سلسلہ میں سلف کا طریقہ یہ رہا ہے کہ ان کے معنی پر غور نہ کیا جائے صرف مان لیا جائے اور دوسرے متشابہات کی طرح ان کے (حقیقی) علم کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔ (اور کہہ دیا جائے ہمارا ان پر ایمان ہے اور ان کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔) سیوطیؒ نے حکیم ترمذیؒ کا یہی قول نقل کیا ہے۔ لیکن صوفیہ صافیہ کو چونکہ عالم مثال کا بھی کشف ہوتا ہے اور عالم مثال میں ہر جوہر عرض بلکہ غیر مادی چیز بلکہ باری تعالیٰ کی بھی ایک شکل ہے باوجودیکہ اللہ ہر شباہت سے پاک ہے اور عالم مثال پر ہی اس حدیث کو محمول کیا جاتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ کو بے ریش و بروت جوان کی شکل میں دیکھا اور اس کے دونوں پاؤں میں سونے کی جوتیاں تھیں، کبھی اللہ کی قدرت سے صورت مثالیہ عالم مثال سے عالم شہادت کی طرف منتقل ہو کر آجاتا ہے۔ بکثرت اولیاء کی اس سلسلہ میں کرامتیں مشہور ہیں، تو ممکن ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تو عالم مثال سے موت کی صورت مثالیہ لوگوں کے سامنے لے آئے۔ اور بحکم الٰہی اس کو ذبح کر دیا جائے، تاکہ جنت اور دوزخ والے سمجھ جائیں (کہ موجودہ مکان میں) ہمیشہ رہنا ہے (آئندہ کبھی) موت نہیں ہوگی۔ اسلام، ایمان، قرآن، اعمال، امانت، رحم اور

دنیاوی ایام کے حشر کا جو صحیح احادیث میں تذکرہ آیا ہے اس کی مراد بھی یہی ہے (کہ عالم مثال میں چونکہ ان سب کی صورتیں ہیں وہ ہی صورتیں سامنے لے آئی جائیں گی)۔

اعمال اور معانی کی صورتیں

سیوطیؒ نے بدور سافرہ میں بیان کیا ہے کہ تمام اعمال اور معانی (یعنی اجسام کے علاوہ) بھی مخلوق ہیں جن کی صورتیں اگرچہ ہم کو نظر نہیں آتیں لیکن اللہ کے علم میں ان کی صورتیں ہیں، اہل حقیقت نے صراحت کی ہے کہ معانی کی حقیقتوں سے واقف ہونا اور ان کی صورت جسمانی، مشاہدہ کرنا کشف (اولیاء) کی ایک خاص قسم ہے۔ احادیث اس کی بکثرت شاہد ہیں (انتہیٰ) سیوطی کا یہ قول عالم مثال کا بیان ہے (اولیاء کو عالم مثال ہی کا کشف ہوتا ہے عالم مثال ہی میں وہ معانی کی صورتیں دیکھتے ہیں)۔

امتحان کا مقصد

لِيَبْلُوَكُمْ یعنی اوامر ونواہی کا پابند بنا کر اللہ تمہارے ساتھ بھی ویسا ہی عمل کرنا چاہتا ہے جیسا ممتحن امتحان دینے والوں کے ساتھ (ان کے درجات کو الگ الگ کر دینے کے لیے) کرتا ہے مطلب یہ کہ بندوں کو مکلّف کرنا بصورت امتحان ہے لیکن یہ امتحان اس لیے نہیں کہ اللہ کو بندوں کی وہ حالت معلوم ہو جائے جو پہلے معلوم نہ تھی بلکہ اس لیے ہے کہ بندوں کے درجات کو الگ الگ کر دیا جائے کوئی دوزخی اور کوئی جنتی ہو جائے۔

اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً بغویؒ نے بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اَحْسَنُ عَمَلاً یعنی کون زیادہ اچھی سمجھ رکھتا ہے اور کون ممنوعات الٰہیہ سے اپنے نفس کی بازداشت کرنے والا ہے اور کون اطاعتِ الٰہیہ میں زیادہ سرگرم ہے گویا عمل سے مراد فہم تقویٰ اور اطاعت، لِيَبْلُوَكُمْ کا تعلق خلق الموت والحیات سے ہے یعنی تخلیقِ موت وحیات کی حکمت یہ ہے کہ فرماں بردار اور نافرمان کا (جدا جدا) ظہور ہو جائے کیونکہ اوامر ونواہی کا پابند بنانے کا مدار زندگی پر ہے زندگی ہی کی وجہ سے تعمیل احکام کی قدرت حاصل

ہوتی ہے۔

ایمان بڑی دولت

اور موت ایک واعظ ہے جس سے دانشمند نصیحت اندوز ہوتا ہے اور آخرت کے لیے توشہ فراہم کرنے کا موقع غنیمت سمجھتا ہے۔

حیات، موت کا انقلاب صانع، حکیم، مختار کے وجود کی دلیل ہے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے موت سب سے بڑا واعظ ہے اور ایمان سب سے بڑی دولت۔ (راوہ الطبرانی)

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کا مرسل قول نقل کیا ہے کہ دنیا سے بے رغبت بنانے اور آخرت کی اندرونی طلب پیدا کرنے کے لیے موت کافی ہے۔

سات چیزوں سے پہلے عمل کرلو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سات چیزوں سے پہلے عمل کرلو، جو تمہارے سامنے آئیں گی۔(۱)ایسا افلاس جو (اللہ اور احکام الٰہیہ کو) فراموش کردے (۲)ایسی دولت جو سرکش بنادے (۳) تباہ کن بیماری (۴) بے علم بنا دینے والا بڑھاپا (۵)دنیا کو چھڑا دینے والی موت (۶)دجال یہ ایسا شر ہے جس کا (ہر پیغمبر کے زمانہ میں) انتظار کیا جاتا رہا ہے (۷)اور قیامت کے ساتھ جو سب سے بڑی مصیبت اور تلخ ترین حقیقت ہے۔ترمذیؒ اور حاکمؒ نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، احمد اور مسلم نے بروایت حضرت ابوہریرہؓ مرفوعاً بیان کیا ہے کہ چھ چیزوں سے پہلے اصلاح کرلو(۱) مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا (۲) دھواں(۳)دابۃ الارض (۴)دجال (۵)وہ چیز جو ہر شخص کے لیے مخصوص ہے یعنی موت (۷)اور وہ امر جو عمومی ہوگا یعنی قیامت۔ بیہقی نے حضرت ابوامامہؓ کی روایت سے اسی طرح کی حدیث نقل کی ہے۔(تفسیر مظہری)

اہلِ جنت وجہنم کا خلود ابدی اور حسرت

جنت وجہنم کے درمیان جب دونوں کو پہچان کرا کر موت کا خدشہ ختم ہو جائے گا تو دونوں کو ابدی وسرمدی مسرت وندامت کا یقین ہو جائے گا۔ یعنی جنت والے ابدی وسرمدی نعمت اور اہل نار ابدی خسران ونقصان میں۔ اور حسرت کہ اگر وہ مومن ہوتے تو ان کو جنت ملتی اور اب ابدی عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ اور اہل جنت کو بھی حسرت ہوگی ان لمحات پر جو بغیر ذکر کے گزرے ہیں اور یہ کہ اور زیادہ نیک اعمال کیوں نہ کر لیے کہ اور زیادہ درجات جنت ملتے اور بدکار کو اس پر کہ وہ اپنی بدکاری سے باز کیوں نہ آ گیا اس لیے اس دن کو یوم الحسرۃ بھی قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم!

(ثمین، رجب ۱۴۳۲ھ)

باب : اِذَا أَدْخَلَ اللّٰهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ

باب: حق تعالی اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل کر دیں گے

(٦٢١) لأبی بکر محمد بن إبراهيم الاسماعيلی عن أيفع الكلاعی ﷺ وله صحبة:

"إِذَا أَدْخَلَ اللّٰهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ: قَالَ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ؟ قَالُوْا: لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ. قَالَ: نِعِمَّا اتَّجَرْتُمْ فِیْ يَوْمٍ أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ رِضْوَانِیْ وَ جَنَّتِیْ اُمْكُثُوْا خَالِدِيْنَ مُخَلَّدِيْنَ. ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا أَهْلَ النَّارِ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ. قَالُوْا: لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ. قَالَ: بِئْسَ مَا اتَّجَرْتُمْ فِی يَوْمٍ أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ غَضَبِیْ وَ سَخَطِیْ اُمْكُثُوْا فِيْهَا خَالِدِيْنَ مُخَلَّدِيْنَ. فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُوْنَ. فَيَقُوْلُ: اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ آخِرَ عَهْدِهِمْ بِكَلَامِ رَبِّهِمْ."

[ضعيف] (كما فی كنز العمال ج ١٤/ ٣٩٣٦٣)

خبردار! جوتم نے کوئی بات کی

(۶۲۱) ترجمہ: ایفع کلاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (اور انھیں شرفِ صحابیت حاصل ہے) جب حق جل مجدہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل کر چکیں گے، تو ارشاد ہوگا: اے اہل جنت تم لوگ زمین میں کتنے سال تھے؟ اہل جنت جواب دیں گے: ہم دنیا میں بس ایک دن یا ایک دن سے بھی کم تھے؟ حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: بہت ہی اچھی اجرت تم لوگوں نے ایک دن یا دن کے بعض حصے میں حاصل کی، یعنی میری رضا و جنت، اچھا تم لوگ ہمیشہ ہمیش کے لیے جنت میں رہو، پھر ارشاد ہوگا: اہلِ نار تم لوگ زمین میں کتنے سال رہے ہو؟ وہ جواب دیں گے: ایک دن یا اس سے بھی کم۔ حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: بہت ہی بری کمائی و مزدوری ہے جو تم نے دن بھر میں یا دن کے تھوڑے حصے میں کمائی، میرا قہر و غضب، ناراضگی و خفگی تم پر ہو، اب تم جہنم میں ہمیشہ ہمیش کے لیے رہو۔

وہ عرض کریں گے: ہمارے رب ہم کو جہنم سے نکال دیجیے! اب کی اگر ہم نے نافرمانی کی تو ظالم ہوں گے ان کو جواب دیا جائے گا: اسی جہنم میں ذلیل و رسوا رہو خبردار! جو تم نے کوئی بات کی۔ یہ اہل جہنم کی آخری گفتگو ربّ العالمین سے ہوگی۔

نوٹ: حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: کہ اہل جہنم کا یہ آخری کلام ہوگا جس کے جواب میں حکم ہو جائے گا کہ ہم سے کلام نہ کرو، پھر وہ کسی سے کچھ کلام نہ کر سکیں گے جانوروں کی طرح ایک دوسرے کی طرف بھونکیں گے۔

الغرض یہ ان کا آخری کلام ہوگا، اس کے بعد کچھ نہ بول سکیں گے۔

(معارف القرآن: ج۶، ص۳۴۷)

ایک دِن یا ایک دِن سے بھی کم مدت میں جنت وجہنم

حق جل مجدہ جب اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جحیم وجہنم میں ڈال دیں گے تو دونوں گروہ سے ایک ہی سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کتنی مدت رہے ہوگے۔ وہ دونوں ہی

ایک جواب دیں گے کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم مدت رہے ہوں گے۔

قلیل مدت میں اہل ایمان نے ایمان واعمال صالحہ سے جنت کمالی

حق جل مجدہ اہل ایمان کو فرمائیں گے خوب اچھا بدلہ تم نے تھوڑی مدت میں کما لیا۔ گویا کہ حق جل مجدہ کی جانب سے مبارکبادی کا مژدہ ہوگا، حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ میں نے ان اہل ایمان کو ان کے صبر کا یہ بدلہ دیا وَاَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُوْنَ وہی کامیاب ہوئے۔ وہ کامیابی جنت کے اعلیٰ مقام کی ہے۔ بیچارے مسلمانوں نے تمہاری زبان اور عملی ایذاؤں پر صبر کیا تھا، آج دیکھتے ہو تمہارے بالمقابل ان کو کیا پھل ملا، ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا جہاں وہ ہر طرح کامیاب اور ہر قسم کی لذتوں اور مسرتوں سے ہمکنار ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

کاش کہ دنیا میں سمجھ جاتے

واقعی دنیا کی عمر تھوڑی ہی تھی۔ لیکن اگر اس بات کو پیغمبروں کے کہنے سے دنیا میں سمجھ لیتے تو کبھی اس متاع فانی پر مغرور ہو کر انجام سے غافل نہ ہوتے اور گستاخیاں اور شرارتیں نہ کرتے جن کا دنیا کے زائل وفانی لذتوں میں پڑ کر ارتکاب کیا۔ (تفسیر عثمانی)

دنیا میں مومنوں پر ہنستے تھے

دنیا میں مسلمان جب اپنے رب کے آگے دعا واستغفار کرتے تو تم کو ہنسی سوجھتی تھی، ٹھٹھا کرتے، اور ان کے نیک خصلتوں کا اتنا مذاق اڑاتے تھے کہ ان کے پیچھے پڑ کر تم نے مجھے بھی یاد نہ رکھا، گویا تمہارے سر پر کوئی حاکم ہی نہ تھا جو کسی وقت ان حرکتوں پر نوٹس لے اور ایسی سخت شرارتوں کی سزا دے سکے۔

دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہوگی

فَسْئَلِ الْعَادِّيْنَ تو پوچھ لے گنتی والوں سے۔ یعنی فرشتوں سے جنھوں نے ہر نیکی وبدی گن رکھی ہے یہ بھی گنا ہوگا، زمین میں رہنا، قبر میں رہنا، یا دنیا کی عمر، یہ بھی وہاں

تھوڑی نظر آئے گی، یہ پوچھنا اس واسطے کہ دنیا میں عذاب کی شتابی کیا کرتے تھے، اب جانا کہ شتاب ہی آیا۔ (موضح القرآن)

اللہ اکبر کبیراً، حق جل مجدہ جب مومنین کو کفار کے سامنے جنت کی نعمتوں سے کامیاب کریں گے تو یہ بھی ایک سزا ہے کفار کے لئے، جس سے کفار کو مسلمانوں کی کامیابی پر روحانی اذیت وکلفت ہوگی۔

دنیا کی زندگی قلیل کیوں معلوم ہوگی؟

(۱) دکھ اور تکلیف کے وقت کو آدمی طویل سمجھتا ہے، اور اس سے پہلے گزرے ہوئے زمانے کو چھوٹا جانتا ہے۔

(۲) پچھلی مدت تو گزر چکی تھی اور جو مدت گزر چکے وہ حقیر ہی معلوم ہوتی ہے۔

(۳) آخرت کی زندگی لامحدود ہے اس کے مقابلے میں یہ دنیوی زندگی اور قبر میں رہنے کی مدت بہت ہی کم ہے۔

(۴) پچھلی زندگی خوشی میں گزری اور خوشی کے ایام چھوٹے ہی معلوم ہوتے ہیں، یہ آخری توجیہ اس صورت میں صحیح ہوگی جب مدت قیام سے صرف دنیا میں زندگی کی مدت مراد ہو، قبر کی مدت مراد نہ ہو، کیونکہ نصوص قطعیہ اور اجماع سے ثابت ہے کہ (کافروں کے لیے خصوصیت کے ساتھ) عذاب قبر حق ہے۔ (تفسیر مظہری۔گلدستہ ۸۳/۵)

وہاں فریاد نہیں سنی جائے گی

حق تعالیٰ فرمادیں گے ﴿اِخۡسَئُوۡ فِيۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنَ﴾

تم پر پھٹکار ہو بات مت کرو، بک بک مت کرو۔ جو کیا تھا اب اس کی سزا بھگتو، پھر فریاد منقطع ہوجائے گی ۔امید ویاس ختم ہوجائے گی، بجز زفیر وشہیق کے کچھ کلام نہ کرسکیں گے، سوائے دم گھٹنے اور آہیں بھرنے کے اور کوئی بات نہ کرسکیں گے، کتوں کی طرح بھونکیں گے نہ خود بات سمجھیں گے نہ سمجھا سکیں گے۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ جب ان سے کہہ دیا جائے گا بک بک مت کرو، خاموش رہو، تو ان کی ساری اُمیدیں کٹ جائیں گی بالکل نراس و ناامید ہوجائیں گے اور ایک دوسرے کی طرف رُخ کر کے بھونکیں گے اس وقت دوزخ اوپر سے بند کردی جائے گی۔

آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

عبرت ونصیحت

دوستو! دنیا کی عمریں ہماری اقل قلیل ہے، اس قیمتی اور تھوڑی عمر کو کھیل کود اور تماشہ نہ بنائیں، خواہشات اور نفس پرستی میں نہ کھوئیں۔ حضورِ حق کی پیشی کو نہ بھولیں، اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو حسنات وطاعات، ذکر وفکر، حصولِ قربِ الٰہی کی بلیغ کوشش میں صرف کریں، قرآن کتنی عظیم حقیقت کو منکشف کرنے والی کتاب ہے پھر بھی ہم اس سے عبرت ونصیحت نہ پکڑیں تو کس کا نقصان۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الإِسْلَامِ. وَعَلٰى خَيْرِ الْاَ نَامْ وَ نَعْمَةِ الْقُرْآنْ وَ صَلَى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى مَنْ لَا نَبِى بَعْدَهُ

كِتَابُ الشَّفَاعَةِ

شفاعت کا تفصیلی بیان

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ......

(٦٢٢)...... عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد ﷺ قال:

’’إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ ، فَيَأْتُوْنَ آدَمَ . فَيَقُوْلُوْنَ : اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَ لٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيْمَ فَإِنَّهُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ، فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوْسٰى فَإِنَّهُ كَلِيْمُ اللّٰهِ، فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسٰى فَإِنَّهُ رُوْحُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهُ، فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَ لٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، فَيَأْتُوْنِيْ فَأَقُوْلُ: أَنَا لَهَا، فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ، وَ يُلْهِمُنِيْ مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لَا تَحْضُرُنِيْ الْآنَ ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ، وَ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَ قُلْ يُسْمعْ لَكَ، وَ سَلْ تُعْطَ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ، فَيُقَالُ: اِنْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِد ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ، وَ قُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَ سَلْ تُعْطَ ، وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ ، فَيُقَالُ : اِنْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ أَوْ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ.فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ. ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَ قُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَ سَلْ تُعْطَ، وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ. فَيَقُوْلُ: اِنْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ أَدْنٰى أَدْنٰى مِثْقَالَ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ. فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ.‘‘

فلما خَرَجْنَا من عندِ أنسٍ قلتُ لبعضِ أصحابنا لومررنا بالحسنِ وهو مُتَوارٍ في منزلِ أبي خليفة بما حدثنا أنسُ بن مالك رضي الله عنه، فأتيناه فسلَّمنا عليه فأَذِنَ لنا فقلنا له: ياأبا سعيدٍ جئناك من عِندِ أخيك أنسِ بن مالكٍ رضي الله عنه فلم نر مثل ما حدثنا في الشفاعة فقال: هِيهِ فحدثناه بالحديث فانتهى إلى هذا الموضع فقال: هِيهِ . فقلنا: لم يزد لنا على هذا، فقال: لقدحدثني وهو جَمِيعٌ منذ عشرين سنةٍ فلا أدري أَنَسِيَ أَمْ كَرِهَ أَنْ تتكلوا؟ قلنا ياأباسعيدٍ فحدَّثنا .فضحكَ وقالَ: خُلِقَ الإنسانُ عَجُولاً. ماذكرتُهُ إلا وأنا أُريدُ أَنْ أحدِّثكمْ.

حدثني كما حدثكم به قال:

"ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَ قُلْ يُسْمَعْ، وَ سَلْ تُعْطَ، وَ اشْفَعْ تُشفَّعْ، فَأَقُوْلُ : يَا رَبِّ ! اِئْذَنْ لِيْ فِيْمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. فَيَقُوْلُ: وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكِبْرِيَائِيْ وَ عَظْمَتِيْ لَأُخَرِّجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ." [صحيح] (أخرجه البخاري، ج:٩، ص:١٧٩)

قیامت کے دن لوگوں کی پریشانی اورنجات کی تلاش اور بابِ شفاعت

(٦٢٢) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ اضطراب و ہولناکی کے عالم میں ایک دوسرے کے پاس بھاگے بھاگے پھریں گے۔ آدمؑ کے پاس آئیں گے ،عرض کریں گے: ہماری سفارش و شفاعت ربّ العالمین سے کیجیے، وہ جواب دیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں، ہاں تم لوگ ابراہیمؑ کے پاس جاؤ کہ وہ خلیل الرحمٰن ہیں۔ وہ لوگ ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے، وہ بھی جواب دیں گے کہ میں بھی اہل نہیں ہوں۔ ہاں تم لوگ موسیٰؑ کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ کے کلیم ہیں۔ وہ لوگ موسیٰؑ کے پاس آئیں گے وہ جواب دیں گے: میں سفارش کی اہلیت نہیں رکھتا ہوں۔ تم لوگ عیسیٰؑ کے پاس جاؤ کہ وہ روح اللہ اور اللہ کے کلمہ ہیں۔ وہ لوگ عیسیٰؑ کے پاس آئیں گے وہ عرض کریں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں تم لوگ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں کہوں گا: ہاں میں اس شفاعت و سفارش کا اہل ہوں۔ میں اپنے رب سے باریابی وحاضری کی اجازت طلب کروں گا۔ تو

مجھ کو اجازت مل جائے گی اور منجانب اللہ مجھ کو حق تعالیٰ کی حمد کا الہام ہوگا، جن الفاظ کے ذریعہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، اور حضور حق میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، حق تعالیٰ فرمائے گا: یا محمد ﷺ، آپ ﷺ سجدہ سے سر اٹھائیے۔ آپ اپنی بات کہیے، آپ کی سنی جائے گی۔ سوال کیجیے دیا جائے گا۔ شفاعت کیجیے قبول کی جائے گی، میں کہوں گا: یا رب امتی، اے رب میری امت، میری امت، حق جل مجدہ مجھ کو فرمائے گا: جائیے جہنم سے ان لوگوں کو نکال لائیے جن کے دل میں جو کے دانہ کے برابر ایمان ہو، میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا اور پھر لوٹ کر انہی حمد کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا پھر حضور حق میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ تو مجھ کو کہا جائے گا: یا محمد ﷺ اپنا سر اٹھائیے اور اپنی بات کہیے سنی جائے گی اور سوال کیجیے عطا کیا جائے گا، اور سفارش کیجیے قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: یـــا رب امتـی امتی، اے رب میری امت میری امت۔ مجھ کو کہا جائے گا: جائیے اور جہنم سے ان لوگوں کو نکال لائیے جن کے دل میں ذرہ برابر یا رائی کے دانہ برابر ایمان ہے۔ میں جاؤں گا اور نکال لاؤں گا۔ پھر واپس آ کر انہی حمد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور سجدہ میں گر پڑوں گا۔ مجھ کو کہا جائے گا: یا محمد ﷺ اپنا سر اٹھائیے اور اپنی بات کہیے سنی جائے گی اور سوال کیجیے عطا کیا جائے گا اور سفارش کیجیے سفارش قبول کی جائے گی، میں کہوں گا: یـــا رب امتـــی امتـــی، اے میرے رب میری امت امت۔ مجھ کو کہا جائے گا جائیے اور جہنم سے ان لوگوں کو نکال لائیے جن کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کم ایمان ہو، ایسے لوگوں کو نکال لاؤ، میں جاؤں گا اور نکال کر لاؤں گا۔

راوی کہتے ہیں: کہ جب ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو میں نے اپنے بعض ساتھیوں سے کہا: اگر ہم حسن بن ابی الحسنؒ کے پاس سے ہوتے ہوئے چلیں جبکہ وہ ابی خلیفہ کے مکان میں چھپے ہوئے تھے، ان سے بھی پوچھ لیتے جو انس نے ہم کو شفاعت کی حدیث سنائی ہے۔ لہٰذا ہم لوگ آئے ان کو سلام کیا تو اندر آنے کی اجازت دیدی۔ ہم نے ان سے کہا: اے ابوسعیدؒ ہم ابھی آپ کے بھائی انس بن مالکؓ کے پاس سے آ رہے ہیں،

انھوں نے شفاعت کے سلسلہ میں ایسی حدیث سنائی جو ہم نے نہیں سنی تھی۔ انھوں نے کہا: وہ کیا ہے؟ تو ہم نے پوری حدیث سنائی، جب ہم اس مقام پر پہنچے تو انھوں نے کہا اور سناؤ، میں نے کہا: اس سے زائد انھوں نے نہیں سنایا۔ اچھا مجھ کو تو پوری حدیث بیس سال سے سنا رہے ہیں مجھ کو نہیں معلوم کہ وہ بھول گئے یا سنانا پسند نہیں کیا کہ لوگ بس اسی پر تکیہ کرلیں گے اور بھروسہ۔ میں نے کہا: ابوسعیدؓ تو آپ ہی سنا دیں۔ وہ میری بات سن کر ہنس پڑے اور کہا: کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔ انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ میں اس کا تذکرہ ہی اس لیے کیا تھا کہ وہ تم کو بیان کروں گا۔

سنو مجھ کو بھی انھوں نے اسی طرح سنایا جس طرح تم لوگوں کو بیان کیا اور فرمایا:

پھر میں چوتھی بار واپس حضور حق میں جاؤں گا اور انہی الفاظ سے اللہ کی حمد بیان کروں گا اور پھر سجدہ ریز ہوں گا تو ارشاد ہوگا: یا محمد ﷺ آپ اپنا سر اٹھائے اور کہیے آپ کی سنی جائے گی اور سوال کیجیے عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: یارب مجھ کو اجازت دیجیے ان لوگوں کے بارے میں جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: مجھ کو میری عزت کی قسم۔ میری جلال کی قسم، کبریائی کی قسم۔ میری عظمت کی قسم، میں ضرور ان لوگوں کو نکالوں گا جنھوں نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا تھا۔ (اخرجہ البخاری ۹/ ۱۷۹)

شفاعت ایک حتمی و یقینی حقیقت ہے

عالم مغیبات کے جن حقائق کو آنحضور ﷺ نے بیان فرمایا اور جس پر ایک مومن کو ایمان لانا اور اس کی حقیقت پر یقین رکھنا ضروری ہے (آنحضور ﷺ کی) شفاعت بھی ہے۔ کتبِ حدیث میں شفاعت کی بے شمار حدیثیں وارد ہوئی ہیں، جن کے مجموعہ سے ایک بدیہی حقیقت اور حتمی و یقینی ہونے میں مزید مدد ملتی ہے کہ کل قیامت میں مومنوں کو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔

شفاعت کی قسمیں، شفاعتِ کبریٰ مخصوص ہے محمد ﷺ کے لیے

شفاعت کی کئی قسم ہوگی اور متعدد بار ہوگی اور مختلف نوعیت کی ہوگی، حدیث مذکور میں جس شفاعت کا تذکرہ ہے اس کو شفاعت کبریٰ اور شفاعت عظمیٰ بھی شریعت میں کہا جاتا ہے۔اس شفاعت کی حقیقت یہ ہوگی کہ حق جل مجدہ جلال میں ہوگا، تمام انسانیت یکسر عالم خوف و دہشت میں ہوگی ذرہ برابر بھی بلا امتیاز کسی مخلوق کو حرکت اور جنبش کی ہمت نہ ہوگی۔ اَنَا الْمَلِکُ، اَیْنَ مُلُوْکُ الْاَرْضِ، اَنَا الْجَبَّارُ اَیْنَ الْجَبَّارُوْنَ، این المتکبرون، سورج اپنی تمام حرارت کے ساتھ ابن آدم کے سروں پر مسلط ہوگا، ہما وشما کا کیا پوچھنا آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء اوالوالعزم بھی عالم نفسی نفسی میں ہوں گے، حق جل مجدہ مالک یوم الدین کا مظہر اتم ہوگا۔اس عالم نفسی نفسی میں ابن آدم اپنے باپ آدمؑ کے پاس جائیں گے تاکہ موقف محشر میں حساب وکتاب سے نجات مل جائے اور ابدی فیصلہ ہوکر لوگ اپنے ابدی مستقر میں سکونت پذیر ہوں، مگر اس عالم نفسی نفسی میں ابوالبشر آدمؑ سے لے کر روح اللہ عیسیٰ بن مریم علیہم السلام تک کسی کو جرأت وہمت نہ ہوگی کہ بارگاہِ احدیت وصمدیت میں رحمٰن ورحیم کو رحمت کا واسطہ دے کر شفاعتِ امم کرسکیں بالآخر تمام امم جناب رحمۃ للعالمین ﷺ کی جناب میں آئے گی اور آپ ﷺ امت کی اس تکلیف وخوفزدگی کو محسوس کریں گے اور ربّ العالمین کی جناب میں رحمۃ للعالمین ﷺ سجدہ ریز ہوں گے، پھر کیا ہے، ارحم الراحمین کی رحمت جوش میں آجائے گی اور امم کا حساب شروع ہوجائے گا اسی کو شفاعت کبریٰ وعظمیٰ کہا جاتا ہے اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت اس روز تمام امم کو اپنی آغوش رحمت میں لے کر حق جل مجدہ کی جناب میں پیش کردے گی اور یہ شفاعت کبریٰ، آپ ﷺ ہی کے لیے مخصوص ہے، اس شفاعت کبریٰ کے بعد ذیلی اور نجی شفاعت آپ اپنی گنہگار امت کے لیے فرمائیں گے چنانچہ وہ گنہگار امتی جن کے حق میں جہنم کا فیصلہ ہوچکا ہوگا، یا نار جہنم میں ڈالے جاچکے ہوں گے ان کو آپ کی شفاعت کی برکت سے نجات ابدی میسر ہوگی۔ پھر علماء اتقاء اور صدیقین اور صالحین امت

بھی شفاعت کریں گے، شہداء بھی حفاظ قرآن بھی نابالغ بچے بھی لیکن بنیادی عقیدہ کے طور پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ جملہ شفاعت اذن الٰہی سے کی جائے گی۔ بغیر اجازت نہ انبیاء و ملائکہ، نہ صلحاء، نہ اتقیاء، نہ ابرار، نہ اخیار، نہ صدیق، نہ شہداء غرض کسی کو بغیر اذن کے پر مارنے کی بھی جرأت نہیں ہوگی، حق جل مجدہ فرماتا ہے **مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ** کون ہے جو اس کی بارگاہ میں بغیر اس کی اجازت کے کسی کی سفارش کر سکے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے **ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ** اور نہیں سفارش کر سکیں گے مگر صرف اس کے لیے جس کے لیے اس کی رضا ہوگی۔

اہلِ سنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ

بہر حال اہلِ سنت والجماعت کا یہ متفق علیہ عقیدہ ہے کہ بغیر حکم باری کے کسی کی بھی مجال نہیں کہ وہ قدرت ایزدی میں ذرّہ برابر بھی عمل دخل دے سکے اور حق جل مجدہ کے مشیت کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے اسی کو توحید کہا گیا ہے۔ نیز علماء کا تقریباً اس پر اتفاق ہے کہ کل قیامت میں انبیاء علیہ الصلوٰہ والسلام یا صدیق وشہداء ابرار و اخیار اور قطب، غوث و ابدال جن لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے، مغفرت تو ہوگی ان لوگوں کی مشیت ایزدی سے، اور مقصد ہوگا جماعت انبیاء علیہم السلام اور اخیار و ابرار کو مقام شفاعت پر فائز کر کے خوش کرنا۔ اور دراصل شفاعت کرنے والوں کی عظمت وقبولیت کے اظہار کے لیے ہوگی ورنہ حق جل مجدہ کی جناب میں دخل دینے کی اجازت کس کو ہے۔ ﴿**وَ هُوَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ**﴾ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ﴿**یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ**﴾ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔

یعنی رحمت جن لوگوں کو اپنی آغوش میں لینا چاہے گی ان لوگوں کی شفاعت انبیاء وصلحاء وصدیق وغیرہم کے دل میں ڈالے گی تاکہ لوگوں کی شفاعت سے مغفرت بھی ہو اور مقربین بارگاہ ربّ العزّت کے اعزاز واکرام کا اظہار عالم محشر میں بھی ہو۔

پہلی شفاعت وآخری

پہلی شفاعت میدانِ قیامت میں، موقف کی شدتوں سے رہائی دلانے کیلئے ہوگی اورآخری شفاعت دوزخ سے رہائی کے لیے ہوگی۔ الغرض شفاعت کی کئی شان ظاہر ہوگی، گنہگاروں کی مغفرت، نیک لوگوں کے درجات کی بلندی، مراتب جنت میں ترقی، وغیرہ ذالک۔

قیامت کی ہولناکی وگھبراہٹ

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ: قیامت میں گھبراہٹ اس وقت ہوگی جبکہ دوزخ کو لگاموں میں پکڑ کر کھینچ کر لایا جائے گا اور لوگ اس کو دیکھ کر خوف زدہ ہوجائیں گے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جہنم کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کے منہ میں ستر ہزار لگام لگا ہوگا اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے تھامے ہوئے ہوں گے۔ پھر بھی وہ غصّے میں بے قابو ہورہی ہوگی مجرمین کو پکڑنے کے لیے۔ **تکاد تمیز من الغیظ** ایسا لگتا ہے کہ پھٹ پڑے گی جوش سے۔ یعنی بے پناہ وبے انتہا جوش اشتعال سے ایسا معلوم ہوگا گویا غصّے میں آکر پھٹی پڑتی ہے۔ **اعاذنااللّٰہ منھا بلطفه و کرمه**۔ آمین۔

ابن خزیمہؒ اور طبرانیؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سلمانؓ کا قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن سورج کو دس سال کی (مجموعی) گرمی دیدی جائے گی اور کھوپڑیوں کے قریب لے آیا جائے گا۔

تین مرتبہ لوگ شفاعت کے طلب گار ہوں گے

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ تین مرتبہ شفاعت کے طلب گار ہوں گے، پہلی بار موقف سے رہائی کے لیے، جیسا کہ ابھی تفصیل آپ نے پڑھی۔ دوسری بار جنت میں داخل ہونے کے لیے، تیسری بار دوزخ کے اندر باقی ماندہ مومنوں کی خلاصی ونجات کے لیے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنی دعا کو امت کے گنہگاروں کے لیے بچا کر رکھا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک دعا عطا کی ہے۔ تمام انبیاء نے اپنی اپنی

دعا کو دنیا میں ہی استعمال فرمالیا اور میں نے اپنی دعا کو بچا کر رکھا ہے، چھپا کر رکھا ہے، ان لوگوں کے لیے جو کبیرہ گناہوں کی وجہ سے پھنس جائیں گے ان کے لیے۔ یعنی شفاعت کے لیے ان لوگوں کے حق میں اس دعا سے کام لوں گا جو کبائر میں مبتلا تھے۔

شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ

یعنی مجرمینِ کبائر اللہ کی رحمت اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے نکال لیے جائیں گے، حاصل یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعا کو امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر رکھا ہے۔

مقامِ محمود

مقامِ محمود، شفاعتِ عظمٰی کا مقام ہے، جب کوئی پیغمبر نہ بول سکے گا، تب آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو تکلیف سے چھڑائیں گے، اس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ ﷺ کی حمد (تعریف) ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ کی تعریف کریں گے، گویا شانِ محمدی ﷺ کا پورا پورا ظہور اس وقت ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)

قیامت کے دن مومنین کو روک لیا جائے گا

(٦٢٣) عن أنس رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ قال:

"يُحْبَسُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُهِمُّوْا بِذٰلِكَ.

فَيَقُوْلُوْنَ : لَوْ اِسْتَشْفَعْنَا إِلٰى رَبِّنَا فَيُرِيْحُنَا مِنْ مَكَانِنَا فَيَأْتُوْنَ آدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ: أَنْتَ آدَمُ أَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ وَ أَسْكَنَكَ جَنَّتَهُ وَ أَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَ عَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ لِتَشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا. قَالَ: فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ. قَالَ: يَذْكُرُهُ خَطِيْئَتَهُ — الَّتِيْ أَصَابَ — أَكْلَهُ مِنَ الشَّجَرَةِ وَ قَدْ نُهِيَ عَنْهَا. وَ لٰكِنْ اِئْتُوْا نُوْحًا أَوَّلَ نَبِيٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ، فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ. وَ يَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ سُؤَالَهُ رَبَّهُ بِغَيْرِ عِلْمٍ، وَ لٰكِنِ ائْتُوْا إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ قَالَ: فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ

لَسْتُ هُنَاكُمْ وَ يَذْكُرُ ثَلَاثَ كَلِمَاتٍ كَذَبَهُنَّ وَ لٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا أَتَاهُ اللّٰهُ التَّوْرَاةَ وَ كَلَّمَهُ وَ قَرَّبَهُ نَجِيًّا، قَالَ: فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَ يَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ قَتْلَهُ النَّفْسَ وَ لٰكِنِ ائْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلَهُ وَ رُوْحَ اللّٰهِ وَ كَلِمَتَهُ، قَالَ: فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَ لٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا ا عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ فَيَأْتُوْنِيْ. فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهِ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَدَعَنِيْ، فَيَقُوْلُ: اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَ قُلْ يُسْمَعْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ وَ سَلْ تُعْطَ. قَالَ: فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ فَأُثْنِي عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَاءٍ وَ تَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَأُخْرِجُ فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ."

قال قتادةُ : وسمعتهُ أيضاً يقولُ:

"فَأُخْرِجُ فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ، وَ أُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهِ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ، فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَدَعَنِيْ ثُمَّ يَقُوْلُ: اِرْفَعْ مُحَمَّدُ! وَ قُلْ يُسْمَعْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ وَ سَلْ تُعْطَ. قَالَ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأُثْنِي عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَاءٍ وَ تَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ قَالَ: ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَأَخْرُجُ فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ."

قال قتادة: وسمعتُهُ يقولُ:

"فَأَخْرُجُ فأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَ أُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُوْدُ الثَّالِثَةَ، فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِي دَارِهِ، فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يَقُوْلُ : اِرْفَعْ مُحَمَّدُ ! وَ قُلْ يُسْمَعْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ وَ سَلْ تُعْطَ. قَالَ فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ فَأُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَاءٍ وَ تَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ قَالَ: ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا، فَأَخْرُجُ فَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ."

قال قتادةَ: وقد سمعتُهُ يقولُ:

”فَأَخْرُجُ فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النّارِ وَ أُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ حَتّٰی مَا يَبْقٰی فِی النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَیْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ.“

قالَ: ثم تلا هذه الآية:

﴿عَسَىٰٓ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوْدًا﴾ (الإسراء: ۷۹)

قَالَ : وَ هٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ وُعِدَهُ نَبِيُّكُمْ ﷺ.

[صحيح] (أخرجه البخاری ج۹ ص ۱٦۰)

(٦٢٣) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مومنین کو روک لیا جائے گا یہاں تک کہ ان کے دلوں میں یہ بات ڈالی جائے گی ،تو وہ بیک زبان ہوکر کہیں گے، اگر ربّ العالمین سے کوئی ہماری سفارش کردے،تو ہم سبھی لوگوں کو اس موقف کے ہولناکی سے نجات مل جائے۔ لہٰذا وہ لوگ آدمؑ کے پاس آئیں گے اور وہ لوگ کہیں گے: آدمؑ آپ لوگوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے خاص دست قدرت سے پیدا فرمایا، اپنی جنت میں ٹھہرایا، فرشتوں سے سجدہ کرایا اور تمام کائنات عالم کی اشیاء کا نام سکھلایا۔ تاکہ آپ ہماری ربّ العالمین سے سفارش کریں کہ اس ہولناکی کے موقف سے ہم لوگوں کو نجات مل جائے اور راحت واطمینان حاصل ہوجائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمؑ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو اپنی خطا، جو اُن سے ہوگئی تھی، درخت کا پھل کھانا، جس سے اُن کو منع کیا گیا تھا، یاد آجائے گا۔ ہاں تم لوگ نوحؑ کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے نبی ہیں جن کو زمین والوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ وہ لوگ نوحؑ کے پاس آئیں گے، وہ بھی کہہ دیں گے: کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ اور نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے بغیر علم کے بیٹے کے اہل ہونے کا سوال کردیا تھا، اس گناہ کو یاد کریں گے۔ تم لوگ ابراہیمؑ خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ۔ وہ لوگ ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے، وہ عرض کردیں گے میں بھی اہل نہیں ہوں، اور وہ تین باتیں جو بطور توریہ کے کہہ دی تھیں، اس کو یاد کریں گے۔ تم لوگ موسیٰؑ کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ کے

ایسے بندہ ہیں کہ ان کو اللہ نے تورات عطا کی اوران سے ہم کلام ہوئے اورقریب کر کے سرگوشی کی۔آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ موسیٰ کے پاس آئیں گے، وہ بھی عرض کریں گے: میں سفارش کا اہل نہیں ہوں۔ کیونکہ ناحق ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، اس کو یاد کریں گے۔تم لوگ عیسیٰ کے پاس چلے جاؤ، جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اللہ کے روح، اور کلمہ ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ عیسیٰ کے پاس آئیں گے، عیسیٰ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں۔تم لوگ محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب بندہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اگلی اور پچھلی تمام باتیں معاف کر دی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لوگ میرے پاس آئیں گے، میں اللہ ربّ العزّت سے ان کے گھر میں آنے کی اجازت طلب کروں گا، اللہ تعالیٰ اپنے گھر میں آنے کی اجازت دیدے گا (جب میں داخل ہوں گا) تو ربّ العزّت کو دیکھوں گا فوراً سجدہ میں چلا جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھ کو سجدہ میں چھوڑ دے گا۔ میں سجدہ میں رہوں گا۔ارشاد ہوگا: محمد (ﷺ) سر اٹھایئے کہیے، سنی جائے گی، شفاعت کیجیے قبول ہوگی۔آقا ﷺ نے فرمایا: میں سر اٹھاؤں گا، اور اپنے رب کی ایسی خوبصورت حمد وثنا کروں گا جو میرا رب خود ہی مجھ کو سکھلائے گا۔تو مجھ کو ایک متعین حد بتلائی جائے گی ان لوگوں کو نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور میں نے یہ بھی سنا فرماتے تھے۔

اور میں ان لوگوں کو جہنم سے نکالوں گا، اور جنت میں داخل کروں گا، پھر واپس آؤں گا اور اللہ ربّ العزّت کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کروں گا۔ مجھ کو اندر آنے کی اجازت مل جائے گی۔ جب میں ربّ العزّت کو دیکھوں گا تو میں سجدہ میں چلا جاؤں گا، اللہ تعالیٰ مجھ کو سجدہ ہی میں چھوڑ دے گا جب تک چاہے گا، پھر ارشاد ہوگا: محمد ﷺ سر اُٹھایئے اور کہیے سنی جائے گی، شفاعت کیجیے قبول ہوگی، سوال کیجیے عطا کیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں سر اُٹھاؤں گا اور اللہ عزوجل کی ایسی حمد وثنا کروں گا جو حق تعالیٰ مجھ کو خود ہی سکھلائے گا۔ پھر سفارش کروں گا تو ایک حد متعین کر دی جائے گی۔ میں ان

لوگوں کو نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور میں نے یہ بھی سنا فرماتے تھے۔

میں ان لوگوں کو جہنم سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا پھر تیسری بار لوٹ کر آؤں گا اور اللہ ربّ العزّت سے ان کے گھر میں آنے کی اجازت طلب کروں گا۔ مجھ کو اس کی اجازت مل جائے گی۔ جب میں ربّ العزّت کو دیکھوں گا تو سجدہ کروں گا، میرا رب مجھ کو سجدہ میں جب تک چاہے گا چھوڑ دے گا، پھر ارشاد فرمائے گا: محمد ﷺ سر اٹھایئے، کہیے، آپ ﷺ کی سنی جائے گی، شفاعت کیجیے قبول ہوگی اور سوال کیجیے عطا کیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں سر اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثنا کروں گا جو رب تعالیٰ خود مجھ کو سکھلائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر میں شفاعت کروں گا تو ایک حد متعین کر دی جائے گی میں ان لوگوں کو نکالوں گا اور ان کو جنت میں داخل کروں گا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور میں نے یہ بھی سنا فرماتے تھے:

میں ان لوگوں کو جہنم سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا حتیٰ کہ اب جہنم میں کوئی نہیں بچے گا مگر یہ کہ جس کو قرآن نے ہی روک لیا ہو۔ یعنی جس پر ابدی خلود کی مہر لگ گئی ہو۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ﴿عَسَىٰٓ أَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾

ترجمہ: امید ہے کہ آپ کا رب، آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔ (ترجمہ از تھانویؒ)

اور فرمایا: یہی وہ مقام محمود ہے جس کا تمہارے رب نے نبی ﷺ سے وعدہ کیا تھا۔

(اخرجہ البخاری۔۹/۱۶۰)

قصۂ آدمؑ میں مخفی رازِ الٰہی اور اقرارِ عبودیت

اس حدیث میں چند امور قابلِ وضاحت ہیں۔

اوّل تمام امم کا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچنا اور حضرت آدم علیہ السلام کا اپنے اس عصیان کی بنیاد پر جو جنت میں واقع ہو چکا تھا، یاد کر کے مقام شفاعت سے حیاء اور بارگاہِ الٰہی میں باریابی سے مانع تصور کرنا، قرآن حکیم نے اس واقعہ کو متعدد بار

وحی الٰہی کی روشنی میں بیان کیا ہے، جس کا تفصیلی مطالعہ تو قرآنی آیات بینات کے ضمن میں کریں۔ یہاں صرف اس حقیقت کو بیان کرنا ہے کہ شفاعت کبریٰ کے لیے ابوالانبیاء علیہ السلام بھی ہمت نہ فرمائیں گے نیز اس نفسی نفسی کے عالم تحیر میں اولوالعزم پیغمبروں کو بھی اپنی اپنی رفعت و بلندی کے اعتبار سے ادنیٰ ادنیٰ زلات بھی بارگاہ ایزدی میں باریابی سے مانع ہوگی، اللہ اکبر! جس کی شان جس قدر بلند ہوتی ہے وہ اپنی زلات کو بھی اس قدر اہمیت کے نگاہوں سے تولتا ہے ورنہ آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت میں اس شجرۂ ممنوعہ کا معاملہ تقدیری اسباب کے تحت وقوع پذیر ہوا تھا اور اس ایک لغزش کو ظہور انسانیت کا سبب بنانا تھا، یہیں پر آ کر عقل انسانیت فہم وادراک کی تاریک کوٹھری میں محو حیرت ہو کر ربّ العالمین کو سجدہ کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور ایک فلسفی بحث و تمحیص کی راہ کو اختیار کر کے گمراہ ہو جاتا ہے، جنت میں اس واقعہ کا پیش آنا اَنگنت رُموزِ الٰہیہ پر مبنی تھا نہ کہ محض عصیانِ آدم، یہی ایک حکمت کیا کم ہے کہ شجر ممنوعہ کے تناول کو جملہ انبیاء و رسل، اخیار و ابرار، صلحاء و اتقیاء، مومنین و متقین کے ظہور کا سبب اور پھر اس مقدس جماعت کو وحی ربّانی کے لیے منتخب کیا گیا۔

غرض اس واقعہ کو آپ محض **فعصٰی آدمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی** کے تحت نہ دیکھیں بلکہ **ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰى** کے ضمن میں مقامِ اجتباء کی عمیق حقیقت اور پھر مقام توبہ انتخاب ہدایت یہ سب کچھ ایسی حقیقتیں ہیں کہ اس کا بیان لفظوں میں ناممکن سا ہے اور جب عملی میدان کا قدم بڑھایا جائے پھر ان حقیقتوں کو سمجھنا آسان ہے۔

نوح علیہ السلام میں اظہارِ عبودیت

دوسری حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حق جل مجدہ نے قوم نوح علیہ السلام کو غرق کرنے کا ارادہ فرمایا تھا تو ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ تمہارے اہل کو غرق نہیں کروں گا جب عذاب الٰہی آ گیا تو نوحؑ کنعان ابن نوح علیہ السلام کے لیے حق جل مجدہ سے ان الفاظ میں فریاد کرنے لگے، ﴿وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ﴾

(اور جب نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ اے میرے رب میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور) آپ کا (یہ) وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین (اور بڑی قدرت والے) ہیں۔ (سورۃ ہود، ۴۵) جب اللہ کے اولوالعزم رسول نوحؑ نے اللہ سے بیٹے کی نجات کی فریاد فرمائی تو اللہ کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام کو اس طرح خطاب کیا گیا۔

﴿قَالَ یَا نُوْحُ اِنَّهُ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ اِنَّهُ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنَ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ﴾ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوح یہ شخص (ہمارے علم ازلی میں) تمہارے (ان) گھر والوں میں نہیں (جو ایمان لاکر نجات پاویں گے یعنی اس کی قسمت میں ایمان لانا نہیں بلکہ) یہ (خاتمہ تک) تباہ کار (یعنی کافر رہنے والا) ہے سو مجھ سے ایسی (محتمل) چیز کی درخواست مت کرو۔ جس کی تم کو خبر نہیں میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم (آئندہ) نادان نہ بن جاؤ (یعنی ایسی دعاء نادانی کی بات ہے)۔ (خلاصہ تفسیر از معارف القرآن مفتی اعظمؒ، ج۴، ص۶۲۹)

اہل سے مراد رشتۂ نبوّت ہے نہ کہ ابوّت

جب حق جل مجدہ نے واضح فرمادیا کہ کنعان اے نوح تمہارا اہل نہیں کیونکہ اہلیت کا تعلق ابنیت و ابوّت نہیں بلکہ علم الٰہی میں اہل سے مراد رشتہ نبوت ہے نہ کہ رشتہ ابوت، بہرحال اس سے معلوم ہوگیا کہ حضرت نوح علیہ السلام جو اولوالعزم رسول ہیں ان کو بھی اپنے بیٹے کنعان کا علم ازلی الٰہی میں کافر ہونے کا علم نہ تھا۔ جب ہی تو فرمادیا کہ یہ میرا اہل ہے اور آپ کا وعدہ سچا ہے، پھر جب اوالوالعزم پیغمبر پر کنعان کا کفر علم ازلی کے اعتبار سے واضح ہوگیا تو حق جل مجدہ کی عدالت میں یوں عرض کرنے لگے۔

نوح علیہ السلام کا اعترافِ عبدیت

﴿قال رب انی اعوذبک ان اسئلک مالیس لی به العلم والاتغفر لی وترحمنی اکن من الخسرین﴾ انھوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس امر

سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ (آئندہ) آپ سے ایسے امر کی درخواست کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو اور (گزشتہ معاف کردیجیے کیونکہ) اگر آپ میری مغفرت نہ فرمادیں گے اور مجھ پر رحم نہ فرماویں گے تو میں بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا۔ واقعہ کی مناسبت سے پوری تین آیتیں درج کردی گئی ہیں ورنہ مقصود صرف اتنا تھا کہ اوالوالعزم نبی نوح علیہ السلام بھی مقام شفاعت کے لیے **ما لیس لی به العلم** کے سوال کو عذر کے طور پر استعمال فرمائیں گے اور باب شفاعت کے قریب آتے ہوئے حق جل مجدہ سے حیا محسوس کریں گے، جن حضرات نے اولیاء اللہ کو مقام الوہیت دے رکھا ہے اور ان کے عقیدہ میں اولیاء مختار کل ہیں ان کو باغور اس حدیث کا مطالعہ کرنا چاہیے اور ساتھ ہی حق تعالیٰ کا حضرت نوح علیہ السلام کو یہ خطاب ﴿**انی اعظک ان تکون من الجھلین**﴾ اور حضرت نوح کا عبدیت سے پر جملہ ﴿**انی اعوذبک**﴾ سے ﴿**اکن من الخسرین**﴾ تک باغور پڑھنا چاہیے۔ اور اس سے قدرت علی الاطلاق کی عکاسی ہوتی ہے اور نوح علیہ السلام کے جملہ سے مقام نبوت کے باوجود عبدیت تامّہ کا ظہور کس قدر اسلامی عقیدہ کی عکاسی کرتا ہے۔ اللہ ہم سب کو صراط مستقیم کی ہدایت فرمائے۔ آمین ثم آمین!

بہرحال آدم و نوح علیہما السلام کے پاس سے ہوتے ہوئے قوم ابراہیم خلیل الرحمٰن کے پاس آئے گی وہ بھی وہی جواب دیں گے جو ابوالبشر اور اوّل الرسل نے دیا تھا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ تین مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توریہ جو صورتِ کذب تھا اختیار کیا تھا۔ اس کو مانع شفاعت تصور کریں گے اور مقام شفاعت کی ذمّہ داری سے اپنے کو الگ رکھیں گے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تمام امم کو بھیج دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی تمام اقوام اپنی کیفیت بیان کرے گی حضرت موسیٰ کلیم اللہ بھی اس قبطی کے قتل کو مانع شفاعت جانیں گے اور جواب دیں گے کہ تم عیسیٰ روح اللہ کے پاس جاؤ، کیونکہ ان کا مقام بلند ہے وہ اللہ کے کلمہ کن کے مظہر اتم ہیں، روح اللہ اور کلمۃ اللہ اور عبداللہ کا ان کو امتیازی خطاب ملا ہوا ہے قوم آئے گی تو عیسیٰ روح اللہ اور

عبداللہ بھی کہیں گے کہ تم امام الانبیاء خاتم المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس جاؤ وہی آج اپنی خصوصی شان کے ساتھ شفاعت کبریٰ کا دروازہ کھولیں گے کیونکہ حق جل مجدہ نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف کیا ہے۔

نوح علیہ السلام کو اوّل رسول و نبی کہنے کی وجہ

حضرت نوح علیہ السلام کو اوّل رسول اس لیے کہا گیا کہ حضرت نوح علیہ السلام سے قبل شرک کا ظہور نہیں ہوا تھا، لہٰذا سب سے پہلے رسول جن کو مشرکین کی طرف توحید و شریعت یعنی احکام دے کر بھیجا گیا وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں اور آپ کی اُمت اوّلین مشرکین ہے۔ انسانیت شرک کی نجاست سے بالکل ہی ناآشنا تھی، قومِ نوح شرک کی نجاست و غلاظت میں پھنس گئی اور ود، سواع، یغوث و یعوق کی طرف عبادت کا رخ، حاجت روا جاننے لگی۔ حق جل مجدہ نے قرآن میں اس کی وضاحت فرمادی ہے، لہٰذا نوح علیہ السلام سب سے پہلے نبی و رسول ہیں جن کو توحیدی اساس، ایک اللہ کی عبادت کا دعوتی پیغام دیا گیا اور ان کی قوم پہلی مشرک قوم ہے۔ سنگ تراشی، مجسمہ اور پتلا، انسانی اشکال کا پہلا بت انہی بدبختوں نے بنا کر دنیا کو آشنا کرایا۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کی شرک کی نحوست سے حفاظت فرمائے۔ آمین

حق تعالیٰ کی تجلی دیکھتے ہی آقا ﷺ سجدہ کریں گے یہ سجدۂ عبودیت نہیں بلکہ سجدۂ شفاعتِ کبریٰ ہوگا

سیّد الاولین والآخرین ﷺ تمام اُمم کو لے کر حق جل مجدہ کی عدالت مطلقہ میں پیشی کی اجازت طلب کریں گے۔ آپ ﷺ کو اجازت ملے گی تو آپ دیدارِ حق جل مجدہ کا مشاہدہ کرتے ہی سجدہ میں گر پڑیں گے، یاد رہے کہ یہ سجدۂ عبودیت نہیں ہوگا بلکہ سجدۂ شفاعتِ کبریٰ ہوگا۔ آپ کا یہ سجدہ بعض روایتوں کے اعتبار سے ایک ہفتہ کا ہوگا۔ حق جل مجدہ جب اپنے نبی رحمت ﷺ کو اس طرح سجدہ میں محو پائے گا، حکم ہوگا اے اللہ کے حبیب،

لاڈلے نبی ﷺ ! آج سجدہ کا دن نہیں، آپ ﷺ سر اُٹھایئے اور اپنے رب سے سوال کیجیے، لائیں جھولی مرادوں سے بھردی جائے گی اور آج آپ ﷺ کی فریاد (مغفرتِ اُمت) سنی جائے گی اور آپ ﷺ شفاعت کریں، آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں آج کے دن سر اٹھا کر حق جل مجدہ کی ایسی حمد وثنا بیان کروں گا جو خود ہی بارگاہِ ایزدی سے مجھے سکھا یا گیا ہوگا اور امت کی شفاعت کروں گا، تو میرے لیے ایک حد مقرر کردی جائے گی میں اس مقررہ حد کے مطابق ایک جماعت کو جنت میں داخل کروں گا پھر سجدہ کروں گا پھر اسی طرح میرے ساتھ بار بار ہوگا۔ چوتھی مرتبہ حق جل مجدہ کو کہہ دوں گا یا الٰہی اب نارِ جہنم میں کوئی صاحب ایمان نہیں، نہ کوئی صاحب قرآن ہے، ہاں مگر وہ لوگ جس کو قرآن نے نہیں نکلنے دیا اور خود قرآن مانع خروج بن گیا مراد مشرکین ومنافقین کی جماعت ہے۔ نیز یہ شفاعت خروج نار کے لیے نہیں ہوگی بلکہ موقف قیام سے موقف حساب کے لیے ہوگی، نیز انبیاء علیہ السلام کا اپنی زلالت کو یاد فرمانا اظہار عبدیت کے لیے ہوگا نہ کسی اور وجہ سے کیونکہ یہ مقام شفاعت آپ ہی کیلئے مخصوص ہے جو لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے۔

قیامت کا دن لوگوں پر بہت لمبا و بھاری ہوگا

(٦٢٤) عن أنس رضی اللہ عنہ أن رسول اللّٰه ﷺ قال:

”يُطَوَّلُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ عَلَى النَّاسِ فَيَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اِنْطَلِقُوْا بِنَا إِلٰى آدَمَ أَبِى الْبَشَرِ فَيَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّنَا عَزَّوَجَلَّ فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا، فَيَأْتُوْنَ آدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ : يَا آدَمُ ! أَنْتَ الَّذِىْ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ، وَ أَسْكَنَكَ جَنَّتَهُ فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا. فَيَقُوْلُ: إِنِّىْ لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَ لٰكِنْ اِئْتُوا نُوْحًا رَأْسَ النَّبِيِّيْنِ فَيَأْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا نُوْحُ ! اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا فَيَقُوْلُ: إِنِّىْ لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَ لٰكِنْ اِئْتُوْا إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَيَأْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا إِبْرَاهِيْمُ ! اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا. فَيَقُوْلُ: إِنِّىْ لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَ لٰكِنْ اِئْتُوْا مُوْسٰى الَّذِى اصْطَفَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِرِسَالَاتِهٖ وَ بِكَلَامِهٖ. قَالَ: فَيَأْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُوْنَ : يَا مُوْسٰى!

اِشْـفَـعَ لَـنَـا إِلٰى رَبِّکَ عَزَّوَجَلَّ فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ، وَ لٰـكِنْ اِئْتُوْا عِيْسٰى رُوْحَ اللّٰهِ وَ كَلِمَتَهُ فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا عِيْسٰى! اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّکَ فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا فَيَقُوْلُ إِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَ لٰـكِنْ اِئْتُوْا مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّهُ خَاتِمُ الـنَّبِيِّـيْــــنَ فَـإِنَّـهُ قَدْ حَضَرَ الْيَوْمَ وَ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ فَيَقُوْلُ عِيْسٰـى: أَرَأَيْتُـمْ لَـوْ كَـانَ مَتَاعٌ فِيْ وِعَاءٍ قَدْ خُتِمَ عَلَيْهِ هَلْ كَانَ يُقْدَرُ عَلٰى مَا فِي الْـوِعَاءِ حَتّٰى يُفَضَّ الْخَاتَمُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا. قَالَ: فَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ خَاتَمُ النَّبِيِّـيْـنَ. قَـالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَيَـأْتُـوْنَـنِـيْ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ! اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّکَ فَـلْيَـقْـضِ بَيْنَنَا. قَالَ: فَأَقُوْلُ: نَعَمْ، فَآتِي بَابَ الْجَنَّةِ فَآخُذُ بِحَلْقَةِ الْبَابِ فَأَسْتَفْتِحُ فَيُـقَـالُ: مَـنْ أَنْـتَ؟ فَـأَقُـوْلُ : مُـحَـمَّـدٌ .فَيُـفْتَحُ لِـيْ. فَأَخِرُّ سَاجِدًا فَأَحْمَدُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحَامِدَ لَمْ يَحْمَدْهُ بِهَا أَحَدٌ كَانَ قَبْلِيْ وَ لَا يَحْمَدُهُ بِهَا أَحَدٌ كَانَ بَعْدِيْ فَيَـقُـوْلُ: اِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَ قُلْ يُسْمَعْ مِنْکَ وَ سَلْ تُعْطَهُ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَيَقُوْلُ: أَيْ رَبِّ ! أُمَّتِـيْ أُمَّتِـيْ فَيُـقَالُ: أَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ قَالَ فَـأُخْـرِجُهُمْ ، ثُمَّ أَخِرُّ سَاجِدًا فَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدَ لَمْ يَحْمَدْهُ بِهَا أَحَدٌ كَانَ قَبْلِيْ وَ لَا يَحْمَدُهُ بِهَا أَحَدٌ كَانَ بَعْدِيْ فَيُقَالُ لِـيْ: اِرْفَعْ رَأْسَکَ وَ سَلْ تُعْطَهُ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ. فَـأَقُوْلُ أَيْ رَبِّ! أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ ، فَيُقَالُ: أَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ بُرَّةٍ مِنْ إِيْمَانٍ. قَـالَ: فَـأُخْرِجُهُمْ. قَالَ ثُمَّ أَخِرُّ سَاجِدًا فَأَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِکَ فَيُقَالُ: مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيْمَانٍ. قَالَ: فَأُخْرِجُهُمْ." [صحيح] (أخرجه أحمد،ج:٣، ص:٢٤٧)

(٦٢٤) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کا دن لوگوں پر بہت ہی لمبا و بھاری ہوگا۔ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ چلے چلو آدمؑ کے پاس کہ وہ ابوالبشر ہیں، تا کہ اللہ تعالیٰ سے ہم لوگوں کی سفارش کریں کہ ہم لوگوں کا فیصلہ کردے (یعنی جنت وجہنم کا تا کہ اس موقف کی ہولناکی سے نجات مل جائے) لوگ آدمؑ کے پاس آئیں گے، اور عرض کریں گے: اے آدمؑ آپ کو

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص دست قدرت سے پیدا کیا اور جنت میں ٹھہرایا، لہٰذا ہماری اللہ تعالیٰ سے سفارش کردیجیے، کہ ہم لوگوں کا (جنت وجہنم کا) فیصلہ کردے۔ وہ جواب دیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔تم لوگ نوحؑ کے پاس چلے جاؤ، وہ راس النبیین ہیں، وہ لوگ آئیں گے اورعرض کریں گے: اے نوحؑ، ہم لوگوں کی سفارش اپنے رب سے کردو تا کہ ہم لوگوں کا،حق تعالیٰ حساب وکتاب کرکے فیصلہ کردے،وہ جواب دیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔تم لوگ ابراہیمؑ خلیل اللہ کے پاس چلے جاؤ۔ وہ لوگ آئیں گے، اورعرض کریں گے: اے ابراہیمؑ ہماری ربّ العالمین سے سفارش کردیں، کہ ہم لوگوں کا فیصلہ فرمادے، وہ عرض کریں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔تم لوگ موسیٰؑ کے پاس چلے جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا تھا، اپنی رسالت وہم کلامی کے لیے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ آئیں گے اورعرض کریں گے: اے موسیٰؑ آپ اپنے رب عزوجل سے ہماری سفارش کردیں کہ ہم لوگوں کے درمیان فیصلہ کردے۔ وہ عرض کریں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔تم لوگ عیسیٰؑ روح اللہ اورکلمۃ اللہ کے پاس چلے جاؤ،لوگ آئیں گے اور عرض کریں گے: اے عیسیٰؑ اپنے رب سے ہم لوگوں کی سفارش کردیں کہ ہم لوگوں کے درمیان فیصلہ کردیں (کہ کون جنتی وجہنمی ہے) وہ عرض کردیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔تم لوگ محمد ﷺ کے پاس چلے جاؤ کہ وہ خاتم النّبیین ﷺ ہیں۔آج ہی کے دن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اگلی پچھلی تمام باتیں معاف کردی تھیں (یعنی آج وہ دن آگیا کہ جس دن کے لیے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی اگلی پچھلی تمام باتیں معاف کردی تھیں تا کہ لوگوں کی حضور حق میں سفارش وشفاعت کریں) تم نہیں دیکھتے ہو کہ اگر کوئی سامان کسی برتن میں رکھا ہوا ہواوراس پر سِل پیک کردیا گیا ہو، منہ بند کردیا گیا ہو۔تو کیا کسی کو قدرت وطاقت ہوگی کہ اس برتن کا سِل توڑے بغیر کچھ لے سکے یا ڈال سکے، لوگوں نے کہا: نہیں۔ بالکل بھی نہیں۔عیسیٰؑ نے فرمایا: بس یہی سمجھ لو کہ محمد ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔

راوی کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ میرے پاس آئیں گے، وہ

کہیں گے: یا محمد ﷺ! آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کردیجیے تاکہ ہم لوگوں کا فیصلہ کردے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں کہوں گا ٹھیک ہے۔ میں جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور دروازہ کا چوکھٹ پکڑلوں گا اور دروازہ کھلواؤں گا، آواز آئے گی: کون؟ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: محمد ﷺ۔ تو میرےلیے دروازہ کھول دیا جائے گا، تو میں سجدہ میں چلا جاؤں گا، اور ربّ العزّت کی ایسی حمد کروں گا کہ مجھ سے پہلے نہ کسی نے کی ہے اور نہ آئندہ ایسی حمد میرے سوا کوئی کرے گا۔ ارشاد ہوگا: آپ اپنا سر اٹھایئے، اور کہیے جو کہنا ہے آپ کی سنی جائے گی۔ (یعنی پوری کی جائے گی) اور سوال کیجیے دیا جائے گا اور شفاعت کیجیے قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: رب امتی امتی۔ یارب میری امت، میری امت۔ حکم ملے گا: جن لوگوں کے دل میں جو کے دانہ کے برابر ایمان ہو نکال لایئے۔ آپ نے فرمایا: میں ایسے لوگوں کو نکال لاؤں گا۔ پھر سجدہ میں گر پڑوں گا اور انہی حمد سے اللہ عزوجل کی ایسی حمد کروں گا کہ میرے سے پہلے کسی نے کیا تھا نہ بعد میں کوئی ایسی حمد کرے گا (جبھی تو آپ کا نام محمد ﷺ ہے) مجھ کو کہا جائے گا: آپ ﷺ اپنا سر اٹھایئے اور سوال کیجیے عطا ہوگا، سفارش کیجیے قبول ہوگی۔ میں کہوں گا: ربّ العزّت! میری امت میری امت، ارشاد ہوگا: جہنم سے ان لوگوں کو نکال لایئے جن کے دل میں ایک گندم کے برابر ایمان ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسے لوگوں کو نکال لاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر میں سجدہ میں گر پڑوں گا اور پہلے ہی کی طرح اللہ کی جناب میں حمد کروں گا، تو حکم ملے گا: جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو ان کو نکال لایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسے لوگوں کو نکال لوں گا۔

روزِ قیامت میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کو زمین سے اٹھایا جائے گا

(٦٢٥) عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول:

"إِنِّی لَأَوَّلُ النَّاسِ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْ جُمْجُمَتِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ لَا فَخْرَ، وَ أُعْطَی لِوَاءَ الْحَمْدِ وَ لَا فَخْرَ، وَ أَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ لَا فَخْرَ، وَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ لَا فَخْرَ، وَ آتِی بَابَ الْجَنَّةِ فَآخُذُ بِحَلْقَتِهَا

فَيَقُوْلُوْنَ: مَنْ هَذَا؟ فَأَقُوْلُ:أَنَا مُحَمَّدٌ، فَيَفْتَحُوْنَ لِيْ فَأَدْخُلُ فَأَجِدُ الْجَبَّارَ مُسْتَقْبِلِيْ فَأَسْجُدُ لَهُ. فَيَقُوْلُ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّدُ ! وَ تَكَلَّمْ يُسْمَعْ مِنْكَ، وَ قُلْ يُقْبَلْ مِنْكَ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ. فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ فَأَقُوْلُ: أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ يَا رَبِّ، فَيَقُوْلُ: اِذْهَبْ إِلٰى أُمَّتِكَ فَمَنْ وَجَدْتَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ شَعِيْرٍ مِنَ الْإِيْمَانِ فَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، فَأَذْهَبُ فَمَنْ وَجَدْتُ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذٰلِكَ أَدْخَلْتُهُمُ الْجَنَّةَ، فَأَجِدُ الْجَبَّارَ مُسْتَقْبِلِيْ فَأَسْجُدُ لَهُ. فَيَقُوْلُ: اِرْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّدُ وَ تَكَلَّمْ يُسْمَعْ مِنْكَ وَ قُلْ يُقْبَلْ مِنْكَ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ. فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ فَأَقُوْلُ: أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ يَا رَبِّ ، فَيَقُوْلُ: إِذْهَبْ إِلٰى أُمَّتِكَ فَمَنْ وَجَدْتَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنَ الْإِيْمَانِ فَأَدْخِلْهُ الْجَنّةَ فَأَذْهَبُ فَمَنْ وَجَدْتُ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذٰلِكَ أَدْخَلْتُهُمُ الْجَنَّةَ وَ فرغ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ وَ أُدْخِلُ مَنْ بَقِيَ مِنْ أُمَّتِيْ فِي النَّارِ مَعَ أَهْلِ النَّارِ. فَيَقُوْلُ أَهْلُ النَّارِ: مَا أَغْنٰى عَنْكُمْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْنَ بِهِ شَيْئًا فَيَقُوْلُ الْجَبَّارُ: فَبِعِزَّتِيْ لَأُعْتِقَنَّهُمْ مِنَ النَّارِ فَيُرْسِلُ إِلَيْهِمْ فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ ، وَ قَدْ اِمْتَحَشُوْا فَيَدْخُلُوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُوْنَ فِيْهِ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِي غِثَاءِ السَّيْلِ وَ يُكْتَبُ بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ : هٰؤُلَآءِ عُتَقَاءُ اللّٰهِ فَيُذْهَبُ بِهِمْ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ لَهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ: هٰؤُلَاءِ الْجَهَنَّمِيُّوْنَ فَيَقُوْلُ الْجَبَّارُ: بَلْ هٰؤُلَآءِ عُتَقَاءُ الْجَبَّارِ.'' [صحيح لغيره] (أخرجه الدارمی فی سننه، ج:۱، ص۲۷)

(۶۲۵) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: قیامت کے دن میں سب سے پہلا خوش نصیب اور مکرم ہوں گا جو قیامت کے گھبراہٹ والے دن میں قبر سے اٹھایا جاؤں گا اور میں اس پر فخر نہیں کرتا اور حمد رحمٰن کا جھنڈا مجھ کو دیا جائے گا اور میں اس پر فخر نہیں کرتا اور میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار و آقا ہوں گا اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ میں جنت کے دروازے پر جب آؤں گا تو جنت کے چوکھٹ کو پکڑ لوں گا، آواز آئے گی کون؟ میں کہوں گا محمد ﷺ! تو دروازہ

میرے لیے کھول دیا جائے گا تو جیسے ہی میں جنت میں داخل ہوں گا تو حق جل مجدہ کو اپنے استقبال میں پاؤں گا۔ ربّ العالمین کی اس عنایت پر میں سجدہ کروں گا۔ ارشاد ہوگا: میرے لاڈلے سر اُٹھایئے، اے محمد ﷺ! آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، سفارش کیجیے، قبول کی جائے گی۔ (پچھلی روایت کی طرح تین دفعہ اللہ کے رسول ﷺ جہنم سے لوگوں کو نکالیں گے)۔ کچھ تھوڑے سے لوگ میری امت کے جہنم میں بچ جائیں گے، جہنمی لوگ ان کو طعنہ دیں گے کہ تم تو اللہ پاک کی عبادت کرتے تھے اور اللہ پاک کے ساتھ شرک نہیں کرتے تھے، پھر بھی تم کو اللہ پاک کی عبادت دوزخ سے نہیں بچاسکی، یہ سن کر حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: مجھ کو میری عزت کی قسم میں ان تمام لوگوں کو جہنم سے آزادی دوں گا۔ پھر وہ اس حال میں نکالے جائیں گے کہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ ان کو آبِ حیات میں ڈالا جائے گا، جس سے وہ تر و تازہ ہو جائیں گے جیسے کہ سیل رواں میں بہنے والا دانہ کسی کنارہ میں تر و تازہ اُگ آتا ہے، پھر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیا جائے گا 'عتقاء اللّٰه عزوجل' اللہ عزوجل کے آزاد کیے ہوئے۔ اہلِ جنت ان کو 'جھنمیون' کہیں گے۔ حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا، ان لوگوں کو یوں پکارو 'عتقاء اللّٰه' اللہ کے آزاد کیے ہوئے (یعنی جہنمی کے نام میں ایک قسم کی توہین یا حزن و ملال کا پہلو ہے یا اہل جنت کی شان کے خلاف ہے اس لیے جنت میں بھی ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ''عتقاء اللّٰه'' کا ادب سکھلایا جائے گا۔ واللہ اعلم)۔

موقف ومحشر میں امام الخلائق محمد ﷺ ہوں گے

شفاعت کی تمام احادیث میں تقریباً یہ بات واضح طور پر آئی ہے کہ آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سبھی بیک زبان عذر پیش کردیں گے جیسا کہ آپ نے ابھی پڑھ لیا۔

ایک اہم بات جو عرض کرنی ہے وہ یہ کہ اس عالم ہولناکی میں حق جل مجدہ لوگوں کے دلوں میں شفاعت کی امیدیں بھی ڈالیں گے اور ساتھ ساتھ شفاعت کی امید حضرت آدم علیہ السلام سے وابستہ فرمائیں گے۔ حالانکہ اس موقف میں جو لوگوں پر بیت رہی ہوگی اس

کا اندازہ الفاظِ حدیث سے بخوبی واضح ہے، پھر یہ الہام کیوں نہ ہوگا کہ بغیر کسی انبیاء کے دروازے کو کھٹکھٹائے ہوئے سیدھے سیّد الاولین والآخرین محمد ﷺ کی جناب میں اُمت آجائے؟ محدثین کرام اس مسئلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ محض حضور انور ﷺ کی بزرگی اور علوِ شان اور رفعتِ مقام کو واضح کرنا مقصود ہوگا۔ ساتھ ہی قربِ حق کی افضلیت کو جملہ انبیاء کرام علیہم السلام پر عیاں کرنا ہوگا۔ کیونکہ اگر لوگ سیدھے حضور ﷺ کے پاس تشریف لے آئیں تو یہ خطرہ کسی کے دل میں گزر سکتا تھا کہ دیگر انبیاء بھی شفاعت کر سکتے ہیں مگر آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک سب یہی کہہ دیں گے **لست ھنا کم** کیونکہ یہ وہی مقام محمود ہے جو حق تعالیٰ نے محض آپ ﷺ کے لیے مخصوص کر رکھا تھا تو پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام کیونکر اس کی ذمہ داری کو قبول کریں گے، غرض حضور ﷺ کی شفاعت کبریٰ کو آج بھی انبیاء علیہم السلام کی زبانی عالم محشر میں نمایاں کیا جائے گا۔ واللہ اعلم (قسطلانی)

مقامِ مصطفیٰ ﷺ

حق جل مجدہ اہل موقف پر حقیقت کو عیاں کردے گا کہ آج پوری کائنات عالم میں ایک ہی امام الخلائق ہے۔ اپنی اپنی امتوں کے پیشوا و امام، انبیاء علیہم السلام بھی اپنی زبانی عوام کو موقف ومحشر میں یہ بات بتلا دیں گے کہ تمہاری مشکلات وہولناکی کا مداوا اور تمہاری پریشانیوں کا سہارا، کوئی نہیں بن سکتا نہ ہی کسی میں بننے کی صلاحیت ہے۔ یہ سعادت تو صرف دریتیم ﷺ جس کو رب نے قرآن میں رؤف رحیم کہا ہے بس وہی ہے۔ تم میرے پاس کیوں آئے۔ تمہاری نگاہِ انتخاب نے خطا کیا، میں بھی تمہارا شریک غم ہوں، نفسی نفسی نفسی، الغرض تمام مقدس انبیا علیہم السلام کی زبانی اہل موقف پر یہ بات عیاں ہوجائے گی کہ آج کی ہولناکی میں رحمت للعالمین ﷺ ہی کا سایۂ رحمت اہل محشر کی یاس کو آس میں بدلے گا۔

اللہ اکبر کبیراً، خاتم النّبیین ﷺ کا کتنا بلند مرتبہ ومقام ہے کہ نوحؑ کا مقدمہ عدالت میں آئے گا تو امت محمد ﷺ تبلیغ رسالت کی شہادت وصداقت پیش کرے گی۔ اور جب آقا ﷺ کی بات آئی تو خود ربّ العزّت نے فرمایا **قل اللہ شھید بینی و بینکم** کہہ دے اللہ

گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان۔ رسول اللہ ﷺ کی رسالت، قرآن کی صداقت پر اللہ خود گواہ ہیں، جو مقام کسی اور کو اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا، آج قیامت میں بھی وہی عبد کامل شافع الامم بنے گا، الغرض تمام خلائق پر تمام انبیاء واضح کردیں گے، یہ مقام مصطفیٰ ﷺ ہے، جہاں کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

خصوصیات وممیّزاتِ خاتم النّبیین ﷺ

(۱) سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو اُٹھایا جائے گا میں فخر نہیں کرتا یہ فضل ہے۔

(۲) حمد کا جھنڈا امام الحمد، محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا، میں فخر نہیں کرتا یہ فضل ہے۔

(۳) میں تمام انسانوں (مومنین، مسلمین، صالحین، ساجدین، عابدین، ذاکرین، مطیعین، مصلحین، متقین، مخلصین، مخبتین، منیبین، صدیقین، شاکرین، صابرین، ابرار، اخیار، اتقیاء، صلحاء، نجباء، نقباء، اولیا وانبیاء) کا سردار ہوں گا۔ یہ فضل کی باتیں ہیں فخر کی نہیں۔ اللہ اکبر کبیراً۔ اُمت کا نام حمّادون ہے اور ہمارے امام ﷺ کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا، آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ ابن مریم تک جتنی اللہ تعالیٰ کی حمد ہوئی ہے۔ تنہا امت محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی، اور تمام امم وانبیاء کے حمد کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کا حمد، اللہ تعالیٰ کے حضور میں غالب ہوگا۔ اور امت محمدیہ ﷺ کیسے حمّادون نہ ہو، ہمارے نبی ﷺ نے ہر حال میں الحمد للہ سکھلایا کھاؤ، پیئو، اٹھو، بیٹھو، ہر موقع شکر پر الحمد للہ کی تعلیم دی۔ چھینک آئے الحمد للہ، بیت الخلاء سے نکلو الحمد للہ، ہر نماز کی ہر رکعت میں الحمد للہ، دوسری امتوں کا حال تو ہم کو نہیں معلوم اپنی امت کا حال معلوم ہے کہ کل قیامت میں بھی اللہ کی حمد کرے گی، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحُزْنَ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّءُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَاءُ، وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِیْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔معلوم ہوتا ہے حمادون کا حمد جنت میں بھی باقی رکھا جائے گا، پھر اس اُمت کے امام کو امام الحمد کا جھنڈا نہ ملے گا تو کس کو ملے گا۔ الحمد للّٰہ!

نیز اسی حدیث شفاعت میں آپ نے پڑھا ہے کہ حق جل مجدہ جس نبی کو حمد کا جھنڈا دیں گے جب وہ تجلّی باری کو دیکھ کر سجدہ ریز ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی حمد کے نئے نئے الفاظ اسلوب وتعبیرات حمد امام الحمد، محمد ﷺ کو سکھلائے گا، معلوم ہوتا ہے حمد کے جھنڈے کی لاج، اللہ تعالیٰ بھی فرمائے گا، دراصل بندہ کی جانب سے بارگاہِ بے نیاز میں حمد سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں، کیونکہ انھوں نے خود ہی سکھلایا ہے کہ میری جناب میں اگر تم کچھ پیش کرنا چاہتے ہو تو میری شانِ جلال واکرام میں میرا ہی بتلایا ہوا الحمد للہ ہے۔ جس کو میں اپنے بندوں سے سننا چاہتا ہوں، کل محشر میں بھی اللہ تعالیٰ امام الحمد محمد رسول اللہ ﷺ کو حمد ہی سکھلائے گا، کیونکہ امت حمادون ہے جو جنت میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کرے گی، تو حمادون کا پیشواء امام الحمد بطریقِ اولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ بھی اللہ کی ہی حمد کریں گے۔ **الحمد للّٰه والصلوٰة السلام علی امام الحمد من لا نبی بعده وبیده لواء الحمد۔**

(۴) اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا یہ بھی فضل ہے قابل فخر نہیں، اور جنت کے دہلیز و چوکھٹ کو پکڑ کر کھڑا ہوں گا، پوچھا جائے گا کون؟ محمد ﷺ ہوں، تو بابِ جنت میرے لیے کھول دیا جائے گا تو میں جیسے ہی جنت میں داخل ہوں گا **رب ذو الجلال، جبّار السموات والارض** کو تو دیکھوں گا اور اپنے استقبال میں پاؤں گا، **سبحان اللّٰه وبحمده وصلی اللّٰه علی رسوله**، حق جل مجدہ کو دیکھتے ہی میں سجدہ کروں گا، یعنی بارگاہ ربّ العزّت کی تحیہ وبندگی کا ہمارے نبی ﷺ حق ادا کردیں گے، پھر وہی ہوگا جس کی منتظر خلائق تھی، اور پھر آگے موقف کی ہولناکی میں تسہیل وتیسیر کا دروازہ کھل جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَّعْلُوْمَاتِکَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ

رویت باری جنت میں ہوگی اور جنت ہی رویت کا مقام وٹھکانہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی جنت میں ہی ربّ العزّت کو دیکھیں گے، آپ کا جنت میں جانا پہلی بار شفاعت کے لیے ہوگا، اس بات کا خیال رہے کہ جنت کی نعمت سے بطور نعمت کے تلذذ کے لیے آپ اس وقت جائیں گے جب تمام ہی اہل ایمان داخل ہوچکیں گے، آپ ﷺ کا پہلی بار

جانا امت کی شفاعت کے لیے ہوگا لہٰذا کوئی اشکال نہیں۔ بلکہ یہ تو اعزاز محمدی ﷺ ہوگا کہ آپ ﷺ کو شفاعت کے لیے بھی جنت میں بلوا کر، داخلہ کی اجازت دے کر مقام محمود پر فائز کیا جائے گا آپ ﷺ جنت میں پہنچ کر بھی جنت کی نعمتوں کی طرف مائل نہ ہوں گے اور حضورِ حق میں سجدہ ریز ہوکر دوسروں کے مسائل کو حل کرائیں گے۔ اپنا نہیں بیگانوں کا بھی محمد ﷺ کے سوا کوئی نہیں۔

اُمتِ حمّادون

(۱) عجیب بات ہے، حق تعالیٰ نے اس اُمت کو حمد سکھلایا، اور حمد کے الفاظ بھی عطا کیے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

حمادون جس اُمت کا نام ہے اس کو سبھی نے حمد باری سکھلایا، اللہ کے برگزیدہ فرشتوں کے امام و سرخیل جبرئیل علیہ السلام نے حمد سکھلایا، ایک روز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مسجد رسول میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مسجد میں ایک نو وارد شخص داخل ہوا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا، اور حمد باری کے چند کلمات پڑھ کر چلا گیا، اِدھر سے امام الانبیاء علیہ السلام تشریف لائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک شخص آیا تھا اور یہ کلمات حمد کے پڑھ کر چلا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ جبرئیلؑ تھے، تم کو حمد سکھلانے آئے تھے، وہ الفاظِ حمد یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَلُّهُ وَ لَکَ الْمُلْکُ کُلُّهُ وَ بِیَدِکَ الْخَیْرُ کُلُّهُ وَ اِلَیْکَ یَرْجِعُ الْاَمْرُ کُلُّهُ عَلَانِیَّتُهُ وَ سِرُّهُ، لَکَ الْحَمْدُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. فَاغْفِرْلِیْ مَا امَضٰی مِنْ ذُنُوْبِیْ و اعْصِمْنِیْ فِیْمَا بَقِیَ مِنْ عُمْرِیْ وَ ارْزُقْنِیْ اَعْمَالًا زَاکِیَّةً تَرْضٰی بِهَا عَنِّی وَ تُبْ عَلَیَّ. (ابن ابی الدنیا کتاب الاسرار ترغیب ۲/۴۴۱)

(۲) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا سب سے بہتر دعا کون سی ہے جس کو میں نماز میں پڑھا کروں، حضور ﷺ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے خیر الدعاء ہم کو سکھلائی، وہ یہ حمد ہے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَلُّہُ وَلَکَ الْمُلْکُ کُلُّہ وَلَکَ الْخَلْقُ کُلُّہُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ الْاَمْرُ کُلُّہ وَاَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ الشَّرِّ کُلِّہٖ. (رواہ البیہقی ، ترغیب ۲/ ٤٤١)

(۳) حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حمد سکھلایا:

اَلْحَمْدُ لَلّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْءَ مَا خَلَقَ، وَ الْحَمْدُ لَلّٰہِ عَدَدَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ السَّمَاءِ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْءَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ کُلِّ شَیْءٍ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْءَ کُلِّ شَیْءٍ . (احمد وحاکم ، ترغیب ۲/ ٤٤٠)

(۴) وہ حمد جو رات و دن کے عمل سے زیادہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْءَ مَا اَحْصٰی کِتَابُہٗ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ مَا اَحْصٰی خَلْقُہٗ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْءَ مَا فِیْ خَلْقِہٖ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ مِلْءَ سَمٰوَاتِہٖ وَ اَرْضِہٖ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ کُلِّ شَیْءٍ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ. (طبرانی)

(۵) وہ حمد جس کا ثواب خالق کے سوا کسی کو نہیں معلوم:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ایک بندہ نے یہ حمد پڑھا، یَارَبِّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا یَنْبَغِی لِجَلَالِ وَجْھِکَ وَ لِعَظِیْمِ سُلْطَانِکَ فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے ثواب معلوم کیا، اللہ تعالیٰ نے بتلایا بس تم لکھ لو، جب بندہ ملے گا میں خود اس کو اس کا ثواب دے دوں گا۔ (احمد ابن ماجہ)

(٦) ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ حَمْدًا یُوَافِی نِعَمَہٗ وَ یُکَافِیُ مَزِیْدَہٗ، تین مرتبہ پڑھ لے، تو اس کا ثواب بھی اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

(رواہ البخاری فی الضعفا وترغیب ۲/ ٤١)

(۷) ایسی حمد جو ستر ہزار فرشتے قیامت تک مغفرت کریں گے:

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو یہ حمد پڑھے گا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ تَوَاضَعَ کُلُّ شَیْءٍ لِعَظَمَتِهٖ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی ذَلَّ کُلُّ شَیْءٍ لِعِزَّتِهٖ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی خَضَعَ کُلُّ شَیْءٍ لِمَلْکِهٖ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اسْتَسْلَمَ کُلُّ شَیْءٍ لِقُدْرَتِهٖ۔

اس پر ایک ہزار نیکی لکھی جاتی ہے، ایک ہزار درجے بلند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے متعین کر دیتے ہیں جو قیامت تک دعاء مغفرت کریں گے۔

(۸) ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْهِ.

آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تیرہ فرشتے اس کلمہ کو بارگاہ ربّ العزّت میں پیش کرنے کے لیے لے کر بھاگے۔

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ایک شخص نبی اللہ ﷺ کے پاس آئے اور سلام و پیام کے بعد بیٹھے۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْهِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا اَنْ یُّحْمَدَ وَ یَنْبَغِی لَهٗ کہا۔ آپ ﷺ نے اس کو مکرر اس حمد کو دہرانے کو کہا، پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے دس فرشتے اس کلمہ کو لکھنے کے لیے لپکے مگر نہیں معلوم کتنا ثواب لکھیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بس تم لکھ لو میرے بندہ نے جس طرح حمد کیا ہے۔

ایسی حمد جس سے رات و دن کی عبادت کا حق ادا ہو جائے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور فرمایا: یا محمد ﷺ اگر آپ کا جی چاہے کہ رات بھر کی عبادت کا حق ادا کر دیں یا دن بھر کی عبادت کا حق ادا ہو، تو یہ کلمات حمد پڑھ لیا کریں:

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا خَالِدًا مَعَ خُلُوْدِکَ، وَ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَا مُنْتَهٰی لَهٗ دُوْنَ عِلْمِکَ، وَ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَا مُنْتَهٰی لَهٗ دُوْنَ

مَشِیَّتِکَ ، وَ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَا آخِرَ لِقَائِلِهِ اِلَّا رِضَاکَ.
(رواه البیهقی، ترغیب ۲/۴۴۲)

الغرض رسول اللہ ﷺ کو امت حمّادوں دی گئی، سبع مثانی سورۃ الحمد دی گئی، قیامت میں حمد کا جھنڈا دیا جائے گا، مقام محمود پر فائز کیا جائے گا، شفاعت کبریٰ کے لیے نئے نئے اسلوب وتعبیرات حمد کے کلمات دیئے جائیں گے، نماز میں امام رکوع سے اٹھتے ہوئے سمع اللّٰہ لمن حمده سے مقتدی کو حمد کی ترغیب دیتا ہے، اور مقتدی ربنالک الحمد حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیه مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَیْنَهُمَا مِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْد۔ (بخاری) کہہ کر فرشتوں کو گواہ بنا کر حالت نماز میں حمد کرتا ہے، اور حمادون کی شہادت ثبت کرتا ہے، بچے کی وفات پر حمد کرتا ہے تو جنت میں بیت الحمد کا انعام پاتا ہے، جنت میں جا کر بھی خاموش نہیں رہے گا جنت ملنے پر حمد، ﴿وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ﴾ (سورۃ الزمر،۷۴) ترجمہ: اور وہ بولیں شکر اللہ کا جس نے سچ کیا ہم سے اپنا وعدہ اور وارث کیا ہمکو اس زمین کا، گھر لے لیویں بہشت میں سے جہاں چاہیں، سو کیا خوب بدلا ہے محنت کرنے والوں کا (شیخ الہندؒ)۔ عدل و انصاف کے ساتھ ٹھیک فیصلہ ہونے پر حمد ﴿وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ترجمہ: اور فیصلہ ہوتا ہے ان میں انصاف کا اور یہی بات کہتے ہیں کہ سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔ (شیخ الہندؒ)

حزن وملال غم وفکر دور ہونے پر اللہ کی حمد۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ (فاطر،۳۴) دل سے غل وغش، سینہ کو کینہ سے صاف ہونے پر اور جنت کی راہ گامزن ہونے پر اللہ کی حمد کریں گے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی هَدَانَا (اعراف:۴۳)، ترجمہ: شکر اللہ کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا۔ (شیخ الہندؒ)

حق جل مجدہ جنت کی طرف ایمان کے سبب پہنچا دے گا اس پر اللہ کی حمد کریں گے

۔وَ آخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رِبِّ الْعٰلَمِیْنَ (یونس: ۱۰) ۔ترجمہ:اور خاتمہ ان کی دعا کا اس پر کہ سب خوبی اللہ کو جو پروردگار سارے جہان کا۔ (شیخ الہندؒ)

رسول اللہ ﷺ کی تہجد میں حمد

ہمارے آقا ومولا جناب رسول اللہ ﷺ جب تہجد میں اٹھتے تو ایک عجیب پُرمغز جامع ترین دنیا وآخرت کی بھلائی کے لیے جس میں سوال ہے وہ حمد کرتے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْھِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْھِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْھِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَ قَوْلُکَ الْحَقُّ وَ وَعْدُکَ الْحَقُّ وَ لِقَاءُ کَ حَقٌّ وَ الْجَنَّۃُ حَقٌّ وَ النَّارُ حَقٌّ وَ السَّاعَۃُ حَقٌّ، اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْکَ اَنَبْتُ وَ بِکَ خَاصَمْتُ وَ اِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ وَ مَا اَسْرَرْتُ وَ مَا اَعْلَنْتُ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔

نہ معلوم اور کن کن مقامات پر راز عبدیت کے حصول کے لیے آپ ﷺ نے حمد کی ہوگی، الحمد للہ، نبی محمد ﷺ، امت حمادون، حمد کا جھنڈا، مقام محمود، قیامت میں شفاعت کے لیے نئے نئے حمد کے کلمات، اسی لیے نماز میں بندہ پہلے حمد ہی شروع کرتا ہے، فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (جاثیہ:۳۶)

ترجمہ: سو اللہ ہی کے واسطے ہے سب خوبی جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا رب سارے جہان کا۔ (شیخ الہندؒ)

حمد بیحد مر خدائے پاک را
آں کہ ایماں داد مشت خاک را (عطار)
حمد تیری اے خدائے لم یزل
ہے یہ اپنی زندگی کا ما حاصل

بس لوگو! اپنے ربّا کی حمد خوب کرو، اَلْـحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَ مِدَادَ کَلِمَاتِهِ وَ زِنَةَ عَـرْشِـهِ وَ رِضَـا نَـفْسِهِ وَ عَدَدَ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا اَنْ یُحْمَدَ وَ بِعَدَدِ مَا حَمِدَهُ الْحَامِدُوْنَ وَ بِعَدَدِ مَا یَحْمَدُهُ الْحَامِدُوْنَ اِلَی اَبَدِ الْاٰبَادِ۔ (ثمین اشرف)

لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰه والوں کی شفاعت

(٦٢٦) و لأبي يعلى عن أنس رضي الله عنه أيضاً:

”مَا زَلْتُ أَشْفَعُ إِلٰی رَبِّی فَیُشَفِّعُنِـیْ ، حَتّٰی أَقُوْلَ: شَفِّعْنِی فِیْمَنْ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَیَقُوْلُ: لَیْسَتْ هٰذِهِ لَکَ، یَا مُحَمَّدُ، إِنَّمَا هِیَ لِـی أَنَا وَ عِزَّتِیْ وَ حِلْمِیْ وَ رَحْمَتِـیْ لَا أَدَعُ فِی النَّارِ أَحَدًا قَالَ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ.“

(کمافی کنزالعمال ج ٢ / ١٨٠، والإتحافات ٧٠٦)

(٦٢٦) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا، اور مجھ کو شفاعت کی اجازت ملتی رہے گی یہاں تک کہ میں عرض کروں گا: ربّ العالمین مجھ کو لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کے حق میں شفاعت کی اجازت دے دیجیے۔ ارشاد ہوگا: لا الٰہ الا اللہ والوں کی شفاعت کا حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نہیں بلکہ ان لوگوں کی شفاعت کا حق میرے ذمہ ہے، مجھ کو میری عزت کی قسم، حلم ورحمت کی قسم میں جہنم میں ان لوگوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گا، جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔

(٦٢٧) و للديلمی عنه أيضاً:

”قُلْتُ: یَا رَبِّ شَفِّعْنِـیْ فِیْمَن قَالَ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ. قَالَ ذٰلِکَ إِلَیَّ.“

[ضعيف] (کما فی کنزالعمال ج ١ / ١٦٩، والإتحافات ٦٥٠)

(٦٢٧) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عرض کیا ربّ العالمین مجھ کو اجازت دے دیجیے کہ میں اس شخص کی شفاعت کروں جس نے لاالٰہ الا اللّٰہ کا اقرار کیا ہو، حق تعالیٰ نے فرمایا: یہ میرا حق ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے نمازِ فجر سے عشا تک مصلیٰ پر خاموشی سے احوالِ آخرت کا مشاہدہ کیا

(٦٢٨) عن أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ قال: أصبحَ رسولُ اللّٰہِ ﷺ ذاتَ یومٍ فصلَی الغداۃَ، ثمَّ جَلَسَ حَتّٰی کانَ من الضُحی. ضَحِکَ رسولُ اللّٰہِ ﷺ، ثمَّ جَلَسَ مکانَہ حتی صلَّی الأُولی والعصرَ والمغربَ کلُّ ذلک لایتکلمُ حتی صلّی العشاءَ الآخرۃَ، ثم قامَ إلی أھلِہِ، فقالَ الناسُ لأبی بکرٍ: ألا تسألُ رسولَ اللّٰہِ ﷺ ماشأنُہُ؟ صنع الیومَ شیئاً لم یَصْنَعْہُ قطّ، قالَ: فسأَلَہُ. فقال:

”نَعَمْ. عُرِضَ عَلَیَّ مَا ھُوَ کَائِنٌ مِنْ أَمْرِ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ، فَجُمِعَ الْأَوَّلُوْنَ وَ الْآخِرُوْنَ بِصَعِیْدٍ وَاحِدٍ، فَفَظِعَ النَّاسُ بِذٰلِکَ حَتّٰی اِنْطَلَقُوْا إِلٰی آدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ الْعَرَقُ یَکَادُ یُلْجِمُھُمْ، فَقَالُوْا: یَا آدَمُ! أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ وَ أَنْتَ اصْطَفَاکَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ. اِشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّکَ قَالَ: لَقَدْ لَقِیْتُ مِثْلَ الَّذِیْ لَقِیْتُمْ. اِنْطَلِقُوْا إِلٰی أَبِیْکُمْ بَعْدَ أَبِیْکُمْ إِلٰی نُوْحٍ.

﴿إِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ إِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ﴾ (ال عمران:٣٣)

قَالَ: فَیَنْطَلِقُوْنَ إِلٰی نُوْحٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَیَقُوْلُوْنَ: اِشْفَعْ لَنَا إِلٰی رَبِّکَ فَأَنْتَ اصْطَفَاکَ اللّٰہُ وَ اسْتَجَابَ لَکَ فِیْ دُعَائِکَ وَ لَمْ یَدَعْ عَلَی الْأَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا. فَیَقُوْلُ: لَیْسَ ذَاکُمْ عِنْدِیْ. اِنْطَلِقُوْا إِلٰی إِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ، فَإِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اِتَّخَذَہُ خَلِیْلًا، فَیَنْطَلِقُوْنَ إِلٰی إِبْرَاھِیْمَ. فَیَقُوْلُ: لَیْسَ ذَاکُمْ عِنْدِیْ وَ لٰکِنْ اِنْطَلِقُوْا إِلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ، فَإِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ کَلَّمَہُ تَکْلِیْمًا. فَیَقُوْلُ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ: لَیْسَ ذَاکُمْ عِنْدِیْ، وَ لٰکِنْ اِنْطَلِقُوْا إِلٰی عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ، فَإِنَّہُ یُبْرِئُ الْأَکْمَہَ وَ الْأَبْرَصَ وَ یُحْیِی الْمَوْتٰی. فَیَقُوْلُ عِیْسٰی: لَیْسَ ذَاکُمْ عِنْدِیْ وَ لٰکِنْ اِنْطَلِقُوْا إِلٰی سَیِّدِ وُلْدِ آدَمَ، فَإِنَّہُ أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ

الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اِنْطَلِقُوْا إِلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَشْفَعُ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ عَزَّوَجَلَّ
قَالَ: فَيَنْطَلِقُ فَيَأْتِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبَّهُ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : اِئْذِنْ لَهُ وَ
بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ ، قَالَ: فَيَنْطَلِقُ بِهِ جِبْرِيْلُ فَيَخِرُّ سَاجِدًا قَدْرَ جُمُعَةٍ وَ يَقُوْلُ اللّٰهُ
عَزَّوَجَلَّ اِرْفَعْ رَأْسَکَ يَا مُحَمَّدُ وَ قُلْ يُسْمَعْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ. قَالَ: فَيَرْفَعُ رَأْسَهُ.
فَإِذَا نَظَرَ إِلٰى رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ خَرَّ سَاجِدًا قَدْرَ جُمُعَةٍ أُخْرَى، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ :
اِرْفَعْ رَأْسَکَ وَ قُلْ يُسْمَعْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ. قَالَ: فَيَذْهَبُ لِيَقَعَ سَاجِدًا، فَيَأْخُذُ
جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِضَبْعَيْهِ، فَيَفْتَحُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِ مِنَ الدُّعَاءِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ
عَلٰى بَشَرٍ قَطُّ. فَيَقُوْلُ : أَيْ رَبِّ خَلَقْتَنِيْ سَيِّدَ وُلْدِ آدَمَ وَ لَا فَخْرَ، وَ أَوَّلُ مَنْ
تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَا فَخْرَ، حَتّٰى إِنَّهُ لَيَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ أَكْثَرُ مِمَّا
بَيْنَ صَنْعَاءَ وَ أَيْلَةَ ثُمَّ يُقَالُ : اُدْعُوا الصِّدِّيْقِيْنَ فَيَشْفَعُوْنَ ثُمَّ يُقَالُ: اُدْعُوا الْأَنْبِيَاءَ.
قَالَ: فَيَجِيْئُ النَّبِيُّ وَ مَعَهُ الْعِصَابَةُ، وَ النَّبِيُّ وَ مَعَهُ الْخَمْسَةُ وَ السِّتَّةُ وَ النَّبِيُّ وَ
لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ ثُمَّ يُقَالُ: اُدْعُوا الشُّهَدَاءَ فَيَشْفَعُوْنَ لِمَنْ أَرَادُوْا وَ قَالَ: فَإِذَا فَعَلَتِ
الشُّهَدَاءُ ذٰلِکَ قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : أَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ اُدْخُلُوْا جَنَّتِيْ مَنْ
كَانَ لَا يُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا. قَالَ: فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، قَالَ: ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ :
اُنْظُرُوْا فِي النَّارِ هَلْ تَلْقَوْنَ مِنْ أَحَدٍ عَمِلَ خَيْرًا قَطُّ؟ قَالَ: فَيَجِدُوْنُ فِي النَّارِ
رَجُلًا، فَيَقُوْلُ لَهُ: هَلْ عَمِلْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لَا، غَيْرَ أَنِّيْ كُنْتُ أُسَامِحُ النَّاسَ
فِي الْبَيْعِ وَ الشِّرَاءِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : اِسْمَحُوْا لِعَبْدِيْ كَإِسْمَاحِهِ لِعَبِيْدِيْ. ثُمَّ
يُخْرِجُوْنَ مِنَ النَّارِ رَجُلًا فَيَقُوْلُ لَهُ: هَلْ عَمِلْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لَا، غَيْرَ أَنِّيْ
قَدْ أَمَرْتُ وَلَدِيْ إِذَا مِتُّ فَأَحْرِقُوْنِيْ بِالنَّارِ ثُمَّ اطْحَنُوْنِيْ حَتّٰى إِذَا كُنْتُ مِثْلَ
الْكُحْلِ فَاذْهَبُوْا بِيْ إِلَى الْبَحْرِ فاذْرُوني فِي الرِّيْحِ، فَوَاللّٰهِ لَا يَقْدِرُ عَلَيَّ رَبُّ
الْعَالَمِيْنَ أَبَدًا ! فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِکَ؟ قَالَ : مِنْ مَخَافَتِکَ. قَالَ:
فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: : اُنْظُرْ إِلٰى مُلْکِ أَعْظَمِ مَلِکٍ فَإِنَّ لَکَ مِثْلَهُ وَ عَشَرَةَ

أَمْثَالِـهِ. قَـالَ: فَيَـقُـوْلُ: لِـمَ تَسْـخَـرُ بِـیْ وَ أَنتَ الْمَلِکُ؟ قَالَ: وَ ذَاکَ الَّذِیْ ضَحِکْتُ مِنْهُ مِنَ الضُّحَی.'' [صحیح] (أخرجه أحمد ج ۱/ ۵ ۱)

(۶۲۸) ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی اور مصلیٰ پر ہی بیٹھے رہے حتیٰ کہ چاشت کا وقت ہوگیا، رسول اللہ ﷺ ہنسے، پھر اپنی ہی جگہ بیٹھے رہے، ظہر پڑھائی، عصر کا وقت آ گیا، عصر پڑھائی، مغرب کا وقت آ گیا، مغرب پڑھائی اور عجیب بات اس درمیان میں کوئی گفتگو، کوئی بات نبی اللہ ﷺ نے کسی سے نہیں کی۔ یہاں تک کہ عشاء کا وقت آ گیا عشاء پڑھائی اور کھڑے ہوئے، دولت خانہ تشریف لے گئے۔ لوگوں نے ابوبکر صدیقؓ سے کہا: آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کیوں نہیں معلوم کیا کہ آج، کیا بات پیش آ گئی؟ جو آج سے پہلے پیش نہیں آئی تھی، کہ اتنا لمبا سکوت و خاموشی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا سبب پوچھا۔ تو ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا: ہاں سنو! دنیا و آخرت کے جو پیش آنے والے احوال ہیں مجھ کو دکھلائے گئے (اللہ اکبر، رسول اللہ ﷺ کا قلب بھی کتنا وسیع تھا کہ حق تعالیٰ نے دونوں جہان کے پیش آنے ولے واقعات وحقائق کو قبل از وقت مشاہدہ کرایا اور نبی ﷺ کے انہماک و استغراق کا یہ عالم کے بعد نماز صبح سے نماز عشاء تک خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہے اور بعض امور پر ہنستے بھی۔

حمد اس اللہ تعالیٰ کی جس نے دکھلایا۔ صلاۃ وسلام اس نبی ﷺ پر جس نے دیکھا، مغفرت ورحمت اس کی امت پر جس کو نبی رحمت ﷺ ملا) تمام اولین وآخرین ایک چٹیل میدان میں جمع ہوں گے، جس کی وجہ سے لوگوں پر گھبراہٹ و ہولناکی کا عالم ہوگا، اسی حالت میں لوگ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، جبکہ پسینہ ان کے منہ تک ہوگا، وہ عرض کریں گے: اے آدمؑ آپ ابوالبشر، انسانیت کے خشت اول ہیں، اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے منتخب کیا، آپ ہماری سفارش اپنے رب سے کر دیجیے۔ آدمؑ کہیں گے: مجھ کو بھی وہی پریشانی لاحق ہے، جو تم لوگوں کو درپیش ہے۔ تم تو اپنے باپ بابا آدمؑ کے بعد

نوحؑ کے پاس چلے جاؤ۔

﴿إِنَّ اللّٰـهَ اصْطَفَىٰٓ اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ إِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ (ال عمران:۳۳)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لیے منتخب فرمایا ہے حضرت آدمؑ کو اور حضرت نوحؑ کو اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے بعضوں کو تمام جہان پر۔ (آل عمران:۳۳)

آپ ﷺ نے فرمایا: لہٰذا تمام لوگ نوح علیہ السلام کے پاس چلے جائیں گے۔ پھر عرض کریں گے: آپ ہماری سفارش اپنے رب سے کردیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو (نبوت کے لیے) چن لیا تھا اور آپ کی دعا بھی قبول کرلی کہ کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑو۔ وہ عرض کریں گے: تم لوگوں کا مقصد میرے پاس پورا نہیں ہوگا۔ تم لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل نے ان کو اپنا دوست بنایا ہے۔ وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جائیں گے، وہ عرض کریں گے: تم لوگوں کا مقصد میرے پاس پورا نہیں ہوگا، تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: تم لوگوں کا مقصد میرے پاس پورا نہیں ہوگا، تم لوگ عیسیٰ بن مریم کے پاس چلے جاؤ۔ کہ وہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی اور مردہ کو زندہ کیا کرتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میں بھی اس کا اہل نہیں۔ ہاں تم لوگ آدم کی اولاد کے سردار کے پاس چلے جاؤ۔ اس لیے کہ وہ سب سے پہلے مبارک شخص ہیں، کہ زمین سے قیامت کے دِن اُٹھائے گئے۔ ہاں تم چلے جاؤ محمد ﷺ کے پاس۔ وہ تم لوگوں کی سفارش تمہارے رب سے کریں گے، آپ ﷺ بغرض شفاعت چلیں گے، پس ربّ العالمین کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام آئیں گے۔ حق جل مجدہ فرمائے گا: ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی بشارت سنادو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرئیلؑ ہم کو لے کر چلیں گے، تو میں سجدہ میں گر پڑوں گا، یہ سجدہ ایک جمعہ کے برابر (یعنی ایک ہفتہ کے برابر ہوگا)۔ اللہ عزوجل فرمائے گا: محمد ﷺ سر اٹھایئے اور کہیے، سنی جائے گی، شفاعت کیجیے قبول

کی جائے گی۔ آپ ﷺ سر اٹھائیں گے، اور جب نظر ربّ عزوجل پر پڑے گی تو سجدہ میں چلے جائیں گے۔ یہ سجدہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے برابر کا ہوگا، اللہ عزوجل فرمائے گا کہ سر اُٹھایئے اور کہیے، سنی جائے گی، شفاعت کیجیے، قبول کی جائے گی۔ آپ ﷺ پھر جائیں گے تا کہ سجدہ ریز ہوجائیں تو جبرئیل علیہ السلام دونوں مونڈھے یا بازو پکڑ لیں گے، اللہ عزوجل ان پر دعا کے اسلوب کا دروازہ کھول دے گا جو اس سے پہلے کسی پر نہیں کُھلا تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے: اے میرے رب آپ نے مجھ کو اولاد آدمؑ کا سردار پیدا کیا میں اس پر فخر نہیں کرتا اور قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے مجھ کو اٹھایا اس پر فخر نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ لوگ میرے حوض کوثر پر وارد ہوں گے، آئیں گے۔ جو صنعا اور ایلہ (دومقام) سے زیادہ ہوں گے۔

پھر ارشاد ہوگا: بلایئے صدیق کو تا کہ شفاعت کریں۔ پھر ارشاد ہوگا: انبیاء کو بلاؤ، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک نبی آئیں گے اور ان کے ساتھ ایک جماعت امتی کی ہوگی اور ایک نبی اور اس کے ساتھ پانچ چھ امتی اور ایک نبی ایسے کہ ان کا کوئی امتی نہیں۔ پھر ارشاد ہوگا: شہداء کو بلاؤ، وہ جس کی چاہیں سفارش وشفاعت کریں۔ جب شہداء شفاعت کر چکیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: حق عزوجل فرمائے گا: انا ارحم الراحمین ۔ میں تمام جہان کے رحم کرنے والوں کے مقابلہ میں زیادہ رحم کرنے والا ہوں۔ جنت میں ان تمام لوگوں کو داخل کردو جنھوں نے میرے ساتھ ذرہ بھی شرک نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے لوگوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: جہنم میں دیکھو ایسا شخص کوئی ملتا ہے جو کبھی خیر و بھلائی کیے ہوا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جہنم میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کو کہا جائے گا تو نے کبھی کوئی خیر و نیکی کی ہے، وہ عرض کرے گا: نہیں کوئی نہیں۔ مگر ہاں میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت میں چشم پوشی اور مسامحت سے کام لیتا تھا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا: میرے بندہ کے ساتھ ویسی چشم پوشی و مسامحت کرو جیسا کہ وہ میرے دوسرے بندہ کے ساتھ کرتا تھا۔ پھر ایک شخص کو جہنم سے نکالا جائے گا اور اس سے کہا

جائے گا: تو نے کبھی کوئی نیکی کی ہے؟ وہ کہے گا: نہیں کی۔ مگر ہاں میں نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے آگ میں جلا دینا پھر اس کی راکھ کو پیس دینا، جب میری راکھ سرمہ کی طرح ہو جائے تو اس راکھ کو سمندر کے قریب لے جانا اور تیز ہوا میں میری راکھ اُڑا دینا کہ اللہ کی قسم ربّ العالمین اس طرح کرنے سے کبھی مجھ پر قدرت نہیں پائے گا (یعنی اس طرح کرنے سے اللہ نہ میری راکھ کو جمع کر سکے گا، نہ ہی عذاب پر قدرت ہوگی۔ یہ دراصل اس بندہ کی کم علمی اور اللہ کی قدرت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔) چنانچہ اللہ نے اس کے جسم کے تمام ذرّات کو جمع کر کے اس سے پوچھا: تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ اس بندہ نے عرض کیا: آپ کے خوف سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عز و جل فرمائے گا: تیری نگاہ میں مخلوق کے اندر سب سے بڑی سلطنت کس کی ہے؟ ویسی ہی اور اسی جیسی دس گنہ زیادہ آج تیرے لیے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کہے گا: آپ میرا مذاق تو نہ اڑائیں جبکہ آپ ملک بادشاہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی اس بات سے میں چاشت کے وقت ہنسا (جو ربّ العزّت کی عطائے بے بہاء دیکھ کر سخریہ و مذاق سمجھا اور بول پڑا کہ آپ میرا مذاق نہ اُڑائیں۔ آپ تو بادشاہ ہیں کہ آپ کی شان سخریہ کی نہیں۔ انسان کتنا کوتاہ فہم واقع ہوا ہے جو عالم حقیقت میں حق جل مجدہ کی عطائی کلام کی حقیقت سے بھی ناآشنا ہے۔ سبحان اللّٰہ و بحمدہ) اس شخص کی اسی بات سے میں چاشت کے وقت ہنسا۔

(اخرجه احمد۔ ۱/۱۰)

میں قیامت کے دن انسانیت کا سردار رہوں گا

(٦٢٩) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: أُتِیَ رسول اللّٰه ﷺ بلحم فرفع إليه الذراع و كانت تعجبه فَنَهسَ منها نَهسَةً ثم قالَ:

”أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ هَلْ تَدْرُوْن مِمَّ ذٰلِكَ؟ يُجْمَعُ النَّاسُ الْأَوَّلِيْنَ وَ الْآخِرِيْنَ فِی صَعِيْدٍ وَاحِدٍ يَسْمَعُهُمُ الدَّاعِی، وَ يَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَ تَدْنُو الشَّمْسُ، فَيَبْلَغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَ الْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ وَ لَا يَحْتَمِلُوْنَ، فَيَقُوْلُ

الـنَّـاسُ: أَ لَا تَـرَوْنَ مَا قَدْ بَلَّغَكُمْ، أَ لَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ، فَيَقُوْلُ بَـعْـضُ الـنَّـاسِ لِبَعْضٍ: عَلَيْكُمْ بِآدَمَ ، فَيَأْتُوْنَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ: أَنْتَ أَبُـو الْبَشَـرِ خَـلَقَکَ اللّٰهُ بِيَدِهِ وَ نَفَخَ فِيْکَ مِنْ رُوْحِهِ وَ أَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَکَ، اِشْـفَـعْ لَـنَـا إِلٰـى رَبِّکَ أَ لَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ إِلٰى مَا قَدْ بَلَغَنَا؟ فَيَقُوْلُ آدَمُ: إِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَ لَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَ إِنَّـهُ نَهَـانِــیْ عَـنِ الشَّـجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ. نَفْسِی نَفْسِی نَفْسِی. اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِیْ، إِذْهَبُـوْا إِلٰـى نُـوْحٍ، فَيَـأْتُوْنَ نُوْحًا، فَيَقُوْلُوْنَ :يَا نُوْحُ! إِنَّکَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلٰى أَهْـلِ الْأَرْضِ ، وَ قَـدْ سَـمَّاکَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّکَ، أَ لَا تَرٰى إِلٰـى مَا نَحْنُ فِيْهِ، فَيَقُوْلُ: إِنَّ رَبِّی عَزَّوَجلَّ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضْبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْـلَـهُ، وَ لَـنْ يَـغْـضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَ إِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِـیْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلٰى قَوْمِیْ. نَـفْسِـی نَـفْسِی نَفْسِی. اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِیْ اِذْهَبُوْا إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ ، فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا إِبْرَاهِيْمُ أَنْتَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَ خَلِيْلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّکَ. أَ لَا تَـرَى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ لَهُمْ: إِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضْبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْـلَـهُ مِثْـلَـهُ وَ لَـنْ يَـغْـضَـبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَ إِنِّیْ قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَـلَاثَ كَذِبَاتٍ - فَـذَكَـرَهُـنَّ أَبُوْحَيَّانٍ فِی الْحَدِيْثِ— نَـفْسِـی نَـفْسِی نَفْسِی. اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِیْ، اِذْهَبُـوْا إِلٰـى مُـوْسٰـى، فَيَـأْتُـوْنَ مُـوْسٰـى، فَيَـقُـوْلُوْنَ : يَا مُوْسٰى أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَضَّلَکَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَ بِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّکَ، أَ لَا تَرَى إِلٰى مَا نَـحْـنُ فِيْـهِ؟ فَيَـقُـوْلُ: إِنَّ رَبِّـیْ قَـدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضْبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَ لَنْ يَـغْـضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ. وَ إِنِّیْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُوْمَرْ بِقَتْلِهَا ، نَفْسِی نَفْسِی نَفْسِی، اِذْهَبُـوا إِلٰـى غَيْرِیْ، إِذْهَبُوْا إِلٰى عِيْسٰى فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ : يَا عِيْسٰى! أَنْتَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ وَ كَـلِـمَـتُـهُ أَلْـقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ وَ كَلَّمْتَ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ صَبِيًّـا، اِشْـفَـعْ لَـنَـا أَ لَا تَـرَى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ، فَيَقُوْلُ عِيْسٰى: إِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ

الْيَوْمَ غَضْبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَ لَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَ لَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا. نَفْسِى نَفْسِى نَفْسِى، اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِىْ اِذْهَبُوْا إِلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ. فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا ﷺ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ! أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ، اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَأَنْطَلِقُ فَآتِى تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّىْ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهٖ وَ حُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى أَحَدٍ قَبْلِىْ ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهُ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ. فَأَرْفَعُ رَأْسِىْ فَأَقُوْلُ: أُمَّتِى يَا رَبِّ أُمَّتِى يَا رَبِّ. فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَ هُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ.

إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَ حِمْيَرَ أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَ بُصْرٰى." [صحيح] (أخرجه البخارى ج ٦ ص١٠٥)

(٦٢٩) **ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا اور آپ ﷺ کو دست کا گوشت دیا گیا، آپ ﷺ اس کو پسند کرتے تھے، تو آپ ﷺ نے اس میں سے نوچ کر کھایا، پھر کہا: میں قیامت کے دن انسانیت کا سردار ہوں گا، کیا تم لوگوں کو کچھ معلوم ہے کیوں ہوں گا؟ اللہ پاک تمام اوّلین و آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے: ہر شخص پکار و آواز کو سنے گا۔ ہر آنکھ صاف صاف دیکھے گی، لوگوں سے سورج قریب ہوجائے گا، لوگوں کی حالت غم و کرب سے ایسی خراب ہوگی کہ جس کی نہ کوئی تاب لاسکے گا، نہ ہی برداشت کرسکے گا، آپس میں لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے، کیا تم لوگوں کو اس حیران کن حالات کا علم نہیں، کیا تم لوگ اس انتظار میں ہو کہ پروردگار عالم سے کوئی تیری سفارش کرے، ایک دوسرے سے کہیں گے: چلو آدمؑ کے پاس، وہ لوگ آدمؑ کے پاس آئیں گے، عرض کریں گے: آدمؑ آپ ہمارے باپ اور ابوالبشر ہیں۔

آپؑ انسانیت کے تخم اول ہیں، حق تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے آپؑ کو پیدا فرمایا اور آپؑ کے جسم میں روح پھونکی فرشتوں کو حکم دے کر سجدہ کرایا، آپ ربّ العالمین سے ہماری سفارش کیجیے، کیا آپ ہماری موجودہ حالت دیکھ نہیں رہے ہیں؟ آپ ہماری مشکلات و پریشانی نہیں دیکھ رہے ہیں؟ آدمؑ فرمائیں گے: آج ربّ العالمین اتنا ناراض ہے کہ کبھی ایسا ناراض نہیں ہوا نہ آئندہ ہوگا۔ اللہ پاک نے مجھ کو درخت کا پھل کھانے سے جنت میں منع کیا تھا؛ مگر مجھ سے نافرمانی ہوگئی، آج نفسی نفسی کا دن ہے، میرے علاوہ کسی دوسرے کے پاس جاؤ ، بہتر ہے نوحؑ کے پاس جاؤ، وہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، عرض کریں گے: اے نوحؑ آپ روئے زمین کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں۔ اور اللہ پاک نے آپ کا نام ”عبداشکورا“ شکرگزار بندہ رکھا، پروردگار عالم سے ہم لوگوں کی سفارش کیجیے، آپ نہیں دیکھتے ہم لوگ کس حالت میں ہیں؟ آپ ہماری کیفیت نہیں دیکھتے؟ نوحؑ ان لوگوں سے کہیں گے: کہ آج اللہ تعالیٰ اس قدر غضبناک ہے کہ اس سے پہلے نہ کبھی ہوا نہ آئندہ ہوگا، اور مجھ کو ایک دعا کی قبولیت کا اختیار دیا گیا تھا، میں اس دعا کو اپنی امت کے خلاف استعمال کر چکا ہوں، نفسی نفسی نفسی، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، بہتر ہے ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، لوگ ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے، لوگ عرض کریں گے: اے ابراہیمؑ آپ تمام روئے زمین میں اللہ پاک کے نبی ہیں اور اس کے خلیل و دوست ہیں۔ اللہ پاک سے ہم لوگوں کی سفارش کیجیے۔ آپ ہماری پریشانی کو نہیں دیکھتے؟ آپ ہماری کیفیت کو نہیں دیکھتے؟ ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے: آج حق جل مجدہ اس قدر غضبناک ہے کہ اس سے پہلے یا بعد ایسا کبھی غضبناک نہیں ہوگا۔ اور میں کیسے سفارش کر سکتا ہوں، جب کہ میں تین مقام پر جھوٹ بول چکا ہوں، نفسی نفسی نفسی، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، بہتر ہے موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، عرض کریں گے: اے موسیٰؑ آپ اللہ پاک کے رسول ہیں، حق تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت کے ساتھ ہم کلامی کا شرف بخشا ہے، لہٰذا آپ ربّ العالمین سے ہماری سفارش کیجیے، کیا

آپ ہماری حالت نہیں دیکھتے، ہماری کیفیت محسوس نہیں کرتے، موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: ربّ العالمین آج اس قدر غضبناک ہیں کہ نہ اس سے پہلے نہ آئندہ ہوگا، میں کیسے سفارش کرسکتا ہوں جبکہ میں نے ایک شخص کو ماردیا جس کے قتل کرنے کا حکم نہیں ملا تھا، نفسی نفسی نفسی، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، بہتر ہے عیسیٰ بن مریم کے پاس جاؤ، وہ لوگ عیسیٰ بن مریم کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے: اے عیسیٰ آپ اللہ پاک کے رسول اور کلمۃ اللہ ہیں، جس کا مریم کو القاء کیا گیا اور اس کی روح ہیں اور آپ نے ماں کی گود میں گفتگو کیا، لہٰذا آپ پروردگار عالم سے سفارش کیجیے، آپ ہماری حالت نہیں دیکھتے، ہماری کیفیت نہیں دیکھتے؟ عیسیٰؑ ان لوگوں کو کہیں گے: آج ربّ العالمین اس قدر غضبناک ہیں کہ جتنا نہ پہلے ہوئے نہ آئندہ ہوں گے، نفسی نفسی نفسی، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ سب سے بہتر ہے محمد ﷺ کے پاس جاؤ، وہ لوگ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: آپ ﷺ اللہ پاک کے آخری رسول، آخری نبی ہیں۔ اللہ پاک نے آپ ﷺ کی اگلی اور پچھلی تمام باتیں معاف کردی ہیں، لہٰذا آپ ﷺ ہماری سفارش کریں ہماری حالت آپ کے سامنے ہے۔ پھر میں عرش کے نیچے آؤں گا اور ربّ العالمین کو سجدہ کروں گا۔ پھر اللہ پاک میرے دل پر حمد کھول دیں گے۔ اور مجھ کو اللہ پاک حمد وثنا کے جامع الفاظ و حسن اسلوب کا الہام کریں گے جو مجھ سے پہلے کسی نبی پر الہام نہ ہوا ہوگا۔ پھر کہا جائے گا: یا محمد ﷺ اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجیے دیا جائے گا، شفاعت کیجیے قبول کی جائے گی، میں اپنا سر اُٹھاؤں گا اور کہوں گا: ربّ العالمین میری امت، میری امت، ارشاد ہوگا: یا محمد ﷺ جنت کے داہنے دروازے سے اپنی امت کے ان لوگوں کو داخل کیجیے جن کا حساب و کتاب نہیں ہوگا، یہ لوگ جنت کے اور دروازے سے بھی داخل ہوسکتے ہیں مگر یمین باب خاص ہوگا انہی کے لیے، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جنت کے ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی دوری، مکہ اور حمیر یا مکہ اور بصرہ کے درمیان کی ہے۔ (بخاری)

میدانِ حشر و قیامت کی دہشت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تاریکی میں ہزار برس تک تم کو روک رکھا جائے گا کہ بات بھی نہ کرسکو گے۔ (بیہقی)

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو میدانِ حشر میں اس طرح جمع کردیں گے جیسے تیروں کو ترکش میں جمع کردیا جاتا ہے، اور اس مدت میں تمہاری طرف نظر بھی نہیں کریں گے، اور پچاس ہزار سال اسی طرح رہو گے، ایک روایت میں ہے کہ قیامت کا ایک روز ایک ہزار سال، سب اندھیرے میں رہیں گے، آپس میں بات چیت بھی نہ کرسکیں گے، پھر اللہ اکبر کبیراً۔ ان سب سے بڑھ کر ایک عرصہ دراز ایسا گزرے گا کہ امتحان بھی شروع نہ ہوگا۔ لوگ تمنا کریں گے کہ کسی طرح امتحان وحساب جلد ہوجائے، انجام کچھ بھی ہو، یہ تردد اور تذبذب کی تکلیف تو دور ہوجائے۔

الغرض جس دن سب جمع ہوں گے اس روز سب پر ایسی دہشت طاری ہوجائے گی جو ناقابل بیان وتصور ہے۔ سورج قریب آجائے گا، پسینہ کی لگام لگ جائے گی، پسینہ منہ تک آجائے گا، پسینہ میں غرق ہوجائیں گے، پسینہ بہہ کر زمین میں ستر ہاتھ اندر چلا جائے گا، تاریکی اور اندھیرا ہوگا، بات بھی نہ کرسکیں گے۔ (**اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا وَ اعْفُ عَنَّا بِفَضْلِکَ الْعَظِیْمِ**) اس کو حدیث میں کہا گیا ہے **والعرق یکاد یلجمهم** کہ پسینہ منہ کو آجائے گا۔ عقلمند ودانا وہی ہے جو اس دن کے لیے تیاری کرلے اور اس آنے والی حقیقت کو شریعت وسنت نبوی ﷺ کی برکت سے عافیت وراحت میں حق تعالیٰ سے فریاد کر کے بدلوالے، اور رسول برحق ﷺ نے خبر دے دی، ہم عمل کر کے اس سے نجات کی راہ پر استقامت کے ساتھ گامزن ہوجائیں۔ اس میں ہماری نجات وفلاح ہے۔

لَمۡ یَغۡضَبۡ قَبۡلَہٗ مِثۡلَہٗ کا مفہوم

حدیث میں جو آیا ہے کہ آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ ابن مریم تک سبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شفاعت سے معذرت کرتے ہوئے حق جل مجدہ کی شان جلالی اور صفت غضب کو بیان کرتے ہوئے فرمائیں گے کہ حق تعالیٰ آج اس قدر صفت غضب وجلال میں ہیں کہ اس سے پہلے کبھی بھی اس قدر اس صفت کا ظہور نہیں ہوا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں اہل معصیت جب غرق معاصی ہوتے تھے تو ان کو مہلت وامہال، فرصتِ توبہ واستغفار مل جایا کرتا تھا تا کہ رجوع الی اللہ کے ذریعہ معاملہ درست کرلیں اور ان پر غضب الٰہی کا ظہور نہیں ہوتا تھا اسی امہال وفرصت اور عدم گرفت کی طرف اشارہ ہے کہ آج کے دن سے پہلے مجرمین کو، جرم کی سزا نہیں ملی، اور نہ ہی ظہور غضب وقہر ہوا، اور آج مجرمین پر ان کے جرم کا عقاب وعتاب، غضب وقہر الٰہی ظاہر ونازل ہوگا، اب فرصت نہیں ملے گی۔ اور نہ ہی مہلت دی جائے گی، اسی کو **لم یغضب قبلہ مثلہ** سے بیان کیا گیا۔ اسی طرح **ولم یغضب بعدہ مثلہ** کا مفہوم ہے کہ مجرمین کو آج ان کے جرم کی مکمل سزا حساب وکتاب کے بعد ان کو مل کر رہے گا، تاخیر اور مزید مہلت نہیں ملے گی، آج فیصلہ کا دن ہے، حساب وکتاب کے بعد لوگ اپنے ابدی مستقر کی طرف لوٹ جائیں گے اور جن لوگوں کے حق میں جہنم وجحیم کا فیصلہ ہوگا اس کے ظہور کا دن ہے، فیصلہ صادر ہوگا، حکم نافذ ورونما ہوگا، آج سے پہلے نہ قہر وغضب کا ظہور ہوا، اور نہ ہی بعد میں انتقام باری کا ظہور ہوگا، نہ ہی خلائق نے عقاب باری وانتقام ربانی کے ظہور کو دیکھا تھا نہ ہی آج کے بعد دیکھے گی، نہ عذاب کا مشاہدہ ہوا تھا نہ بعد میں مشاہدہ ہوگا، اسلیے **قبلہ مثلہ وبعدہ مثلہ** فرمایا گیا۔ یعنی قیامت کے دن حساب وکتاب کے وقت مجرم کو کیفر وکردار تک پہنچانے کا دن ہوگا۔ ظاہر ہے فیصلہ نہ پہلے ہوا تھا اور نہ ہی اب دوبارہ فیصلہ ہوگا، اس دن جو ہونا ہوگا وہ جائے گا، اسی کی طرف اشارہ ہے۔ **اللھم اظلنی تحت ظل عرشک وکنفک ورحمتک وعفوک وانت ربی ارحم الراحمین** آمین۔

مومنوں کو میدانِ حشر میں عقل بصیرت ہوگی

احادیث میں جو آیا ہے کہ بس مومنین ہی شفاعت کی تمنا کریں گے حالانکہ موقف قیام جو قبل الحساب ہوگا وہاں مومنین و کفار سبھی ہوں گے مگر حدیث میں محض مومنین کا تذکرہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مومنین میدان حشر میں بھی عقل و بصیرت میں ہوں گے اور حق جل مجدہ کی معرفت میدان حشر میں بھی ایمان باالله و الرسول ﷺ کی برکت سے برقرار رہے گی، اس لیے نجات اور فوز و فلاح کی شعوری تدبیر ان کے عقل میں منجانب اللہ ڈالی جائے گی، تاکہ موقف قیام سے موقف حساب کی طرف پیش قدمی ہو جبکہ کفار و مشرکین اس سے محروم ہوں گے۔

کفار موقف کی گھبراہٹ سے عقل کھو بیٹھیں گے

برخلاف کفار کے وہ اپنی قوت متفکرہ کو قیامت کے دن موقف کی ہولناکی اور شدت میں کھو چکے ہوں گے اور ان کی عقل بالکل ہی ان کا ساتھ چھوڑ چکی ہوگی نیز مومنین چونکہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں،لہٰذا وہی ایمان ان کو انبیاء علیہم السلام کی طرف شفاعت کے لیے رہنمائی کرے گا برخلاف کفار کے نہ وہ انبیاء علیہ السلام کو مانتے تھے اور نہ ان کا ذہن انبیاء علیہم السلام کی طرف متوجہ ہوگا، یہ شفاعت نجات نار کے لیے نہیں ہوگی بلکہ قضا و فیصلہ کی ابتداء کے لیے ہوگی جیسا کہ آپ ماقبل میں پڑھ چکے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی طرف ذنب کی نسبت کیوں

آپ انبیاء علیہم السلام کے خطا و نسیان کی حقیقت ابھی پڑھیں گے وہ درحقیقت خطا ہے ہی نہیں، لیکن چونکہ صورتاً خطا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام مقام قرب کے انتہائی مقام و مرتبہ کی نزاکت و پاسداری میں قدم آگے بڑھانے سے اپنے آپ کو باز رکھیں گے کیونکہ مشہور ہے ان حسنات الابرار سیئات المقربین یہ خطاء بھی اسی باب سے تعلق رکھتی ہے۔ ورنہ انبیاء علیہم السلام تمام تر معاملات میں ہر قسم کی نامناسب باتوں سے معصوم ہوتے

ہیں اوران کا مقدس ظاہر و باطن اکمل ترین مجلی ومنور ہوتا ہے اور امانت باری کی ادائیگی کے لیے ظاہر و باطن کا اعلیٰ ترین تقدس لوازم نبوت سے ہے جو ہر نبی میں بدرجہ اتم حق جل مجدہ نے رکھی ہے اور آپ ﷺ میں یہ تقدس بھی مرتبہ ختم نبوت ﷺ کے اعتبار سے اکمل و اعلیٰ ترین ودیعت کیا گیا تھا۔

امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب النبوات میں بڑی مدلل بحث کی ہے اہل علم مراجعت کریں۔ (کتاب النبوات ابن تیمیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

میں نے اپنی دعا روزِ قیامت کی شفاعت کے لیے بچا رکھا ہے

(٦٣٠) عن أبی نضرة قال: خطبنا ابن عباس رضی اللہ عنہ علی منبر البصرة فقال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

”إِنَّـهُ لَمْ يَكُنْ نَبِیٌّ إِلَّا لَهُ دَعْوَةٌ قَدْ تَنَجَّزَهَا فِی الدُّنْيَا ، وَ إِنِّیْ قَدِ اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِأُمَّتِیْ ، وَ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَا فَخْرَ، وَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَ لَا فَخْرَ، وَ بِيَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَ لَا فَخْرَ، آدَمُ فَمِنْ دُوْنِهِ تَحْتَ لِوَائِیْ وَ لَا فَخْرَ ، وَ يُطَوَّلُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ عَلَى النَّاسِ، فَيَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اِنْطَلِقُوْا بِنَا إِلٰى آدَمَ أَبِی الْبَشَرِ فَلْيَشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّنَا عَزَّوجلَّ فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا فَيَأْتُوْنَ آدَمَ ﷺ، فَيَقُوْلُوْنَ :يَا آدَمُ! أَنْتَ الَّذِیْ خَلَقَکَ اللّٰهُ بِيَدِهِ وَ أَسْكَنَكَ جَنَّتَهُ وَ أَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّنَا فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا، فَيَقُوْلُ: إِنِّیْ لَسْتُ هُنَاكُمْ إِنِّیْ قَدْ أُخْرِجْتُ مِنَ الْجَنَّةِ بِخَطِيْئَتِیْ وَ إِنَّهُ لَا يُهِمُّنِی الْيَوْمَ إِلَّا نَفْسِی، وَ لٰكِنْ اِئْتُوْا نُوْحًا رَأْسَ النَّبِيِّيْنَ ، فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ: يَا نُوْحُ! اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّنَا فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا، فَيَقُوْلُ: إِنِّیْ لَسْتُ هُنَاكُمْ إِنِّیْ دَعَوْتُ بِدَعْوَةٍ أَغْرَقَتْ أَهْلَ الْأَرْضِ وَ إِنَّهُ لَا يُهِمُّنِی الْيَوْمَ إِلَّا نَفْسِی وَ لٰكِنْ اِئْتُوا إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ، فَيَأْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَيَقُوْلُوْنَ يَا اِبْرَاهِيْمُ اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّنَا فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا فَيَقُوْلُ: إِنِّیْ لَسْتُ هُنَاكُمْ. إِنِّیْ كَذَبْتُ فِی الْإِسْلَامِ

ثَـلاثَ كَذِبَاتٍ ـــ وَ اللّٰهِ إنْ حَاوَلَ بِهِنَّ إِلَّا عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ: قَوْلُهُ:

﴿إِنِّىْ سَقِيْمٌ﴾ (الصافات:٨٩)

و قوله:

﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوهُمْ إِنْ كَانُوْا يَنْطِقُونَ﴾ (الانبياء:٦٣)

وَ قَوْلُهُ لِإِمْرَأَتِهِ حِيْنَ أَتٰى عَلَى الْمَلِكِ: 'أُخْتِيْ' ـــ وَ إِنَّهُ لَا يُهِمُّنِى الْيَوْمَ إِلَّا نَفْسِي، وَ لٰكِنْ ائْتُوْا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِىْ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَ كَلَامِهِ، فَيَأْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُوْسٰى أَنْتَ الَّذِىْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَ كَلَّمَكَ فَاشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ. إِنِّىْ قَتَلْتُ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ وَ إِنَّهُ لَا يُهِمُّنِى الْيَوْمَ إِلَّا نَفْسِيْ. وَ لٰكِنْ ائْتُوْا عِيْسٰى رُوْحِ اللّٰهِ وَ كَلِمَتِهِ، فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا عِيْسٰى اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا، فَيَقُوْلُ: إِنِّى لَسْتُ هُنَاكُمْ إِنِّىْ اتُّخِذْتُ إِلٰهًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، وَ إِنَّهُ لَا يُهِمُّنِى الْيَوْمَ إِلَّا نَفْسى، وَ لٰكِنْ أَ رَأَيْتُمْ لَوْ كَانَ مَتَاعٌ فِي وِعَاءٍ مَخْتُوْمٍ عَلَيْهِ أَكَانَ يُقْدَرُ عَلٰى مَا فِىْ جَوْفِهِ حَتّٰى يُفَضَّ الْخَاتَمُ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ: لاَ. قَالَ: فَيَقُوْلُ:

إِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَ قَدْ حَضَرَ الْيَوْمَ وَ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: فَيَأْتُوْنِى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ! اِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ فَلْيَقْضِ بَيْنَنَا، فَأَقُوْلُ: أَنَا لَهَا، حَتّٰى يَأْذَنَ اللّٰهُ عزَّوجلَّ لِمَنْ يَشَاءُ وَ يَرْضٰى، فَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى أَنْ يَصْدَعَ بَيْنَ خَلْقِهِ نَادٰى مُنَادٍ: أَيْنَ أَحْمَدُ وَ أُمَّتُهُ؟ فَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ، نَحْنُ آخِرُ الْأُمَمِ، وَ أَوَّلُ مَنْ يُحَاسَبُ فَتُفْرِجُ لَنَا الْأُمَمُ عَنْ طَرِيْقِنَا فَنَمْضِى غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ أَثَرِ الطُّهُوْرِ، فَتَقُوْلُ الْأُمَمُ: كَادَتْ هٰذِهِ الْأُمَّةُ أَنْ تَكُوْنَ أَنْبِيَاءَ كُلَّهَا، فَنَأْتِىْ بَابَ الْجَنَّةِ فَآخُذُ بِحَلْقَةِ الْبَابِ فَأَقْرَعُ الْبَابَ فَيُقَالُ مَنْ أَنْتَ؟ فَأَقُوْلُ أَنَا مُحَمَّدٌ، فَيُفْتَحُ لِىْ. فَآتِى رَبِّىْ

عَزَّوجلَّ عَلٰی کُرْسِیّهِ أَوْ سَرِیْرِهِ — شَکَّ حَمَّادُ — فَأَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدَ لَمْ یَحْمَدْهُ بِهِ أَحَدٌ کَانَ قَبْلِیْ وَ لَیْسَ یَحْمَدُهُ بِهَا أَحَدٌ بَعْدِیْ فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَکَ وَ سَلْ تُعْطَه وَ قُلْ تُسْمَعْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِیْ فَأَقُوْلُ : إِیْ رَبِّ أُمَّتِیْ أُمَّتِیْ. فَیَقُوْلُ : أَخْرِجْ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ کَذَا وَ کَذَا لَمْ یَحْفَظْ حَمَّادُ - ثُمَّ أُعِیدُ فَأَسْجُدُ، فَأَقُوْلُ مَا قُلْتُ، فَیُقَالُ: اِرْفَعْ رَأْسَکَ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَ سَلْ تُعْطَهُ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُوْلُ: أَیْ رَبِّ أُمَّتِیْ أُمَّتِیْ فَیَقُوْلُ: أَخْرِجْ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ کَذَا کَذَا دُوْنَ الْأَوَّلِ، ثُمَّ أُعِیْدُ فَأَسْجُدُ فَأَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِکَ فَیُقَالُ لِیْ: اِرْفَعْ رَأْسَکَ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَ سَلْ تُعْطَهُ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُوْلُ : أَیْ رَبِّ أُمَّتِیْ أُمَّتِیْ فَیُقَالُ: أَخْرِجْ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ کَذَا وَ کَذَا دُوْنَ ذٰلِکَ.“

[صحیح] (أخرجه أحمد ج ٤/ ٢٥٤٦)

(٦٣٠) ترجمہ: ابونضرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے بصرہ میں منبر پر خطبہ دیا تو فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دعا کا اختیار ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں پورا کر لے اور میں اپنی اس دعا کو بچا کر رکھے ہوا ہوں۔ اپنی امت کی شفاعت کے لیے اور میں اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں گا، قیامت کے دن اور اس پر فخر نہیں کرتا، اور میں سب سے پہلے زمین سے اٹھایا جاؤں گا اور میں اس پر بھی فخر نہیں کرتا اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ آدمؑ اور ان کے علاوہ سبھی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں اس پر فخر نہیں کرتا اور قیامت کا دن لوگوں پر بہت ہی لمبا بھاری ہوگا۔ تو ایک دوسرے کو کہیں گے: ہم کو آدمؑ کے پاس لے چلو وہ ابوالبشر ہیں تاکہ ہم لوگوں کی سفارش رب عزوجل سے کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کے درمیان (آخری) فیصلہ کر دیں۔ لہٰذا آدمؑ کے پاس آئیں گے۔ وہ لوگ کہیں گے: اے آدمؑ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا، ٹھہرایا اور آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ آپؑ ربّ العزّت سے سفارش کریں کہ ہم لوگوں کے

درمیان اپنا فیصلہ صادر کردے۔ وہ عرض کریں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ کہ مجھ کو میرے گناہ کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا۔ اورآج تو مجھ کو محض اپنی ہی فکر دامن گیر ہے۔ ہاں تم لوگ نوحؑ کے پاس چلے جاؤ کہ سب سے پہلے نبی ہیں۔ لوگ نوحؑ کے پاس آئیں گے اورعرض کریں گے: اے نوحؑ ہماری سفارش ربّ العزّت سے کردیں کہ ہم لوگوں کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرمادے۔ وہ کہہ دیں گے: کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں کہ میں نے ایک دعا کردی تھی جس سے تمام زمین والے غرق ہوگئے تھے اورآج تو مجھ کو بس اپنی ہی فکر لاحق ہے۔ ہاں تم لوگ ابراہیمؑ خلیل اللہ کے پاس چلے جاؤ۔ وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اورعرض کریں گے: اے ابراہیمؑ ہماری سفارش اللہ تعالیٰ سے کردیں کہ ہم لوگوں کے درمیان اپنا فیصلہ سنادیں۔ وہ عرض کریں گے: میں اس کا اہل نہیں کہ میں نے اسلام میں تین مقام پرصورت کذب اختیار کیا تھا۔ (یعنی توریہ کے طور پر اس کے ذریعہ اللہ کے دین کا ارادہ کیا تھا، ایک اللہ تعالیٰ کا قول:

﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ (الصافات:۸۹) (میں بیمار ہوں) اورایک

﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ﴾ (الانبیاء:٦٣)

بلکہ ان کے بڑے گرو نے، سوانہی سے پوچھ لونا اگر یہ بولتے ہوں۔

اورتیسرے اپنی اہلیہ کے سلسلہ میں کہہ دیا بادشاہ کو، اختی، میری بہن ہے۔ اورآج تو اپنی ہی جان کی پڑی ہے، تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رسالت وہم کلامی کے لیے منتخب کیا تھا۔ وہ لوگ آئیں گے اورعرض کریں گے: اے موسیٰؑ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت وہم کلامی کا شرف بخشا آپ ہماری سفارش اپنے رب سے کردیجیے کہ ہم لوگوں کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرمادے۔ وہ جواب دیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں، کہ میں نے ایک شخص کو ناحق قتل کردیا تھا، اور بھائی آج تو اپنی جان کی پڑی ہے، تم لوگ عیسیٰؑ روح اللہ، کلمہ اللہ کے پاس چلے جاؤ، وہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اورعرض کریں گے: اے عیسیٰؑ ہماری سفارش اپنے رب سے کردیجیے، کہ ہم

لوگوں کے درمیان اپنا فیصلہ کردے۔ وہ جواب دیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مجھ کو ہی اپنا معبود ومشکل کشا بنالیا، لہٰذا مجھ کو تو آج اپنی پڑی ہے، دیکھو تم کو معلوم ہے کہ اگر کوئی سامان کسی برتن میں ہو جس پر مہر لگی ہوئی ہو، سِل پیک ہو، تو کیا کوئی قدرت رکھتا ہے کہ اندر کی چیزوں میں کچھ تصرف کرے جب تک کہ اس کا سِل نہ توڑے، وہ لوگ کہیں گے نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰؑ کہیں گے: کہ بیشک محمد ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور آج وہ دن آ گیا ہے جس دن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اگلی پچھلی تمام باتوں کی مغفرت کردی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ میرے پاس آئیں گے اور وہ کہیں گے: یا محمد ﷺ ہماری سفارش اپنے رب سے کردیجیے کہ ہم لوگوں کا فیصلہ سنادے۔ میں کہوں گا: ہاں میں اس کا اہل ہوں، یہاں تک کہ اللہ عزوجل اجازت دیدے گا جس کے لیے چاہے گا اور جس سے راضی ہوگا۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ ارادہ کرے گا کہ اپنی مخلوق کو اس موقف کی ہولناکی سے نجات دیدے۔ عافیت مل جائے تو ایک آواز لگانے والا پکارے گا: احمد ﷺ اور ان کی امت کہاں ہیں؟ لہٰذا ہم آخری ہیں اور اول بھی، اور ہم آخری امت ہیں، اور سب سے پہلے جس کا حساب ہوگا وہ بھی، اس آواز کو سنتے ہی تمام امتیں ہم کو راستہ دیدے گی اور ہم اعضاء وضو کے چمکتے ہوئے انوارات کی علامت کے ساتھ آگے نکل جائیں گے (جس کو حدیث میں غر المحجلین سے تعبیر کیا گیا ہے) اس وقت تمام امتیں بیک زبان کہیں گی کہ قریب ہے کہ اس امت کا ہر فرد نبی کی طرح ہے (یعنی تمام امتیں کہیں گی کہ یہ امتِ رحمت سب کی سب نبی ہو، کیونکہ پوری امتِ قرآن اپنے نبی رحمت ﷺ کی معیت میں خصوصی انوارات وتجلیات اور آثار وعلامات کہ نمایاں امتیاز کے ساتھ جب تمام امتوں کے درمیان سے گزرے گی تو اس منظر کو دیکھ کر دوسری امتیں کہیں گی کہ اس امت کا ہر فرد نبی کی طرح ہے)۔ ہم لوگ جنت کے دروازے پر آئیں گے، میں جنت کی چوکھٹ کو پکڑ کر دستک دوں گا، جنت کا دروازہ کھلواؤں گا، آواز آئے گی: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد ﷺ ہوں۔ تو دروازہ کھول دیا جائے گا۔ میرا رب عزوجل اپنی

کرسی پر یا تخت پر آئے گا (حماد کو شک ہے کرسی یا تخت میں) تو میں حق تعالیٰ کو سجدہ کروں گا اور اللہ تعالیٰ کی حمد ایسے نئے اسلوب والفاظ سے کروں گا کہ نہ تو مجھ سے پہلے کسی نے کیا تھا اور نہ میرے بعد کوئی کرے گا۔ مجھ کو کہا جائے گا: یا محمد ﷺ آپ اپنا سر اُٹھایئے اور سوال کیجیے آپ کو دیا جائے گا۔ اپنی بات کہیے سنی جائے گی، شفاعت کیجیے شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں سر اٹھاؤں گا اور میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت میری امت۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: جہنم سے نکال لایئے جس کے دل میں رتّی کے برابر ایمان ہو۔ (حماد راوی یاد نہ رکھ سکے) پھر میں لوٹ کر آؤں گا تو سجدہ کروں گا، وہی بات کہوں گا جو پہلے کہی تھی، مجھ کو حکم ہوگا: آپ ﷺ سر اٹھایئے اور کہیے آپ کی سنی جائے گی، سوال پیش کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے رب میری امت میری امت، ارشاد ہوگا: جہنم سے نکال لاؤ اس شخص کو جس کے دل میں رتّی برابر سے کم ایمان ہو، پہلے والے سے بھی کم۔ پھر میں لوٹ کر آؤں گا اور سجدہ کروں گا اور پہلے جیسی بات کہوں گا، ارشاد ہوگا: سر اٹھایئے اور کہیے سنی جائے گی: سوال کیجیے عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کیجیے شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: میرے رب میری امت میری امت۔ تو ارشاد ہوگا: جہنم سے نکال لاؤ، جس کے دل میں رتّی بھر سے بھی کم سے کم تر ایمان ہو۔ پہلے دونوں سے بھی کم۔ (اخرجہ احمد۔۴/۲۵۴۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول اور لائحۂ عمل

اِنِّیْ سَقِیْمٌ میں بیمار ہونے والا ہوں۔

ان کی قوم میں نجوم کا زور تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے دِکھانے کو تاروں کی طرف نظر ڈال کر کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں (اور ایسا دنیا میں کون ہے جس کی طبیعت ہر طرح ٹھیک رہے، کچھ نہ کچھ عوارض اندرونی یا بیرونی لگے ہی رہتے ہیں، یہی تکلیف اور بدمزگی کیا کم تھی کہ ہر وقت قوم کی ردی حالت دیکھ کر کڑھتے تھے) یا یہ مطلب تھا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں، (بیماری نام ہے مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا تو

موت سے پہلے ہر شخص کو یہ صورت پیش آنے والی ہے) بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد صحیح تھی، لیکن ستاروں کی طرف دیکھ کر "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کہنے سے لوگ یہ مطلب سمجھے کہ بذریعہ نجوم کے انھوں نے معلوم کرلیا ہے کہ عنقریب بیمار پڑنے والے ہیں، وہ لوگ اپنے ایک تہوار میں شرکت کرنے کے لیے شہر سے باہر جارہے تھے، یہ کلام سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ جانے سے معذور سمجھا اور تنہا چھوڑ کر چلے گئے، ابراہیم علیہ السلام کی غرض یہ ہی تھی کہ کوئی موقع فرصت اور تنہائی ملے تو ان جھوٹے خداؤں کی خبر لوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں سے مخاطب ہوتے ہیں

چنانچہ بت خانہ میں جا گھسے اور بتوں کو خطاب کر کے کہا "یہ کھانے اور چڑھاوے جو تمہارے سامنے رکھے ہوئے ہیں کیوں نہیں کھاتے"۔ باوجودیکہ تمہاری صورت کھانے والوں کی سی ہے۔

تنبیہ: تقریر بالا سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت ابراہیم کا اِنِّیْ سَقِیْمٌ کہنا مطلب واقعی کے اعتبار سے جھوٹ نہ تھا ہاں مخاطبین نے جو مطلب سمجھا اس اعتبار سے خلاف واقع تھا، اسی لیے بعض احادیث صحیحہ میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق کیا گیا ہے حالانکہ فی الحقیقت یہ کذب نہیں، بلکہ 'توریہ' ہے اور اس طرح کا 'توریہ' مصلحت شرعی کے وقت مباح ہے، جیسے حدیث ہجرت میں 'من الرجل' کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: 'من الماء' اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا 'رجل یھدینی السبیل'۔ ہاں چونکہ یہ توریہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رتبۂ بلند کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تھا، اس لیے بقاعدہ 'حسنات الابرار سیئات المقربین' حدیث میں اس کو 'ذنب' قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم (تفسیر عثمانی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برسر عام تقریر

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ ترجمہ: نہیں پر یہ کیا ہے ان کے اس بڑے نے۔

یعنی مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ فرض کرلیا جائے کہ اس بڑے گرو گھنٹال نے جو صحیح سالم کھڑا ہے اور توڑنے کا آلہ بھی اس کے پاس موجود ہے، یہ کام کیا

ہوگا، لیجیے بحث و تحقیق کے وقت بطور الزام و تبکیت میں یہ دعویٰ کیے لیتا ہوں کہ بڑے بت نے سب چھوٹوں کو توڑ ڈالا۔ اب آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ایسا نہیں ہوا، کیا دنیا میں ایسا ہوتا نہیں کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں، اس لیے بہترین صورت میرے تمہارے درمیان فیصلہ کی یہ ہے کہ تم خود اپنے ان معبودوں ہی سے دریافت کرلو کہ یہ ماجرا کس طرح ہوا، اگر کچھ بول سکتے ہیں تو کیا ایسے اہم معاملہ میں بول کر میرے جھوٹ سچ کا فیصلہ نہ کردیں گے؟ (تنبیہ) ہماری تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ **بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا** کہنا خلاف واقعہ خبر دینے کے طور پر نہ تھا جسے حقیقتاً جھوٹ کہا جائے، بلکہ ان کی تحقیق و تجہیل کے لیے ایک فرضی احتمال کو بصورت دعویٰ لے کر بطور تعریض و الزام کلام کیا گیا تھا جیسا کہ عموماً بحث و مناظرہ میں ہوتا ہے اس کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے، ہاں بظاہر صورت جھوٹ کی معلوم ہوتی ہے اسی لیے بعض احادیث میں اس پر لفظ کذاب کا اطلاق صورتاً کیا گیا ہے، مفسرین نے اس کی توجیہہ میں اور بھی کئی محمل بیان کیے ہیں، مگر ہمارے نزدیک یہ ہی تقریر زیادہ صاف بے تکلف اور اقرب الی الروایات ہے۔ واللہ اعلم (تفسیر عثمانی)

بڑے بت پر الزام کی وجہ

﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ﴾ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بلکہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہے تم ان بتوں سے پوچھ دیکھو اگر یہ بول سکیں گے (تو بتادیں گے)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑے بت پر بڑا غصہ تھا اور اس سے آپ کو نفرت زیادہ تھی، کیونکہ وہ لوگ اس کی تعظیم زیادہ کرتے تھے اسی لیے بت شکنی کی نسبت آپ نے بڑے بت کی طرف مجازاً کردی، یا یوں کہا جائے کہ آپ نے بت شکنی پر تعریض اقرار نما کی استہزاء کے طرز میں خود بت توڑنے کا اقرار کرلیا، جیسے اگر آپ کسی ایسے آدمی کی جو خوشخط نہ ہو کوئی خوشخطی کی تحریر دیکھ کر کہیں کیا یہ تم نے لکھا ہے اور وہ جواب دے میں نے نہیں بلکہ آپ نے لکھا ہے، یہ تعریضی اقرار ہے گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں جواب دیا،

میں نے نہیں کی بلکہ اس بڑے بت نے کی۔ یا یوں کہا جائے کہ بت پرستوں کا یہ اعتقاد تھا کہ بڑے بت کی موجودگی میں چھوٹے بتوں کی پوجا سے بڑا بہت ناراض ہوتا ہے، آپ نے ان کے عقیدہ کی نقل کردی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین باتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابراہیمؑ نے تین بار کے علاوہ (صورتاً بھی) جھوٹ نہیں بولا دوبار ذات باری تعالیٰ کے متعلق (۱) اِنِّی سَقِیْمٌ کہا تھا۔ (۲) اور بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُهُمْ هٰذَا کہا تھا اور (تیسری بار کا واقعہ یہ ہوا کہ کسی روز ابراہیمؑ اور سارہ کا گزر کسی ظالم بادشاہ کی طرف سے ہوا بادشاہ سے کہا گیا کہ یہاں ایک شخص (نووارد) ہے جس کے ساتھ بہت ہی حسین عورت ہے۔ بادشاہ نے حضرت ابراہیمؑ کو بلوایا اور دریافت کیا کہ یہ کون عورت ہے، ابراہیمؑ نے کہا کہ میری بہن ہے، پھر (واپس آکر) سارہ سے کہا اگر اس ظالم کو معلوم ہو جاتا کہ تم میری بیوی ہو تو وہ تم کو مجھ سے چھین لیتا اب اگر تم سے وہ دریافت کرے تو تم یہی کہنا کہ میں ابراہیمؑ کی بہن ہوں، واقعہ یہ ہے کہ تم اسلامی بہن ہو، روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مومن نہیں ہے چنانچہ بادشاہ نے سارہ کو بلوایا اور ابراہیمؑ نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے، سارہ کو اس ظالم کے پاس پہنچایا تو اس نے سارہ پر دست درازی کرنی چاہی لیکن فوراً پکڑ لیا گیا (یعنی غیبی پکڑ ہوگئی) یہاں تک کہ پاؤں زمین پر پٹکنے لگا اور سارہ سے درخواست کی میرے لیے اللہ سے دعا کردے، میں تجھے (اچھا ہوکر) کوئی دکھ نہیں دوں گا، سارہ نے اللہ سے دعا کی اللہ نے بندش کھول دی، دوبارہ پھر اس نے ہاتھ بڑھایا اور پہلے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ پکڑا گیا، اس نے پھر دعا کی درخواست کی اور ضرر نہ پہنچانے کا وعدہ کیا سارہ نے پھر دعا کی اور اللہ نے رہائی دیدی رہائی کے بعد بادشاہ نے کسی دربان کو بلایا اور کہا تو میرے پاس انسان کو نہیں بلکہ جن کو لے کر آیا ہے اس کے بعد اس نے ہاجرہ کو خادمہ کے طور پر سارہ کو دے کر رخصت کردیا سارہ ابراہیمؑ کے پاس پہنچیں تو آپ کھڑے نماز پڑھ

رہے تھے، آپ نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کیا خبر ہے، سارہ نے کہا اللہ نے کافر کے فریب کو اسی کے سینہ پر پلٹ دیا اور اس نے خدمت کے لیے ہاجرہ (مجھے) دی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد کہا اے **ماء السماء** کی اولاد (آسمانی پانی مراد خالص نسب کا دعویٰ کرنے والا) یہ (ہاجرہ) ہی تمہاری ماں ہے۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تعریضات (اور ابہام) کو کذب مجازاً فرمایا کیونکہ بظاہر تعریض کذب کے مشابہ تھی اللہ نے (مشابہت صوری کی وجہ سے) **جزاء سیئۃٍ** کو **سیئہ** فرمایا ہے، حضرت ابراہیمؑ نے خود صراحتاً فرمادیا کہ تم میری دینی بہن ہو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرتؑ نے تعریضی الفاظ بولے تھے (جو بظاہر جھوٹ معلوم ہوتے ہیں اور حقیقت میں سچ ہیں ہر لفظ کے دو معنی ہیں ایک قریب الفہم دوسرے گہرے اور بعید از فہم حضرت ابراہیمؑ کی مراد گہرے معنی تھے جو ان کا مخاطب نہ سمجھ سکا وہ قریب الفہم معنی سمجھ کر دھوکہ میں پڑ گیا)۔ (گلدستہ ج۴/ ۴۷۸)

توریہ کیا ہے اور اس کا شرعی حکم

ضرورت کے مواقع پر توریہ کرنا جائز ہے، **توریہ** ایک تو قولی ہوتا ہے، یعنی ایسی بات کہنا جس کا ظاہری مفہوم خلاف واقعہ ہو، اور باطنی مراد مطابق واقعہ، اور ایک توریہ عملی ہوتا ہے یعنی ایسا عمل کرنا جس کا مقصد دیکھنے والا کچھ سمجھے اور درحقیقت اس کا مقصد کچھ اور ہو، اسے ایہام بھی کہا جاتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کو دیکھنا، (اکثر مفسرین کے قول کے مطابق) ایہام تھا، اور اپنے آپ کو بیمار کہنا توریہ۔

ضرورت کے مواقع پر **توریہ** کی یہ دونوں قسمیں خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے تشریف لے جارہے تھے اور مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں لگے ہوئے تھے، تو راستے میں ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا، کہ یہ کون ہیں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب

دیا 'هُوَ هَادٍ يَهْدِينِي' (وہ میرے رہنما ہیں مجھے راستہ دکھاتے ہیں) سننے والا یہ سمجھا کہ عام راستہ بتانے والے رہنما مراد ہیں، اس لیے چھوڑ کر چل دیا، حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ دینی اور روحانی رہنما ہیں۔ (روح المعانی)

اسی طرح حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو جہاد کے لیے جس سمت میں جانا ہوتا مدینہ طیبہ سے نکلتے وقت اس سمت میں روانہ ہونے کے بجائے کسی دوسری سمت میں چلنا شروع فرماتے تھے تاکہ دیکھنے والوں کو صحیح منزل معلوم نہ ہوسکے (صحیح مسلم وغیرہ) یہ عملی توریہ اور ایہام تھا۔

مزاح اور خوش طبعی کے مواقع پر بھی آنحضرت ﷺ سے توریہ ثابت ہے، شمائل ترمذی میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک بوڑھی عورت سے مزاحاً فرمایا "کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی"۔ وہ عورت یہ سن کر پریشان ہوئی تو آپ ﷺ نے تشریح فرمائی کہ بوڑھیوں کے جنت میں نہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہ جائیں گی، ہاں جوان ہوکر جائیں گی۔ (معارف مفتی اعظم)

باب: أَشْفَعُ لِأُمَّتِي حَتّٰى يُنَادِيَ رَبِّي فَيَقُوْلُ: أَرَضِيْتَ يَا مُحَمَّدُ؟

باب: نداء باری تعالیٰ: اب آپ راضی ہیں یا محمد ﷺ

(٦٣١) لابن مردويه من حديث علي بن أبي طالب رضي الله عنه:

عن حرب بن شريح قال: قلتُ لأبي جعفرٍ محمد بن علي بن الحسين: جُعِلتُ فِداكَ، أَرَأَيتَ هذه الشفاعةَ التي يُتَحَدَّثُ بها بالعراقِ: أَحَقٌّ هي؟ قال: شفاعة ماذا؟ قلت: شفاعةُ محمدٍ ﷺ. قال: حَقٌّ واللّٰهِ إِيْ واللّٰهِ لَحَدَّثَنِي عَمِّيَّ محمدُ بن علي بن الحنيفة عن علي بن أبي طالب أَنَّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ قال:

"أَشْفَعُ لِأُمَّتِي حَتّٰى يُنَادِيَنِي رَبِّي فَيَقُوْلُ: أَرَضِيْتَ يَا مُحَمَّدُ؟ فَأَقُوْلُ: نَعَمْ رَضِيْتُ."

ثم أَقْبَلَ عَلى فقالَ: إنكم تقولونَ يا مَعْشَرَ العراقِ: إِنَّ أَرْجَى آيةٍ في كتابِ اللّٰهِ:

﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ أَسْرَفُوْا عَلَیٰ أَنْفُسِهِمْ لاَ تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُالرَّحِیْمُ﴾ (الزمر:۵۳)

قُلْتُ: إِنَّا لَنَقُوْلُ ذٰلِکَ، قَالَ: وَ لٰکِنَّا أَهْلَ الْبَیْتِ نَقُوْلُ: إِنَّ أَرْجَیٰ آیَةٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ: ﴿وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰیٓ﴾ (الضحی:۵)

وَ هِیَ الشَّفَاعَةُ. [ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج۱۴/۳۹۷۵۸)

بوقتِ شفاعت ارشاد باری تعالیٰ ہوگا اب آپ راضی ہیں یا محمد ﷺ

(۶۳۱) ترجمہ: حرب بن شریحؒ کہتے ہیں میں نے ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں، اہل عراق جس شفاعت کی باتیں کرتے ہیں، کیا یہ حق و سچ اور صحیح ہے؟ انھوں نے کہا: کس شفاعت کی بات کرتے ہو؟ میں نے جواب میں کہا کہ محمد ﷺ کی شفاعت کا۔ انھوں نے جواب میں کہا: وہ تو اللہ کی قسم حق ہے۔ اللہ کی قسم حق ہے۔ مجھ کو میرے چچا محمد بن علی بن الحنیفہ نے بھی علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا حتیٰ کہ مجھ کو میرا رب پکار کر کہے گا: اے محمد ﷺ آپ اب راضی ہیں؟ میں کہوں گا ہاں میں راضی ہوں۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے اہل عراق تم لوگ تو کہتے ہو کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ پُر امید آیت:

﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ أَسْرَفُوْا عَلَیٰ أَنْفُسِهِمْ لاَ تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُالرَّحِیْمُ﴾ (الزمر:۵۳)

آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو جنھوں نے کفر وشرک کر کے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین اللہ تعالیٰ تمام گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادے گا، واقعی وہ بڑا بخشنے والا، بڑی رحمت والا ہے۔

میں نے کہا: ہاں! ہم لوگ یہ بات کہتے ہیں۔ لیکن ہم اہل بیت کہتے ہیں کہ قرآن میں سب سے زیادہ پُر امید آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰیٓ (الضحی:۵)

اور یہ شفاعت ہی تو ہے، اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو آخرت میں بکثرت نعمتیں دے گا سو آپ خوش ہوجاویں گے۔ (کنز العمال۔۱۴/۳۹۷۵۹)

اُمت کے لیے سب سے اُمید آفریں آیت

حق جل مجدہ نے رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں اس قدر دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائیں کہ پوری کائنات عالم میں غلغلہ، نور ہدایت ونبوت اور سنت کا مچ گیا۔ کفر وشرک کے تانے بانے ٹوٹ گئے، طاغوتی طاقتوں کا اور شیطانی طغیانی کا خاتمہ ہوگیا، اللہ تعالیٰ کا دین اسلام قیامت تک مسلمانوں کے لیے پسندیدہ دین بن گیا۔ تو جس طرح مذہب ودین، اسلام بن کر رونما ہوا، رحمت، محمد ﷺ کی شکل وصورت میں رونما ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو پسند فرمایا، تو اسلام کے لیے محمد ﷺ کو منتخب فرما کر پسند فرمایا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوبیت کو صفات وخصائل محمدی ﷺ میں منحصر فرما دیا ہے، اور آپ ﷺ نمونۂ مرضیات الٰہیہ بن کر عالم کی رشد وہدایت کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ یہ ایک طویل بحث ہے۔ مگر سامنے شفاعت اور حق تعالیٰ کی محمد ﷺ پر عنایت کا تذکرہ ہے۔ آقا ﷺ مولیٰ جل جلالہ کو منا منا کر، امت کی کلفت کو شفاعت کے ذریعہ جنت میں بسائیں گے، اور حق تعالیٰ بھی امام شفاعت ﷺ کے سامنے باب رحمت وجنت کو کھول دے گا۔ امت جوق درجوق آقا ﷺ کی عنایت و شفاعت سے کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہو کر بغیر کسی تعب وجہد کے شافع امم ﷺ کی شفاعت سے فوز وفلاح پر فائز ہوجائے گی۔ تاہم اب کرامت وشرافت کی بلندیوں کا منجاب اللہ ظہور ہوگا۔ عرش والا بھی جوشِ رحمت میں ہوگا، سچ ہے رحمتی وسعت کل شیء کا ظہور بھی رحمت للعالمین کی امت پر بواسطہ محمد ﷺ ہوگا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا، أَرَضِيتَ يَا مُحَمَّدُ، اے محمد ﷺ اب آپ راضی ہیں؟ اللّٰہ اکبر کبیراً وسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ كَثِيْراً مولیٰ عز وجل آقا ﷺ کی رضا کا سوال کر رہا ہے۔ آقا ﷺ فرمائیں گے نَعَمْ رَضِيتُ، ہاں، ہاں میں راضی ہوں۔ خوب خوش ہوں۔ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

الغرض آخرت میں بھی آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ خوب خوش رکھیں گے، حدیث میں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ محمد ﷺ راضی نہیں ہوگا جب تک اس امت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے۔ﷺ۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو آقا ﷺ نے فرمایا: اِذاً لَااَرْضٰی وَوَاحِدَ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ جب یہ بات ہے تو میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میری امت میں سے ایک آدمی بھی جہنم میں رہے گا۔ (قرطبی)

نبی اکرم ﷺ کی گریہ وزاری

حق جل مجدہ نے گویا دنیا میں ہی نبی رحمت ﷺ کو پیغام مسرت سنا دیا کہ امت کے بارے میں آپ ﷺ کو خوش کر دیا جائے گا تو پھر آپ ﷺ نے خوب فائدہ اٹھایا کہ میں حق تعالیٰ سے راضی ہی نہیں ہوں گا، جب تک کہ ایک امتی بھی جہنم میں پھنسا رہ جائے گا۔

حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک روز آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْم ۔ پھر دوسری آیت تلاوت فرمائی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۔ پھر آپ ﷺ نے دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھائے اور گریہ وزاری شروع کی اور بار بار فرماتے تھے، اَللّٰهُمَّ اُمَّتِی اُمَّتِیْ حق تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ آپ ﷺ سے دریافت کریں کہ آپ ﷺ کیوں روتے ہیں (اور یہ بھی فرمایا کہ اگرچہ ہمیں سب معلوم ہے)۔ جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کی مغفرت چاہتا ہوں، حق تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ پھر جاؤ اور کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے، اور آپ ﷺ کو رنجیدہ نہ کریں گے، (یعنی خوش کر دیں گے دکھ نہ دیں گے)۔ (مسلم، معارف القرآن، گلدستہ)

رسول اللہ ﷺ کو ہر مرغوب چیز کا وعدہ

اس میں اشارہ عموم کی طرف ہے کہ آپ کی ہر مرغوب چیز آپ کواتنی دیں گے کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔دین اسلام کی ترقی ، دین اسلام کا دنیا میں پھیلنا ، امت کی ہر ضرورت ، دشمنوں پر غالب آنا، ان کے ملک میں اللہ کا کلمہ بلند کرنا، دین حق پھیلانا، سب اس میں داخل ہے، نیز اہل بیت اس آیت کوسب سے زیادہ پرامید جانتے ہیں، جبکہ قرآن کی دوسری آیت **قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ** کودوسرے لوگ زیادہ پُرامید مانتے ہیں۔ دونوں ہی آیت امت کے لیے پُرامید ہے۔ اللہ تعالیٰ امت کی مغفرت بھی کریں گے اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے رسول اللہ ﷺ کوخوش بھی کریں گے، امت کی مغفرت سے بھی رسول اللہ ﷺ کواز حد خوشی ہوگی۔ **اللھم اغفرلنا و ارزقنا شفاعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم** ۔آمین

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت گنہگاروں کے لیے قرآن کی سب آیتوں سے زیادہ امید افزا ہے۔مگر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ رجاء وامید کی آیت **اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْمَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ** ۔اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی بیجا حرکتوں کے معاف کردیتا ہے۔(سورۂ الرعد:٦)

باب : تَمُدُّ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَدًّا لِعَظْمَةِ الرَّحْمٰنِ ......

باب: قیامت کے دن زمین پھیلا دی جائے گی

(٦٣٢) عن جابر رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال:

"تَمُدُّ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَدًّا لِعَظْمَةِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ لِبَشَرٍ مِنْ بَنِيْ آدَمَ إِلَّا مَوْضَعُ قَدَمَيْهِ، ثُمَّ أُدْعَى أَوَّلَ النَّاسِ، فَأَخِرُّ سَاجِدًا، ثُمَّ يُؤْذَنُ لِيْ فَأَقُوْمُ فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ، أَخْبَرَنِيْ هٰذَا— لِجِبْرِيْلَ وَ هُوَ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ، وَ اللّٰهِ

مَا رَآهُ جِبْرِيْلُ قَبْلَهَا قَطُّ ـــ أَنَّکَ أَرْسَلْتَهُ إِلَيَّ، قَالَ: وَ جِبْرِيْلُ سَاكِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ حَتّٰى يَقُوْلَ اللّٰهُ : صَدَقَ. ثُمَّ يُؤْذَنُ لِيْ فِي الشَّفَاعَةِ فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ عِبَادُکَ عَبَدُوْاکَ فِيْ أَطْرَافِ الْأَرْضِ. فَذٰلِکَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ.''

[ضعيف] (أخرجه الحاكم فی المستدرك ج٤ ص٥٧٠)

ظہورِ شان وعظمتِ باری

(٦٣٢) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن زمین کو پھیلا دیا جائے گا اور یہ پھیلانا رحمٰن، جل مجدہ کی عظمت کی شان کے لیے ہوگا، ہر شخص کو فقط پاؤں رکھنے کے برابر جگہ ملے گی پھر سب سے پہلے مجھ کو بلایا جائے گا اور پکارا جائے گا میں (پکار سنتے ہی) سجدہ میں چلا جاؤں گا، تو سجدہ سے سر اُٹھانے کی اجازت ملے گی، میں سر اُٹھا کر عرض کروں گا: ربّ العالمین! مجھ کو اس کے بارے میں بتلائیے یعنی جبرئیلؑ کے سلسلہ میں وہ عرش اعظم کے داہنی طرف ہوں گے، اللہ پاک کی قسم جبرئیلؑ نے اس سے پہلے اللہ کو نہیں دیکھا بے شک آپ نے میرے پاس بھیجا تھا اور جبرئیلؑ خاموش کھڑے ہوں گے کسی قسم کی بات نہیں کریں گے، یہاں تک کہ اللہ پاک ارشاد فرمائیں گے: سچ کہا، پھر مجھ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی، میں عرض کروں گا: ربّ العالمین تیرے بندوں نے دنیا کے کونے کونے میں تیری عبادت کی یہی مقام محمود ہے۔

باب : يُوْضَعُ لِلْأَنْبِيَاءِ مَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ يَجْلِسُوْنَ عَلَيْهَا ......

باب: تمام انبیاء علیہم السلام کے بیٹھنے کے لیے سونے کا ممبر رکھا جائے گا

(٦٣٣) للطبرانی و البيهقی و ابن عساكر و ابن أبی الدنيا فی حسن الظن باللّٰه و الحاكم و ابن النجار من حديث عبد اللّٰه بن عباس رضی اللہ عنہ:

''يُوْضَعُ لِلْأَنْبِيَاءِ مَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ يَجْلِسُوْنَ عَلَيْهَا، وَ يَبْقَى مِنْبَرِيْ لَا أَجْلِسُ عَلَيْهِ قَائِمًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ مُنْتَصِبًا بِأُمَّتِيْ مَخَافَةَ أَنْ يُبْعَثَ بِيْ إِلَى

الْجَنَّةِ، وَ تَبْقَى أُمَّتِيْ بَعْدِيْ فَأَقُوْلُ:يَا رَبِّيْ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَا تُرِيْدُ أَنْ أَصْنَعَ بِأُمَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ؟ فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ فَيُدْعَى بِهِمْ فَيُحَاسَبُوْنَ فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَ مِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِيْ فَلَا أَزَالُ أَشْفَعُ حَتّٰى أَعْطَى صِكًّا بِرِجَالٍ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ حَتّٰى أَنَّ خَازِنَ النَّارِ لَيَقُوْلُ : يَا مُحَمَّدُ مَا تَرَكْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِيْ أُمَّتِكَ مِنْ نَقَمَةٍ.'' [ضعیف] (کما فی کنز العمال ج ۱۴/ ۳۹۱۱۷)

میں اپنی کرسی پر نہیں بیٹھوں گا

(۶۳۳) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انبیاء علیہم السلام کے لیے سونے کی کرسیاں رکھی جائیں گی جن پر وہ بیٹھیں گے اور میرا منبر یوں ہی رہے گا، میں اس پر نہیں بیٹھوں گا؛ بلکہ حق جل مجدہ کے سامنے اپنی امت کی فکر میں کھڑا رہوں گا کہ کہیں مجھ کو جنت میں بھیجنے کے بعد میری امت پریشان کھڑی نہ رہ جائے، تو میں عرض کروں گا: یارب امتی، امتی، ارشاد ہوگا: اے محمد ﷺ آپ اپنی امت کے ساتھ کیا معاملہ چاہتے ہیں جو میں کروں؟ (یعنی میں آپ ﷺ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کروں، اس سلسلہ میں آپ ﷺ کی کیا خواہش ہے؟) میں عرض کروں گا: یا رب ان سے جلدی حساب لے لیجیے، تو امت محمد ﷺ (علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلاماً) کو طلب کیا جائے گا اوران سے حساب لیا جائے گا تو بعض کو محض رحمت خاص سے جنت میں داخل کیا جائے گا، اور بعض کو میری یعنی آں حضور ﷺ کی شفاعت سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ الغرض میں مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ صرف ایک ٹولی کو جہنم میں ڈالے جانے کا حکم ہوگا، تو خازن دوزخ مجھ سے عرض کرے گا: اے محمد ﷺ آپ نے تو اپنی امت میں سے کچھ بھی ربّ العالمین کے غضب وعقاب کے لیے نہیں چھوڑا (ﷺ الف الف صلاۃ و سلاماً بیشک آپ رؤف ورحیم اور رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔)

آپ ﷺ نے امت رحمت کو غضب وعقاب کے لیے نہیں چھوڑا

ربّ العزّت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے شرافت وکرامت کے لیے سونے کی کرسیاں رکھوائیں گے، جن پر ان کو بیٹھایا جائے گا، تمام ہی مقدس انبیاء بیٹھ جائیں گے مگر رسول اللہ ﷺ یوں بارگاہِ ربّ العزّت میں کھڑے رہیں گے، اور کرسی خالی رہے گی، اس خطرہ سے کہ اگر میں بیٹھ گیا، اور کرسی کے ساتھ جنت میں بھیج دیا گیا تو میری امت کا کیا بنے گا، فداہ ابی وامی ﷺ فرمائیں گے، ربّ العزّت میری امت میری امت، یعنی میں بیٹھ جاؤں، اطمینان کے ساتھ اور میری امت تو کھڑی ہے ان کا کیا ہوگا، حق جل مجدہ فرمائے گا آپ ﷺ کیا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ کی امت کے ساتھ میں کیا معاملہ کروں؟ (یعنی آپ ﷺ کی امت کے لیے آپ کی کیا خواہش ہے میں ویسا ہی اکرام کروں گا) رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے بس جلدی جلدی امت کو حساب وکتاب کی منزل طے کرادیں، تاکہ حساب وکتاب کا فکر وغم نہ رہے۔ پھر کیا رہ جائے گا، حق تعالیٰ کچھ کو اپنی رحمت سے کچھ کو شفاعت سے، جنت میں رواں دواں کردیں گے، امت کی جنت میں عمومی داخلہ کی کیفیت کو دیکھ کر خازنِ جہنم کہے گا اے محمد ﷺ آپ نے تو حق تعالیٰ کے غضب کے لیے اپنی امت میں کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ سبحان اللہ رب بھی غفور رحیم ہے اور نبی بھی ہمارا رؤف رحیم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ غضب وعقاب کا حصہ امتِ رحمت ﷺ میں نہیں ہے، یا امت رحمت ﷺ کو ایمان وایقان اور سنت وشریعت، فطرت وخلقت میں حق تعالیٰ نے خود اس قدر عطا کردیا کہ حق تعالیٰ کے غضب ونقمت کا کوئی عنصر باقی نہیں رہا۔ مگر اس کا ظہور شفاعت وکرامت کے ساتھ وہاں ظاہر ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے کئی موقع پر اپنی امت کا اندیشہ ظاہر کیا تو ہر بار حق تعالیٰ نے فرمایا: کہ آپ ﷺ کی امت خیر پر رہے گی، مثلاً جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جانے والے تھے، تو آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ غم نہ کریں آپ ﷺ کی امت خیر پر رہے گی۔ حشر کے دن جب آپ ﷺ اٹھائے جائیں گے تو جبرئیلؑ سے سوال کریں گے میری امت کا کیا حال ہے۔ جواب ملے گا کہ آپ ﷺ کی امت خیر پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

تو پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ کنتم خیر امة الغرض خیر النبی ﷺ کی خیر امت، مقامِ خیر، جنت میں جائے گی۔ جب شر تھا ہی نہیں تو مقامِ شر، جہنم اور صفاتِ غضب کا خیر پر ظہور کیسے ہوگا۔ غضب بھی تو شر پر ہونا چاہیے جو اُمتِ رحمت ﷺ میں ازل سے ربّ العزّت کے فضل سے ہے ہی نہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلَى الْخَيرِ كُلِّهِ وَ بِيَدِکَ الْخَيْرُ كُلُّهُ عَلَانِيَتُهُ وَ سِرُّهُ فَاغْفِرِ الذَّنْبَ كُلَّهُ وَ تُبْ عَلَيَّ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْحَافِظِيْنَ۔ آمین!

باب : يَا مُحَمَّدُ ! لَمْ أَبْعَثْ نَبِيًّا وَ لَا رَسُوْلًا إِلَّا سَأَلَنِيْ مَسْأَلَةً ......

باب: یا محمد ﷺ ! تمام انبیاء نے مجھ سے جو مانگنا تھا مانگ لیا، آپ بھی مانگیں

(٦٣٤) عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! لَمْ أَبْعَثْ نَبِيًّا وَ لَا رَسُوْلًا إِلَّا سَأَلَنِيْ مَسْأَلَةً أُعْطِيْهَا إِيَّاهُ، فَسَلْ يَا مُحَمَّدُ، فَقُلْتُ: مَسْأَلَتِيْ شَفَاعَةٌ لِأُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: مَا الشَّفَاعَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ :أَقُوْلُ: أَيْ رَبِّ شَفَاعَتِيَ الَّتِي اخْتَبَأْتُ عِنْدَکَ، فَيَقُوْلُ الرَّبَّ: نَعَمْ، فَيُخْرِجُ رَبِّيْ بَقِيَّةَ أُمَّتِيْ مِنَ النَّارِ وَ يَنْبِذُهُمْ فِي الْجَنَّةِ." [حسن لغيره] (أخرجه ابن أبي عاصم في كتاب السنة ج٢/٨٢٢)

تمام انبیاء نے اپنی دعا دنیا میں استعمال کر لی اور میں نے اپنی اُمت کے لیے بچا رکھی ہے

(٦٣٤) ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے فرمایا: اے محمد ﷺ میں نے جتنے نبی ورسول بھیجے سب نے مجھ سے کچھ مانگا اور میں نے وہ چیز ان کو دی۔ (یعنی جتنے بھی نبی ورسول تشریف لائے سب نے کچھ دعائیں مانگی اور میں نے ان کی دعاؤں کو قبول کیا) اے محمد ﷺ آپ بھی کچھ سوال کیجیے؟ تو میں نے کہا: میرا سوال قیامت کے دن میری امت کے شفاعت وبخشش کا

ہوگا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے سوال کیا۔ یارسول اللہ ﷺ شفاعت کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں کہوں گا اے ربّ میری شفاعت وہی ہے جو میں نے آپ کے پاس بچا کر رکھی ہے (یعنی دعا کا اختیار وقبول ہونا، آج اس دعا کو قبول کر کے میری امت کو بخش دے) تو میرا ربّ میری امت کے باقی ماندہ کو جہنم سے نکال کر جنت میں ڈال دے گا۔

(اخرجه ابن ابی عاصم فی کتاب السنة ۲/۸۲۲)

تم میرے اصحاب ہو، اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن شفاعت کے لیے بچالیا ہے

(٦٣٥) عن عبادةَ بن الصامتِ رضي الله عنه قالَ: فَقَدَ النبيَّ ﷺ ليلةً أصحابُهُ و كانُوا إذا أنْـزَلُـوه أَنْزَلُوه أوْسَطَهُمْ فَفَزِعُوا، وظنُّوا أَنَّ اللّٰه تبارك وتَعَالَى اخْتَارَ لَهُ أصحاباً غيرهم فإذا هُمْ بخيالِ النبی ﷺ فكبَّرُوا حِينَ رأواه وقالوا: يارسولَ اللّٰهِ أَشْفَقنَا أن يكونَ اللّٰهُ تبارَكَ وتعالى اختارَلَكَ أصحاباً غيرنا فقالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ:

”لا بَـلْ أَنْتُـمْ أَصْحَابِـيْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ، إِنَّ اللَّهَ تَعَالٰى أَيْقَظَنِي فَقَالَ: يَـا مُـحَـمَّـدُ! إِنِّـيْ لَـمْ أَبْعَثْ نَبِيًّا وَ لَا رَسُوْلًا إِلَّا وَ قَدْ سَأَلَنِيْ مَسْأَلَةً أَعْطَيْتُهَا إِيَّاهُ، فَاسْأَلْ يَا مُحَمَّدُ تُعْطَ. فَقُلْتُ: مَسْأَلَتِيْ شَفَاعَةٌ لِأُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: يَـا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! وَ مَـا الشَّـفَـاعَةُ؟ قَـالَ: أَقُوْلُ: يَا رَبِّ شَفَاعَتِي الَّتِي اخْتَبَأْتُ عِـنْـدَكَ فَيَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: نَعَمْ، فَيُخْرِجُ رَبِّيْ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى بَقِيَّةَ أُمَّتِـيْ مِنَ النَّارِ فَيَنْبِذُهُمْ فِي الْجَنَّةِ.“ [حسن] (أخرجه أحمد ج ٥ ص ٣٢٥)

(۶۳۵) ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان نہیں پائے گئے؛ حالانکہ جب بھی رات میں کہیں قیام ومقام ہوتا تو اصحابؓ آپ ﷺ کو اپنے درمیان میں رکھتے۔ آپ ﷺ کو نہ پا کر اصحابؓ گھبرا گئے اور ان لوگوں کے دل میں یہ گمان آنے لگا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہم لوگوں کے علاوہ دوسرے اصحابؓ عطا کر دیے۔

وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے خیال میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ پر نظر پڑ گئی۔ تو زور سے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کر دی اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ تو بہت ہی زیادہ ڈر گئے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے لیے دوسرے ساتھیوں کا ہم لوگوں کے علاوہ انتخاب کر چکا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نہیں تم ہی لوگ دنیا وآخرت دونوں میں میرے اصحابؓ ہو۔

حق تعالیٰ نے مجھ کو اُٹھایا، بیدار کیا اور فرمایا: اے محمد ﷺ! میں نے جتنے بھی نبی و رسول بھیجے سب کے سب نے کوئی نہ کوئی سوال کیا جو میں نے ان کو عطا کیا۔ آپ بھی اے محمد ﷺ کوئی سوال کیجیے؟ میں عطا کروں گا۔ تو میں نے عرض کیا: میرا سوال یہ ہے کہ میری اُمت کی شفاعت قیامت کے دن ہو۔

یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ شفاعت کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں کہوں گا یا رب میری شفاعت جو میں نے آپ کے پاس بچا کر رکھ دی تھی۔ تو حق تعالیٰ فرمائے گا: ہاں! تو میرا رب تبارک وتعالیٰ میری امت میں سے جہنم میں بچے ہوئے لوگوں کو جنت میں ڈال دے گا۔ (اخرجہ احمد ۵/ ۳۲۵)

باب : إِنِّیُ لَسَيِّدُ النَّاسِ يَوُمَ الُقِيَامَةِ لَا فَخُرَ وَ لَا رِيَاءَ ......

باب: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سربراہ ہوں گا

(٦٣٦) للحاكم وابن عساكر عن عبادة رضي الله عنه :

”إِنِّـیُ لَسَيِّـدُ النَّاسِ يَوُمَ الُقِيَامَةِ لَا فَخُرَ وَ لَا رِيَاءَ، وَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنُ أَحَدٍ إِلَّا وَ هُـوَ تَـحُتَ لِوَائِیُ يَوُمَ الُقِيَامَةِ، يَنُتَظِرُ الُفرجَ وَ أَنَا بِيَدِیُ لِوَاءُ الُحَمُدِ فَأَمُشِیُ وَ يَـمُشِـی الـنَّـاسُ مَعِیُ حَتّٰی آتِیَ بَابَ الُجَنَّةِ فَأَسُتَفُتِحُ فَيُقَالُ: مَنُ هٰذَا؟ فَاَقُوُلُ: مُـحَـمَّـدٌ، فَيُـقَـالُ: مَـرُحَبًا بِمُحَمَّدٍ، فَإِذَا رَأَيُتُ رَبِّیُ عَزَّوَجَلَّ خَرَرُتُ لَهُ سَاجِدًا شُـكُـرًا لَـهُ فَيُقَالُ: اِرُفَعُ رَأُسَكَ وَ قُلُ تُطَاعُ وَ اشُفَعُ تُشَفَّعُ فَيَخُرُجُ مِنَ النَّارِ مَنُ

قَدِ احْتَرَقَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَ شَفَاعَتِیْ.“ (کما فی کنزالعمال ج ۱۱/ ۳۲۰۳۸، الاتحافات ۵۲۵)

حضور ﷺ کا استقبال ربّ العالمین کریں گے

(٦٣٦) ترجمہ: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا اور بغیر کسی فخر کے یہ بات کہتا ہوں نہ ہی احسان جتلاتا ہوں، اور دنیا کا کوئی بھی فرد وبشر ایسا نہیں جو میرے جھنڈے کے نیچے قیامت کے دن پناہ نہ پکڑے اور رحمت الٰہی کا انتظار نہ کرے اور میرے ہاتھ میں ربّ العالمین کا جھنڈا ہوگا، میں جنت کی طرف جاؤں گا اور لوگ میرے ساتھ پیچھے پیچھے ہوں گے، یہاں تک کہ میں جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور میں دروازہ کھلواؤں گا، اندر سے آواز آئے گی: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد(ﷺ) آواز آئے گی: مرحبا محمد(ﷺ) کو، تشریف لائیے، اندر آیئے ،دروازہ کھلتے ہی میں ربّ العالمین کو استقبال میں کھڑا دیکھوں گا، اللہ اکبر، تو شکر کی ادائیگی کے لیے سجدکروں گا، ارشاد ہوگا: آپ ﷺ سر اٹھایئے، (یہ مقام سجدہ نہیں) مانگئے میں دوں گا، سفارش کیجیے قبول کروں گا، پھر جہنم سے لوگ نکالے جائیں گے جو جل چکے ہوں گے اللہ پاک کی رحمت اور میری شفاعت سے۔

باب : إِنِّـیْ لَقَائِمٌ أَنْتَظِرُ أُمَّتِیْ تَعْبُرُ عَلَی الصِّرَاطِ

باب: میں اپنی امت کے پل صراط سے گزر جانے تک کا منتظر رہوں گا

(٦٣٧) عن أنس رضی اللہ عنہ قال: حدثنی نبی اللّٰه ﷺ:

”إِنِّـیْ لَـقَائِمٌ أَنْتَظِرُ أُمَّتِیْ تَعْبُرُ عَلَی الصِّرَاطِ إِذْ جَاءَ نِیْ عِیْسٰی فَقَالَ: هٰذِهِ الْأَنْبِیَـاءُ قَـدْ جَـاءَ تْکَ یَـا مُـحَمّدُ یَشْتَکُوْنَ أَوْ قَالَ: یَجْتَمِعُوْنَ إِلَیْکَ وَ یَدْعُوْنَ الـلّٰـهَ عَزَّوَجَلَّ أَنْ یُفَرِّقَ جَمْعَ الْأُمَمِ إِلٰی حَیْثُ یَشَآءُ اللّٰهُ لِغَمِّ مَا هُمْ فِیْهِ، وَ الْخَلْقُ مُـلْـجَـمُـوْنَ فِـی الْعَرَقِ، وَ أَمَّا الْمُؤْمِنُ فَهُوَ عَلَیْهِ کَالزَّکْمَةِ وَ أَمَّا الْکَافِرُ فَیَتَغَشَّاهُ الْـمَوْتُ . قَالَ : قَالَ : عِیْسٰی اِنْتَظِرْ حَتّٰی أَرْجِعَ إِلَیْکَ. قَالَ فَذَهَبَ نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ

حَتّٰی قَامَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَلَقِیَ مَا لَمْ یَلْقَ مَلَکٌ مُصْطَفًی وَ لَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ فَأَوْحَی اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰی جِبْرِیْلَ: اِذْھَبْ إِلٰی مُحَمَّدٍ، فَقُلْ لَهُ: اِرْفَعْ رَأْسَکَ سَلْ تُعْطَهُ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ. قَالَ: فَشُفِّعْتُ فِیْ أُمَّتِیْ أَنْ أُخْرِجَ مِنْ کُلِّ تِسْعَةٍ وَ تِسْعِیْنَ إِنْسَانًا وَاحِدًا. قَالَ: فَمَا زِلْتُ أَتَرَدَّدُ عَلٰی رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ، فَلَا أَقُوْمُ مَقَامًا إِلَّا شُفِّعْتُ حَتّٰی أَعْطَانِیَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ ذٰلِکَ أَنْ قَالَ: یَا مُحَمَّدُ! أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِکَ مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ شَهِدَ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ یَوْمًا وَاحِدًا مُخْلِصًا، وَ مَاتَ عَلٰی ذٰلِکَ." [صحیح] (أخرجه أحمد فی المسند ج۳ ص۱۷۸)

(۶۳۷) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ کو نبی اللہ ﷺ نے بیان کیا کہ میں کھڑا ہوکر اپنی امت کے پل صراط کو عبور کرنے کا انتظار کروں گا۔ میرے پاس عیسیٰؑ آئیں گے کہ یہ تمام انبیاء آپ کے پاس آئے ہیں، اے محمد ﷺ وہ شکایت کررہے ہیں، یا فرمایا: آپ کے پاس جمع ہوگئے ہیں۔ اور اللہ عزوجل سے فریاد ودعا کررہے ہیں، کہ اللہ عزوجل تمام امتوں کو اس غم سے نجات دے کر جہاں چاہے جدا جدا کردے۔ جس میں لوگ پھنسے ہوئے ہیں (یعنی تمام لوگوں کو اس غم و پریشانی سے نجات کے لیے اللہ تعالیٰ جہاں چاہیں بھیج دیں، تاکہ مصائب سے نجات مل جائے)۔ اور تمام مخلوق کو پسینہ منہ کو آیا ہوا ہے (یعنی پسینہ میں غرق ہورہے ہیں) جہاں تک تعلق ہے مومن کا ان پر ایسا ہے جیسے کہ زکام ہوگیا ہو اور کافر کو تو موت نے گھیرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ ﷺ عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائیں گے، آپ یہیں پر ٹھہر جایئے جب تک میں واپس آتا ہوں۔ پس نبی اللہ ﷺ جائیں گے اور عرش کے نیچے کھڑے ہوجائیں گے، تو آپ کے ساتھ وہ ہوگا جو نہ کسی مقرب فرشتہ کے ساتھ ہوا نہ ہی کسی نبی ورسول کے ساتھ (یعنی اعزاز واکرام اور قرب خاص کا معاملہ)۔ تو اللہ عزوجل جبرئیلؑ کو وحی کے ذریعہ بتلائے گا کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ اوران سے کہو کہ سر اٹھائیں، سوال کریں عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجیے قبول کی جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو میری شفاعت قبول کی جائے گی کہ ہر ننانوے میں صرف ایک کو جہنم

سے نکالوں۔ تو میں مسلسل بار بار اپنے رب عزوجل سے سوال کو دہراتا ہی رہوں گا۔ جب بھی میں کھڑا ہوں گا تو میری شفاعت قبول ہوگی اور وہ چیز اللہ عزوجل مجھ کو دیدے گا، حتیٰ کہ کہا جائے گا: یا محمد ﷺ، آپ ﷺ اللہ عزوجل کی مخلوقات میں سے ہر اس امتی کو جس نے لا الہ الا اللہ کی ایک دن بھی شہادت، اخلاص کے ساتھ دی ہو، اور اسی کلمہ پر اس کا خاتمہ ہوا ہو، اس کو جنت میں داخل کر دیں۔ (اخرجہ احمد فی المسند ۳/ ۱۷۸)

باب : أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ

باب: جہنم سے ان لوگوں کو نکال لو جن کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو

(٦٣٨) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

"يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ ثُمَّ يَقُوْلُ: وَ عِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ لَا أَجْعَلُ مَنْ آمَنَ بِيْ سَاعَةً مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ كَمَنْ لَا يُؤْمِنُ بِيْ." [ضعيف] (أخرجه الطبراني في الصغير ج ٢ ص ٤١)

ایمان والا اور بے ایمان کبھی برابر نہیں ہو سکتے

(٦٣٨) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ فرمائے گا: کہ جہنم سے ان لوگوں کو نکالو جن کے دل میں ایک جو کے دانہ کے برابر ایمان ہے۔ پھر ارشاد ہوگا: جہنم سے ان لوگوں کو نکالو جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو۔ پھر حق جل مجدہ فرمائے گا: مجھ کو عزت کی قسم۔ میرے جلال کی قسم، ان لوگوں کو جو رات ودن کے کسی بھی حصہ میں مجھ پر ایمان لائے ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو بے ایمان ہیں۔ (اخرجه الطبرانی فی الصغیر ۲/ ۴۱)

باب : سَأَلْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فَوَعَدَنِیْ أَنْ یُدْخِلَ مِنْ أُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ أَلْفًا....

باب: میں نے حق جل مجدہ سے اپنی امت کے لیے سوال کیا

(٦٣٩) عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ عن رسول اللّٰه ﷺ أنه قال:

"سَأَلْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فَوَعَدَنِیْ أَنْ یُدْخِلَ مِنْ أُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ أَلْفًا عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ، فَاسْتَزَدْتُ فَزَادَنِیْ مَعَ کُلِّ أَلْفٍ سَبْعِیْنَ أَلْفًا فَقُلْتُ: أَیْ رَبِّ! إِنْ لَمْ یَکُنْ هٰؤُلَآءِ مُهَاجِرِیْ أُمَّتِیْ. قَالَ: إِذَنْ أُکْمِلُهُمْ لَکَ مِنَ الْأَعْرَابِ."
[حسن] (أخرجه أحمد فی المسند ج٢ ص٣٥٩)

ستّر ہزار افراد کے ساتھ چودھویں چاند کا سا معاملہ

(٦٣٩) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے حق میں شفاعت کا سوال کیا تو ارشاد ہوا: آپ ﷺ کی امت کے ستّر ہزار افراد بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے، جن پر کوئی عذاب نہیں، میں نے عرض کیا: ربّ العالمین اس تعداد میں اور اضافہ کر دیجیے تو حق تعالیٰ نے میری خاطر زیادہ کردیا، ہر ہزار کے ساتھ ستّر ہزار، میں نے کہا: اے میرے رب! اگر اتنے میری امت کے مہاجرین نہ ہوں، تو اللہ نے کہا: تو میں ان کو تیرے لیے اعراب (دیہاتیوں) میں سے مکمل کروں گا۔

(٦٤٠) و للبغوی عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قريباً منه:

"سَأَلْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ الشَّفَاعَةَ لِأُمَّتِیْ، فَقَالَ لِیْ: لَکَ سَبْعُوْنَ أَلْفًا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ، فَقُلْتُ، یَا اَللّٰهُ زِدْنِیْ، فَقَالَ: فَإِنَّ لَکَ هٰکَذَا فَحْثًا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ." (کما فی السلسلة الصحيحة ج٤ / ١٨٧٩)

(٦٤٠) ترجمہ: میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے حق میں شفاعت کا سوال کیا تو ارشاد ہوا: آپ ﷺ کی امت کے ستّر ہزار افراد بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل

ہوں گے، جن پر کوئی عذاب نہیں، میں نے عرض کیا: ربّ العالمین اس تعداد میں اوراضافہ کردیجیے تو حق تعالیٰ نے میری خاطر دولپ (یعنی دونوں ہاتھوں سے) ایک مرتبہ داہنی طرف اور ایک دفعہ بائیں طرف سے لے کر جنت میں داخل فرمایا۔

باب : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَيَّرَنِيْ بَيْنَ أَنْ يُغْفَرَ لِنِصْفِ أُمَّتِيْ أَوْ شَفَاعَتِيْ..

باب: حق تعالیٰ نے مجھے شفاعت یا آدھی امت کی مغفرت کے درمیان اختیار دیا

(٦٤١) للحاكم والطبراني عن أبي هريرة رضي الله عنه :

"إِنَّ اللّٰـهَ عَـزَّوَجَـلَّ خَيَّـرَنِـيْ بَيْـنَ أَنْ يُـغْـفَرَ لِنِصْفِ أُمَّتِيْ أَوْ شَفَاعَتِيْ فَـاخْتَـرْتُ شَـفَاعَتِيْ وَ رَجَوْتُ أَنْ تَكُوْنَ أَعَمَّ لِأُمَّتِيْ، وَ لَوْ لَا الَّذِيْ سَبَقَنِيْ إِلَيْهِ الْـعَبْـدُ الـصَّـالِحُ لَعَجَّلْتُ دَعْوَتِيْ. إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا فَرَّجَ عَنْ إِسْحَاقَ كَرْبَ الذِّبْحِ، قِيْـلَ لَـهُ: يَـا إِسْحَاقُ سَلْ تُعْطَهُ قَالَ: أَمَّا وَاللّٰهِ عَجَّلْتُهَا قَبْلَ نَزْغَاتِ الشَّيٰطِيْنَ، اَللّٰهُمَّ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِكَ شَيْئًا وَ أَحْسَنَ فَاغْفِرْ لَهُ وَ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ."

[ضعيف جداً] (كما في كنزا لعمال ج ١٤/٧٧/ ٣٩٠٧٧)

حق تعالیٰ نے آدھی اُمت کی مغفرت یا شفاعت کا مجھ کو اختیار دیا

(٦٤١) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ نے آدھی امت کی مغفرت یا شفاعت کا اختیار مجھ کو دیا تو میں نے شفاعت کو اختیار کیا اور مجھے امید ہے کہ یہ عام ہوگی میری امت کے لیے اور اگر مجھ سے پہلے اللہ کے نیک بندے سبقت نہ کر چکے ہوتے تو میں دعا کرنے میں عجلت وجلد بازی کرتا۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ذبح ہونے کی پریشانی سے اسحاقؑ کو نجات دیدی تو اسحاقؑ سے فرمایا: آپ سوال کریں، میں آپ کے سوال کو پورا کروں گا، ایسی بات ہے تو اللہ کی قسم میں دعا میں بہت ہی جلدی کروں گا، شیطان کے کسی نرغے میں الجھانے سے پہلے پہلے (قبل نزغات الشیطان) پھر دعا کی: اے اللہ جو اس حال میں مرے کہ شرک بالکل ہی نہ کیا ہو

(اور کفر شرک سے پاک وصاف) اور اچھا ہو اس کی مغفرت کردے اور اس کو جنت میں داخل فرمادے۔ (کنز العمال ۱۴/ ۳۹۰۷۷)

نوٹ: اس جگہ ذبیح اسحاق علیہ السلام کا نام آیا ہے، صحیح یہ ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں، جو عام روایت کے خلاف ہے، لہٰذا عام روایت کے مطابق اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام ہی ذبیح ہیں۔ جیسا کہ ماقبل میں دلائل کے ساتھ گزر چکا ہے۔ گویا کہ یہ خبر منکر ہے۔ واللہ اعلم۔

باب : يدخل أهل الجنة الجنة وأهل النار النار......

باب: جب جنتی جنت میں اور دوزخی جہنم میں داخل کردیے جائیں گے

(٦٤٢) عن أبی سعيد الخدری ﷺ عن النبی ﷺ قال:

”يَـدْخُـلُ أَهْـلُ الْـجَـنَّةِ الْـجَـنَّةَ، وَ أَهْلُ النَّارِ النَّارَ، ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: أَخْـرِجُـوْا مَـنْ كَـانَ فِـيْ قَـلْبِـهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ، فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْـوَدُّوْا فَيُـلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيَا أَوِ الْحَيَاةِ ـــ شَكَّ مَالِكٌ ـــ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ . أَ لَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاء ملتوية.“

[صحيح] (أخرجه البخاری ج١ ص١٢)

نجات کے لیے رائی کے دانہ برابر بھی ایمان کافی ہے

(٦٤٢) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جنتی جنت میں، دوزخی دوزخ میں داخل ہوجائیں گے تو حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: ان تمام لوگوں کو جہنم سے نکالو جن کے دل میں ایمان رائی کے دانہ کے برابر ہو، پس لوگوں کو اس حال میں نکالا جائے گا کہ سیاہ ہوچکے ہوں گے، تو ان کو آب حیات میں ڈال دیا جائے گا، جس سے وہ دانہ کی طرح ہرے بھرے شاداب، جیسے دانہ کسی پانی کے روانی کے کنارے اگتا ہے، کیا اگنے والے دانہ کو نہیں دیکھتے ہو کہ زرد لپٹا ہوا ہرا بھرا اگتا ہے۔

باب : إِذَا خَلَّصَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنَ النَّارِ و أُمِنُوا

باب: جب حق جل مجدہ مومنین کو دوزخ سے نجات اور امن وامان دے دیں گے

(٦٤٣) عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

"إِذَا خَلَّصَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنَ النَّارِ وَأُمِنُوْا فَمَا مُجَادَلَةُ أَحَدِكُمْ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَقِّ يَكُوْنُ لَهُ فِي الدُّنْيَا أَشَدَّ مَجَادَلَةٍ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِرَبِّهِمْ فِيْ إِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ أُدْخِلُوا النَّارَ. قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا إِخْوَانُنَا كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَعَنَا وَ يَصُوْمُوْنَ مَعَنَا وَ يَحُجُّوْنَ مَعَنَا فَأَدْخَلْتَهُمُ النَّارَ، فَيَقُوْلُ: اِذْهَبُوْا فَأَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ مِنْهُمْ فَيَأْتُوْنَهُمْ فَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِصُوَرِهِمْ لَا تَأْكُلُ النَّارُ صُوَرَهُمْ فَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ النَّارُ إِلٰى أَنْصَاف سَاقَيْهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ إِلٰى كَعْبَيْهِ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنا! أَخْرَجَنَا مَنْ قَدْ أَمَرْتَنَا، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ وَزْنَ دِيْنَارٍ مِنَ الْإِيْمَانِ، ثُمَّ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ وَزْنَ نِصْفِ دِيْنَارٍ، ثُمَّ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ.

قال أبو سعيد : فَمَنْ لَمْ يُصَدِّقْ هٰذَا فَلْيَقْرَأْ:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَ إِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (النساء: ٤٠) [صحيح] (أخرجه ابن ماجة ج ١ /٦٠)

مومنین کا اپنے بھائیوں کے نجات کے لیے حق تعالیٰ سے مطالبہ

(٦٤٣) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب حق جل مجدہ مومنین کو دوزخ سے نجات اور امن وامان دیدیں گے، تو اس وقت مؤمنین حق جل مجدہ سے اس قدر جھگڑیں گے جیسا کہ ایک صاحب حق دنیا میں اپنے حق کو وصولنے کے لیے لڑا کرتا ہے۔ اپنے ان بھائیوں کے نجات کے لیے جو دوزخ میں پھنس چکے ہوں گے، وہ عرض کریں گے: ربّ العالمین وہ ہمارے بھائی ہمارے ساتھ نماز،

روزہ، حج، تمام فرائض ادا کرتے تھے اور آپ نے ان کو دوزخ میں ڈال دیا۔ ارشاد حق ہوگا: اچھا تو جہنم میں جاؤ اور جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو نکال لاؤ۔ وہ آئیں گے اور لوگوں کو ان کی شکل وصورت سے پہچانیں گے اور دوزخ ان کی شکل وصورت کو نہیں کھائے گی۔ بعض کو تو نصف پنڈلی تک اور بعض کو ٹخنوں تک جلا چکی ہوگی۔ تو ان کو نکالیں گے۔ وہ عرض کریں گے ہمارے رب! ہم نے ان لوگوں کو (جہنم سے) نکال لیا جن کو نکالنے کا حکم ہوا تھا۔ پھر ارشاد ہوگا: جن کے دل میں ایک دینار کے وزن کے برابر ایمان ہو ان کو بھی نکال لو۔ پھر جس کے دل میں نصف دینار ایمان ہو ان کو بھی نکال لو۔ پھر جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو نکال لو۔ جس کو یقین نہ ہو تو یہ آیت پڑھ لے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَ إِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفُهَا وَ يُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (النساء: ٤٠)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کریں گے اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اس کو کئی گنا کردیں گے اور اپنے پاس سے اور اجر عظیم دیں گے۔ (ابن ماجہ ۱/۶۰)

باب: يُوْضَعُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظهراني جَهَنَّمَ عَلَيْهِ حسك ......
باب: پل صراط جہنم کے اوپر ہوگی

(٦٤٤) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول:

"يُوْضَعُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظهراني جَهَنَّمَ عَلَيْهِ حسك كَحسكِ السَّعْدَانِ، ثُمَّ يَسْتَجِيْزُ النَّاسُ فَنَاجٍ مُسْلِمٌ وَ مَجْرُوْحٌ بِهِ فمناخ محتبس منكوس فيها فَإِذَا فَرَغَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْقَضَايَا بَيْنَ الْعِبَادِ، وَ تَفَقَّدَ الْمُؤْمِنُوْنَ رِجَالًا كَانُوْا فِي الدُّنْيَا يُصَلُّوْنَ صَلَاتَهُمْ وَ يُزَكُّوْنَ زَكَاتَهُمْ وَ يَصُوْمُوْنَ صِيَامَهُمْ وَ يَحُجُّوْنَ حَجَّهُمْ وَ يَغْزُوْنَ غَزْوَهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ: أَيْ رَبَّنَا عِبَادٌ مِنْ عِبَادِكَ كَانُوْا فِي الدُّنْيَا مَعَنَا يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِنَا وَ يُزَكُّوْنَ زَكَاتَنَا وَ يَصُوْمُوْنَ صِيَامَنَا وَ يَحُجُّوْنَ حَجَّنَا وَ يَغْزُوْنَ غَزْوَنَا لَا نَرَاهُمْ. قَالَ: يَقُوْلُ: اِذْهَبُوْا إِلَى النَّارِ فَمَنْ وَجَدْتُمُوْهُ فِيْهَا

فَأَخْرِجُوْهُ. قَالَ: فَيَجِدُوْنَهُمْ وَ قَدْ أَخَذَتْهُمُ النَّارُ عَلٰى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ إِلٰى قَدَمَيْهِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ إِلَى رَكْبَتَيْهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ أزرته، وَ مِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ إِلٰى ثَدْيَيْهِ ، وَ مِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ إِلٰى عُنُقِهٖ، وَ لَمْ تَغْشَ الْوُجُوْهَ. قَالَ: فَيَسْتَخْرِجُوْنَهُمْ فَيُطْرَحُوْنَ فِيْ مَاءِ الْحَيَاةِ. قِيْلَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! وَ مَا مَاءُ الْحَيَاةِ؟ قَالَ: غَسْلُ أَهْلِ الْجَنَّةِ. فَيَنْبُتُوْنَ فِيْهَا كَمَا تَنْبُتُ الزَّرْعَةُ فِيْ غِثَاءِ السَّيْلِ ثُمَّ تَشْفَعُ الْأَنْبِيَاءُ مِنْ كُلِّ مَنْ كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا فَيَسْتَخْرِجُوْنَهُمْ مِنْهَا ثُمَّ يَتَحَنَّنُ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ عَلٰى مَنْ فِيْهَا فَمَا يَتْرُكُ فِيْهَا أَحَدًا فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْإِيْمَانِ إِلَّا أَخْرَجَهُ مِنْهَا.'' [ضعيف] (أخرجه الحاكم فی المستدرك، ج:۴،ص:۵۸۵)

مومنین اپنے ساتھیوں کو دوزخ سے نکالیں گے

(۶۴۴) ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ارشاد فرماتے ہوئے: پل صراط جہنم کے اوپر رکھی جائے گی، اس میں کانٹے ہوں گے، سعدان کے کانٹے کی طرح، پھر لوگ اس کو پار کریں گے۔ مسلمان نجات پا جائیں گے، مومنین اپنے ساتھیوں کو دوزخ سے نکالیں گے۔

جب حق جل مجدہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے صادق فرما چکے گا تو مومنین اپنے بہت سے ساتھیوں کو کھو چکے ہوں گے، جو ان کے ساتھ ساتھ نمازیں پڑھا کرتے تھے، اور زکوٰۃ دیا کرتے تھے اور روزے رکھا کرتے تھے اور حج کیا کرتے تھے اور انہی لوگوں کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے، وہ لوگ عرض کریں گے: اے ہمارے رب آپ کے بندوں میں سے کچھ بندے ہمارے ساتھ دنیا میں ہمارے ہی جیسی نمازیں پڑھتے تھے، اور ہماری ہی طرح زکوٰۃ دیا کرتے تھے اور ہماری ہی طرح روزے رکھا کرتے تھے، اور ہماری ہی طرح حج ادا کرتے تھے اور آج ہم ان کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق جل مجدہ فرمائے گا: تم لوگ دوزخ میں جاؤ اور ان میں سے جو بھی تم لوگوں کو ملیں ان کو دوزخ سے نکال لاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ان کو دوزخ میں اس حال میں پائیں گے کہ ان کو ان

کے اعمال کے حساب سے جہنم نے جلا ڈالا ہوگا۔

ان میں بعض کو گردن تک، لیکن جہنم میں چہرہ نہیں چھپے گا۔ یعنی چہرہ کھلا ہی رہے گا اور آب حیات میں ڈال دیں گے۔ صحابہؓ نے سوال کیا: یا نبی اللہ ﷺ آب حیات کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی کا غسل (یعنی جنتی جس سے غسل کریں گے) وہ اس غسل کے بعد ایسے تازہ دم ہوجائیں گے جیسے کہ دانہ سے پودا پانی کے بہاؤ کے بعد اگتا ہے۔ پھر انبیاء شفاعت کریں گے ہر اس شخص کے لیے جس نے اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی تھی۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو جہنم سے نکالا جائے گا۔ پھر حق جل مجدہ اپنی رحمت سے ان کی طرف متوجہ ہوگا جو جہنم میں ہیں۔ پھر کیا ہے اس میں کوئی بھی نہیں بچے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا، اس کو نکالا جائے گا۔

باب : إِذَا مُيِّزَ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَ أَهْلُ النَّارِ، قَامَتِ الرُّسُلُ فَشُفِّعُوْا......

باب: جنتی اور دوزخی کے درمیان تفریق وجدائیگی

(٦٤٥) عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

”إِذَا مُيِّزَ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَ اَهْلُ النَّارِ فَدَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَ أَهْلُ النَّارِ النَّارَ، قَامَتِ الرُّسُلُ فَشُفِّعُوْا فَيَقُوْلُ: اِنْطَلِقُوْا أَوْ اِذْهَبُوْا فَمَنْ عَرَفْتُمْ فَأَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ قَدِ امْتُحِشُوْا فَيُلْقُوْنَهُمْ فِي نَهْرٍ أَوْ عَلٰى نَهْرٍ، يُقَالُ لَهُ الْحَيَاةُ قَالَ: فَتَسْقُطُ مَحَاشُّهُمْ عَلٰى حَافَّةِ النَّهْرِ وَ يَخْرُجُوْنَ بِيْضًا مِثْلَ الثَّعَارِيْرِ ثُمَّ يُشَفَّعُوْنَ فَيَقُوْلُ: اِذْهَبُوْا أَوْ اِنْطَلِقُوْا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ قِيْرَاطٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجُوْهُمْ، قَالَ: فَيُخْرِجُوْنَ بَشَرًا، ثُمَّ يُشَفَّعُوْنَ فَيَقُوْلُ : اِذْهَبُوْا أَوْ اِنْطَلِقُوْا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِيْ قَلْبِهِ مِثَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجُوْهُ، ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: أَنَا الْآنَ أُخْرِجُ بِعِلْمِيْ وَ رَحْمَتِيْ قَالَ: فَيُخْرِجُ أَضْعَافَ مَا أَخْرَجُوْا وَ أَضْعَافَهُ فَيُكْتَبُ فِيْ رِقَابِهِمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فَيُسَمُّوْنَ فِيْهَا الْجَهَنَّمِيِّيْنَ.“ [صحيح] (أخرجه أحمد ج ٣ ص ٣٢٥)

عتقاء اللہ، اللہ پاک کے آزاد کردہ

(۶۴۵) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جب جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان جدائیگی ہوجائے گی اور اہل جنت بہشت میں داخل ہوجائیں گے اور اہل جہنم دوزخ میں تو تمام پیغمبر کھڑے ہوں گے اور شفاعت کریں گے، تو ان سے ارشاد ہوگا: جہنم میں جاکر جن لوگوں کو پہچانتے ہو ان کو نکال لاؤ، پس پیغمبر علیہم السلام نار جہنم سے ایسے لوگوں کو نکالیں گے جو جل کر کوئلہ کے مانند ہوچکے ہوں گے، پھر ان کو آب حیات کی نہر میں ڈالیں گے، اس نہر میں غوطہ لگانے سے ان کے جسم کے جلے ہوئے آثار ختم ہوجائیں گے، پھر ان کو نہر حیات سے نئے پودے کی مانند تروتازہ نکالیں گے، پھر حق جل مجدہ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے ارشاد ہوگا: جہنم سے ان لوگوں کو نکال لاؤ جن کے دلوں میں قیراط کے برابر ایمان ہو، پس ایک جم غفیر جہنم سے نکالے جائیں گے۔ پھر انبیاء علیہم السلام شفاعت کریں گے، ارشاد ہوگا: جہنم میں جاؤ، جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لاؤ، پس ایک جم غفیر جہنم سے نکالے جائیں گے، پھر شفاعت کریں گے۔ حق جل مجدہ کا ارشاد ہوگا: اب میں اپنے علم و رحمت سے نکالوں گا تو انبیاء علیہم السلام نے جتنے جنتیوں کو نکالا ہوگا، اس سے کئی گنا زیادہ مومنین کو حق جل مجدہ جہنم سے نکالیں گے، جن کی گردنوں پر لکھا جائے گا اللہ پاک کے آزاد کردہ، پھر ان لوگوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور جنت میں ان کا نام جہنمی، یعنی جہنم سے آزاد شدہ جماعت۔

باب : يَقُوْلُ إِبْرَاهِيْمُ : يَا رَبَّاه يَوْمَ الْقِيَامَةِ

باب: حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن فرمائیں گے: یاربّاہ

(٦٤٦) عن حذيفة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

"يَـقُوْلُ إِبْرَاهِيْمُ: يَا رَبَّاه ! — يَوْمَ الْقِيَامَةِ — فَيَـقُـوْلُ لَهُ الرَّبُّ: يَا لَبَّيْكَاهُ! فَيَـقُـوْلُ: أَحْرَقْتَ بَنِيَّ . فَيَقُوْلُ: أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ بُرَّةٍ مِنْ

إِيْمَانٍ، مِثْقَالُ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ." [صحيح] (أخرجه أبوعوانة في مسنده ج ١ ص١٧٥)

حق جل مجدہ ابراہیم علیہ السلام کو جواب دے گا: یا لبّیکاہ

(٦۴٦) ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن فرمائیں گے: یــا ربّــاہ ۔تو حق جل مجدہ ان کو جواب دے گا: یـا لبیکـاہ ۔یعنی ابراہیمؑ میں حاضر ہوں۔ وہ عرض کریں گے: آپ نے تو میری اولاد کو جلا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دوزخ سے نکال لو، جس کے دل میں ایک گندم کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو۔ جَو کے برابر بھی ایمان ہو اس کو بھی نکال لاؤ۔

خالق و مالک کی یافت وجستجو

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عہد ربوبیت کا کتنا خیال رکھا تھا کہ بچپن کی عمر میں ہی جب سے رب کی یافت ان کے شعور وجدان میں گھر کرگئی، پھر دل کسی کی طرف نہیں گیا، اور جس عمر میں عادتاً بچے اپنے ماں باپ کی محض تقلید ونقل کرتے ہیں اپنی فکر وعقل کو استعمال نہیں کرتے اسی عمر میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو توحید شعوری، وجدان کی سلامتی، باطن کی صفائی وستھرائی اور خالق ارض وسما کی یکتائی، ذات وصفات کی بے مثل ومثال، تنزیہہ وتقدیس میں وراء الوراء از جہت وجہات، یہ سب انھوں نے اپنے رب سے پایا تھا، وہ ربّا اور ابّا کا فرق خوب ہی جانتے اور پہچانتے تھے، ان کا ابّا ظلمت وضلالت کا داعی نہیں، کفر ساز کفر گر تھا، اور ابراہیمؑ کا ربّا رشد وہدایت، نورِ فراست کا فیضان کررہا تھا۔ ابّا بے بس مخلوق، بے جان بت، بے فائدہ صنم خانہ وآستانہ، بے نفع وبے ضرر، بے شعور مجسمہ کی پرستش کی دعوت دیتا، مگر ابراہیمؑ کو انہی بے جان بتوں کی بے بسی سے شعور وآگہی، انہی بے نفع وبے ضرر، بے فائدہ آستانوں سے صراطِ مستقیم کا آستانۂ الٰہی نصیب ہوا، ان کی ضمیر میں کھلبلی مچی ہوئی تھی، ان کی فطرتِ سلیم مجسمہ کو دیکھ کر اپنے وجود کے خالق و مالک کی جستجو و یافت کررہی تھی، کہ جس خالق نے ہمیں بنایا ہے وہ یقیناً سنتا ہوگا دیکھتا ہوگا، صفت کلام

سے آشنا ہوگا، خلائق سے باخبر ہوگا، نہ کہ وہ جوان تمام خوبیوں سے عاری وخالی ہے، اور کون آیا، کون گیا، کس نے پکارا، اس سے بے خبر ہی نہیں بلکہ اگر مردار کتّے کو بت کے گردن میں باندھ دیا جائے اور ایک ساتھ گھسیٹ کر کوڑے دان وکباڑ خانہ میں پھینک دیا جائے، تو اس کو اپنی بھی نجاست وذلت کا خیال نہیں تو وہ انسان سننے والے دیکھنے والے کو کیا فائدہ دے گا۔ عمر بن جموح رضی اللہ عنہ کا بت منات تھا، کسی نے اس کے گردن میں مردار کتا باندھ کر بلدیہ (کوڑے دان) کے کنویں میں ڈال دیا تھا، جو سبب بنا ان کے ایمان کا، الغرض ابراہیم علیہ السلام جب قیامت میں یا ربّا کہیں گے ربّا بھی ان کے جواب میں یا لبیکاہ فرمائے گا۔ اور پھر اہل توحید کی نجات کا پیغام ملے گا۔

باب : يُقَالُ لِلْوِلْدَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ ......
فَيَقُوْلُوْنَ: حَتّٰى يَدْخُلَ آبَاؤُنَا وَ أُمَّهَاتُنَا ......

باب: بچوں سے کہا جائے گا: تم جنت میں چلے جاؤ، وہ جواب میں کہیں گے: ہم نہیں جائیں گے؛ مگر اپنے ماں باپ کے ساتھ

(٦٤٧) عن بعض أصحاب النبی ﷺ أنه سمع النبی ﷺ يقول:

"يُقَالُ لِلْوِلْدَانِ ــ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ــ: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: يَا رَبِّ! حَتّٰى يَدْخُلَ آبَاؤُنَا وَ أُمَّهَاتُنَا. قَالَ فَيَأْتُوْنَ. قَالَ: فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: مَا لِيْ أَرَاهُمْ محبنطئين ؟ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ : يَا رَبِّ! آبَاؤُنَا وَ أُمَّهَاتُنَا. قَالَ : فَيَقُوْلُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ." [صحيح] (اخرجه أحمد ج ٤ ص١٠٥)

حق تعالیٰ سے بچوں کی ضد

(٦٤٧) ترجمہ: بعض اصحاب النبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن بچوں کو کہا جائے گا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بچے کہیں گے: اے ہمارے رب اس وقت تک نہیں جب تک ہمارے باپ اور

ماں داخل نہ ہوں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے پاس آئیں گے،آپ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ ان کو ارشاد فرمائے گا: کیا بات ہے میں تم لوگوں کو کسی چیز کے نہ ملنے سے افسردہ وغضبناک حالت میں پاتا ہوں (اللہ تیری رحمت پر قربان جاؤں،کیا تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ غمگین بھی ہیں اور اللہ عزوجل پر بچے ناراض بھی ہیں، کہ ماں باپ کیوں نہیں جنت میں جائیں گے) تم جاؤ جنت میں،آپ ﷺ نے فرمایا: بچّے کہیں گے: اے ہمارے رب باپ اور ماں ۔آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرمائے گا۔ اچھا جاؤ؛ تم بھی اور تمہارے ماں باپ بھی۔ (اخرجہ احمد ۴/ ۱۰۵)

محشر میں نابالغ بچے والدین کو پانی پلائیں گے

حق جل مجدہ اپنے بندوں پر ازحد رحیم وکریم ہیں اور اپنی آغوش رحمت میں بندوں کو لینے کے لیے غیب سے خود ہی اپنے نظام قدرت کے تحت اسباب بھی مہیا کرتے رہتے ہیں۔ وہ اپنی قدرت اور اس میں مخفی حکمت کو عالم آخرت میں بندوں پر عیاں بھی کرے گا اور جن چیزوں پر بندہ دنیا میں ملول خاطر اور دل گیر ہوتا تھا، جب اس پر حکمت ربانی کا راز افشاں ہوگا تو عاجز بندہ کی خوشی کی انتہا نہ رہے گی اور دائمی وابدی مسرت کو دیکھ کر حیران و ششدرر رہ جائے گا۔ہلکی پھلکی کلفت وکدورت پر تصور سے بالاتر مسرت وعنایت کا فیضان ہوگا، سچ ہے کہ انسان جلد باز ہے۔ بخاری شریف میں ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس مومن بندے کا جس کا کوئی عزیز اور محبوب میں دنیا سے اٹھالوں اور وہ اس پر ثواب کی نیت سے صبر کرلے تو اس کا بدلہ میرے یہاں جنت کے سوا اور کچھ نہیں (بخاری کتاب الرقاق) جب عزیز ومحبوب پر جنت مل رہی ہے تو اپنی اولاد جس کو پھل و پھول کہا گیا ہے، اس کا کیا مقام ہوگا، الغرض نابالغ بچے جب فوت ہوجاتے ہیں تو والدین پر غم طبعی ہے اور اس پر شریعت گرفت بھی نہیں کرتی، رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابراہیمؑ کی جدائیگی پر غم ہوا تھا، مگر آدمی جزع وفزع نہ کرے، گلے شکوے سے پرہیز کرے اور فرط و ذخیرہ جانے کے یہ پیشگی ہماری جنت کا سامان ہے۔ ابھی آپ شفاعت کے باب میں

حدیث پڑھ آئے ہیں کہ روزِ محشر بچے پانی لے کر والدین کو تلاشیں گے اور پیاس سب کو لگی ہوگی طلب سبھی کریں گے مگر وہ معصوم محشر میں بالآخر تلاش کر کے والدین کو پانی پلائیں گے، اور حق تعالیٰ ان کو جنت میں جانے کو کہے گا، تو انکار کر دیں گے کہ نہیں والدین کے ساتھ جاؤں گا، حق تعالیٰ بھی ان ننھے منے بچوں کی خاطر داری کر کے والدین کے ساتھ جنت میں جانے کی اجازت دیدے گا، اسی لیے جنازہ کی دعا میں بھی ان بچوں کو فرط کہا گیا ہے کہ یہ انتظار میں رہیں گے جنت میں لے جانے کو۔ اب آپ سنجیدگی سے سوچیں کہ بچے یہاں سے جا کر جنت کا پیغام حق تعالیٰ سے ہمارے لیے لیں گے یہ افضل ہے یا یہاں رہیں، اسی لیے ترغیب میں ایک روایت ہے کہ وہ شخص صعلوک ہے جس کے کوئی بچہ نابالغی میں فوت نہیں ہوئے۔ یعنی پیشگی پیغام جنت لانے والا اس کا کوئی نہیں، اور وہ خوش نصیب ہے جس کے بچے جا چکے ہیں، اسلام ہمیں ہر حال میں شکر وصبر کی تلقین کرتا ہے اور زندگی انھیں دونوں کے درمیان ہے، شکر سے نعمت میں اضافہ اور صبر پر بغیر حساب اجر ہے، صبر کی عبادت اجر میں شکر پر غالب ہے، صبر میں عبدیت وفنائیت کا عنصر زیادہ ہے۔ صبر کا اسلام میں بہت ہی بلند تر مقام ہے۔

باب : فِي انْتِفَاعِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِهِ لَهُ

باب: بیٹے کے استغفار سے والدین کو آخرت میں نفع ہوتا ہے

(٦٤٨) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

"إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! أَنَّى لِيْ هٰذِهِ؟ فَيَقُوْلُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ."

[حسن] (أخرجه أحمد ج ٢ ص٥٠٩)

بیٹے کے استغفار سے باپ کا مقام جنت میں بلند کر دیا جاتا ہے

(٦٤٨) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: حق جل مجدہ ایک نیک وصالح شخص کا درجہ جنت میں اچانک بہت زیادہ بلند کردیتے ہیں، تو وہ عرض کرے گا: یارب! یہ بلندی درجات کس بات پر؟ ارشاد ہوتا ہے: تیرے لڑکے نے تیرے حق میں استغفار کیا ہے۔

صالحین کی صالح اولاد

ایمان واسلام لانے کے بعد انسان تمام اعمال حسنہ پر اجر وثواب پاتا ہے اور حق تعالیٰ اہل ایمان سے وَتَجَاوُزَ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ ان کی سیئات کو درگزر کرتا ہے، اصل مایہ وسرمایہ ایمان باللہ ہے، نیز اہل ایمان کا رشتہ وقرابت حیات میں جس طرح باقی ہے بعد الوفات بھی یک گونہ نہیں بلکہ قوی ربط اللہ تعالیٰ مئومنوں کے درمیان باقی رکھتا ہے، ہاں اہل کفر کا رشتہ کاٹ دیا جائے گا، یہاں تو بات ہو رہی ہے اپنوں کی، کلمہ والوں کی۔ قرآن مجید نے واضح طور پر ہمیں بتلایا کہ اولیاء اللہ کے ساتھ ان کی ذریّت مومنہ کو حق تعالیٰ جنت میں ہمراہ کردیں گے۔

﴿وَ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَا اَلَتْنٰهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الطور۔ ۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ) میں ان کے ساتھ شامل کردیں گے، اور ان کے عمل میں کوئی چیز کم نہیں کریں گے۔

یعنی یہ نہ کریں گے کہ ان متبوعین کے بعض اعمال لے کر ان کی ذریت کو دے کر دونوں کو برابر کردیں، بلکہ متبوع اپنے درجۂ عالیہ میں بدستور رہے گا اور تابع کو بھی وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ (حضرت تھانویؒ)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

کاملوں کی اولاد اور متعلقین اگر ایمان پر قائم ہوں گے اور ان ہی کاملوں کی راہ پر چلیں، جو خدمات ان کے بزرگوں نے انجام دی تھیں یہ بھی ان کی تکمیل میں ساعی ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو جنت میں ان ہی کے ساتھ ملحق کردے گا، گو ان کے اعمال و احوال کے کمّاً وکیفاً فروتر ہوں تاہم ان بزرگوں کے اکرام وعزت افزائی کے لیے ان

تابعین کو ان متبوعین کے جوار میں رکھا جائے گا، اور ممکن ہے بعض کو بالکل ان ہی کے مقام اور درجہ پر پہنچا دیا جائے، جیسا کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے اور اس صورت میں یہ گمان نہ کیا جائے کہ ان کاملین کی بعض نیکیوں کا ثواب کاٹ کر ذریت کو دیدیا جائے گا، نہیں یہ محض اللہ کا فضل واحسان ہوگا کہ قاصرین کو ذرا ابھار کر اوپر کاملین کے مقام تک پہنچا دیا جائے۔
صحیح بخاری کی یہ حدیث اس کے مناسب معلوم ہوتی ہے:

قَالَتِ الْاَنْصَارُ (یَارَسُوْلَ اللّٰهِ!) اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ اَتْبَاعًا وَ اِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاکَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ. (تفسیر عثمانی)

بزرگوں کے ساتھ نسبی تعلق آخرت میں نفع بخش ہوگا بشرط ایمان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کی ذریت واولاد کو بھی ان کے بزرگ آباء کے درجہ میں پہنچادیں گے، اگرچہ وہ عمل کے اعتبار سے اس درجہ کے مستحق نہ ہوں، تاکہ ان بزرگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ (حاکم بزار، تفسیر مظہری، گلدستہ)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا تو اپنے ماں باپ اور بچوں واولاد کے متعلق پوچھے گا (وہ کہاں ہیں؟) اس سے کہا جائے گا کہ وہ تمہارے درجہ کو نہیں پہنچے (اس لیے ان کا جنت میں الگ مقام ہے)۔ یہ شخص عرض کرے گا اے میرے پروردگار میں نے جو کچھ عمل کیا وہ اپنے لیے اور ان سب کے لیے کیا تھا تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ ان کو بھی اسی درجۂ جنت میں ان کے ساتھ رکھا جائے۔
(ابن کثیر معارف القرآن)

بچوں کا کیا ہوگا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب

سے نسل انسانی کے ان بچوں کے متعلق مانگ کی جو کھیلنے والے ہوں، اللہ نے وہ مجھے عطا فرمادیے، (یعنی ان کو جنتی بنادیا)۔ ابن عبدالبرؒ نے کہا کہ کھیلنے والوں سے مراد بچے ہیں۔ کیونکہ بچوں کے کھیل میں عقل وشعور نہیں ہوتا محض کھیل کود ہوتا ہے عزم نہیں ہوتا۔ حضرت سمرہؓ کی روایت ہے کہ ہم نے مشرکین کے بچوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جنت والوں کے خادم ہوں گے۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ حق تعالیٰ اپنے علم سے جانچ کر فیصلہ کرے گا کہ وہ بڑے ہوکر کیا کرتے۔ واللہ اعلم

والدین کے لیے اولاد کا دعاء واستغفار

نیک وصالح اولاد بذات خود ایک نیکی ہے۔ پھر جب اولاد اپنے مرحومین والدین کے لیے دعا مغفرت اور ترقی درجات کی حق جل مجدہ سے دعا مانگتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے والدین کے درجات کو جنت میں بلند کردیتا ہے، جس کو دیکھ کر جنتی والدین حق تعالیٰ سے سبب معلوم کرتے ہیں، حق تعالیٰ فرماتا ہے تیرے اولاد کی دعا سے تیرے درجے بلند کردیے گئے۔ قرآن مجید میں زندہ یا مردہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی، مرنے کے بعد دعا حسن سلوک کے قبیل سے ہے۔

انسان کے مرنے کے بعد بھی تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے

حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ انسان بے شک آخرت کی طرف منتقل ہوجاتا ہے اور اس کا عمل موقوف وبند ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب اس کا جاری وساری رہتا ہے، یعنی نیکی وحسنہ کے اعتبار سے بندہ زندہ ہے اور مسلسل ثواب و حسنات اس کے کھاتہ میں جارہا ہے۔

(۱) نیک اولاد جو والدین مرحومین کو دعاؤں کے ذریعہ یاد رکھے، اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ مغفرت ورحمت کی دعا کرتے رہے۔

(۲) ایسا علم دین چھوڑ جانا جس سے لوگ مرنے کے بعد بھی نفع وفائدہ حاصل

کرتے رہیں، جیسے علماءِ ربانی، واعظین، خطباء، مصلحین، مبلغین وغیرہ۔

(۳) صدقہ جاریہ، جیسے مسجد بنوانا، مسجدوں میں دیگر ضروریات کی اشیاء عطیہ کرجانا، کنویں کھدوانا، پانی کا انتظام کرادینا، دینی کتابیں چھپوا دینا، وغیرہ ذالک۔ اس حدیث کو مسلم نے نقل کیا ہے جس کا مفہوم پیش کیا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کے لیے اولاد کو برابر نیک دعائیں کرتے ہی رہنا چاہیے تاکہ ان کے درجات میں بلندی اور آخرت میں ترقی ہوتی رہے اور والدین کی روح اپنے نیک اولاد سے خوش ہوتی رہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا وَ وَالِدَنَا وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ.

باب : یُؤْتٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِالْمُتَقَاعِسِیْنَ الْمُتَبَذِّلِیْنَ ......

باب: قیامت کے دن جان کی قربانی دینے والا اور معصوم بچے، دونوں لائے جائیں گے

(٦٤٩) للدیلمی عن أنس رضي الله عنه: عن أبان عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ:

"یُؤْتٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِالْمُتَقَاعِسِیْنَ وَ الْمُتَبَذِّلِیْنَ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: أَمَّا الْمُتَبَذِّلُوْنَ فَهُمُ الَّذِیْنَ بَذَلُوْا مُهَجَ دِمَائِهِمْ فَهَرَاقُوْهَا شَاهِرِی سُیُوْفِهِمْ یَتَمَنَّوْنَ عَلَى اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، لَا تُرَدُّ لَهُمْ حَاجَةٌ، وَ أَمَّا الْمُتَقَاعِسُوْنَ فَهُمْ أَطْفَالُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِشْتَدَّ عَلَیْهِمُ الْمَوْقَفُ فَیَتَصَایَحُوْنَ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ : یَا جِبْرِیْلُ! مَا هٰذَا الصَّوْتُ؟ — وَ هُوَ أَعْلَمُ بِذٰلِکَ — فَیَقُوْلُ جِبْرِیْلُ : أَیْ رَبِّ صَوْتُ أَطْفَالِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِشْتَدَّ عَلَیْهِمُ الْمَوْقَفُ، فَیَقُوْلُ: أَظِلَّهُمْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِیْ ثُمَّ یَقُوْلُ : یَا جِبْرِیْلُ أَدْخِلْهُمُ الْجَنَّةَ فَیَرْتَعُوْنَ فِیْهَا فَیَسُوْقُهُمْ جِبْرِیْلُ فَیَتَصَایَحُوْنَ کَمَا تَصِیْحُ الْخِرْفَانُ إِذَا أُعْزِلَتْ عَنْ أُمَّهَاتِهَا فَیَقُوْلُ: یَا جِبْرِیْلُ — وَهُوَ أَعْلَمُ بِذٰلِکَ مِنْهُ — مَا حَالُهُمْ؟ قَالَ: أَیْ رَبِّ! یُرِیْدُوْنَ الْآبَاءَ وَ الْأُمَّهَاتِ. فَیَقُوْلُ عَزَّوَجَلَّ: اَدْخِلِ الْآبَاءَ وَ الْأُمَّهَاتِ مَعَ أَطْفَالِهِمْ."

[ضعیف] (کما فی کنزالعمال ج ١٤/ ٣٩٨٠٣)

قیامت کے دن اطفال مومنین کے رونے کی آواز

(۶۴۹) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اطفال مومنین اور جان کی قربانی دینے والے دونوں کو لایا جائے گا۔ صحابہؓ نے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ دونوں کون لوگ ہوں گے؟ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: المتبذلون وہ لوگ ہوں گے کہ انھوں نے اپنے جسم و جان سے خون کی قربانی دیکر راہِ حق میں تلوار کو بلند کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کی خیر و بھلائی کی امید و آرزو میں جان سے خون بہا دیا۔ ان (خوش نصیب) کی کوئی حاجت رد نہیں کی جائے گی۔

اور المتقاعسون وہ مومنین کے اطفال و بچے ہیں کہ قیامت کے دن موقف میں کھڑا ہونا ان کے لیے دشوار ہوگا، وہ خوب زور، زور سے چلّا چلّا کر روئیں گے۔ حق جل مجدہ فرمائے گا: اے جبرئیلؑ! یہ کیا آواز آرہی ہے؟ جبکہ اللہ عزوجل کو خوب معلوم ہے، جبرئیلؑ عرض کریں گے: اے اللہ! یہ اطفال مومنین کے رونے کی آواز ہے کہ موقف میں کھڑا ہونا بہت دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ان بچوں کو میرے عرش کے سایہ میں کھڑا کردو۔ پھر ارشاد ہوگا: اے جبرئیلؑ ان بچوں کو جنت میں داخل کردو کہ کھائیں، پئیں، خوش رہیں۔ لہٰذ جبرئیلؑ ان بچوں کو لے کر چلیں گے۔ تو یہ بچے اس طرح بلبلائیں گے جس طرح دنبہ و بھیڑ کا بچہ بلبلاتا ہے، اپنی ماں سے جب جدا کردیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا: اے جبرئیلؑ جبکہ اللہ کو سب کچھ خوب معلوم ہے۔ ان بچوں کا کیا حال ہے؟ وہ عرض کریں گے: اے ربّ! یہ بچے اپنے والدین کو چاہتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرمائے گا: ان بچوں کے ماں باپ کو ان کے بچوں کے ساتھ جنت میں داخل کردو۔ (کنز العمال ۱۴/۳۹۸۰۳)

باب: إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ الْجَنَّةَ سَأَلَ عَنْ أَبَوَيْهِ وَ زَوْجَتِهِ وَ وَلَدِهِ ......

باب: آدمی جنت میں اپنے والدین اور بیوی بچے کا سوال کرے گا

(۶۵۰) للطبرانی من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ:

”إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ الْجَنَّةَ سَأَلَ عَنْ أَبَوَيْهِ وَ زَوْجَتِهِ وَ وَلَدِهِ فَيُقَالُ: إِنَّهُمْ لَمْ يَبْلُغُوْا دَرَجَتَکَ وَ عَمَلَکَ. فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! قَدْ عَمِلْتُ لِيْ وَ لَهُمْ. فَيُؤْمَرُ بِإِلْحَاقِهِمْ بِهِ.“ [موضوع] (کما فی ضعیف الجامع الصغیر ج ۱/۵۸۴)

جب آدمی جنت میں داخل ہوگا تو سوال کرے گا

(۶۵۰) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب آدمی جنت میں داخل ہوگا، تو اپنے والدین اور بیوی بچہ کا سوال کرے گا (کہ وہ کہاں ہیں؟ میں ان کو نہیں دیکھ رہا ہوں) اس کو جواب دیا جائے گا: وہ تمہارے درجہ ومقام تک اور عمل تک نہیں پہنچ سکے (اسلیے اس مقام پر وہ نہیں آسکے) وہ عرض کرے گا: میں نے جو بھی عمل کیا تھا وہ اپنے لیے اوران کے لیے بھی نیت کی تھی۔ اب حکم رب ہوگا کہ ان کے والدین اور بیوی بچہ سب کوان کے ساتھ کردو۔ (اخرجه الضعيف الجامع الصغير: ١/٥٨٤)

باب : إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُشْرِفُ عَلٰى أَهْلِ النَّارِ فَيُنَادِيْهِ

باب: ایک جنتی کو جہنمی پکار کر کہے گا

(٦٥١) لأبی یعلی من حدیث أنس رضی اللہ عنہ:

”إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيُشْرِفُ عَلٰى أَهْلِ النَّارِ فَيُنَادِيْهِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ النَّارِ. يَا فُلَانُ أَمَا تَعْرِفُنِيْ؟ فَيَقُوْلُ: لَا وَ اللّٰهِ مَا أَعْرِفُکَ. مَنْ أَنْتَ؟ وَيْحَکَ! قَالَ: أَنَا الَّذِيْ مَرَرْتَ بِيْ فِي الدُّنْيَا فَاسْتَسْقَيْتَنِي شَرْبَةَ مَاءٍ فَسَقَيْتُکَ فَاشْفَعْ لِيْ بِهَا عِنْدَ رَبِّکَ فَيَدْخُلُ ذٰلِکَ الرَّجُلُ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِيْ دَوْرِهِ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! إِنِّيْ أَشْرَفْتُ عَلٰى أَهْلِ النَّارِ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَنَادىٰ يَا فُلَانُ أَ مَا تَعْرِفُنِيْ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ مَا أَعْرِفُکَ وَ مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا الَّذِيْ مَرَرْتَ بِيْ فِي الدُّنْيَا فَاسْتَسْقَيْتَنِيْ فَسَقَيْتُکَ فَاشْفَعْ لِيْ بِهَا عِنْدَ رَبِّکَ فَشَفِّعْنِي فِيْهِ قَالَ فَشَفَّعَهُ اللّٰهُ فِيْهِ وَ أُخْرِجَهُ مِنَ النَّارِ.“

[ضعيف جداً] (كما فی كنزالعمال ج ١٤/ ٣٩٠٩٨)

ایک جنتی کو جہنم سے ایک شخص کہے گا کہ تم پہچانتے ہو؟ میں نے تم کو ایک روز پانی پلایا تھا؟

(۶۵۱) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک آدمی جنتی جہنم کی طرف جھانکے گا تو پھر ایک شخص جہنم سے اس کو آواز دے گا: اے فلاں شخص! تو مجھ کو نہیں پہچانتا؟ وہ جنتی جواب دے گا: اللہ کی قسم میں تم کو نہیں پہچانتا کہ تو کون ہے؟ تیرا برا ہو۔ وہ کہے گا: میں وہی شخص ہوں کہ تو دنیا میں میرے پاس سے ایک روز گزرا تھا، پس تو نے مجھ سے پینے کے لیے پانی مانگا تھا۔ تو میں نے تجھے پلایا تھا۔ لہٰذا میری سفارش وشفاعت اپنے رب سے کردے اسی پانی کو ذریعہ بنا کر۔ لہٰذا وہ ربّ العزّت کی جناب خاص میں حاضری دے گا اور عرض کرے گا: اے رب میں نے اچانک جہنم میں جھانک کر دیکھا، تو ایک شخص کھڑا تھا جہنم میں اور اس نے مجھ کو پکارا: اے فلاں تو مجھ کو نہیں پہچانتا؟ تو میں نے جواب میں کہا: اللہ کی قسم میں تم کو نہیں پہچانتا ہوں کہ تو کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں وہی شخص ہوں کہ تو نے ایک روز دنیا میں پانی پینے کے لیے طلب کیا تھا تو میں نے تم کو پانی پلایا تھا۔ لہٰذا آج اسی پانی کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنے رب سے میری شفاعت کردے۔ اس لیے ربّ العزّت میں آپ سے اس شخص کی شفاعت وسفارش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس جنتی کی سفارش قبول کرکے اس کو جہنم سے نکال دیں گے۔ (کنز العمال۔۱۴/ ۳۹۰۹۸)

باب : سَلَکَ رَجُلَانِ مَفَازَةً أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَ الْآخِرُ بِهِ رَهَقٌ ......

باب: ایک گنہگار نے اللہ والے کو پانی پلایا

(۶۵۲) لأبی یعلی من حدیث أنس رضی اللہ عنہ:

عن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:

"سَلَکَ رَجُلَانِ مَفَازَةً، أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَ الْآخِرُ بِهِ رَهَقٌ، فَعَطِشَ الْعَابِدُ حَتّٰی سَقَطَ فَجَعَلَ صَاحِبُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَ هُوَ صَرِيْعٌ فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَئِنْ مَاتَ هٰذَا

الْعَبْدُ الصَّالِحُ عَطَشًا وَ مَعِیَ مَاءٌ لَا أُصِیبُ مِنَ اللّٰهِ خَیْرًا، وَ إِنْ سَقَیْتُهُ مَائِیْ لَأَمُوْتَنَّ، فَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَ عَزَمَ وَ رَشَّ عَلَیْهِ مِنْ مَائِهِ وَ سَقَاهُ مِنْ فَضْلِهِ قَالَ: فَقَامَ حَتّٰی قَطَعَ الْمَفَازَةَ. قَالَ: فَیُوْقَفُ الَّذِیْ بِهٖ رَهَقٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُؤْمَرُ بِهٖ إِلَی النَّارِ فَتَسُوْقُهُ الْمَلَائِکَةُ فَیَرَی الْعَابِدَ فَیَقُوْلُ: یَا فَلَانُ أَ مَا تَعْرِفُنِی؟ قَالَ: فَیَقُوْلُ مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا فَلَانٌ الَّذِیْ آثَرْتُکَ عَلٰی نَفْسِیْ یَوْمَ الْمَفَازَةِ. قَالَ: فَیَقُوْلُ: بَلٰی أَعْرِفُکَ. قَالَ: فَیَقُوْلُ لِلْمَلَائِکَةِ: قِفُوْا . وَ یَجِیْءُ حَتّٰی یَقِفَ وَ یَدْعُوَ رَبَّهُ فَیَقُوْلُ: یَا رَبِّ قَدْ تَعْرِفُ یَدَهُ عِنْدِیْ وَ کَیْفَ آثَرَنِی عَلٰی نَفْسِهٖ یَا رَبِّ هَبْهُ لِیْ. قَالَ: فَیَقُوْلُ: هُوَ لَکَ وَ یَأْخُذُ بِیَدِهٖ فَیُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ.“

[ضعیف] (کما فی مجمع الزوائد ج ١٠/ ٣٨٢)

ایک شخص نے پانی پلا کر اپنی مغفرت کا پروانہ لے لیا

(٦٥٢) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
دو آدمی کسی بے آب و گیاہ چٹیل میدان سے گزر رہے تھے، ان میں ایک عابد اللہ والا تھا اور دوسرا رند و گنہگار۔ عابد کو شدید پیاس لگی اور پیاس کی شدت سے زمین پر گر گیا، اس کے گنہگار ہم سفر نے اس کو دیکھا کہ وہ پیاس سے مرنے کے قریب ہے۔ تو اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اللہ کی قسم اگر یہ صالح بندہ پیاس کی شدت سے مر گیا جبکہ میرے پاس پانی موجود ہے تو پھر مجھ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی بھلائی و خیر نہیں ملے گی۔ اور اگر میں اس کو اپنا پانی پلا دیتا ہوں تو پھر میں یقیناً پیاس سے مروں گا (چونکہ صحراء بے آب و گیاہ، چٹیل میدان تھا اور سفر بھی پُر مشقت و تکلیف دہ) لہٰذا اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ و اعتماد کر کے تہیّہ کر لیا کہ جو بھی ہوگا جھیل لوں گا اور اس شخص پر پانی کا چھڑکاؤ کیا اور جو بچا ہوا پانی تھا اس کو پلا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ شخص اٹھا اور بقیہ پُر مشقت مسافت کو طے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل قیامت کے دن یہ گنہگار حساب و کتاب کے لیے کھڑا کیا جائے گا اور حکمِ الٰہی ہوگا کہ اس کو جہنم میں لے جاؤ۔ لہٰذا فرشتے اس کو جہنم کی طرف لے

جا رہے ہوں گے، تو اچانک راستہ میں اس عابد پر نگاہ اس شخص کی پڑے گی۔ (یعنی راستہ میں اس گنہگار کو عابد نظر آئے گا) اب وہ گنہگار اس عابد کو مخاطب کر کے کہے گا: آپ مجھ کو نہیں پہچانتے؟ وہ عابد کہے گا: تم کون ہو؟ وہ جواب دے گا: میں فلاں گنہگار ہوں، جس نے اپنی جان پر آپ کی جان کو پُر مشقت راستہ میں پیاس کے عالم میں ترجیح دی تھی اور فوقیت۔ وہ کہے گا: ہاں! میں نے اب تم کو پہچان لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ فرشتہ سے کہے گا: اس کو روکو۔ اور وہ عابد خود اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا اور کہے گا: اے ہمارے رب! آپ کو بھی معلوم ہے کہ اس شخص کا مجھ پر احسان ہے اور اس نے کتنے مشکل حالات میں اپنی جان پر مجھ کو فوقیت دی تھی۔ اے ہمارے رب! یہ شخص مجھ کو ہبہ کر دیجیے۔ (تاکہ میں اپنے ساتھ اس کو جنت میں لے جاؤں) آپ ﷺ نے فرمایا: حق جل مجدہ ارشاد فرمائے گا: وہ تیرے اختیار میں ہے۔ بس وہ شخص اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ (مجمع الزوائد۔ ۱۰/۳۸۲)

ایثار وقربانی داخلۂ جنت کا ذریعہ ہے

شفاعت کے باب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے خوش ہوگا ان کو باذن الٰہی شفاعت کی اجازت ہوگی، یہاں آپ نے دیکھا کہ پانی پلانے والا جس کو پلایا تھا پہچان کر کہے گا کہ ربّ العزّت سے میری سفارش کر دو کہ تم ان لوگوں میں ہو، جن کو خوش رکھنے کا وعدہ حق تعالیٰ نے کیا ہے، اور جن کی خواہش وتمنا پوری کی جائے گی، یعنی اہلِ جنت کی تمنا و آرزو کو پوری کرنے کا وعدہ حق تعالیٰ کا حق ہے۔ لہٰذا وہ بندہ پہچان کر اپنے بھائی کی سفارش کرے گا اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی لاج رکھے گا، اور سفارش کو قبول کر کے جہنم سے نجات دیدے گا، اور وہ شخص اس کا ہاتھ تھام کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں مومن بندہ جب اپنے کسی بھائی پر کوئی ایثار وقربانی کرتا ہے وہ بھی آخرت میں نجات کا باعث بنے گا اور اجر وثواب تو ملتا ہی ملتا ہے۔ یہاں داخلۂ جنت کا ذریعہ بتلایا گیا ہے، اللہ ہمیں اپنی رضا کے لیے ایثار وقربانی کا جذبہ عطا

فرمائے اورایثار وقربانی کی توفیق بھی بخشے، آمین ثم آمین۔

باب : إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِيْ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ

باب: حق تعالیٰ ایک شخص کو تمام مخلوقات کے سامنے طلب کرے گا

(٦٥٣) عبداللّٰه بن عمرو بن العاص رضي الله عنه يقول: قال رسول الله ﷺ:

"إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِيْ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ سِجِلًّا، كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا؟ أَ ظَلَمَكَ كَتَبَتِيْ الْحَافِظُوْنَ، فَيَقُوْلُ: لَا يَا رَبِّ. فَيَقُوْلُ: أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُوْلُ: لَا يَا رَبُّ. فَيَقُوْلُ: بَلٰى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً، فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ. فَيَقُوْلُ: أُحْضُرْ وَزَنَكَ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ. فَقَالَ: إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ. قَالَ: فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كَفَّةٍ، وَ الْبِطَاقَةُ فِيْ كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ، وَ ثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ."

[صحيح] (أخرجه الترمذي ج٥/٢٦٣٩)

بطاقۂ شہادت میں اللہ تعالیٰ کا نام غالب ہی رہے گا

(۶۵۳) ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمارہے تھے: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے ایک شخص کو بلائیں گے اور اس کے سامنے اس کے ننانوے رجسٹر جو تاحد نگاہ ہوں گے پھیلا دیں گے اور حق تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: کیا اس رجسٹر میں جو لکھا ہوا ہے اس میں تو کسی چیز کا منکر ہے؟ کہ تو نے نہ کیا ہو اور میرے فرشتوں نے لکھ لیا ہو وہ عرض کرے گا: نہیں یارب! یا تجھ پر ظلم ہوا ہو؟ وہ عرض کرے گا: نہیں یارب! اللہ فرمائے گا: تیرا کچھ اس پر عرض معروض ہو، کوئی عذر ہو تو بولو؟ وہ عرض کرے گا: نہیں یارب۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: ہاں تیری ایک نیکی

میرے پاس موجود ہے، آج تم پر ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ایک پرزہ، بطاقہ نکالیں گے جس میں اَشْهَدُ أَنْ لاإلٰه إلا اللّٰه وَاَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ لکھا ہوگا۔ ارشاد ہوگا: جالے جا اس کو وزن کرالے، وہ عرض کرے گا: اے رب اس پرزہ کا وزن اِن تمام رجسٹروں کے ساتھ کیا معنی رکھتا ہے؟ اللہ فرمائے گا: آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک جانب یہ پرزہ رکھا جائے گا اور ایک جانب تمام رجسٹر، رجسٹروں کا وزن ہلکا ہوجائے گا اور بطاقہ کا وزن بھاری، سو بات یوں ہے کہ کسی چیز کا وزن اللہ کے نام کے مقابلہ میں بھاری نہیں ہوسکتا۔ یعنی اللہ کے نام سے زیادہ کوئی چیز بھاری نہیں۔

(اخرجه الترمذی ـ ٥/ ٢٦٣٩)

باب : إِنَّمَا الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِمَنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ

باب: قیامت کے دن شفاعت اہلِ کبائر کی بھی ہوگی

(٦٥٤) للحكيم الترمذى من حديث أبى هريرة رضی اللہ عنہ :

"إِنَّمَا الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِمَنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ مِنْ أُمَّتِي ثُمَّ مَاتُوا عَلَيْهَا، فَهُمْ فِي الْبَابِ الْأَوَّلِ مِنْ جَهَنَّمَ لَا تُسَوَّدُ وُجُوهُهُمْ، وَ لَا تُزْرَقُ أَعْيُنُهُمْ، وَ لَا يُغَلُّوْنَ بِالْأَغْلَالِ، وَ لَا يُقَرَّنُوْنَ مَعَ الشَّيَاطِيْنِ، وَ لَا يُضْرَبُوْنَ بِالْمَقَامِعِ [وَلَا يُطْرَحُوْنَ] فِي الْأَدْرَاكِ، مِنْهُمْ مَنْ يَمْكُثُ فِيْهَا سَاعَةً ثُمَّ يَخْرُجُ، وَ مِنْهُمْ مَنْ يَمْكُثُ فِيْهَا شَهْرًا ثُمَّ يَخْرُجُ، وَ مِنْهُمْ مَنْ يَمْكُثُ فِيْهَا سَنَةً ثُمَّ يَخْرُجُ، وَ أَطْوَلُهُمْ مَكْثًا فِيْهَا يَمْكُثُ مِثْلَ الدُّنْيَا يَوْمَ خُلِقَتْ إِلٰى يَوْمٍ أُفْنِيَتْ، وَ ذٰلِكَ سَبْعَةُ آلَافِ سَنَةٍ، ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى إِذَا أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ الْمُوَحِّدِيْنَ مِنْهَا قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِ أَهْلِ الْأَدْيَانِ فَقَالُوْا لَهُمْ: كُنَّا نَحْنُ وَ أَنْتُمْ جَمِيْعًا فِي الدُّنْيَا فَآمَنْتُمْ وَ كَفَرْنَا، وَ صَدَّقْتُمْ وَ كَذَّبْنَا وَ أَقْرَرْتُمْ وَ جَحَدْنَا فَمَا أَغْنٰى ذٰلِكَ عَنْكُمْ، نَحْنُ وَ أَنْتُمُ الْيَوْمَ فِيْهَا جَمِيْعًا سَوَاءٌ ، تُعَذَّبُوْنَ كَمَا نُعَذَّبُ وَ تَخْلُدُوْنَ كَمَا نَخْلُدُ، فَيَغْضَبُ اللّٰهُ عِنْدَ ذٰلِكَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْهُ مِنْ شَيْءٍ فِيْمَا مَضٰى، وَ لَا يَغْضَبُ مِنْ شَيْءٍ فِيْمَا بَقِيَ

فَيُخْرَجُ أَهْلُ التَّوْحِيْدِ مِنْهَا إِلٰى عَيْنٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَ الصِّرَاطِ، يُقَالُ لَهَا نَهْرُ الْحَيَاةِ فَيُرَشُّ عَلَيْهِمْ مِنَ الْمَاءِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ، فَمَا يَلِيَ الظِّلَّ مِنْهَا أَخْضَرُ وَ مَا يَلِيَ الشَّمْسَ مِنْهَا أَصْفَرُ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُكْتَبُ فِيْ جِبَاهِهِمْ. "عُتَقَاءُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ" إِلَّا رَجُلًا وَاحِدًا، فَإِنَّهُ يَمْكُثُ فِيْهَا بَعْدَهُمْ أَلْفَ سَنَةٍ ثُمَّ يُنَادِيْ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ فَيَبْعَثُ اللّٰهُ إِلَيْهِ مَلَكًا لِيُخْرِجَهُ فَيَخُوْضُ فِي النَّارِ فِيْ طَلَبِهِ سَبْعِيْنَ عَامًا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَقُوْلُ: إِنَّكَ أَمَرْتَنِيْ أَنْ أُخْرِجَ عَبْدَكَ فُلَانًا مِنَ النَّارِ وَ إِنِّيْ طَلَبْتُهُ مُنْذُ سَبْعِيْنَ سَنَةً فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهِ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنْطَلِقْ فَهُوَ فِيْ وَادِيْ كَذَا وَ كَذَا تَحْتَ صَخْرَةٍ فَأَخْرِجْهُ فَيُخْرِجُهُ مِنْهَا فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ." [ضعيف] (كما في كنزالعمال ج١٤/٣٩٥٤٩)

جہنم میں سات ہزار سال کی مدت

(٦٥٤) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قیامت کے دن میری شفاعت ان لوگوں کے لیے ہوگی جنھوں نے میری امت میں سے گناہ کبیرہ کیا ہوگا پھر اسی حال میں بغیر توبہ کیے ہوئے مرگئے ہوں گے، وہ لوگ جہنم کے پہلے دروازے پر ہوں گے، ان کا چہرہ کالا نہیں ہوگا، ان کی آنکھیں نیلی نہیں ہوں گی، نہ ہی ان کو بیڑیوں میں جکڑا جائے گا، نہ ہی شیاطین کے ساتھ قید و بند میں ڈالا جائے گا، نہ ہی لوہوں کی گرزوں سے مارا جائے گا، اور نہ ہی ان کو جہنم کے نچلے طبقے میں ڈالا جائے گا، بعض ان میں صرف ایک ساعت رہیں گے پھر نکال دیے جائیں گے۔ بعض ان میں سے ایک دن رہیں گے پھر نکال دیئے جائیں گے، بعض ان میں سے ایک ماہ رہیں گے پھر نکال دیے جائیں گے۔ بعض ان میں سے ایک سال رہیں گے پھر نکال دیے جائیں گے، اور سب سے زیادہ مقدار ان لوگوں کی ہوگی جو دنیا کی ابتداء سے لے کر قیامت تک کے ایام کے برابر رہیں گے اور پھر نکال دیے جائیں گے اور یہ مدت سات ہزار سال کی ہوگی۔ پھر اللہ

پاک جب اہل توحید کو نکالنا چاہیں گے تو دوسرے ادیان کے لوگوں کے دلوں میں ایک بات ڈالیں گے اور وہ لوگ موحدین سے کہیں گے، دنیا میں ہم اور تم ساتھ ساتھ رہتے تھے، تم لوگ ایمان لائے اور ہم نے کفر وانکار کیا، تم نے اللہ ورسول کی تصدیق کی، ہم نے اللہ و رسول کو جھٹلایا، تم نے اللہ ورسول کے قانون کا اقرار کیا، اور ہم نے اللہ ورسول کے احکام و قوانین کو فراموش کیا پھر بھی تمہارا ایمان تم کو نجات نہ دلا سکا۔ (پھر تم کو ایمان لانے کا فائدہ کیا ہوا؟) اور آج ہم اور تم عذاب وعقاب کے اعتبار سے برابر ہیں، تم کو بھی وہی عذاب ہو رہا ہے جو ہم کو ہو رہا ہے، تم جس طرح دوزخ میں ہو ہم بھی ہیں، حق جل مجدہ کو یہ سن کر زبردست غصّہ آئے گا اس قدر غضبناک ہوں گے کہ اس سے پہلے یا بعد اس طرح نہ ہوں گے، تو اہلِ توحید کو جہنم سے نکال کر نہر حیات میں ڈال دیا جائے گا، جو پل صراط اور جنت کے درمیان واقع ہے، اس کو آب حیات یا نہر حیات بھی کہا جاتا ہے، ان لوگوں پر اس کا پانی ڈالا جائے گا، جس سے یہ لوگ ایسے تر وتازہ ہو جائیں گے، جیسے وہ دانہ جس کو پانی بہا کر لے جائے اور کسی چٹان سے رک کر وہ ٹھہر جائے اور پھر ہرا ابھرا اگ جائے۔ (بغیر کسی تعب وتھکن کے) جو حصہ سایہ کی جانب ہوتا ہے وہ تو سبز ہوتا ہے اور جو سورج کی روشنی میں ہوتا ہے وہ پیلا ہوتا ہے، ان لوگوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا، اور ان کی گردن میں لکھا ہوا ہوگا "عتقاء اللّٰه من النّار" اللہ پاک کے جہنم سے آزاد کیے ہوئے۔ مگر ایک شخص کو اس کے بعد بھی ایک ہزار سال تک جہنم میں ٹھہرایا جائے گا، تو وہ پکارے گا "یاحنّان یا منّان" اللہ پاک اس کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجے گا تا کہ وہ اس کو نکال کر لائے، وہ فرشتہ ستّر سال تک جہنم میں اس کو تلاشے گا؛ مگر اس کو اس میں کامیابی نہ ملے گی۔ بالآخر حق تعالیٰ کے پاس لوٹ جائے گا اور عرض کرے گا: یا اللہ آپ نے حکم دیا تھا کہ فلاں بندہ کو جہنم سے نکال کر لاؤ اور میں ستّر سال تک مسلسل ڈھونڈتا رہا؛ لیکن اس کا اتہ پتہ نہ لگ سکا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: جہنم کی فلاں وادی میں دیکھو ایک پتھر کے نیچے وہ موجود ہے۔ اس کو نکال لاؤ، فرشتہ جائے گا اس کو نکال کر جنت میں داخل کر دے گا۔

شفاعت سے سبھی کو فائدہ ہوگا

شفاعت کے سلسلہ میں پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ حق وثابت ہے، اور ہمیں تو امید ہی شفاعت کے وسیلہ سے ہے۔ضروری نہیں کہ شفاعت گنہگاروں کی ہی ہو، شفاعت نبی ﷺ سے محشر میں سبھی چھوٹے بڑے مستفید و مستفیض ہوں گے، خواہ ایمان وایقان کے کسی رتبہ ودرجہ کے حضرات ہوں۔ سب سے پہلی جو شفاعت ہوگی جس کو مقام محمود کہا جاتا ہے یا شفاعت کبریٰ۔

(۱) قیامت کی ہولناکی ودہشت سے نجات کے لیے، تاکہ حساب وکتاب کا دروازہ کھل جائے اور خلائق موقف کی تنگی وتلخی سے نجات پاجائے، اس شفاعت سے تو سبھی کو فائدہ ہوگا، ایسا کون ہوگا جو اس شفاعت سے مستفیض ومستفید ہونے کی تمنا نہ کرے گا۔

(۲) کچھ لوگ بغیر حساب وکتاب کے شفاعت کی برکت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔

(۳) ان لوگوں کے لیے شفاعت ہوگی جن کے لیے جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہوگا تو ہمارے نبی اللہ ﷺ کے دل میں اللہ تعالیٰ شفاعت کا داعیہ پیدا کرے گا۔ پھر وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے باذن الٰہی جہنم سے نکالے جائیں گے، اور پھر ان کا نصیب بن جائے گا اور جنت میں داخل ہوں گے۔

(۴) وہ گنہگار لوگ جو جہنم میں داخل کیے جاچکیں گے اور پھر رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے ان کا اخراج جہنم سے ہوگا اور دخول جنت میں ہوگا، پھر فرشتے بھی شفاعت کریں گے اور مومنین بھی شفاعت کریں گے پھر بعد میں حق تعالیٰ اپنی قدرت سے کلمہ گو لا الٰہ الا اللہ والوں کو نکالے گا۔ اور پھر کافر ہی جہنم میں بچ جائیں گے۔

(۵) آخر میں اہل جنت کی بلندئ درجات وترقی منازل کے لیے ہوگی، حاصل یہ کہ شفاعت نبی ﷺ حق ہے مگر ہوگی باذن الٰہی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شفاعت نبی ﷺ سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین!

شفاعت سے بڑے بڑے مجرم کو نفع ہوگا اور خوب ہوگا اور وہ دعا بھی انہی لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بچارکھی ہے، تا کہ قیامت کے دن کام لی جائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ الْخَلَائِقِ وَ الْمَلَائِکِ وَ سَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

جہنم میں مشرکین کا طعن اور اہلِ توحید کی مکمل نجات

حدیث بتلا رہی ہے کہ اہل کبائر جو بغیر توبہ کے دنیا سے چلے گئے حق تعالیٰ ان کو جہنم کے سب سے اوپر طبقہ میں تطہیر کے لیے رکھے گا جہاں ان کی ظاہری حالت میں خاص تغیر و تبدل نہیں ہوگا مثلاً ان کے چہرے بگڑ کر سیاہ و کالے نہیں ہوں گے جس طرح اہلِ کفر و شرک کے چہرے پر ظلمت ونحوست ہوگی، ایمان و کفر کے آثار بھی چہروں سے نمایاں ہوں گے، اہلِ ایمان کی آنکھیں بھی زرد و نیلگوں نہیں ہوں گی، عادتاً احوال جب انسان پر شدید ہو تو آنکھ زرد پڑ جاتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آثار حیات اب ختم ہو رہی ہے مگر اہلِ ایمان کے آنکھوں میں بھی نور ایمان وایقان باللہ کا اثر نمایاں ہوگا کہ آنکھ بھی تغیر وتبدل سے بچ جائے گی، نہ ہی مشرکین و کفار کی طرح اہل ایمان کو بیڑیوں میں جکڑا جائے گا۔ غیروں کے لیے تو قرآن میں آیا کہ ستر ہاتھ کی زنجیروں میں جکڑ کر باندھ دیا جائے گا۔ پھر بھی بس نہیں فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَة ستون سے کس دیا جائے گا، العیاذ باللہ، اہلِ ایمان کو شیاطین کے ساتھ رکھا بھی نہیں جائے گا گو ہوں گے عذاب میں مگر حق تعالیٰ اہلِ ایمان کو شیاطین سے علیحدہ مکان میں رکھے گا، اہلِ ایمان کو نہ ہی لوہوں کی گرزوں اور سلاخوں سے زد وکوب کی جائے گی جبکہ غیروں کو خوب ضربِ شدید ہوگا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرما دیا **ولھم مقامع من حدید** الغرض اہلِ ایمان کو تعذیب کے لیے نہیں تطہیرِ سیئات کے لیے وہاں رکھا جائے گا، اسی لیے اصلی ہیئت اور شکل وصورت کو بگاڑا نہیں جائے گا۔ بلکہ سنوارا جائے گا مگر ہوگی تو جگہ جہنم وجحیم ہی۔ حق جل مجدہ جس کو جتنی مدت چاہیں گے رکھیں گے پھر نجات دے کر جنت میں داخل کر دیں گے۔ اہل توحید میں سے جو سب سے

لمبی مدت جہنم میں رہے گا وہ سات ہزار سال ہے۔

بدیع العجائب کے خیرات وحسنات کا ظہور

حق جل مجدہ کی ذات بدیع العجائب، بدیع الخیرات، بدیع الحسنات ہے۔ **فعّال لما یرید** وہ اپنی قوت وقدرت سے ہی تمام تصرفات، مخلوقات میں رونما کرتا ہے، خلق بھی اسی کا اور امر بھی اسی کا، وہ محض اپنے امر سے اہل توحید کو جنت کی طرف رواں دواں کردے کون ہے جو انگشت نمائی کرتا مگر اہل ایمان کی مسرت وشادمانی، سرور وکامرانی، فوز و فلاح، کو اوجِ ثریا پر پہنچانا چاہتا ہے، دوسرے ادیان باطلہ کے جہنمی اہل توحیداور اہل ایمان کو طعن کریں گے کہ تمہارا ہمارا جس طرح دنیا میں ساتھ تھا، یہاں بھی ہے۔ تم ایمان باللہ والے ہو اور ہم منکر وکافر، تم اللہ کے مغیبات، نبوت ورسالت، توحید خالق، ربّ السموات والارض کی تصدیق کرتے تھے اور ہم نے تکذیب کی، تم ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کا اقرار، رسول اللہ ﷺ کا اقرار، قرآن کا اقرار، ہم سب کے منکر تھے، مگر انجام کار تم کو کیا فائدہ ملا، تم بھی وہیں جہاں پر ہم ہیں۔ عذاب جس طرح ہم کو ہے، تم کو بھی۔ رہائش جہاں ہماری ہے، وہیں تمہاری۔ پھر تم کو کیا فائدہ ہوا؟ اور یہ سب باتیں حق تعالیٰ ہی اہلِ باطل کے دل میں ڈالے گا، ورنہ نار جہنم اور جحیم مقیم میں یہ باتیں کہاں ہوں گی، وہاں تو ہوش وگوش بھی نہ ہوگا۔

غضبِ الٰہی کا جوش اہلِ توحید کو خوش کردے گا

حق جل مجدہ نے ہی تو اہل باطل کے دل میں یہ طعن ڈالا تھا، اب غضب الٰہی کو اس قدر جوش آئے گا، اور حق تعالیٰ کے غضب کا اس قدر ظہور ہوگا کہ نہ پہلے ہوا تھا نہ ہی بعد میں ہوگا، گویا کہ اہل باطل کا اہل توحید کو ایمان باللہ پر طعن کرنا غضب الٰہی کو بھڑکا دے گا، ظاہر سی بات ہے کہ کائنات عالم کے خالق ومالک اللہ پاک ہیں اور انہی کے نام لیوا کو انہی کے اوپر ایمان کا طعن ان کو کیسے گوارا ہوگا، صفت غضب کا رخ کفر وباطل کی طرف ہوگا اور رحمت واسعہ کا رخ اہل توحید کی نجات کا باعث بنے گا، اس وقت دوصفت رونما ہوگی غضب کفر کی جانب رحمت ایمان باللہ کی جانب، اور اس وقت حق جل مجدہ کسی اہل توحید و

موحد کو جہنم میں نہیں چھوڑے گا۔بعض روایتوں میں اضافہ ہے کہ آپ ﷺ قرآن مجید کی آیت ﴿رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ﴾ پڑھی۔کافرلوگ بار بارتمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ دنیا میں مسلمان ہوتے۔(مسلمانوں کی عمومی نجات کو دیکھ کر کفار تمنا کریں گے) آج بھی تو اہلِ ایمان کو طعن دیا جاتا ہے،مگر میرے ایمان والے بھائیو: گھبراؤ نہیں، ثابت قدمی کے ساتھ منزلِ آخرت کی طرف رواں دواں رہو، بالآخر منزل پر پہنچ کر کامیابی وکامرانی اہلِ ایمان کی ہے۔ جب سے کفر نے جنم لیا ہے، شیطانی وطاغوتی طاقتیں ظاہر ہوئی ہیں، یہ سلسلہ چل رہا ہے، چلتا رہے گا، چلتے چلتے یہ طعنہ وتشنہ معلوم ہوتا ہے اہل کفر جہنم میں پہنچ کر بھی آپ کو نہیں چھوڑیں گے، اور پھر آخری فیصلہ ہوگا تب جا کر اہلِ ایمان کو طعن سے نجات ملے گی ،سکون ہوگا۔ آخر قرآن مجید نے جو آپ کو سکھلایا ہے ﴿رَبَّنَا ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا﴾ اے اللہ ہمارے پاؤں جمادے،کبھی نہ سوچا ہوگا کہ اللہ پاک آپ کو ثابت قدمی کا سوال کرنے کو کہہ رہے ہیں،آخر کیوں؟ کبھی غیروں کے طعن میں آکر منزل سے نہ ہٹ جانا، نہ گھبرانا، نہ ہی لڑکھڑانا،اور آگے کیا کہنا ﴿وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ اور اللہ منکروں پر مدد کا خواستگار رہوں،تم ایمان باللہ پر جم جاؤ، چمٹ جاؤ،دل کی آہوں میں اللہ کو بسالو، پاس انفاس کا ملکہ پیدا کرو،بس انہیں کے ہوکر رہ جاؤ۔اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ۔

وَ فِی فَضْلِ أَهْلِ الْمَعْرُوْفِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

باب : إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَمَعَ اللّٰهُ أَهْلَ الْمَعْرُوْفِ ......

باب: قیامت کے دن اہل معروف وبھلائی کی فضیلت

(٦٥٥) لابن النجار من حديث أنس رضی اللہ عنہ:

”إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَمَعَ اللّٰهُ أَهْلَ الْمَعْرُوْفِ كُلَّهُمْ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَيَقُوْلُ: هٰذَا مَعْرُوْفُكُمْ قَدْ قَبِلْتُهُ فَخُذُوْهُ. فَيَقُوْلُوْنَ : إِلٰهَنَا وَ سَيِّدَنَا وَ مَا نَصْنَعُ بِهِ

وَ أَنْتَ أَوْلٰى بِهِ مِنَّا؟ فَخُذْهُ أَنْتَ. فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : وَ مَا أَصْنَعُ بِهِ وَ أَنَا مَعْرُوْفٌ بِالْمَعْرُوْفِ؟ خُذُوْهُ فَتَصَدَّقُوْا بِهِ عَلٰى أَهْلِ التَلَطُّخِ بِالذُّنُوْبِ، فَإِنَّهُ لَيَلْقَى الرَّجُلُ صَدِيْقَهُ وَ عَلَيْهِ ذُنُوْبٌ كَأَمْثَالِ الْجِبَالِ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ مِنْ مَعْرُوْفِهِ فَيَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ." [ضعيف] (كمافى كنزالعمال ج ١٦٠٩٨/٦)

اہلِ معروف وبھلائی آخرت میں بھی بھلائی کریں گے

(٦٥٥) ترجمہ: حضرت انس ﷛ سے روایت ہے، جب قیامت کا دن ہوگا اللہ پاک تمام اہلِ معروف (یعنی نیکی وبھلائی کا حکم کرنے والے اور برائی سے منع کرنے والے) کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے اور ارشاد فرمائیں گے: یہ تم لوگوں کی نیکیاں ہیں جو میں نے قبول کرلی ہیں تم اسے لے لو، وہ لوگ عرض کریں گے :اے ہمارے اللہ اور ہمارے سردار! ہم معروف و بھلائی کو لے کر کیا کریں گے۔ جبکہ آپ کی ذات منبعِ خیر و معروف ہے، لہٰذا پروردگارِ عالم آپ ہی اس کو لے لیں۔ پھر حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے : میں معروف کو لے کر کیا کروں گا، جبکہ میری ذات خود ہی معروف ہے (یعنی اے میرے بندے! میں معروف ونیکیاں لے کر کیا کروں گا، جبکہ میری ذات مرکزِ معروف ہے اور میں معروف ہی کے ساتھ بندوں میں جانا پہچانا جاتا ہوں۔) پس تم بھلائی و نیکی لے لو اور ان لوگوں پر صدقہ کردو جو گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ پس ان میں سے ایک شخص ایک ایسے شخص سے ملے گا جو اس کا دوست ہوگا اور اس پر پہاڑ کے مانند گناہ کا بوجھ ہوگا، یہ اس کو اپنی تھوڑی سی نیکی دیدے گا جس کے سبب وہ شخص ایک دم جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

حدیث پاک میں معروف والے سے مراد وہ لوگ ہیں، جو امت مسلمہ کے لیے ہمہ وقت خیر وبھلائی اور نجات اخروی کی فکر میں سرگرم عمل ہیں، اور ہر ممکن تدابیر کے ساتھ کوشش میں لگے رہتے ہیں، کہ کلمہ گو بھائی جب عظیم کلمہ کا اقرار واعتراف کرچکا ہے، تو کلمہ والی زندگی بسر کرکے کلمہ کے انعامات کو حاصل کرلے۔ جس کو قرآن پاک کی اصطلاح وزبان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے جانا پہچانا جاتا ہے، یعنی نیکی و بھلائی کا حکم کرنا اور بدی وبرائی

سے روکنا، کل قیامت کے روز جب اللہ پاک اس قربانی کا بدلہ دیں گے تو وہ لوگ عرض کریں گے: باری تعالیٰ! میں معروف وبھلائی لے کر کیا کروں گا؟ جبکہ آپ کی ذات ہی مرکز معروف ہے اور اس کی مستحق ہے بایں معنی کہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے، تو جو بھی خیر ومعروف ہم سے صادر ہوا تھا منبع وسرچشمہ آپ ہی کی ذات تھی اور آپ کی جانب سے تھی، لہٰذا اس کو اپنے مرکز سے ملا دیجیے، حق جل مجدہ فرمائیں گے: میں انجام کے اعتبار سے خزانہ معروف ہوں، مبدا خیر وبھلائی ہوں، اس کی جزاء وبدلہ، اجر وثواب لے کر ان لوگوں کو صدقہ کردو جو گناہوں میں غرق ہو کر لت پت ہو رہے ہیں۔ اب وہ شخص اس اجر وثواب کو لے کر اپنے ایک ایسے دوست کو صدقہ کرے گا، جو گناہوں میں پھنسا ہوا ہوگا اور پھر تھوڑا سا دے گا جس میں اتنی قوت ہوگی کہ وہ شخص جہنم سے نجات پا کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ سبحان اللہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر کے آج بھی امت کو شفقت کے ساتھ دین کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور کل قیامت میں بھی اپنے اجر وثواب سے امت کے افراد کو جہنم سے نجات دلانے کے لیے ایثار وقربانی پیش کریں گے جب کہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ ع

خدایا رحم کن ایں عاشقانِ پاک طینت را

تم اپنا ثواب لوگوں کو ہبہ کردو۔ تم لوگوں کی مغفرت ہوگئی۔

(٦٥٦) لِابْنِ أَبِی الدُّنْیَا فِی قَضَاءِ لحوائج مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ:

"أَهْلُ الْمَعْرُوْفِ فِی الدُّنْیَا أَهْلُ الْمَعْرُوْفِ فِی الْآخِرَةِ، إِذَا كَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ جَمَعَ اللّٰهُ أَهْلَ الْمَعْرُوْفِ فَقَالَ: قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ عَلٰی مَا كَانَ فِیْكُمْ وَ صَانَعْتُ عَنْكُمْ عِبَادِیْ فَهِبُوْهُ الْیَوْمَ لِمَ شِئْتُمْ لِتَكُوْنُوْا أَهْلَ الْمَعْرُوْفِ فِی الدُّنْیَا وَ أَهْلَ الْمَعْرُوْفِ فِی الْآخِرَةِ." (کما فی کنزالعمال ج ٦ /١٦٠٩٦)

(٦٥٦) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، دنیا میں لوگوں پر بھلائی کرنے والے آخرت میں بھی لوگوں پر بھلائی کریں گے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمام معروف وبھلائی کرنے والوں کو جمع کرے گا، ان کو خوش خبری سنائی جائے گی

کہ تم لوگوں کی مغفرت ہوگئی۔ تمہاری جو بھی حالت ہو، اور تیری جانب سے جو خیر و بھلائی میں نے اپنے بندوں میں پھیلا یا وہ ثواب آج ان لوگوں کو تم ہبہ کردو، دیدو جس کو چاہو، کیونکہ تم دنیا میں بھی بھلائی کرتے تھے اور آج آخرت میں بھی بھلائی کرو۔

(کنزالعمال ۔٦/١٦٠٩٦)

اہلِ خیر و معروف کو حق جل مجدہ کا پیغام

اسی دنیا میں کچھ عباد الرحمٰن رہتے ہیں جن کے سینے میں دل اور دل میں امت کا درد آرام سے سونے نہیں دیتا اور فکر رسول ﷺ میں زندگی بسر کرتے ہیں، عارفین ہوں یا صالحین، علماءِ ربانی ہوں یا فقہاء مخلصین، خطباء ہوں یا واعظین، دعاۃ ہوں یا مبلغین، سبھی اخلاص وللٰہیت کے ساتھ اپنے رسول ﷺ کی امت کو نجات وفلاح کی راہ بلا رہے ہیں، یہ تو وہاں جا کر معلوم ہوگا کہ کس کا عمل اخلاص کے ساتھ رضاء ربانی کے لیے تھا، کس کا عمل حضورِ حق میں قابل قبول ہوا، اور کس کو کیا ملے گا، دوڑتے سبھی ہیں مگر منزل پر کوئی کوئی پہنچتا ہے، مگر پہنچتا وہی ہے جو دوڑ میں حصہ لے، اللہ تعالیٰ ہی ہمارا معین ونصیر ہے، بہرحال تبلیغ و ترویجِ دین وشریعت، اشاعتِ اسلام اور طریقہ سنت کو پھیلاتا تو اللہ ہے مگر ذریعہ کسی کسی کو بنالیتا ہے، کل قیامت میں حق تعالیٰ فرمائیں گے تم سے جو دین وشریعت پھیلا، اس کا ثواب و اجر، اس پر ملنے والی نعمت ورحمت تم لے لو، اور آج محشر میں جن کو چاہو ہدیہ و ہبہ کردو، تاکہ تم دونوں جہان کے خیر و بھلائی کے پھیلانے والے بنو، دنیا میں تم نے نیکی کی راہ سکھلائی و پھیلائی، لوگوں میں شریعت وسنت کی اشاعت کی اور آج بھی اس شریعت وسنت کا جو ثواب تم کو مل رہا ہے لے لو اور اہل ضرورت کو دیدو تاکہ ان کا بھی بھلا ہو اور تم تو ہو ہی بھلائی کے پھیلانے والے۔

كِتَابُ رُؤْيَةِ اللّٰه يَوْمَ الْقِيَامَةِ

قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار کا بیان

باب : هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ......

(٦٥٧) أن أبا هريرة ﷺ أخبرهما أن الناس قالوا: يارسول اللّٰه ﷺ هل نرى ربنا يوم القيامة ؟ قال:

"هَلْ تُمَارُّوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُوْنَهُ سَحَابٌ، قَالُوْا: لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: فَهَلْ تُمَارُّوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ؟ قَالُوْا: لَا . قَالَ: فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذٰلِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْ . فَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الشَّمْسَ ، وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الْقَمَرَ، وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الطَّوَاغِيْتَ، وَ تَبْقٰى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيْهَا مُنَافِقُوْهَا فَيَأْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ: أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيْهِمُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ : أَنَا رَبُّكُمْ . فَيَقُوْلُوْنَ :أَنْتَ رَبُّنَا . فَيَدْعُوْهُمْ فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظهرانى جَهَنَّمَ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ وَ لَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ وَ كَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَ فِيْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ . قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ - غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ - تَخْطِفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُوْبَقُ بِعَمَلِهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ يُخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْ حَتّٰى إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ اللّٰهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَ يَعْرِفُوْنَهُمْ بِآثَارِ السُّجُوْدِ، وَ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُوْدِ فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ، فَكُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ إِلَّا أَثَرَ السُّجُوْدِ فَيُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتُحِشُوْا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ، ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ مِنَ

الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ، وَ يَبْقى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ وَ هُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ مُقْبِلٌ بِوَجْهِه قِبَلَ النَّارِ. فَيَقُوْلُ : يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِیْ عَنِ النَّارِ قَدْ قَشَبَنِی رِيْحُهَا وَ أَحْرَقَنِیْ ذَكَاؤُهَا، فَيَقُوْلُ: هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فُعِلَ ذٰلِکَ بِکَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذٰلِکَ؟ فَيَقُوْلُ :لَا وَعِزَّتِکَ فَيُعْطِی اللّٰهَ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَ مِيْثَاقٍ، فَيُصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةَ رَأَى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ قَدِّمْنِیْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: أَ لَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَ الْمِيْثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِیْ كُنْتَ سَأَلْتَ؟ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا أَكُوْنُ أَشْقٰى خَلْقِکَ، فَيَقُوْلُ: فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيْتَ ذٰلِکَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُوْلُ: لَا وَعِزَّتِکَ لَا أَسْأَلُ غَيْرَ ذٰلِکَ فَيُعْطِی رَبَّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَ مِيْثَاقٍ فَيُقَدِّمُهُ إِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَأَى زَهْرَتَهَا وَ مَا فِيْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَ السُّرُوْرِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ أَدْخِلْنِی الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ : وَيْحَکَ يَا ابْنَ آدَمَ! مَا أَغْدَرَکَ؟! أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَ الْمِيْثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِیْ أُعْطِيْتَ ؟ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! لَا تَجْعَلْنِی أَشْقٰى خَلْقِکَ . فَيَضْحَکُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُ ثُمَّ يَأْذَنُ لَهُ فِی دُخُوْلِ الْجَنَّةِ. فَيَقُوْلُ: تَمَنَّ ، فَيَتَمَنّٰى حَتّٰى إِذَا انْقَطَعَ أُمْنِيَّتُهُ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : مِنْ كَذَا وَ كَذَا. أَقْبَلَ يُذَكِّرُهُ رَبُّهُ حَتّٰى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْأَمَانِیُّ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: لَکَ ذٰلِکَ وَ مِثْلُهُ مَعَهُ.“

قال أبو سعيد الخدری لأبی هريرة ﷺ:

”إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ : لَکَ ذٰلِکَ وَ عَشْرَةُ أَمْثَالِهِ.“

قال أبو هريرة: لم أحفظ من رسولِ اللّٰه ﷺ إلا قوله:” لک ذلک ومثلُهُ مَعَهُ.“ قال أبو سعيد: إنی سمعته يقول: ”ذلک لک وعشرةُ أمثالِهِ.“

[صحيح] (اخرجه البخاری ج ۱ ص ۲۰۴)

قیامت میں اللہ ربّ العزّت کا دیدار حق ہے

(۶۵۷) ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ ﷺ سے روایت ہے کہ صحابہؓ نے سوال کیا: یا

رسول اللہ ﷺ! کیا ہم قیامت میں اللہ کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو چودھویں کے چاند کو دیکھنے میں جبکہ آسمان پر بادل (یا غبار و دھندھلا پن) نہ ہو، کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں، یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ سورج کو دیکھنے میں جھگڑتے ہو، کوئی تکلیف ہوتی ہے، جبکہ بادل نہ ہو، صحابہ نے عرض کیا: نہیں، یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اسی طرح صاف صاف اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھو گے، قیامت کے دن لوگوں کو اُٹھایا جائے گا، حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: جو جس کی عبادت کرتا تھا وہ اسی کے ہمراہ ہوجائے۔ لہٰذا کچھ لوگ سورج کے پیچھے پیچھے ہولیں گے، کچھ لوگ چاند کے پیچھے پیچھے اور کچھ لوگ طواغیت و شیطان کے پیچھے ہولیں گے اور یہ اُمتِ رحمت میدانِ محشر میں باقی رہ جائے گی جس میں کچھ منافقین بھی ہوں گے۔ حق تعالیٰ تشریف لائیں گے اور فرمائیں گے: میں تم لوگوں کا رب ہوں۔ وہ مومنین کہیں گے: ہم لوگ یہیں رہیں گے جب تک ہمارا رب تبارک وتعالیٰ نہ آجائے۔ (کیونکہ حق تعالیٰ کا یہ آنا اس صفت میں نہ ہوگا جس کی علامت قرآن میں بتلائی گئی ہے، اس لیے مومنین یہ جواب دیں گے، جب اس صفت میں جس میں قرآن کی اطلاع ہے اللہ تعالیٰ آئے گا مومنین ساتھ ہوجائیں گے) لہٰذا جب ہمارا رب تبارک و تعالیٰ آئے گا، ہم لوگ اپنے رب کو پہچان لیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ (اس صفت کے ساتھ جلوہ نما ہوگا جس کی علامت قرآن میں ساق و پنڈلی سے دی گئی ہے اور) فرمائے گا: میں تم لوگوں کا رب ہوں۔ وہ لوگ کہیں گے کہ ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ اب ان کو یہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر جہنم کے اوپر پل بنادیا جائے گا تو سب سے پہلے رسولوں میں، میں اپنی امت کو لے کر اس پل سے گزر جاؤں گا۔ اس دن کسی کو بات کرنے کی اجازت نہ ہوگی سوائے رسولوں کے اور تمام رسولوں کی زبان پر ہوگا: اے اللہ ہم کو بچا، ہم کو بچا۔ اور جہنم میں آنکڑے ہوں گے جیسے سعدان کے کانٹے۔ کیا تم لوگوں نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہؓ نے جواب دیا: ہاں دیکھے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں سعدان کے کانٹے ہی کی طرح ہوں گے؛ مگر ان کانٹوں کے

موٹاپے کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے اچک لے گی۔ (یعنی نیچے جہنم میں کھینچ لے گی) کچھ تو اس میں اپنے عمل کی وجہ سے پھنس جائیں گے (یہ کافر لوگ ہوں گے) اور کچھ لوگ گرتے پڑتے نجات پا جائیں گے۔ جب حق تعالیٰ اپنی رحمت سے جن لوگوں کو جہنم سے نکالنا چاہے گا، فرشتوں کو حکم دے گا کہ جہنم سے ان لوگوں کو نکالو جو محض ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ فرشتے ایسے لوگوں کو جہنم سے نکالیں گے اور ان لوگوں کو سجدہ گاہ سے فرشتے جہنم میں پہنچائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام کر دیا ہے کہ سجدہ گاہ کو جلائے، وہ لوگ جہنم سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ جل کر کوئلہ سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ ان پر آب حیات ڈالا جائے گا جس سے وہ بالکل تازہ دم (خوبصورت جوان) ہو جائیں گے جیسے کہ دانہ پانی کے بہاؤ کے بعد ہرا بھرا اگتا ہے۔ پھر حق جل مجدہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما چکا ہوگا تو ایک شخص جنت وجہنم کے درمیان باقی رہ جائے گا، جو آخری شخص ہوگا جس کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا، اس کا چہرہ ہوگا جہنم کی طرف، وہ عرض کرے گا: رب تعالیٰ میرا چہرہ جہنم سے پھیر دے کہ اس کی گرم گرم ہوا نے مجھے جھلسا دیا اور اس کی لپٹ نے مجھے جلا دیا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: اگر میں تیری خواہش پوری کر دوں تو پھر تو میری نافرمانی تو نہیں کرے گا کہ دوسرا سوال کرنے لگے؟ وہ بندہ عرض کرے گا: ہرگز نہیں۔ ربّ العزّت تیری قسم۔ اللہ تعالیٰ خوب پختہ عہد و میثاق جتنا چاہے گا اس سے لے کر اس کی تمنا پوری کر دے گا، کہ اس کا چہرہ جہنم سے پھیر دے گا۔ جب وہ جنت کی طرف متوجہ ہوگا، تو جنت کے حسن و جمال کو دیکھ کر جب تک اللہ چاہے گا خاموش رہے گا۔ پھر عرض کرے گا: اے رب جنت کے دروازے کے قریب کر دے۔ تو حق تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے بار بار کی عہد و میثاق کے ذریعہ یہ بات نہیں کہی تھی کہ پہلے جو تو نے مانگا تھا اس کے علاوہ پھر دوسرا سوال نہیں کرے گا۔ اب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی جناب بے نیاز میں عرض کرے گا: ربّ العزّت مجھے اپنی مخلوق کا سب سے بڑا بد بخت نہ بنا۔ اس بندہ کے اس بات پر حق تعالیٰ فرمائیں گے: اچھا اگر تیری یہ خواہش پوری کر دی جائے تو پھر

دوسرا سوال تو نہیں کرے گا؟ وہ بندہ عرض کرے گا: نہیں ہرگز نہیں، ربّ العزّت تیری قسم۔ پھر دوسرا سوال نہیں کروں گا۔ حق جل مجدہ خوب پختہ عہد و پیمان مضبوط میثاق لے کر اس کو جنت کے دروازے کے قریب کردیں گے۔ جب وہ بندہ جنت کے دروازے کے قریب پہنچ جائے گا۔ تو جنت کی پر بہار دل کش مناظر کو اور جو کچھ اس کے اندر ہے آنکھوں اور دل کو خوش کرنے والی نعمتیں، سرور وسکون کی لذتیں، سب کو دیکھ کر محو حیرت میں جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا خاموش رہے گا، پھر بول پڑے گا: یارب، جنت ہی میں داخل کردیجیے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: افسوس اے آدم کے بیٹے تو کتنی بار وعدہ وعہد کو توڑ چکا ہے؟ کیا تو نے پہلے عہد و میثاق نہیں دے دیا تھا کہ جو مل چکا ہے اس کے علاوہ پھر دوسرا سوال نہ کرے گا۔ وہ بندہ عرض کرے گا: اے ہمارے رب تو اپنی مخلوق میں سب بڑا بدبخت مجھ کو نہ بنا۔ اس بندہ کی اس بات سے ربّ العزّت ہنس پڑیں گے اور اس شخص کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں گے۔ اور اب حق تعالیٰ خود اس بندہ کو کہیں گے: تو اپنی خواہشات کو ظاہر کر تو وہ بندہ انھیں ظاہر کرے گا۔ یہاں تک کہ اس کی تمام خواہشات ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ بھی، یہ بھی۔ حق تعالیٰ اس بندہ سے متوجہ ہو کر اس کو یاد دلائے گا کہ یہ بھی مانگ، یہ بھی مانگ۔ یہاں تک کہ اس کی سب ضرورتیں اور حاجتیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ فرمائے گا: جو تو نے مانگا وہ تو تم کو دے دیا اور اس کے ساتھ اتنا میری طرف سے اور بھی۔

حضرت ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جو تم نے مانگا وہ بھی اور اس کے علاوہ دس گنا اور بھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ مجھ کو نہ صرف یہ بات یاد ہے کہ یہ بھی اور اس کے برابر اور بھی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ یہ بھی اور اس سے زیادہ دس گنا اور بھی۔ (اخرجہ البخاری۔ ۱/۲۰۴)

رؤیتِ باری میں کوئی دقت نہیں ہوگی

(٦٥٨) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قالوا: يارسول الله هل نرى ربنا يوم القيامة؟ قال:

”هَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِی الظَّهِيْرَةِ لَيْسَتْ فِی سَحَابَةٍ؟ قَالُوْا:لَا. قَالَ: فَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ فِیْ سَحَابَةٍ. قَالُوْا: لَا. قَالَ : فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ إِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا. قَالَ: فَيَلْقَی الْعَبْدَ فَيَقُوْلُ: أَیْ فُلْ! أَلَمْ أُكْرِمْکَ أُسَوِّدْکَ وَ أُزَوِّجْکَ وَ أُسَخِّرْ لَکَ الْخَيْلَ وَ الْإِبِلَ وَ أَذَرْکَ تَرْأَسُ تَرْبَعُ؟ فَيَقُوْلُ: بَلٰی. قَالَ: فَيَقُوْلُ: أَ فَظَنَنْتَ أَنَّکَ مُلَاقِیَّ ؟ فَيَقُوْلُ: لَا. فَيَقُوْلُ :فَإِنِّیْ أَنْسَاکَ كَمَا نَسِيْتَنِیْ ، ثُمَّ يَلْقَی الثَّانِیْ: أَیْ فُلْ! أَلَمْ أُكْرِمْکَ وَ أُسَوِّدْکَ وَ أُزَوِّجْکَ وَ أُسَخِّرْ لَکَ الْخَيْلَ وَ الْإِبِلَ، وَ أَذَرْکَ تَرْأَسُ وَ تَرْ بَعُ ؟ فَيَقُوْلُ: بَلٰی أَیْ رَبِّ. فَيَقُوْلُ : أَ فَظَنَنْتَ أَنَّکَ مُلَاقِیَّ؟ فَيَقُوْلُ: لَا . فَيَقُوْلُ: فَإِنِّیْ أَنْسَاکَ كَمَا نَسِيْتَنِیْ . ثُمَّ يَلْقَی الثَّالِثَ فَيَقُوْلُ لَهُ مِثْلَ ذٰلِکَ. فَيَقُوْلُ :يَا رَبِّ آمَنْتُ بِکَ وَ بِكِتَابِکَ وَ رُسُلِکَ وَ صَلَّيْتُ وَ صُمْتُ وَ تَصَدَّقْتُ وَ يُثْنِی بِخَيْرٍ مَا اسْتَطَاعَ فَيَقُوْلُ: هٰهُنَا إِذًا. ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: اَلْآنَ نَبْعَثُ شَاهِدَنَا عَلَيْکَ. وَ يَتَفَكَّرُ فِیْ نَفْسِهٖ: مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْهَدُ عَلَیَّ فَيُخْتَمُ عَلٰی فِيْهِ وَ يُقَالُ لِفَخِذِهٖ وَ لَحْمِهٖ وَ عِظَامِهٖ: اِنْطَقِیْ فَتَنْطِقُ فَخِذُهٗ وَ لَحْمُهٗ وَ عِظَامُهٗ بِعَمَلِهٖ وَ ذٰلِکَ لِيُعْذَرَ مِنْ نَفْسِهٖ وَ ذٰلِکَ الْمُنَافِقُ، وَ ذٰلِکَ الَّذِیْ يَسْخَطُ اللّٰهُ عَلَيْهِ.“ [صحيح] (أخرجه مسلم ج ٤ ص٢٢٧٩)

(٦٥٨) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم رب تبارک وتعالیٰ کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟

آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا سورج کو دیکھنے میں ظہر کے وقت جبکہ فضا بالکل ہی صاف شفاف ہو کچھ دقّت وتکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: بالکل نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چودھویں رات کا چاند جبکہ مطلع بالکل ہی صاف ہو، کوئی بادل وغبار نہ ہو، دیکھنے میں دقت پیش آتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: بالکل ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جس طرح تم ایک دوسرے کو دیکھنے میں دقت نہیں

محسوس کرتے، رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھنے میں بھی کسی طرح کی دقت نہیں ہوگی۔(صلی اللہ علی سیدنا محمد) حق تعالیٰ بندہ سے ملے گا، تو فرمائے گا: اے فلانے! کیا میں نے تم کو شرافت وکرامت نہیں دی؟ اور قیادت وسیادت نہیں دی؟ کیا تیرے جسمانی سکون کے لیے مونس و بیوی نہیں دی؟ اور کیا تیرے لیے میں نے گھوڑے کی پیٹھ اونٹ کی سواری کو مسخر نہیں کیا اور تجھے ہر طرح سے آسودہ حال نہیں بنایا کہ تو کسی کا محتاج نہیں رہا؟ وہ عرض کرے گا: بالکل بجا یارب! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے اس بات کا بھی یقین وگمان تھا کہ مجھ سے تیری ملاقات ہوگی۔ وہ بندہ عرض کرے گا: نہیں یارب، حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں نے بھی تجھے بھلا دیا، اسی طرح جس طرح تو مجھے بھول گیا تھا۔ پھر دوسرے سے ملے گا اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت وکرامت نہیں دی تھی؟ اور قیادت وسیادت نہیں دی تھی، تیری شادی نہیں کرادی تھی اور تیری سواری کے لیے گھوڑا، اونٹ مسخر نہیں کر دیا تھا؟ اور تجھے آسودہ حال خوش حال، لوگوں سے بے نیاز نہیں کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: ہاں یارب! کیا تھا، تو کیا تجھے یقین تھا کہ مجھ سے ایک دن ملنا ہے؟ وہ عرض کرے گا: نہیں یارب! ارشاد ہوگا: میں نے بھی تجھے بھلا دیا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر تیسرے سے ملے گا اس سے بھی اسی طرح کی گفتگو حق تعالیٰ فرمائے گا، وہ عرض کرے گا: اے ہمارے رب میں تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب پر، تیرے رسولوں پر اور نماز ادا کی۔ روزہ رکھا، صدقہ خیرات کیا، اور تیری بھلائی وخیر کو بیان کیا جس قدر ممکن ہوسکا۔ پھر اس سے کہا جائے گا اچھا یہیں پر رک جا میں اپنا گواہ تیرے خلاف لاتا ہوں۔ وہ بندہ دل ہی دل میں سوچ میں پڑ جائے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا۔ تو اس کے منہ پر مہر سکوت لگا دیا جائے گا اور اس کے ران، گوشت اور ہڈی سے کہا جائے گا: کہ اب تو بول تو فوراً اس کی ران، گوشت اور اس کی ہڈی تمام اعمال کے سلسلہ میں بول پڑیں گے۔

تاکہ یہ شخص اپنی جان کی طرف سے عذر نہ کرسکے۔ اور یہ منافق ہوگا اور ایسا شخص جس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوگی۔ (اخرجہ مسلم ۔۴/ ۲۲۷۹)

کیا ہم اللہ کو دیکھیں گے؟

(٦٥٩) عن أبی سعید الخدری ﷛ أن أناسًا فی زمن النبی ﷺ قالوا: یارسول اللّٰہ هل نری ربنا یوم القیامة؟ قال النبیﷺ:

”نَعَمْ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيْرَةِ ضَوْءٌ لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ ، قَالُوْا: لَا، قَالَ: وَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ضَوْءٌ لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ، قَالُوْا: لَا، قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا، إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ يَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ، فَلَا يَبْقِی مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ مِنَ الْاَصْنَامِ وَ الْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِی النَّارِ حَتّٰی إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ بِرٌّ أَوْ فَاجِرٌ وَ غُبَّرَاتُ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَيُدْعَی الْيَهُوْدُ، فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ؟ قَالُوْا: كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللّٰهِ ، فَيُقَالُ لَهُمْ: كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَ لَا وَلَدٍ، فَمَاذَا تَبْغُوْنَ، فَقَالُوْا: عَطَشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا، فَيُشَارُ أَ لَا تَرِدُوْنَ؟ فَيُحْشَرُوْنَ إِلَی النَّارِ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِی النَّارِ ثُمَّ يُدْعَی النَّصَارٰی فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ؟ قَالُوْا: كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَ لَا وَلَدٍ ، فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُوْنَ فَكَذٰلِكَ مِثْلُ الْأَوَّلِ، حَتّٰی إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ ، مِنْ بِرٍّ أَوْ فَاجِرٍ، أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ فِیْ أَدْنٰی صُوْرَةٍ مِنَ الَّتِیْ رَأَوْهُ فِيْهَا فَيُقَالُ مَاذَا تَنْتَظِرُوْنَ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا: فَارَقْنَا النَّاسَ فِی الدُّنْيَا عَلٰی أَفْقَرِ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَ لَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَ نَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِیْ كُنَّا نَعْبُدُ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُوْلُوْنَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.“ [صحیح] (أخرجه البخاری، ج:٦، ص:٥٦)

(٦٥٩) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کچھ لوگوں نے یہ بات کہی کہ یارسول اللہ ﷺ: کیا ہم اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں ضرور۔ ظہر کے وقت جب روشنی خوب

واضح ہواور آسمان پر کسی طرح کا بادل نہ ہوتو سورج کو دیکھنے میں کچھ دقت و پریشانی ہوتی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کچھ پریشانی ہوتی ہے جبکہ آسمان بادل سے صاف ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا: نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں بھی اسی طرح کوئی پریشانی ودقت نہیں ہوگی۔ جس طرح ان دونوں میں سے ایک کے دیکھنے میں دقت نہیں ہوتی۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک پکارنے والا آواز دے گا، ہر امت جس کی عبادت کرتی تھی اس کے پیچھے پیچھے ہوجائے۔ اس آواز کے لگتے ہی جتنے غیر اللہ کی عبادت کرنے والے ہوں گے سب کے سب جہنم میں گر جائیں گے، خواہ اصنام کے پجاری ہوں یا انصاب کے، مگر وہ ضرور جہنم میں جا گریں گے۔ حتیٰ کہ جب صرف اور صرف وہی بچ جائیں گے جو ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہو یا بد اور کچھ تھوڑے سے اہل کتاب، اب یہود کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم عزیر ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ تعالیٰ کے لیے نہ بیوی ہے نہ بچہ۔ تم کیا چاہتے ہو، وہ یہود کہیں گے: ہم کو پیاس لگی ہوئی ہے، اے ہمارے رب ہم کو پانی پلائیے، ان کو اشارہ سے کہا جائے گا: وہاں چلے جاؤ، ان کو جہنم کی طرف ہنکا دیا جائے گا گویا کہ وہ سراب ہے چمکتا ہوا جو ایک دوسرے کو کھا رہا ہوگا۔ وہ سب کے سب جہنم میں گر پڑیں گے۔

پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: تم لوگ کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم مسیح ابن اللہؑ کی عبادت کرتے تھے۔ ان کو کہا جائے گا: تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ تعالیٰ کے لیے نہ بیوی ہے نہ بچہ۔ اچھا تم کیا چاہتے ہو، ان کے ساتھ بھی پہلی جماعت کا سا معاملہ ہوگا۔ بس اب میدان محشر میں صرف اور صرف وہی لوگ بچ جائیں گے جو ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ خواہ نیک ہوں یا بد۔ ان کے پاس ربّ العالمین اپنی دوسری صفت میں آئے گا، جس صفت سے انھوں نے پہلے دیکھا تھا، اوران لوگوں کے سے کہا جائے گا: تم کس کا انتظار کرتے ہو، ہر امت اپنے اپنے معبود کے ساتھ چلی گئی اور تم

کھڑے ہو۔ مومنین کہیں گے: ہم کو دنیا میں ان کی زیادہ ضرورت تھی پھر بھی ہم ان کے ساتھ دنیا میں نہیں رہے پھر آج ہم ان کے ساتھ کیوں جائیں۔ ہم تو اپنے رب کا یہیں انتظار کریں گے، جس کی ہم عبادت کرتے تھے۔ ارشاد ہوگا: میں تمہارا رب ہوں۔ مومنین کہیں گے: ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرّہ بھی شرک نہیں کریں گے۔ یہ بات دو بار یا تین بار کہیں گے۔ (اخرجہ البخاری۔٦/٥٦)

ہم اللہ تعالیٰ کو کیسے دیکھیں گے؟

(٦٦٠) عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قلنا یارسول اللّٰہ هل نری ربنا یوم القیامة؟ قال:

"هَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ إِذَا کَانَتْ صَحْوًا؟ قُلْنَا: لَا. قَالَ فَإِنَّکُمْ لَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ رَبِّکُمْ یَوْمَئِذٍ إِلَّا کَمَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِهِمَا ثُمَّ قَالَ: یُنَادِیْ مُنَادٍ لِیَذْهَبْ کُلُّ قَوْمٍ إِلٰی مَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ فَیَذْهَبُ أَصْحَابُ الصَّلِیْبِ مَعَ صَلِیْبِهِمْ، وَ أَصْحَابُ الْأَوْثَانِ مَعَ أَوْثَانِهِمْ، وَ أَصْحَابُ کُلِّ آلِهَةٍ مَعَ آلِهَتِهِمْ حَتّٰی یَبْقَی مَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بِرٍّ أَوْ فَاجِرٍ وَ غُبَّرَاتٍ مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ، ثُمَّ یُؤْتٰی بِجَهَنَّمَ تَعْرِضُ کَأَنَّهَا سَرَابٌ، فَیُقَالُ لِلْیَهُوْدِ مَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ؟ قَالُوْا کُنَّا نَعْبُدُ عُزَیْرَ بْنَ اللّٰهِ، فَیُقَالُ: کَذَبْتُمْ لَمْ یَکُنْ لِلّٰهِ صَاحِبَةٌ وَ لَا وَلَدٌ فَمَا تُرِیْدُوْنَ؟ قَالُوْا: نُرِیْدُ أَنْ تَسْقِیَنَا فَیُقَالُ: اِشْرَبُوْا فَیَتَسَاقَطُوْنَ فِیْ جَهَنَّمَ، ثُمَّ یُقَالُ لِلنَّصَارٰی مَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ فَیَقُوْلُوْنَ: کُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِیْحَ ابْنَ اللّٰهِ، فَیُقَالُ: کَذَبْتُمْ لَمْ یَکُنْ لِلّٰهِ صَاحِبَةٌ وَ لَا وَلَدٌ فَمَا تُرِیْدُوْنَ فَیَقُوْلُوْنَ: نُرِیْدُ أَنْ تَسْقِیَنَا فَیُقَالُ: اِشْرَبُوْا فَیَتَسَاقَطُوْنَ حَتّٰی یَبْقَی مَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بِرٍّ أَوْ فَاجِرٍ فَیُقَالُ لَهُمْ مَا یَحْبِسُکُمْ وَ قَدْ ذَهَبَ النَّاسُ، فَیَقُوْلُوْنَ فَارَقْنَاهُمْ وَ نَحْنُ أَحْوَجُ مِنَّا إِلَیْهِ الْیَوْمَ وَ إِنَّ سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِیَلْحَقْ کُلُّ قَوْمٍ بِمَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ، وَ إِنَّمَا نَنْتَظِرُ رَبَّنَا قَالَ فَیَأْتِیْهِمُ الْجَبَّارُ فَیَقُوْلُ أَنَا رَبُّکُمْ فَیَقُوْلُوْنَ أَنْتَ رَبُّنَا فَلَا یُکَلِّمُهُ إِلَّا الْأَنْبِیَاءُ فَیَقُوْلُ هَلْ

بَیۡـنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُ آیَۃٌ تَعۡرِفُوۡنَہُ؟ فَیَقُوۡلُوۡنَ: اَلسَّاقُ. فَیَکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ فَیَسۡجُدُ لَہُ کُلُّ مُؤۡمِنٌ وَ یَبۡقَی مَنۡ کَانَ یَسۡجُدُ لِلّٰہِ رِیَاءً وَ سُمۡعَۃً فَیَذۡھَبُ کَمَا یَسۡجُدُ فَیَعُوۡدُ ظَھۡرَہُ طَبۡـقًـا وَاحِدًا ثُمَّ یُؤۡتَی بِالۡجِسۡرِ فَیُجۡعَلُ بَیۡنَ ظَھۡرَیۡ جَھَنَّمَ، قُلۡنَا یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ وَ مَا الۡـجِسۡـرُ ؟ قَالَ مِدۡحَضَۃٌ مَزِلَّۃٌ عَلَیۡہِ خَطَاطِیۡفُ وَ کَلَالِیۡبُ وَ حَسَکَۃٌ مُفَلۡطَحَۃٌ لَھَا شَوۡکَۃٌ عُقَیۡفَاءُ تَکُوۡنُ بِنَجۡدٍ یُقَالُ لَھَا السَّعۡدَانُ اَلۡمُؤۡمِنُ عَلَیۡھَا کَالطَّرۡفِ وَ کَالۡبَرۡقِ وَ کَـالـرِّیۡـحِ وَ کَـأَجَـاوِیۡـدِ الۡـخَیۡـلِ وَ الـرِّکَـابِ فَـنَـاجٍ مُسَلَّمٌ وَ نَاجٍ مَخۡدُوۡشٌ وَ مَـکۡـدُوۡسٌ فِـیۡ نَـارِ جَھَـنَّـمَ حَتّٰـی یَـمُرَّ آخِرُھُم یُسۡحَبُ سَحۡبًا فَمَا أَنۡتُمۡ بِأَشَدَّ لِیۡ مُـنَـاشَـدَـۃً فِـی الۡحَقِّ قَدۡ تَبَیَّنَ لَکُمۡ مِنَ الۡمُؤۡمِنِ یَوۡمَئِذٍ لِلۡجَبَّارِ، وَ إِذَا رَأَوۡا أَنَّھُمۡ قَدۡ نَـجَـوۡا فِـی إِخۡوَانِھِمۡ، یَقُوۡلُوۡنَ: رَبَّنَا إِخۡوَانُنَا کَانُوۡا یُصَلُّوۡنَ مَعَنَا وَ یَصُوۡمُوۡنَ مَعَنَا وَ یَـعۡـمَـلُـوۡنَ مَعَنَا، فَیَقُوۡلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِذۡھَبُوۡا فَمَنۡ وَجَدۡتُمۡ فِیۡ قَلۡبِہِ مِثۡقَالَ دِیۡنَارٍ مِنۡ إِیۡـمَـانٍ فَـأَخۡرِجُوۡہُ، وَ یُحَرِّمُ اللّٰہُ صُوَرَھُمۡ عَلَی النَّارِ فَیَأۡتُوۡنَھُمۡ وَ بَعۡضُھُمۡ قَدۡ غَابَ فِـی الـنَّـارُ إِلَـی قَـدَمِـہِ وَ إِلٰـی أَنۡـصَافِ سَاقَیۡہِ فَیُخۡرِجُوۡنَ مَنۡ عَرَفُوۡا ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ ، فَیَقُوۡلُ: اِذۡھَبُوۡا فَمَنۡ وَجَدۡتُمۡ فِیۡ قَلۡبِہِ مِثۡقَالَ نِصۡفِ دِیۡنَارٍ فَأَخۡرِجُوۡہُ فَیُخۡرِجُوۡنَ مَنۡ عَـرَفُـوۡا ثُـمَّ یَـعُـوۡدُوۡنَ، فَیَـقُوۡلُ اِذۡھَبُوۡا فَمَنۡ وَجَدۡتُمۡ فِیۡ قَلۡبِہِ مِثۡقَالُ ذَرَّۃٍ مِنۡ إِیۡمَانٍ فَأَخۡرِجُوۡہُ فَیُخۡرِجُوۡنَ مَنۡ عَرَفُوۡا.“

قال أبوسعید رضی اللہ عنہ : فإنۡ لمۡ تصدقونی فاقرأوا.

﴿إِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ وَ إِنۡ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفۡھَا﴾ (النساء:۴۰)

فَیَشۡـفَـعُ الـنَّبِیُّوۡنَ وَ الۡمَلَائِکَۃُ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ، فَیَقُوۡلُ الۡجَبَّارُ بَقِیَتۡ شَفَاعَتِیۡ فَیَقۡبِضُ قَبۡضَۃً مِنَ النَّارِ فَیُخۡرِجُ أَقۡوَامًا قَدِ امۡتُحِشُوا فَیُلۡقَوۡنَ فِیۡ نَھۡرٍ بِأَفۡوَاہِ الۡجَنَّۃِ، یُـقَـالُ لَـہُ مَـاءُ الۡـحَیَاۃِ فَیَنۡبُتُوۡنَ فِیۡ حَافَّتَیۡہِ کَمَا تَنۡبُتُ الۡحَبَّۃُ فِیۡ حَمِیۡلِ السَّیۡلِ قَدۡ رَأَیۡتُـمُـوۡھَـا إِلٰـی جَانِبِ الصَّخۡرَۃِ إِلٰی جَانِبِ الشَّجَرَۃِ فَمَا کَانَ إِلَی الشَّمۡسِ مِنۡھَا کَانَ أَخۡضَرُ وَ مَا کَانَ مِنۡھَا إِلَی الظِّلِّ کَانَ أَبۡیَضَ فَیَخۡرُجُوۡنَ کَأَنَّھُمُ اللُّؤۡلُؤُ فَیُجۡعَلُ

فِیْ رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِیْمُ فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فَیَقُوْلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ، هٰؤُلَآءِ عُتَقَاءُ الرَّحْمٰنِ أَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَ لَا خَیْرٍ قَدَّمُوْهُ فَیُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَأَیْتُمْ وَ مِثْلُهُ مَعَهُ.'' [صحیح](أخرجه البخاری ج۹ ص۱۵۸)

(٦٦٠) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا ہم لوگ قیامت کے دن اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو شمس وقمر کو دیکھنے میں جبکہ مطلع بالکل صاف ہو، کچھ تکلیف ودقت ہوتی ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا بعینہٖ اسی طرح تم لوگوں کو ربّ العزّت کے دیکھنے میں کوئی تکلیف وکلفت نہیں ہوگی، جس طرح چاند وسورج کے دیکھنے میں نہیں ہوتی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ایک پکارنے والا پکارے گا: ہر قوم اپنے معبود کے ہمراہ ہولے۔ تو صلیب والے صلیب کے ساتھ، بت پرست بتوں کے ساتھ، ہر شخص اپنے معبود کے ساتھ۔ یہاں تک کہ میدان محشر میں صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے رہ جائیں گے۔ اس میں نیک و بد دونوں ہی ہوں گے اور کچھ تھوڑے سے اہل کتاب۔ پھر جہنم لائی جائے گی، یہ اس طرح ظاہر ہوگی جیسے کہ سراب (چمکتا ہوا ریت کا تودہ) یہود سے کہا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم عزیر ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ان کو جواب دیا جائے گا: تم جھوٹ بولتے ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے نہ کوئی بیوی ہے اور نہ بچہ۔ ہاں تم اب کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہم کو پانی پلائیں۔ کہا جائے گا: پیو۔ بس وہ جہنم میں گر پڑیں گے۔ پھر نصاریٰ سے کہا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم مسیح ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ان کو بھی کہا جائے گا: تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے نہ بیوی ہے نہ بچہ۔ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہم کو پانی پلائیں، ان کو کہا جائے گا: لو پیو۔ وہ بس جہنم میں گر پڑیں گے۔ اب میدان محشر میں صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے والے بچ جائیں گے۔ اس میں نیک و بد دونوں ہوں گے، اب ان لوگوں کو

خطاب ہوگا: تم لوگوں کو یہاں کس نے روک رکھا ہے جبکہ سبھی لوگ جا چکے؟ وہ لوگ عرض کریں گے: ہم ان سے اس دن علیحدگی اختیار کر چکے جس دن ہم آج سے زیادہ ان کے محتاج تھے اور ہم نے سنا ہے ایک پکارنے والے کی پکار کہ ہر قوم اپنے معبود کے ساتھ ہو لے، لہٰذا ہم اپنے رب تبارک وتعالیٰ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آئے گا، اور ارشاد ہوگا: میں تمہارا ربّ ہوں۔ وہ لوگ کہیں گے: آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ اس دن سوائے انبیاءؑ کے حق تعالیٰ سے بات کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہوگی۔ مومنین سے کہا جائے گا: کہ کیا تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ایسی علامت ہے جس سے تم پہچان سکو کہ یہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ وہ عرض کریں گے: ہاں وہ علامت و پہچان ساق و پنڈلی ہے۔ تو ساق کی تجلی ہوگی ہر مومن سجدہ میں چلا جائے گا اور جو ریاء و دکھلاوا کے لیے دنیا میں سجدہ کرتا تھا وہ اس دن سجدہ نہ کر سکے گا، اور اس کی پیٹھ ایک پلائی بورڈ کی طرح سخت ہو جائے گی۔ پھر پل صراط جہنم کی پشت پر قائم ہوگا۔ ہم نے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ جسر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھسلنے اور لرزنے کی جگہ ہے (یعنی پل صراط میں پھسلاؤ اور کپکپی ہوگی) اور اس پر بڑے بڑے آنکڑے ہوں گے (یعنی کانٹا دار لوہے کی سلاخیں) جس میں نوکیلے کانٹے دہشت والے ہوں گے، جس کو دیکھ کر آدمی اندر سے کانپ جائے۔ اس میں کانٹے ہی کانٹے تیز اور نوکدار ہوں گے۔ نجد کے علاقہ میں ہوتا ہے اس کو سعدان کہا جاتا ہے۔ اس پر مومن پلک مارنے یعنی آنکھ جھپکتے یا بجلی، یا تیز ہوا، یا تیز گھوڑے، یا تیز سواری، کی طرح گزر جائے گا۔ کچھ بالکل ہی صحیح سلامت پار کر جائیں گے۔ کچھ گرتے پڑتے پار ہوں گے اور کافر سب کے سب جہنم میں گر جائیں گے۔ حتیٰ کہ ایک آخری شخص گزرے گا، اس کو گھسیٹ گھسیٹ کر گزارا جائے گا۔ تم لوگ اپنے حق کو وصولنے کے لیے مجھ سے بھی اتنا نہیں لڑ سکتے ہو، جتنا کہ قیامت کے دن ربّ العزّت سے مومن کے حق کے لیے لڑو گے۔ جب انھیں یقین ہو جائے گا کہ ان کو نجات مل گئی اپنے بھائیوں کے درمیان، تو وہ لوگ عرض کریں گے: اے ہمارے رب ہمارے بھائی مسلمان ہمارے ہی ساتھ نماز

پڑھا کرتے تھے، اور ہمارے ہی ساتھ روزہ رکھا کرتے تھے، اور تمام اعمال بھی ہمارے ہی ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔حق تعالیٰ فرمائے گا: اچھا تو جہنم میں جاؤ اور جس کے دل میں ایک دینار کے برابر ایمان ہو ان کو نکال لاؤ، اور اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام کر دیا ہے کہ مؤمن کی شکل وصورت کو کھائے۔ وہ لوگ جہنم میں آئیں گے، جبکہ بعض لوگوں کو جہنم قدم تک کھا چکی ہوگی، بعض کو نصف ساق تک، وہ لوگ جن جن لوگوں کو پہچانیں گے جہنم سے نکالیں گے۔ پھر حق تعالیٰ کے پاس واپس آئیں گے۔ان سے حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: جاؤ اور جس کے دل میں نصف دینار ایمان ہو اس کو بھی نکال لو۔ وہ لوگ جن جن کو پہچانیں گے جہنم سے نکال لائیں گے۔ پھر تیسری بار واپس حضور حق میں آئیں گے۔حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: جاؤ اور جن کے دل میں ذرّہ برابر بھی ایمان ہو، اس کو جہنم سے نکال لاؤ۔ وہ جائیں گے اور ایسے لوگوں کو نکال لائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: اگر تم کو یقین نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد پڑھو

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا﴾ (النساء:۴۰)

ترجمہ: بیشک اللہ حق نہیں رکھتا کسی کا ایک ذرہ برابر اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کر دیتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کسی کا حق ایک ذرہ کے برابر بھی ضائع نہیں فرماتا سو ان کافروں پر جو عذاب ہوگا وہ عین انصاف اور ان کی بداعمالی کا بدلہ ہے اور اگر ذرہ برابر بھی کسی کی نیکی ہو گی تو اضعاف مضاعف اس کا اجر دے گا اور اپنی طرف سے ثواب عظیم بطور انعام اس کو عنایت کرے گا)۔ (شیخ الہندؒ)

لہٰذا، انبیاءؑ شفاعت کریں گے، فرشتے شفاعت کریں گے، مومنین شفاعت کریں گے۔حق تعالیٰ فرمائے گا: میری شفاعت رہ گئی۔تو اللہ تعالیٰ ایک مٹھی جہنم سے لوگوں کو نکالے گا۔ ایسی اقوام کو نکالے گا کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ان کو جنت کے دروازہ پر ایک نہر ہے اس میں ڈال دیا جائے گا۔جس کا نام ہے آب حیات۔تو وہ اس میں اس طرح تازہ بدم ہو جائیں گے جیسے کہ دانہ پانی کے بہاؤ کے بعد کسی کنارہ پر ہرا بھرا تازہ

اگتا ہے، تم نہیں دیکھتے کہ جو کنارہ سورج کی جانب ہوتا ہے وہ ہرا بھرا ہوتا ہے اور جو سایہ کی جانب ہوتا ہے سفید ہوتا ہے۔ لہٰذا جب وہ آب حیات سے باہر لائے جائیں گے، تو چمکتے ہوئے ایسے لگیں گے جیسے کہ لُولُو (موتی) ان کے گردنوں میں مہر لگادی جائے گی، وہ جنت میں داخل ہوجائیں گے تو ان کو دیکھ کر اہل جنت کہیں گے یہ **عتقاء الرحمن اللہ** تعالیٰ کے آزاد کردہ لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنت میں داخل کردیا ہے بغیر کسی عمل کیے، نہ ہی پہلے کوئی بھلائی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: تم لوگوں کیلیے وہ سب کچھ ہے جو جنت میں دیکھ رہے ہو اور اتنا اور بھی اسی کے برابر۔ (یعنی جن چیزوں کو تم جنت میں دیکھ رہے ہو وہ سب کی سب تم لے لو اور اسی کے بقدر اور بھی میری جانب سے **واللہ ذو الفضل العظیم**)۔ (اخرجہ البخاری۔۹/۱۵۸)

پل صراط سخت پھسلنے کی جگہ ہوگی

(٦٦١) عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، أن ناسًا فی زمن رسول اللّٰہ ﷺ قالوا:

''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هَلْ نریٰ رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: 'نعَمْ'. قَالَ:

هَلْ تُضَارُّوْنَ فِی رُؤْیَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِیْرَةِ صَحْوًا لَیْسَ مَعَهَا سَحَابٌ؟ وَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ صَحْوًا لَیْسَ فِیْهَا سَحَابٌ؟ قَالُوْا: لا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ: مَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ اللّٰہِ تبَارَکَ وَ تعَالَی یَوْمَ الْقِیَامَةِ إِلَّا کَمَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ أَحَدِهِمَا. إِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ: لِیَتْبَعْ کُلُّ أُمَّةٍ مَا کَانَتْ تَعْبُدُ. فَلَا یَبْقِی أَحَدٌ کَانَ یَعْبُدُ غَیْرَ اللّٰہِ سُبْحَانَهُ مِنَ الْأَصْنَامِ وَ الْأَنْصَابِ، إِلَّا یَتَسَاقَطُوْنَ فِی النَّارِ. حَتّٰی إِذَا لَمْ یَبْقَ إِلَّا مَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ مِنْ بِرٍّ وَ فَاجِرٍ وَ غُبَّرُ أَهْلِ الْکِتَابِ، فَیُدْعَی الْیَهُوْدُ فَیُقَالُ لَهُمْ: مَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ؟ قَالُوْا: کُنَّا نَعْبُدُ عُزَیْرَ نِ ابْنَ اللّٰہِ، فَیُقَالُ: کَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَ لَا وَلَدٍ. فَمَاذَا تَبْغُوْنَ؟ قَالُوْا: عَطَشْنَا یَا رَبَّنَا! فَاسْقِنَا. فَیُشَارُ إِلَیْهِمْ: أَ لَا تَرِدُوْنَ؟ فَیُحْشَرُوْنَ إِلَی النَّارِ کَأَنَّهَا سَرَابٌ یَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا. فَیَتَسَاقَطُوْنَ فِی النَّارِ.

ثُــمَّ يُـدْعَـى النَّصَارىٰ، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ؟ قَالُوْا : كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ بنَ اللّٰهِ. فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَ لَا وَلَدٍ. فَيُقَالُ لَهُمْ: مَاذَا تَبْـغُـوْنَ؟ فَيَـقُوْلُوْنَ: عَطَشْنَا يَا رَبَّنا ! فَاسْقِنَا. قَالَ : فَيُشَارُ إِلَيْهِمْ : أَ لَا تَرِدُوْنَ؟ فَيُـحْشَـرُوْنَ إِلٰـى جَهَـنَّـمَ كَـأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا. فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي الـنَّـارِ. حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ تَعَالٰى مِنْ بِرٍّ وَ فَاجِرٍ ، أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَـالَـمِيْـنَ سُبْـحَـانَـهُ وَ تَـعَـالٰى فِي أَدْنٰى صُوْرَةٍ مِنَ الَّتِيْ رَأَوْهُ فِيْهَا. قَالَ: فَمَا تَـنْـتَـظِـرُوْنَ؟ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ، قَالُوْا: يَا رَبَّنَا! فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا أَفْـقَـرَ مَـا كُـنَّـا إِلَيْهِمْ وَ لَمْ نُصَاحِبْهُمْ. فَيَقُوْلُ: أَنَا رَبُّكُمْ . فَيَقُوْلُوْنَ: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِـنْـكَ. لَا نُشْـرِكُ بِـالـلّٰـهِ شَيْئًا (مَرَّتَيْنِ أَوْثَـلَاثًـا) حَتّٰى إِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَكَادُ أَنْ يَـنْـقَلِبَ. فَيَقُوْلُ: هَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُ آيَةٌ فَتَعْرِفُوْنَهُ بِهَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَيُكْشَفُ عَـنْ سَـاقٍ، فَـلَا يَبْـقِـىٰ مَـنْ كَـانَ يَسْـجُـدُ لِـلّٰهِ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ اِلَّا أَذِنَ اللّٰهُ لَهُ بِـالسُّـجُـوْدِ. وَ لَا يَبْـقِى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اتِّقَاءً وَ رِيَاءً إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهُ طَبْقَةً وَاحِـدَةً. كُـلَّـمَـا أَرَادَ أَنْ يَسْـجُـدَ خَرَّ عَلٰى قَفَاهُ. ثُمَّ يَرْفَعُوْنَ رُؤُوْسَهُمْ، وَ قَدْ تَـحَـوَّلَ فِيْ صُوْرَتِهِ الَّتِيْ رَأَوْهُ فِيْهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ. فَقَالَ: أَنَا رَبُّكُمْ. فَيَقُوْلُوْنَ : أَنْتَ رَبُّـنَـا. ثُـمَّ يُـضْـرَبُ الْجِسْرُ عَلٰى جَهَنَّمَ. وَ تَحُلُّ الشَّفَاعَةُ. وَ يَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ ! سَـلِّمْ سَلِّمْ. قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَ مَا الْجِسْرُ؟ قَالَ دَحْضٌ مَزِلَةٌ فِيْهِ خَطَاطِيْفُ وَ كَلَالِيْـبُ وَ حَسَكٌ، تَـكُـوْنُ بِـنَجْدٍ فِيْهَا شُوَيْكَةٌ يُقَالُ لَهَا السَّعْدَانُ . فَيَمُرُّ الْـمُـؤْمِـنُوْنَ كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَ الْبَرْقِ وَ كَالرِّيْحِ وَ كَالطَّيْرِ وَ كَأَجَاوِيْدِ الْخَيْلِ وَ الـرِّكَـابِ فَنَاجٍ مُسلَّمٌ وَ مَخْدُوْشٌ مُرْسَلٌ. وَ مَكْدُوْسٌ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰى إِذَا خَـلَـصَ الْـمُـؤْمِـنُـوْنَ مِـنَ الـنَّـارِ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ بِأَشَدَّ مُـنَـاشَـدَةً لِـلّٰـهِ فِي اسْتِقْصَاءِ الْحَقِّ وَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا! كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ مَعَنَا وَ يُصَلُّوْنَ وَ يَحُجُّوْنَ. فَيُقَالُ

لَهُـمْ: أَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ. فُتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ. فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا قَدْ أَخَذَتِ النَّارُ إِلٰى نِصْفِ سَاقَيْهِ وَ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ . ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ: رَبَّنا! مَا بَقِیَ فِيْهَا أَحَـدٌ مِـمَّـنْ أَمَـرْتَنَا بِهِ. فَيَقُوْلُ: اِرْجِعُوْا. فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِیْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ دِيْنَارٍ مِنْ خَيْـرٍ فَـأَخْـرِجُوْهُ. فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا. ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ : رَبَّنَا! لَمْ نَذَرْ فِيْهَا أَحَدًا مِـمَّـنْ أَمَـرْتَنَا. ثُمَّ يَقُوْلُ: اِرْجِعُوْا. فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِیْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ نِصْفِ دِيْنَارٍ مِنْ خَيْـرٍ فَـأَخْـرِجُـوْهُ. فَيُـخْـرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ:رَبَّنَا! لَمْ نَذَرْ فِيْهَا مِمَّنْ أَمَـرْتَـنَـا أَحَـدًا. ثُـمَّ يَـقُوْلُ: اِرْجِعُوْا. فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِیْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوْهُ. فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا . ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ: رَبَّنا! لَمْ نَذَرْ فِيْهَا خَيْرًا.

و كان أبوسعيد الخدری رضی اللہ عنہ يقول: إنْ لَمْ تصدقونی بهذا لحديث فاقرأوا إن شئتم.

﴿إِنَّ اللّٰـهَ لَا يَـظْـلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَ إِنْ تَکُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا. وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (النساء: ٤٠)

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: شَفَعَتِ الْمَلَائِكَةُ وَ شَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَ شَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ. وَ لَـمْ يَبْـقَ إِلَّا أَرْحَـمُ الـرَّاحِـمِيْـنَ . فَيَـقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَـعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ. قَدْ عَادُوْا حُمَمًا. فَيُلْقِيهِمْ فِیْ نَهْرٍ فِیْ أَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ نَهْرُ الْـحَيَـاةِ. فَيَـخْرُجُوْنَ كَمَا تَخْرُجُ الْحَبَّةُ فِیْ حَمِيْلِ السَّيْلِ. أَلَا تَرَوْنَهَا تَكُوْنُ إِلَى الْـحَـجَـرِ أَوْ إِلَـى الشَّـجَرِ. مَا يَكُوْنُ إِلَى الشَّمْسِ أُصَيْفَرَ وَ أُخَيْضَرَ. وَ مَا يَكُوْنُ مِنْهَا إِلَى الظِّلِّ يَكُوْنُ أَبْيَضَ؟ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! كَأَنَّکَ كُنْتَ تَرْعٰى بِالْبَادِيَةِ . قَـالَ: فَيَـخْـرُجُـوْنَ كَـاللُّؤْلُؤِ فِیْ رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِيْمَ. يَعْرِفُهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ. هٰؤُلَآءِ عُتَـقَـاءُ اللّٰـهِ الَّـذِيْـنَ أَدْخَـلَهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ، وَ لَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ ثُمَّ يُـقَولُ: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ فَمَا رَأَيْتُمُوْهُ فَهُوَ لَكُمْ. فَيَقُوْلُوْنَ : رَبَّنَا ! أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَـدًا مِـنَ الْـعَـالَـمِيْنَ. فَيَقُوْلُ: لَكُمْ عِنْدِیْ أَفْضَلُ مِنْ هٰذَا. فَيَقُوْلُوْنَ: يَارَبَّنا ! أَيُّ شَیْءٍ أَفْضَلُ مِنْ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ: رِضَایَ فَـلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا.“

[صحيح] (أخرجه مسلم ج١ ص ١٦٧)

(٦٦١) ترجمہ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگوں نے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم ربّ العزّت کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو سورج کو دیکھنے میں ظہر کے وقت تکلیف ہوتی ہے جبکہ آسمان بالکل ہی صاف ہو، بادل وغیرہ نہ ہو یا چودھویں رات کے چاند کو جبکہ مطع بالکل ہی صاف ہو۔ بادل بالکل ہی نہ ہو، کچھ کلفت ہوتی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: بالکل ہی نہیں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ عزوجل کو قیامت کے دن دیکھنے میں بالکل ہی تکلیف ودقت نہیں ہوگی جس طرح ان دونوں سے کسی ایک کو دیکھنے میں دقت نہیں ہوتی (کہ دن میں سورج صاف نظر آتا ہے اور رات میں چاند صاف نظر آتا ہے) جب قیامت کا دن ہوگا، تو ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ ہر امت جس کی عبادت کرتی تھی اپنے معبود کے ساتھ ہولے۔ لہٰذا اللہ سبحانہ تعالیٰ کے سوا جن جن لوگوں نے اصنام یاانصاب کی پوجا وپرستش کی تھی سب جہنم میں گر جائیں گے۔ اورمیدان محشر میں صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے والے خواہ نیک ہوں یا بد، وہی بچ جائیں گے اور کچھ بچے ہوئے اہل کتاب۔ یہود کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: عزیر ابن اللہ کی؟ ان کو جواب ملے گا: تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے نہ بیوی ہے نہ بچہ۔ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ہم پیاسے ہیں، اے ہمارے رب ہم کو سیراب کیجیے۔ ان کو اشارہ سے کہا جائے گا: وہاں چلے جاؤ اور ان کو جہنم کی طرف ہانک دیا جائے گا، گویا کہ وہ سراب ہے۔ (چمکتا ہوا ریت کا تودہ) جس کی لپٹ ایک دوسرے کو کھا رہی ہوگی۔ پھر وہ سب کے سب جہنم میں گر پڑیں گے۔ پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور ان سے سوال ہوگا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ جواب دیں گے: ہم مسیحؑ ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ان کو بھی کہا جائے گا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے نہ بیوی ہے نہ بچہ۔ تم کو کیا چاہیے؟ وہ عرض کریں گے: ہم پیاسے ہیں، اے ہمارے رب ہم کو سیراب کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان کو اشارہ سے کہا جائے گا، وہاں کیوں نہیں چلے جاتے۔ ان کو بھی جہنم کی طرف ہانک دیا جائے گا۔ گویا کہ وہ چمکتا ہوا ریت کا سراب ہے جو ایک دوسرے کو کھا رہا ہے۔ لہٰذا وہ جہنم میں گر جائیں گے۔ یہاں تک کہ میدان محشر میں صرف وہی لوگ رہ جائیں گے، جو ایک اللہ عزوجل کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بد۔ ان کے پاس ربّ العالمین سبحانہ وتعالیٰ آئے گا اس صورت کے علاوہ جو انھوں نے پہلے دیکھا تھا۔ اور ارشاد فرمائے گا: تم لوگ کس کا انتظار کر رہے ہو؟ ہر امت اپنے معبود کے ساتھ چلی گئی اور تم کھڑے ہو، وہ لوگ عرض کریں گے: اے ہمارے رب ہم دنیا میں ان کے زیادہ محتاج تھے تو بھی ہم ان کے ساتھ نہ رہ سکے تو آج کیوں جائیں؟ حق تعالیٰ فرمائیں گے: میں تمہارا رب ہوں۔ وہ لوگ عرض کریں گے: ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں تجھ سے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرّہ بھی شریک نہیں کریں گے۔ (دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہ بات کہیں گے) یہاں تک کہ یہ گمان ہونے لگے گا کہ کہیں بعض لوگ اپنے بات سے پلٹ نہ جائیں۔ اب حق تعالیٰ فرمائے گا: کیا تمہارے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نشانی اور علامت ہے جس سے تم پہچان لو کے یہی تمہارا رب ہے؟ وہ عرض کریں گے: ہاں علامت ونشانی ہے۔ پس اللہ ربّ العزت ساق کی تجلی کردے گا بس کوئی بھی نہیں بچے گا جو اللہ تعالیٰ کو اپنی خوشی سے رضا کے لیے سجدہ کیا کرتا تھا، اس کو اجازت ہوگی کہ حق تعالیٰ کی ساق کی تجلی دیکھ کر سجدہ کردے اور جو ریاء و دکھلاوا کے لیے سجدہ کیا کرتا تھا۔ اس کی پیٹھ ایک سخت پلائی بورڈ کی طرح ہو جائے گی جب بھی سجدہ کرنے کی کوشش کرے گا پشت کے بل گر پڑے گا۔ پھر وہ لوگ سجدہ سے سر اُٹھائیں گے۔ جبکہ حق تعالیٰ اس صورت میں ہوں گے جو پہلی بار ان لوگوں نے دیکھا تھا، ارشاد ہوگا: میں تمہارا رب ہوں۔ مومنین عرض کریں گے: ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ پھر جہنم پر پل کھڑا کیا جائے گا (جس کو پل صراط کہتے ہیں) اور اب شفاعت کا دروازہ کھل جائے گا۔ ہر شخص کی زبان پر ہوگا **اللھم سلم سلم** یا اللہ بچا، یا اللہ بچا، صحابہؓ نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ جسر و پل صراط کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سخت پھسلنے کی جگہ، کپکپی و لرزہ کی جگہ اس میں

سلاخیں ہوں گی جس میں نوکیلا کانٹا ہوگا۔ جیسا کہ نجد میں کانٹا ہوتا ہے جس کو سعدان کہا جاتا ہے۔ مومنین تو پل صراط سے آنکھ جھپکنے کی مقدار وقت میں گزر جائیں گے یا بجلی کی رفتار سے، یا تیز ہوا کی روانی سے، یا پرندے کی اڑان سے، یا سبک گھوڑے کی چال سے، یا پھر تیز سواری کی مقدار سے، کچھ لوگ بالکل ہی صحیح سلامت پار کر جائیں گے اور کچھ گرتے پڑتے اور کچھ لوگ اوندھے منہ جہنم میں گر پڑیں گے۔ یہاں تک کہ مومنین جہنم سے جب نجات پاجائیں گے، تو اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ سے شدید جھگڑا کرے گا قیامت کے دن۔ اپنے مومن بھائی کے حق کے لیے جو جہنم میں ہوں گے۔ وہ کہے گا: ہمارے رب، وہ ہمارے ساتھ ساتھ روزہ رکھتا تھا، ہمارے ساتھ ساتھ نمازیں ادا کیا کرتا تھا اور ہمارے ساتھ ساتھ حج کرتا تھا۔ اس شخص سے کہا جائے گا: جاؤ اور تم جس جس شخص کو پہچانتے ہو، جہنم سے نکال لاؤ۔ ان لوگوں کی شکل وصورت کو حرام کردیا گیا ہے جہنم پر کے کھائے۔ وہ لوگ ایک کثیر مخلوق کو جہنم سے نکالیں گے۔ جبکہ جہنم نے ان میں سے کسی کو آدھی پنڈلی تک کسی کو گھٹنے تک کھالیا ہوگا، پھر وہ عرض کریں گے :اے ہمارے رب کوئی بھی اس میں نہیں بچا۔ حق جل مجدہ ارشاد فرمائیں گے: پھر واپس جاؤ، اور جن لوگوں کے دل میں دینار کے برابر بھی خیر وایمان ہو، ان کو بھی نکال لاؤ۔ وہ لوگ ایک کثیر تعداد مخلوق کو نکالیں گے۔ پھر عرض کریں گے: ہمارے رب ہم کو جن لوگوں کے نکالنے کا حکم ہوا تھا ایک کو بھی نہیں چھوڑا سب کو نکال لائے۔ حکم ہوگا: پھر واپس جاؤ اور جن لوگوں کے دل میں نصف دینار بھی ایمان ہو اس کو نکال لاؤ۔ وہ لوگ ایسے لوگوں کو بھی کثیر تعداد میں نکال لائیں گے۔ پھر عرض کریں گے: اے ہمارے رب آپ نے جن لوگوں کے نکالنے کا حکم دیا تھا، ایسے سب کو ہم نکال لائے کسی کو نہیں چھوڑا۔ پھر ارشاد ہوگا: واپس جاؤ اور جن لوگوں کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لاؤ۔ وہ لوگ آئیں گے اور ایک کثیر تعداد لوگوں کو نکال لائیں گے اور عرض کریں گے: ہمارے رب ہم نے کسی کو نہیں چھوڑا جس میں خیر وایمان ہو۔

ابوسعید خدریؓ فرماتے تھے: اگر تمہیں یقین نہ ہو اس حدیث پر تو یہ آیت پڑھ لو۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا. وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (النساء: ٤٠)

ترجمہ: بیشک اللہ حق نہیں رکھتا کسی کا ایک ذرہ برابر اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کر دیتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کسی کا حق ایک ذرہ کے برابر بھی ضائع نہیں فرماتا سوان کافروں پر جو عذاب ہوگا وہ عین انصاف اور ان کی بداعمالی کا بدلہ ہے اور اگر ذرہ برابر بھی کسی کی نیکی ہو گی تو اضعاف مضاعف اس کا اجر دے گا اور اپنی طرف سے ثواب عظیم بطور انعام اس کو عنایت کرے گا)۔ (شیخ الہندؒ)

حق جل مجدہ فرمائے گا: فرشتوں نے شفاعت کرلی، انبیاءؑ نے شفاعت کرلی، مومنین نے شفاعت کرلی اور اب ارحم الراحمین کی شفاعت باقی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ایک لپ جہنم سے ایسے لوگوں کو نکال لے گا جنھوں نے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی ہوگی (فيغفر لمن يشاء) کہ وہ جل بھن کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، ان کو ایک نہر میں ڈالا جائے گا جو جنت کے دروازے پر ہوگی۔ اس کا نام آب حیات ہے۔ وہ اس میں سے ایسے تروتازہ ہو جائیں گے جیسے کہ دانہ پانی کے روانی کے کنارہ اگتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جو حصہ پتھر یا درخت کی طرف ہوتا ہے اور جس کو سورج کی روشنی لگتی ہے وہ حصہ پیلا یا ہرا ہوتا ہے اور جو حصہ سایہ میں ہوتا ہے وہ سفید ہوتا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ تو اس طرح بتلا رہے ہیں (جیسا کہ گاؤں کا کسان بتلاتا ہے) گویا کہ آپ نے بادیہ میں زندگی بسر کی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لؤلؤ موتی کی طرح چمکتے ہوئے نکالے جائیں گے۔ ان کے گردن میں مہر لگی ہوگی۔ جس سے اہل جنت پہچانیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آزاد کیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت و فضل واسعہ سے جنت میں داخل کیا ہے۔ بغیر ان کے کسی عمل کے جو انھوں نے کیا ہو۔ نہ کوئی خیر و بھلائی انھوں نے پہلے کبھی کی ہوگی۔ پھر ان کو حکم ہوگا: جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ اور جن چیزوں پر

تمہاری نگاہ پڑے وہ سب کی سب تمہاری۔ وہ بندہ عنایت باری دیکھ کر کہے گا: ہمارے رب نے ہم کو وہ عطا کردیا جو دنیا جہان میں کسی کو نہیں عطا کیا گیا۔ (ان کی یہ بات سن کر) حق جل مجدہ فرمائے گا: تم لوگوں کے لیے میرے پاس اس سے بھی افضل واعلیٰ چیز موجود ہے۔ وہ عرض کرے گا: یاربّ العزّت اس سے افضل چیز کیا ہے؟ حق تعالیٰ فرمائیں گے: میری رضا اور خوشی۔ آج کے بعد میں کبھی تم لوگوں سے ناراض نہیں ہوں گا۔

—ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز دھاردار ہے۔ (اخرجہ مسلم۔۱/۱۶۷)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمِ. سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ. سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبَ اِلَیْکَ. سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ وَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ عَلَیْہِ.

مغرب سے قبل الحمد للہ ۶۶۱/احادیث قدسیہ کا ترجمہ مکمل ہوا۔ یہ محض فضل رب ہے ورنہ میرے جیسا نااہل چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔ (۱۷/رجب ۱۴۳۰ھ ۳۰/جون ۲۰۰۹ء)

باب : یَجْمَعُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ...... ثُمَّ یَطْلُعُ عَلَیْھِمْ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ

باب: قیامت کے دن ایک میدان میں لوگوں کا اجتماع

(٦٦٢) عن أبی ھریرۃؓ أن النبی ﷺ قال:

"یُجْمَعُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ یَطْلَعُ عَلَیْھِمْ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ، ثُمَّ یُقَالُ: أَلا تَتْبَعُ کُلُ أُمَّۃٍ مَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ، فَیَتَمَثَّلُ لِصَاحِبِ الصَّلِیْبِ صَلِیْبُہُ، وَ لِصَاحِبِ الصُّوَرِ صُوَرُہُ، وَ لِصَاحِبِ النَّارِ نَارُہُ، فَیَتْبَعُوْنَ مَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ، وَ یَبْقَی الْمُسْلِمُوْنَ فَیَطْلُعُ عَلَیْھِمْ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ فَیَقُوْلُ: أَلا

تَتْبَعُوْنَ النَّاسَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ، اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى نَرَى رَبَّنَا وَ هُوَ يَأْمُرُهُمْ وَ يُثَبِّتُهُمْ ، ثُمَّ يَتَوَارَى ثُمَّ يَطْلَعُ فَيَقُوْلُ: أَ لَا تَتَّبِعُوْنَ النَّاسَ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ اَللّٰهُ رَبُّنا وَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى نَرَى رَبَّنَا وَ هُوَ يَأْمُرُهُمْ وَ يُثَبِّتُهُمْ. قَالُوْا: وَ هَلْ نَرَاهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟ قَالُوْا: لَا. قَالَ فَإِنَّكُمْ لَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ تِلْكَ السَّاعَةَ ثُمَّ يَتَوَارَى ثُمَّ يَطلَعُ فَيُعَرِّفُهُمْ نَفْسَهُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُ: أَنَا رَبُّكُمِ اتَّبِعُوْنِيْ، فَيَقُوْمُ الْمُسْلِمُوْنَ وَ يُوْضَعُ الصِّرَاطُ فَهُوَ عَلَيْهِ مِثْلُ جِيَادُ الْخَيْلِ وَ الرِّكَابِ وَ قَوْلُهُمْ عَلَيْهِ: سَلِّمْ سَلِّمْ، وَ يَبْقٰى أَهْلُ النَّارِ فَيُطْرَحُ مِنْهُمْ فِيْهَا فَوْجٌ فَيُقَالُ: هَلِ امْتَلَأْتِ؟ وَ تَقُوْلُ: هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ؟ ثُمَّ يُطْرَحُ فِيْهَا فَوْجٌ فَيُقَالُ: هَلِ امْتَلَأْتِ؟ وَ تَقُوْلُ: هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ؟ حَتّٰى إِذَا أُوْعِبُوا فِيْهَا وَضَعَ الرَّحْمٰنُ عَزَّوَجَلَّ قَدَمَهُ، وَ زَوَى بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ ثُمَّ قَالَتْ: قَطْ قَطْ، وَ إِذَا صُيِّرَ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِي الْجَنَّةِ وَ أَهْلُ النَّارِ فِي النَّارِ أُتِيَ بِالْمَوْتِ مُلَبَّبًا فَيُوْقَفُ عَلَى السُّوْرِ الَّذِيْ بَيْنَ أَهْلِ النَّارِ وَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَطَّلِعُوْنَ خَائِفِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ النَّارِ، فَيَطَّلِعُوْنَ مُسْتَبْشِرِيْنَ يَرْجُوْنَ الشَّفَاعَةَ، فَيُقَالُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ وَ لِأَهْلِ النَّارِ: تَعْرِفُوْنَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ وَ هٰؤُلَاءِ : قَدْ عَرَفْنَاهُ هُوَ الْمَوْتُ الَّذِي وُكِّلَ بِنَا فَيُضْجَعُ فَيُذْبَحُ ذِبْحًا عَلَى السُّوْرِ ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ وَ يَا أَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ. وَ قَالَ قُتَيْبَةُ فِيْ حَدِيْثِهِ: وَ أَزْوىٰ بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ ثُمَّ قالَ: قِطْ. قَالَتْ: قِطْ." [صحيح] (أخرجه أحمد، ج١٧/٨٨٠٣)

موت کو ذبح کر کے اہلِ جنت کی خوشی میں اور اہلِ جہنم کے عذاب میں اضافہ کیا جائے گا

(٦٦٢) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن ایک میدان میں جمع فرمائیں گے۔ پھر حق جل مجدہ لوگوں کے احوال کی جانب متوجہ ہوں گے، ارشاد ہوگا: ہر شخص اپنے معبود کے تابع ہو جائے، تو نصاریٰ کے لیے صلیب ایک مثالی شکل اختیار کر لے گی، اور صاحب تصویر و تمثال کے لیے تصویر و تمثال اور آتش پرستوں کے لیے آگ، الغرض جو جس چیز کی عبادت کرتا تھا اپنے معبود کے ساتھ ہو جائے گا اور میدانِ حشر میں مسلمان بچ جائیں گے، اب حق جل مجدہ مسلمانوں کی جانب متوجہ ہو کر ارشاد فرمائے گا: تم لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟

مسلمان عرض کریں گے: اللہ پاک کی ذات کے ذریعہ ہم تجھ سے پناہ چاہتے ہیں، اور تیرے شر سے بھی پناہ لیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا رب ہے، ہم لوگ اس مقام پر اس وقت تک کھڑے رہیں گے، جب تک کہ ہم اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو نہ دیکھ لیں۔ جب کہ حق جل مجدہ ان کو حکم دے گا اور ان کو ثابت قدم بھی رکھے گا، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا ہم اللہ پاک کو دیکھیں گے؟

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا چودھویں کے چاند کو دیکھنے میں کچھ دقت ہوتی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: کچھ بھی نہیں، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسی طرح تم کو اس دن حق جل مجدہ کے دیدار میں دقت نہیں ہوگی، پھر حق جل مجدہ کی ذات حجاب میں آجائے گی، اور پھر حق تعالیٰ جلوہ نمائی فرمائے گا، اور اپنا تعارف کروا کر پہچنوائے گا اور ارشاد فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں، لہٰذا تم لوگ میرے پیچھے پیچھے آؤ پس مسلمان حق تعالیٰ کے ساتھ ہو لیں گے، اور پل صراط کو پھیلا دیا جائے گا، جس پر مسلمان تیز رفتار گھوڑے کی سواری کے مانند گزریں گے، اور ان کی زبان پر پل صراط سے گزرتے ہوئے سلِّم، سلِّم، بچایئے بچایئے ہوگا اور اہل جہنم باقی رہ جائیں گے، جن میں سے ایک گروہ کو پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور جہنم سے پوچھا جائے گا کہ تیرا پیٹ بھر گیا ہے؟ وہ کہے گی: اور بھی چاہیے، پھر ایک گروہ کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور پوچھا جائے گا تیرا پیٹ بھر گیا؟ وہ کہے گی: اور بھی چاہیے۔ یہاں تک کہ تمام اہل جہنم کو ڈال دیا جائے گا۔ پھر حق تعالیٰ اپنا قدم

مبارک ڈال دیں گے جس سے جہنم سمٹنے لگے گی، اور سکڑ کر بعض بعض میں ضم ہو جائے گی پھر کہے گی: بس، بس۔ لہٰذا جب اہل جنت جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل کر دیے جائیں گے تو موت کو گھسیٹ کر جنت وجہنم کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، پھر ارشاد ہوگا: اے اہل جنت: تو جنتی لوگ خوف کے عالم میں متوجہ ہوں گے (کہ کہیں حکم الٰہی دوزخ کا نہ ہو جائے) پھر ارشاد ہوگا: اے اہل جہنم: تو جہنمی لوگ خوشی ومسرت کے عالم میں متوجہ ہوں گے (کہ کہیں رحمت الٰہی سے جنت میں داخلہ کا حکم نہ مل جائے) اور شفاعت کی امیدیں لگائے ہوں گے۔

اب ارشاد ہوگا: اے اہل جنت وجہنم اس (موت) کو پہچانتے ہو؟ دونوں عرض کریں گے: ہم خوب اس کو پہچانتے ہیں، یہ تو موت ہے جو ہم پر مامور ومسلط کی گئی تھی۔ اب موت کو چت لٹایا جائے گا اور پھر اس کو جنت وجہنم کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا، اور کہا جائے گا: اے اہل جنت ودوزخ ہمیشہ ہمیش کے لیے اپنے اپنے مقام میں رہو، اب تم کو موت نہیں آئے گی۔

جہنم کا عبور یا دخول ضروری ہے

جسر، پل کو کہتے ہیں، حدیث میں جو جسر کا لفظ آیا ہے اس سے مراد پل صراط ہے، جو جہنم کے اوپر واقع ہے، اور اسی کو عبور کر کے پار کر کے ہی جنت میں کوئی جا سکتا ہے، یعنی ہر فرد وبشر کو اس پل کو پار کرنا ہوگا، اور اس پر سے سب کو گزرنا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا﴾ (مریم)

ترجمہ: اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر لازم مقرر۔ (شیخ الہندؒ)

یعنی ہر نیک وبد، مجرم وبری، اور مومن وکافر کے لیے حق تعالیٰ قسم کھا چکا اور فیصلہ کر چکا ہے کہ ضرور بالضرور دوزخ پر اس کا گذر ہوگا، کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ ہی دوزخ

پر سے ہو کر گیا ہے جسے عام محاورات میں "پل صراط" کہتے ہیں اس پر لا محالہ سب کا گذر ہوگا، اللہ سے ڈرنے والے مومنین اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گذر جائیں گے اور گنہگار الجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے (العیاذ باللہ) پھر کچھ مدت کے بعد اپنے اپنے عمل کے موافق نیز انبیاءؑ، ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے، اور آخر میں براہ راست ارحم الراحمین کی مہربانی سے وہ سب گنہگار جنہوں نے سچے اعتقاد کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا، دوزخ سے نکالے جائیں گے صرف کافر باقی رہ جائیں گے اور دوزخ کا منہ بند کر دیا جائے گا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی آگ میں ہر شخص کو داخل کیا جائے گا مگر صالحین پر وہ آگ بَرد و سلام بن جائے گی۔ وہ بے کھٹکے اس میں سے گذر جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر عثمانیؒ)

مومنین کو عبور، سرور و مسرت کے لیے کرایا جائے گا

جہنم کا وجود ایسا یقینی ہے کہ اس کا معائنہ سب مومن و کافر کو کرایا جائے گا، گو صورت اور غرض معائنہ کی مختلف ہوگی کفار کو بطور دخول کے اور تعذیب ابدی کے واسطے، اور مومنین کو بطور عبور، پل صراط اور زیادت شکر اور فرح کے واسطے کہ اس کو دیکھ کر جو جنت میں پہنچیں گے تو اور زیادہ شکر کریں گے، اور خوش ہوں گے، اور بعض گنہگاروں کو سزائے محدود کے لیے جو کہ درحقیقت تطہیر ہے (اسی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے)۔
(حضرت تھانویؒ)

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ جس وقت مومنین پل صراط سے گزریں گے اس وقت مومنین و متقین کے لیے جہنم بردوسلام بن جائے گی جیسے ابراہیم علیہ السلام کے لیے نار نمرود بردوسلام بنادی گئی تھی اس کے بعد مومنین کو یہاں سے نجات دے کر جنت میں لے جایا جائے گا، الغرض جب مومنین گزریں گے تو ان کو کوئی تکلیف محسوس نہ ہوگی۔

پل صراط کی حقیقت و دقت

یہ پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں ہم کو یہی پہنچا ہے۔

فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پل پندرہ ہزار سال کی مسافت پر مشتمل ہے، پانچ ہزار سال چڑھائی، پانچ ہزار سال اوپر سیدھا چلنے کی مسافت اور پانچ ہزار سال اترائی کے، اس طرح پندہ ہزار سال مکمل جسر و پل کو پار کرنے کی مسافت ہوگی مگر حق جل مجدہ کا اہلِ ایمان کے ساتھ اکرام ہوگا اور یہ مدت بقدر ایمان باللہ کم سے کم تر ہوجائے گی یعنی جلد سے جلد طے ہوجائے گی۔ بعض صالحین کو تو معلوم بھی نہیں ہوگا کہ جسر و پل گزر گیا، اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا بِفَضْلِکَ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔

پل سے گزرنے کے مختلف درجات بقدرِ ایمان وایقان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّاوَارِدُھَا کے سلسلہ میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب لوگ دوزخ پر اتریں گے، اس کے بعد اپنے اپنے اعمال کے موافق وہاں سے نکال لیے جائیں گے، پہلا شخص بجلی چمکنے کی طرح (سیکنڈوں میں آناً فاناً) نکل کر گزر جائے گا، پھر تیز ہوا کی طرح، پھر تیز گھوڑے کی دوڑ و رفتار سے گزر جائے گا، پھر اونٹ کی رفتار کی طرح۔ جس پر سامان بھی لدا ہو، پھر آدمی کے دوڑنے کی طرح، پھر معمولی آدمی کی رفتار کی طرح۔ (ترمذی، حاکم، احمد، بیہقی)

بخاری و مسلم میں بھی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اسی کے قریب قریب ہے۔ اتنے سے فرق کے ساتھ کہ آخری وہ شخص ہوگا جو پل صراط پر اپنے قدموں کے انگوٹھے رکھتا ہوا صراط سے گزر جائے گا۔

لوگوں کو دوزخ پکڑ کر روک لے گی

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آگ سب لوگوں کو روک لے گی یہاں تک کہ سب

لوگوں کے قدم اس پر ٹھیک طرح ٹھہر جائیں گے، نیکوں کے بھی اور بدوں کے بھی، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارے گا: اپنے ساتھیوں کو روکے رکھ، اور میرے رفقاء کو چھوڑ دے یہ ندا ہوتے ہی جو دوزخ کا ساتھی ہوگا، وہ دوزخ میں گر جائے گا دھنس جائے گا، جس طرح آدمی اپنے بچوں کو پہچانتا ہے اس سے زیادہ دوزخ اپنے دوست کو پہچانتی ہوگی، اور مومن اس طرح نکل جائیں گے کہ اس کے کپڑے بھی (خشک نہ ہوئے ہوں گے) تر ہوں گے۔ (گلدستہ ۴/ ۳۷۸)

سعدان جہنم کے کانٹے، اور کلالیب سلاخیں

جہنم میں کانٹے دار لوہا اور سلاخیں ہوں گی، جن کے ذریعہ لوگوں کو جہنم اچک لے گی۔ جبکہ پل صراط پر شدید قسم کا پھسلن ہوگا، قدم نہ جمیں گے، لڑکھڑاہٹ ہوگی، غالباً وضوء میں جو پاؤں دھوتے وقت ایک دعا نورالایضاح کے حاشیہ میں لکھی ہے، وہ اسی پھسلاؤ سے بچنے کی طرف نجات کا سوال ہے۔

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَى الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزُوْلُ الْاَقْدَامُ

اے اللہ میرے دونوں پاؤں کو قرار وثبات عطا کرنا جس دن کے لوگوں کے پاؤں پل صراط پر پھسل جائیں گے۔ آمین! الغرض کچھ لوگوں کو نجات مل جائے گی، جس کی طرف حدیث میں اشارہ ملتا ہے۔ **فناج مسلم**، اور کچھ لوگ گر پڑیں گے جس کو مختلف حدیث میں مختلف الفاظ سے بیان کیا گیا ہے، کہیں ہے **منھم اَلْمُوْبَقُ**، ہلاک کیا گیا شخص۔ اور کہیں **اَلْمُخَرْدَلُ**، پچھاڑا ہوا شخص، جس کے اعضاء جسم رائی کے دانہ کے برابر چھوٹے چھوٹے کرکے کٹے ہوئے ہوں، مراد اس سے وہ مومن ہے جو گنہگار ہو۔ سعدان کے کانٹے کی حدیث میں جو تعبیر بلیغ آئی ہے وہ انسان کی بداعمالیاں ہیں، جو کانٹے کی شکل میں رونما ہوگی، گویا خواہشات نفس یا دنیاوی خواہشات، عالم آخرت میں کانٹے کی شکل وصورت میں رونما وظاہر ہوں گی کیونکہ وہاں تمام ہی اشیاء حقیقت کا روپ اختیار کریں گی اللہ کی پناہ

نفسانی خواہشات وبداعمالیوں سے جو کانٹا بن کر ظاہر ہوں گی نیز حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ اس کی سنگینیت کا صحیح اندازہ حق تعالیٰ کو ہی ہے، اس سے بھی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نفسانی دنیاوی خواہشات کے بقدر اس کی سنگینیت وموٹا پا اور کانٹے کی چبھن ہوگی، **الجزاء من جنس العمل** کا بھی تقاضہ یہی ہے، حق جل مجدہ محض رحمت واسعہ سے عافیت دارین سے نوازے، آمین!

رؤیتِ باری کا عقیدہ حق اور کتاب وسنت سے ثابت ہے

اہلِ جنت کے لیے دیدارِ باری تعالیٰ کے ثبوت میں مذکورہ حدیث اپنے انداز کی بہت ہی واضح اور جملہ شکوک وشبہات کو رفع کرتی ہے۔ متنِ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جناب رسول اللہ ﷺ سے رویتِ باری کا سوال کیا جس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ جس طرح نصف النہار میں سورج یا چودھویں کا چاند جبکہ آسمان غبار آلود بھی نہ ہو بلا کسی تعب ومشقت کے ہر فرد وبشر اپنے مقام سے دیکھتا ہے اور جس طرح ان دونوں کے دیکھنے میں کسی کو تھکن یا مزاحمت نہیں ہوتی یا اس میں کہ یہ چاند ہے یا کچھ اور یا سورج ہی ہے یا کچھ اور یا یہ کہ بعض کہیں کہ یہ سورج ہے دن میں اور بعض کہیں کہ نہیں چاند ہے۔ یا رات میں سبھی اس کو چاند ہی کہتے ہیں الغرض رویتِ باری میں نہ تو شک ہوگا نہ تو اختلاف نہ تردد، نہ ہی دیکھنے میں مزاحمت ہر ہر جنتی کو اپنے اپنے مقام پر رویت باری کا مشاہدہ ہوگا۔

عالمِ آخرت میں حکم ربّانی کا امتثال

حق جل مجدہ تمام اولین وآخرین کو جمع فرمانے کے بعد حکم دیں گے جو جس کی عبادت کیا کرتا تھا آج وہ اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ ہولے لہٰذا جو سورج کی پرستش کرتے تھے وہ سورج کے ساتھ چاند کی عبادت کرنے والے چاند کے ساتھ، اللہ وحدہ لاشریک کے سوا جتنے طاغوتی الٰہ تھے وہ اوران کے ماننے والے تمام چلے جائیں گے اور میدانِ حشر میں صرف اور صرف امت مرحومہ رہ جائے گی، جس میں کچھ اس امت کے

منافقین بھی ہوں گے کیونکہ یہ منافقین دنیا میں مومنین کے ساتھ رہتے تھے اور ان کا نفاق پوشیدہ تھا، کل قیامت میں بھی یہ اس مخفی نفاق کی وجہ سے مومنین کے ساتھ رہنے کی کوشش کریں گے اور انہی کے ساتھ ساتھ جنت کی طرف چلنے کی کوشش میں ہوں گے اور اہلِ ایمان کے نور ہدایت سے فائدہ حاصل کرنا چاہیں گے غرض ہر طرح نفاق کو چھپانے کی سعی کریں گے مگر کہاں وہ دن تو ذرّہ ذرّہ کی حقیقت سے آگاہی کا دن ہوگا، اہل ایمان کے نور سے آخر منافقین کب تک مستفیض ہوتے رہیں گے چند قدم چلنے کے بعد ہی مومنین کے نورِ ایمان کے درمیان اور منافقین کے درمیان دیوار حائل ہو جائے گی ایک پردہ سا چھا جائے گا، جو مومنین اور منافقین کے درمیان ابدی جدائیگی کا کام دے گا اور اچانک ہی نورِ ایمان اہلِ ایمان کے ساتھ خاص اور منافقین سے غائب ہوتے ہی وہی کفر و نفاق کی ظلمتِ حقیقی، نحوستِ عصیان اور فسادِ عقیدہ و اعمال کی شامت گھیر لے گی، جس کو حق تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے، ﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُوْمِنَاتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (سورة حديد،١٢)

ترجمہ: جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (یہ نور پل صراط سے گزرنے کے لیے ان کے ہمراہ ہوگا)۔ (حضرت تھانویؒ)

میدانِ حشر سے جس وقت پل صراط پر جائیں گے سخت اندھیرا ہوگا تب اپنے ایمان اور عمل صالح کی روشنی ساتھ ہوگی۔ شاید ایمان کی روشنی جس کا محل قلب ہے آگے ہو اور عمل صالح کی داہنے کیونکہ نیک عمل داہنی طرف جمع ہوتے ہیں۔ جس درجہ کا کسی کا ایمان و عمل ہوگا اسی درجہ کی روشنی ملے گی۔ اور غالباً اس امّت کی روشنی اپنے نبی کے طفیل دوسری امتوں کی روشنی سے زیادہ صاف اور تیز ہوگی۔ بعض روایات سے بائیں جانب بھی روشنی کا ہونا

معلوم ہوتا ہے۔اس کا مطلب شاید یہ ہوگا کہ روشنی کا اثر ہر طرف پہنچے گا۔واللہ اعلم۔
کیونکہ جنت اللہ کی خوشنودی کا مقام ہے۔جو وہاں پہنچ گیا سب مرادیں مل گئیں۔
(تفسیر عثمانیؒ)

﴿يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَائَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَ ارْتَبْتُمْ وَ غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ (الحديد، ١٣، ١٤)

اور یہ وہ دن ہوگا جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے (پل صراط پر) کہیں گے کہ (ذرا) ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو پھر ان (فریقین) کے درمیان میں ایک دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا یہ (منافق) ان کو پکاریں گے کہ کیا (دنیا میں) ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ (مسلمان) کہیں گے کہ ہاں تھے تو صحیح لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ (حضرت تھانویؒ)

یعنی مومنین اور منافقین کے بیچ میں دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا۔اس دروازہ سے مومن جنت کی طرف جا کر منافقوں کی نظر سے اوجھل ہو جائیں گے۔ دروازہ کے اندر پہنچ کر جنت کا سماں ہوگا اور ادھر دروازہ سے باہر عذاب الٰہی کا منظر دکھائی دے گا۔قصہ یہ ہے کہ کھلے ہوئے کافر پل صراط پر نہیں چلیں گے۔ بلکہ پہلے ہی دوزخ میں اس کے دروازوں سے دھکیل دیئے جائیں گے ہاں جو کسی نبی کی امت میں ہیں سچے یا کچے انھیں پل صراط سے گذرنے کا حکم ہوگا۔اس پر چڑھنے سے پہلے ایک سخت اندھیری لوگوں

کو گھیر لے گی۔ اس وقت ایمان والوں کے ساتھ روشنی ہوگی۔ منافق بھی ان کی روشنی میں پیچھے پیچھے چلنا چاہیں گے لیکن مومن جلد آگے بڑھ جائیں گے اس لیے ان کی روشنی منافقین سے دور ہوتی جائے گی۔ تب وہ پکاریں گے کہ میاں ذرا ٹھہرو، ہم کو اندھیرے میں پیچھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ تھوڑا انتظار کرو کہ ہم بھی تم سے مل جائیں اور تمہاری روشنی سے استفادہ کریں۔ آخر ہم دنیا میں تمہارے ساتھ ہی رہتے تھے اور ہمارا شمار بھی بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا اب اس مصیبت کے وقت ہم کو اندھیرے میں پڑا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو کیا رفاقت کا حق یہ ہی ہے۔ جواب ملے گا کہ پیچھے لوٹ کر روشنی تلاش کرو اگر مل سکے تو وہاں سے لے آؤ۔ یہ سن کر پیچھے ہٹیں گے اتنے میں دیوار دونوں فریق کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ یعنی روشنی دنیا میں کمائی جاتی ہے وہ جگہ پیچھے چھوڑ آئے، یا پیچھے سے وہ جگہ مراد ہو جہاں پل صراط پر چڑھنے سے پہلے نور تقسیم کیا گیا تھا۔

یعنی بیشک دنیا میں بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے اور زبان سے دعویٰ اسلام کا کرتے تھے لیکن اندرونی حال یہ تھا کہ لذات وشہوات میں پڑ کر تم نے نفاق کا راستہ اختیار کیا اور اپنے نفس کو دھوکا دے کر ہلاکت میں ڈالا۔ پھر توبہ نہ کی بلکہ راہ دیکھتے رہے کہ کب اسلام اور مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑتی ہے اور دین کے متعلق شکوک وشبہات کی دلدل میں پھنسے رہے۔ یہ ہی دھوکا رہا کہ آگے ان منافقانہ چالوں کا کچھ خمیازہ بھگتنا نہیں۔ بلکہ یہ خیالات اور امیدیں پکالیں کہ چند روز میں اسلام اور مسلمانوں کا یہ سب قصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ آخر ہم ہی غالب ہوں گے۔ رہا آخرت کا قصہ، سو وہاں بھی کسی نہ کسی طرح چھوٹ ہی جائیں گے۔ ان ہی خیالات میں مست تھے کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور موت نے آدبایا اور اس بڑے دغا باز (شیطان) نے تم کو بہکا کر ایسا کھو دیا کہ اب سبیل رستگاری کی نہیں رہی۔ (تفسیر عثمانیؒ)

یہ اس وقت ہوگا جب کہ مسلمان اپنے اعمال وایمان کی برکت سے بہت آگے بڑھ جائیں گے اور منافقین جو کہ پل صراط پر مسلمانوں کے ساتھ چڑھائے جائیں گے پیچھے اندھیرے میں رہ جائیں گے خواہ ان کے پاس پہلے ہی سے نور نہ ہو یا ان کے پاس قدرے

نور ہوا اور پھر وہ گل ہو جائے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کل قیامت میں حوض کوثر سے ہٹا کر جہنم میں ڈال دیے جائیں گے جن کے متعلق حدیث میں **سحقا سحقا** کے الفاظ آئے ہیں۔ حاصل یہ کہ خواہ شکل جو بھی ہو، مگر رحمت حق سے منافقین قیامت میں محروم کر دیئے جائیں گے وہاں کسی قسم کی ملاوٹ یا آمیزش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہ تو عالم حقیقت ہے نہ کہ عالم التباس، **فیاتیھم اللّٰہ فی صورته التی یعرفون** ۔حق جل مجدہ جلوہ افروز ہوں گے اس صورت کے علاوہ دوسری صورت میں جن کے ساتھ مومنین پہچانتے تھے، جہاں تک صورت وشکل کا تعلق ہے اس سلسلہ میں اہل علم حضرات کی آیات صفات یا احادیث صفات کے بارے میں دو مشہور قول ہیں۔

کبار اسلاف تمام کے تمام آیات صفات اور احادیث صفات کے معنی پر گفتگو ہی نہیں کرتے بلکہ ہدایت کرتے ہیں کہ ہم پر ایمان لانا واجب ہے، اور صفات کے سلسلہ بس اتنا اعتقاد رکھیں کہ حق جل مجدہ کی ذات کے مناسب، عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو بھی معنی مراد ہوں اس کو غیب کے سپرد کر دیں کیونکہ **لیس کمثله شیٔ** کا مقتضیٰ ہی یہی ہے اور کیوں نہ ہو کہ ذاتِ حق جسم وانتقال من مکان الی مکان او جملہ صفات مخلوق سے پاک بے عیب ہے یہی مسلک ایک جماعت متکلمین کا ہے اور یہی اسلم وانصب عقیدہ ہے نیز احادیث میں جو آیا ہے کہ حق جل مجدہ آئیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز نظروں سے غائب ہوتی ہے اس کی دید بغیر اتیان ومجئی کے بظاہر ممکن نہیں اس لیے مجازاً **فیاتیھم اللہ فی صورۃ** کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے بعض لوگوں کی رائے ہے کہ مشاہدہ حق کو ہی اتیان سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی کشف حجاب کو اتیان کہ دیا گیا بعض لوگوں کی رائے ہے کہ اتیان ملائکہ کو یہاں مجازاً حق جل مجدہ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے یعنی حق جل مجدہ کی ظہور تجلی تو ٹھیک ہی ہوگی مگر دیکھنے والے کو ملائکۃ اللہ کا تصور ہوگا اس لیے جب ندا ہوگی کہ میں تمہارا رب ہوں وہ لوگ حق تعالیٰ کی پناہ چاہیں گے کیونکہ بعض صفات اس ظہور تجلی میں مخلوق کی ہوگی اور ایسا محض مومنین صادقین کے لیے امتحان واختیار کے لیے ہوگا امام نوویؒ اور قاضی

عیاضؒ کی یہی رائے ہے بالآخر مکالمہ کے بعد مومنین حق جل مجدہ کے ساتھ جنت کی طرف روانہ ہوں گے، اتنے میں پل صراط قائم ہوجائے گی جس سے ہر فرد و بشر کو بہرحال گزرنا ہوگا مومنین صادقین اس پل سے ہر طرح نجات پاکر نکل جائیں گے کچھ لوگ کچھ دکھ سکھ سے بالآخر پار ہوجائیں گے اور کچھ لوگ کٹ کر نیچے گر پڑیں گے۔ الغرض تمام لوگ بقدر اعمال صالحہ حسب حالت ایمان واخلاص نجات پائیں گے یا گرفتار ہوں گے یہ ایسا پُر خطر وقت ہوگا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، **اللّٰھم سلم سلم** کہیں گے۔ یا اللہ مجھے بچایئے بات بھی یہی ہے ہر مقام کی دعا مناسب احوال ہوا کرتی ہے۔

صفاتِ باری کے سلسلے میں آسان بات

حق تعالیٰ کے لیے جہاں ہاتھ پاؤں، آنکھ وغیرہ نعوت ذکر کی گئی ہیں ان سے بھول کر بھی یہ وہم نہ ہونا چاہیکہ وہ معاذ اللہ مخلوق کی طرح جسم اور اعضائے جسمانی رکھتا ہے۔ بس جس طرح اللہ کی ذات اور وجود، حیات، علم وغیرہ تمامی صفات کی کوئی نظیر اور مثال اور کیفیت اس کے سوا بیان نہیں ہوسکتی۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
و ز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
منزل تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہم چناں در اول وصفِ تو ماندہ ایم

اسی طرح ان نعوت و صفات کو خیال کرو۔ خلاصہ یہ کہ جیسے اللہ کی ذات بیچون و بیچگون ہے۔ اس کے سمع، بصر، ید وغیرہ نعوت وصفات کے معانی بھی اس کی ذات اور شانِ اقدس کے لائق اور ہمارے کیف وکم اور تعبیر و بیان کے احاطہ سے بالکل وراء الوراء ہیں۔ **لیس کمثلہ شی و ھو السمیع البصیر** (شوریٰ، رکوع ۲)۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے ان آیات پر جو فائدہ لکھا ہے اس میں دو ہاتھوں سے مراد 'مہر' کا اور 'قہر' کا ہاتھ لیا ہے۔ یعنی آج کل اللہ کی مہر کا ہاتھ "امت محمدیہ" پر اور قہر کا بنی اسرائیل پر کھلا ہوا ہے۔ (تفسیر عثمانیؒ)

ماقبل میں بھی لکھا جاچکا ہے کہ قرآن وحدیث میں عالم غیب کی ترجمانی کی گئی ہے اورغیب کی اشیاء بہرحال اپنے مقام کے مناسب ہونگی۔جن کا ادراک اس دنیا میں کسی بھی صورت میں ممکن نہیں کیوں کہ وہاں کی تمام چیزیں اکمل ترین ہونگی۔احسن شکل وصورت میں ہوں گی جن کومحض انسانی تفہیم کے خاطر اس دنیاوی تعبیر میں پرونے کی کوشش کی جاتی ہے، یہ شرکت محض تعبیر کی ہے نہ کہ حقیقت کی۔

دوسری اہم بات یہ کہ خالق کائنات کی تمام صفات بھی لیس کمثله شیء ہیں تو پھرِ ذات کا کیا تناسب،مخلوق بہرحال مخلوق ہے، خالق کی صفات کومخلوق کی صفات پر پرکھنا سخت نادانی نہیں بلکہ غلط قسم کا رجحان ہے حق جل مجدہ انسان کومحض تفہیم کے خاطر تعبیرات کے انداز میں سمجھاتے ہیں ورنہ،وھو الوراء، ثم وراء الوارء ، مخلوق کی سمجھ غیبی حقائق کو سمجھنے سے کوتاہ ہے۔اس لیے اللہ جل مجدہ غیبی امور کوانسان کی تفہیم کیلیے مثالی دنیا کی زبان میں بیان فرماتے ہیں، چہ جائیکہ خود ذاتِ حق جوتمام ترمنبعُ الغیب اورتنزیہی صفات جلال وکمال کی مرکز ہے اس میں مخلوقات کی صفات کا کیا تصور؟

بہرحال ہماری زبان کی کوتاہ تعبیر کب ذات حق کی ترجمان ہوسکتی ہے اس لیے تفہیم کے لیے یہ ایک انداز ہے ورنہ حقیقت اس کی کیا ہے وہ عالم غیب میں پہنچ کر معلوم ہوگی، ہمیں یہاں بس ایمان لانا ہے قیل وقال اگرمگر، چون وچرا، کیوں کیا کی اینچ پیچ کو یکسر چھوڑ کر ایمان بالغیب کا مطالبہ پورا کرنا ہے اور یہی ہمارا اس دنیا میں اہم ترین فرض ہے اوراسی میں سعادت کا راز پوشیدہ ہے۔نہ اس سے زیادہ کا مطالبہ ہے نہ ہی تحقیق وجستجو کے ہم مامور ہیں۔واللہ اعلم!

ورنہ سیدھی سادی بات یہ ہے کہ حق جل مجدہ کی ظہور تجلی کی خاص صفت جو مجانست کلام سے ہوگی مراد لیا جاسکتا ہے۔رہا مومنین کا حق جل مجدہ کو پہچاننا تو اس کی آسان تعبیر یہ ہے کہ جن صفات کے ساتھ مومنین اس دنیا میں ربّ العالمین کوقرآن وحدیث کی روشنی میں جانتے تھے انہی علوم الٰہیہ اور الہام و ادراکِ ایمان سے وہاں اپنے معبود کو پہچان

لیں گے۔ اور کیوں نہ پہچانیں کہ جس کی عبادت واطاعت میں زندگی کے ایک ایک لمحات بیتے ہوں، جب وہ اپنی تجلّی معبودیت کے ساتھ نمودار ہوگا عابدین کیوں نہیں پہچانیں گے۔ الغرض جس قدر رسوخِ ایمان اور رشتہء توحید، شانِ اطاعت اور عبادت مستحکم ہوگی، یہ شناخت بھی اتنی ہی تیز ہوگی۔ غالبًا اسی لیے کہا جائے گا کہ ہر شخص اپنے معبود کے ساتھ ہولے اور مومنین کا معبود چونکہ ربّ العالمین ہے، اس لیے انتظار میں مؤمنین کھڑے ہی رہیں گے، کیونکہ صفات باری کی خاص تجلّی کسی اور میں نہ پائیں گے۔ اور جب ربّ العالمین اپنی تجلّی ظاہر فرمائے گا تو مومنین بصیرت ایمانی اور فیض ربّانی کی قوت اور توحید خالص اور اطاعت وعبادت کے مضبوط رشتے کے ذریعے نورِ ایمانِ حقیقی سے اپنے معبود کو پہچان لیں گے، اور درحقیقت ربّ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل واحسان سے دونوں جہان میں اہل توحید کا محافظ وولی ہے۔ لہٰذا حق تعالیٰ خود ہی پہنچوادیں گے۔ اللہ ہی ہمارا دنیا وآخرت دونوں میں ولی ونگراں ونگہبان ہے۔ واللہ اعلم

باب : إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ ......

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا أَزِيْدُكُمْ ؟ ......

باب: جنتی سے اللہ ربّ العزّت کا سوال، کیا تمھیں کچھ چاہیے؟

(٦٦٣) عن صهيب رضي الله عنه عن النبى، قال رسول اللّٰه ﷺ قال:

"إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا أَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: أَ لَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا؟ أَ لَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَ تُنْجِنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَيُكْشَفُ الْحِجَابُ فَمَا أُعْطُوْا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلٰى رَبِّهِمْ عَزَّوَجَلَّ."

عن حماد بن سلمى بهذا الاسناد وزاد: ثم تلا هذه الاية:

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ﴾ (يونس، ٢٦)

[صحيح] (أخرجه مسلم ج١ ص١٦٣)

رویتِ باری اہلِ جنت کا محبوب تحفہ

(۶۶۳) ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہلِ جنت جنت میں داخل ہوجائیں گے، تو حق جل مجدہ فرمائے گا: اے اہلِ جنت کیا تم کچھ چاہتے ہو، جس کو میں اپنی جانب سے عطا کردوں؟ وہ عرض کریں گے: کیا آپ نے ہمارے چہروں کو بارونق وبامکرم وباعزت نہیں کیا، کیا آپ نے ہمیں اپنے ہی فضل سے جنت میں داخل نہیں فرمایا اور ہم کو نارِ جہنم سے نجات نہیں دی (پھر ہم کو اور اب کیا چاہیے) بس اسی اثناء میں حجابات ہٹادیے جائیں گے اور اہلِ جنت کو حق جل مجدہ کے دیدار سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہیں دی جائے گی (یعنی اہلِ جنت کو نورِ حق کے دیدار سے زیادہ محبوب چیز جنت میں نہیں ملے گی جو ان کو پسند ہو)۔

جنتیوں کے نزدیک سب سے پیاری چیز دیدار کی نعمت ہوگی

اہلِ ایمان جب جنت میں داخل ہوجائیں گے، تو ان کے اکرام واعزاز اور خوشی و مسرت میں اضافہ کے لیے حق تبارک وتعالیٰ ان سے خود ہی ہم کلامی کا شرف بخشے گا اور فرمائے گا، تم اور بھی کچھ خواہش وتمنا رکھتے ہو، یا تمہارے دل میں کسی چیز کی طلب ہو وہ جواب دیں گے، ربّ العزّت چہرہ روشن کردیا جنت میں ٹھکانہ دیدیا، جہنم سے نجات دیدیا، یہ سب آپ کا فضل واحسان ہوا، پھر رب اور کیا چاہوں، گویا کہ وہ جنتی انھیں نعمتوں پر قناعت کرلیں گے اور انہیں جمال حق کے نظارہ کی طرف ذہن نہیں جائے گا، پس اچانک پردہ وحجاب اٹھے گا اور عظمت وکبریائی کی چادر کا حجاب جو بندہ اور ربّ العزّت کے درمیان تھا، اٹھایا جائے گا۔ پھر کیا ہوگا دیدحق، جمال حق، نورحق، اور بندہ کے سامنے حق ہی حق ہوگا، وہ اس دید میں اس قدر منہمک ہوگا کہ جنت میں جمالِ حق کے نظارہ سے افضل واحب کچھ بھی نہ ہوگا۔ بس دیدار کی نعمت ہوگی، ظاہر سی بات ہے دونوں جہاں کا الٰہ العالمین جلوۂ دید سے اپنے بندہ کو مسرور کررہا ہے تو اس سے پیاری چیز بندہ کے لیے اور

کیا ہوسکتی ہے؟ حجاب ہٹانے سے مراد بندہ کی دید میں جو موانعات ورکاوٹیں ہیں، ان کو ہٹانا مراد ہے، الغرض اللہ تعالیٰ اپنی عظمت ورفعت کی مناسب شان میں ظہور فرمائیں گے، تا کہ بندے اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی زیارت کرسکیں۔ سبحانہ سبحانہ، یہ سب بندوں کی کمزوری اور عدم صلاحیت کی وجہ سے ہوگا ورنہ رب ذوالجلال کی شان بلند وبالاتر ہے، مگر اس کی شان جلال کا کون مشاہدہ ودیدار کرسکتا ہے، اس لیے حق تعالیٰ بندوں کی کمزوری کے خاطر شان جلال میں نزول فرما کر بندوں کو دید کی لذت ونعمت سے نوازیں گے، جس کو حجاب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حجاب مخلوق کی عدم صلاحیت کا ہے نہ کہ خالق کی کسی صفت میں کمی و کمزوری کی وجہ سے، حق تعالیٰ کی ذات بھی عجیب کریم ہے بندوں کو دید کی لذت ونعمت سے نوازنے کے لیے تنزل فرمائیں گے، اللّٰه اکبر کبیرًا وسبحان اللّٰه بکرة واصیلًا۔

باب : بَيْنَا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمٍ إِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ......

باب: اہلِ جنت خوشیوں میں مگن ہوں گے تو حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی

(٦٦٤) عن جابر بن عبداللّٰه رضی اللہ عنہ . قال: قال رسول اللّٰه ﷺ :

”بَيْنَا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمِهِم إِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُؤُوْسَهُمْ فَإِذَا الرَّبُّ قَدْ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ. فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! قَالَ: وَ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ:

﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ (يٰسين:٥٨)

قَالَ : فَيَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ إِلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّعِيْمِ مَا دَامُوْا يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَ يَبْقَى نُوْرُهُ وَ بَرْكَتُهُ عَلَيْهِمْ فِي دِيَارِهِمْ.“ [ضعيف جداً] (أخرجه ابن ماجه ج ١/١٨٤)

اہلِ جنت میں حق جل مجدہ کی تجلی کا نور ہمیشہ باقی رہے گا

(٦٦٤) ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول

ﷺ نے فرمایا: ایک روز اہلِ جنت خوشیوں میں مگن ہوں گے کہ ربّ العالمین اپنی بے کیف وجہت تجلی ان پر ڈالے گا، اہل جنت سر اٹھا کر دیکھیں گے کہ ربّ العالمین اوپر سے اپنی تجلی دید کا جلوہ نمایاں کیے ہوئے ہیں، اللہ پاک اہل جنت کو السلام علیکم اھل الجنة فرمائیں گے، جس کو قرآن پاک کی آیت "سلام قولا من رب رحیم" (اور ان کو پروردگار عالم کی طرف سے سلام بھیجا جائے گا) میں فرمایا گیا ہے۔ اہلِ جنت حق تبارک و تعالیٰ کو، اور حق تبارک وتعالیٰ اہل جنت کو دیکھیں گے، جس وقت اہل جنت دیدار سے نوازے جائیں گے، قطعاً جنت کی کسی اور نعمت کی طرف التفات نہیں کریں گے، یہاں تک کہ حق تبارک وتعالیٰ تجلی نور کے پردہ میں اپنے کو اہل جنت کی نگاہوں سے چھپالیں گے، مگر تجلی نور برابر اہل جنت پر باقی رہے گی اور برکت ایزدی اہل جنت کو ملتی رہے گی۔

اہلِ جنت کو ربّ العزّت کا سلام

حق جل مجدہ اہلِ جنت کو سلام کریں گے، جس کا تذکرہ خود قرآن کریم میں موجود ہے، اور ایک بار نہیں کئی مقام پر حق تعالیٰ نے اہل جنت کو سلام کا تذکرہ کیا ہے، اور کبھی فرشتوں کے ذریعہ سلام کہلایا جائے گا، جس وقت حق جل مجدہ بلا واسطہ خود سلام کریں گے اس وقت کی لذت وعزت کا کیا کہنا، اور سرور وانبساط، فرحت ومسرت، کا کیا پوچھنا، کیف ومستی کا کیا عالم ہوگا پھر کتنے خوبصورت الفاظ میں سلام قولًا من رب رحیم ۔رب رحیم مہربان رب کا سلام، یہ سلام خود حضرت حق کی مہربانی کا ثبوت ہوگا۔ اور پھر السلام علیکم یا اھل الجنة سے پہلے نور کا ان پر سایہ فگن ہونا کہ ہر جنتی دیدار حق اور مہربانی کے سلام کو قبول کرلے یہ عزت وشرف اہل ایمان وایقان کا ہی نصیب ہے، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا هٰذِهِ النِّعْمَةِ الْعُظْمٰى بِحُرْمَةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ۔

دارالسرور اور نورِ رحمٰن

(٦٦٥) لابن النجار من حديث أبي هريرة رضي الله عنه :

قال:قال رسول اللّٰه ﷺ:

”بَيْـنَـا أَهْـلُ الْجَنَّةِ فِيْ مَجْلِسٍ لَهُمْ إِذْ لَمَعَ لَهُمْ نُوْرٌ غَلَبَ مِنْ نُوْرِ الْجَنَّةِ فَـرَفَـعُـوْا رُؤُوْسَهُـمْ، فَـإِذَا الـرَّبُّ تَبَـارَكَ وَ تَـعَـالٰـى قَدْ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ سُبْحَـانَـهُ: سَـلُـوْنِـيْ، فَقَالُوْا: نَسْأَلُكَ الرِّضَاءَ عَنَّا، فَقَالَ: رِضَائِـى أَحِلُّكُمْ دَارِيْ وَ أُنِيـلُـكُـمْ كَـرَامَتِـيْ وَ هٰذَا أَوَانُهَا فَسَلُوْا. فَيَقُوْلُوْنَ : نَسْأَلُكَ الزِّيَارَةَ إِلَيْكَ فَيُـوْتَـوْنَ بِنَجَائِبَ مِنْ نُوْرٍ تَضَعُ حَوَافِرَهَا عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرَفِهَا وَ تَقُوْدُهُمُ الْـمَلَائِـكَةُ بِـأَزِمَّتِهَـا فَيَـنْتَهِيْ بِهِمْ إِلٰى دَارِ السُّرُوْرِ فَيَنْصَبِغُوْنَ بِنُوْرِ الرَّحْمٰنِ وَ يَسْـمَعُوْنَ قَوْلَهُ: مَرْحَبًا بِأَحْبَابِـيْ وَ أَهْلِ طَاعَتِـيْ اِرْجِعُوْا بِالتُّحَفِ إِلٰى مَنَازِلِكُمْ ـــ ثُمَّ تَـلَا النَّبِيُّ ﷺ:

﴿نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ﴾ (فصلت:٣٢)“

[ضعيف] (كما فى كنزالعمال ج ١٤/ ٣٩٧٧٨)

(٦٦٥) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت اپنی مجلس میں ہوں گے کہ اچانک ایک چمکتا ہوا نور نمودار ہوگا جو جنت کے نور پر غالب آجائے گا۔ اہل جنت اپنا سر اٹھائیں گے اس نور کو دیکھنے کو تو دیکھیں گے کہ رب تبارک وتعالیٰ اوپر سے ان کو دیکھ رہا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ فرمائیں گے: مجھ سے مانگو، اہل جنت کہیں گے: ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ہم سے راضی ہوجایئے۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: میری رضا سے ہی میری جنت میں تم کو رہائش ملی، اور تم کو میری طرف سے شرافت وکرامت کا مقام ملا۔ اب موقع ہے مانگ لو جو مانگنا ہے؟ وہ اہل جنت سوال کریں گے: کہ ہم آپ کی زیارت ودید کا سوال کرتے ہیں۔ اہل جنت کو ایک خاص ممتاز نور کی سواری دی جائے گی جو تا حدنگاہ اپنا قدم رکھے گی، اور اس کی زمام ولگام ملائکہ اللہ کے ہاتھ میں ہوگی وہ سواری ان اہل جنت کو لے کر دار سرور تک لے جائے گی اور وہاں ان کو رحمٰن تبارک وتعالیٰ کے نور رحمٰن میں رنگ دیا جائے گا اور وہ لوگ وہاں سنیں گے ان کو کہا

جائے گا مــرحبــابــاحبــابــی   میرے دوستوں کا آنا مبارک وخوشی کا ذریعہ ہے، اور میری اطاعت کرنے والے، آپ لوگ اب اپنے اپنے ٹھکانوں میں تحفہ وہدیہ کے ساتھ واپس تشریف لے جائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمائی۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (فصلت:۳۲)

غفور رحیم کی ضیافت ومہمانی

یہ کتنی بڑی عزت وتوقیر ہے کہ ایک بندۂ ضعیف ربّ العزّت کا مہمان ہو، اور حق جل مجدہ خالق دوجہاں میزبان ہو، ہر خواہش پوری کی جائے گی، خواہ بندہ مانگے یا نہ مانگے، نزُلًا   کہہ کر ربّ العزّت نے اشارہ کردیا کہ بےشمار وہ نعمتیں بھی ملیں گی جن کی تمنا بھی بندہ کے دل میں پیدا نہیں ہوں گی کیونکہ میزبان اپنی شایان شان مہمان کے سامنے بےشمار وہ چیزیں بھی پیش کرتا ہے، جن کا پہلے سے مہمان کو کوئی تصور بھی نہیں ہوتا اور خاص کر جب کسی بڑے صاحب رتبہ کا مہمان ہو اور جنت میں تو بندہ دوجہان کے رب ذوالجلال والاکرام کے دارِ کرامت کا مہمان ہوگا، اللہ اکبر کبیراً، جو حق تعالیٰ کا مہمان ہوگا، اسلام کا رب ہمارا اللہ، کتنا پیارا ونرالا ہے، جو اپنے بندہ کو دارالسلام کی طرف بلا رہا ہے، دارِ سرور، دارِ نور، دارِ کرامت وشرافت، دارِ ضیافت کی طرف بلا رہا ہے، اکرام واعزاز کی حد ہوگئی، بندہ خالق کا مہمان ہوگا، معبود ومسجود کا مہمان ہوگا، ربّ کعبہ کا مہمان ہوگا، ربّ محمد ﷺ کا مہمان ہوگا، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه سلام بھی اللہ کریں گے اور سلامتی کا گھر جنت بھی دیں گے اور بندہ کو مہمان بنا کر رکھیں گے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا نُزُلًا مِنْ فَضْلِکَ وَ اَنْتَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ. آمین!

باب : إِذَا جَمَعَ اللّٰهُ الْعِبَادَ بِصَعِيْدٍ وَاحِدٍ نَادىٰ مُنَادٍ يَلْحَقُ كُلُّ قَوْمٍ ...

باب: میدانِ محشر میں آواز لگائی جائے گی کہ ہر شخص اپنے معبود کے ساتھ ہولے

(٦٦٦) عن أبی هريرة رضي الله عنه يقول: سمعتُ رسول اللّٰه ﷺ يقول:

”إِذَا جَمَعَ اللّٰهُ الْعِبَادَ بِصَعِيْدٍ وَاحِدٍ نَادَى مُنَادٍ يَلْحَقُ كُلُّ قَوْمٍ بِمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ فَيَلْحَقُ كُلُّ قَوْمٍ بِمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ، وَ يَبْقَى النَّاسُ عَلٰى حَالِهِمْ فَيَأْتِيْهِمْ فَيَقُوْلُ: مَا بَالُ النَّاسِ ذَهَبُوْا وَ أَنْتُمْ هَاهُنَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَنْتَظِرُ إِلٰهَنَا، فَيَقُوْلُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَهُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: إِذَا تَعَرَّفَ إِلَيْنَا عَرَفْنَاهُ فَيُكْشَفُ لَهُمْ عَنْ سَاقِهِ فَيَقَعُوْنَ سُجُوْدًا وَ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (القلم: ٤٢)

وَ يَبْقِى كُلُّ مُنَافِقٍ فَلَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ يَقُوْدُهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ.“

[حسن] (أخرجه الدارمی، ج: ۲، ص:۳۲٦)

ساق کی تجلی میں سجدہ کی کشش ہوگی

(٦٦٦) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہوئے۔ جب اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو ایک چٹیل میدان میں جمع کردیں گے، تو ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا ہر قوم اپنے معبود کے ساتھ ہولے جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔ لہٰذا ہر قوم، جو جس کی عبادت کرتی تھی، اس کے ساتھ ساتھ ہوجائے گی اور اس امت کے لوگ یونہی میدان میں رہ جائیں گے۔ حق تعالیٰ تشریف لائیں گے اور فرمائیں گے: کیا بات ہے، سب لوگ چلے گئے اور تم لوگ یہاں کھڑے ہو؟ وہ لوگ کہیں گے: ہم اپنے رب کا انتظار کررہے ہیں۔ حق تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم لوگ اپنے رب کو پہچانتے ہو۔ وہ لوگ عرض کریں گے: ہمارا رب جب ہم کو اپنا تعارف کرائے گا ہم پہچان لیں گے۔ تو ساق کی تجلی ہوگی تو وہ لوگ سجدہ میں چلے جائیں گے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾

(القلم: ٤٢)

(جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور سجدہ کی طرف لوگوں کو بلایا جاوے گا

سو یہ کافر لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے)۔

ہر منافق سجدہ نہ کر سکے گا اس میں سجدہ کی قدرت نہ ہوگی۔ پھر ایمان والے کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ (اخرجہ الدارمی ۔۲/۳۲۶)

ساق کی تجلی کا ظہور

﴿يَوۡمَ يُكۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ وَّ يُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ﴾

جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جاوے گی اور سجدہ کی طرف لوگوں کو بلایا جاوے گا سو یہ (کافر) لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے۔

حق تعالیٰ میدان قیامت میں اپنی ساق ظاہر فرمائے گا، ،ساق،(پنڈلی) کو کہتے ہیں اور یہ کوئی خاص صفت یا حقیقت ہے، صفات وحقائق الٰہیہ میں سے جس کو کسی خاص مناسبت سے،ساق؛فرمایا جیسے قرآن میں یـد (ہاتھ)؛وجـــہ (چہرہ) کا لفظ آیا ہے یہ مفہومات متشابہات میں سے کہلاتے ہیں،ان پر اسی طرح بلاکیف ایمان رکھنا چاہیے، جیسے اللہ کی ذات ، وجود، حیات اور سمع وبصر وغیرہ صفات پر ایمان رکھتے ہیں۔اس تجلی کو دیکھ کر تمام مومنین ومومنات سجدہ میں گر پڑیں گے،مگر جو شخص ریاء سے سجدہ کرتا تھا،اس کی کمر نہیں مڑے گی،تختہ سی ہوکر رہ جائے گا،اور جب اہل ریا ونفاق سجدہ پر قادر نہ ہوں گے تو کفار کا اس پر قادر نہ ہونا بطریق اولی معلوم ہوگیا، یہ سب کچھ محشر میں اس لیے کیا جائے گا کہ مومن وکافر اور مخلص ومنافق صاف طور پر کھل جائیں اور ہر ایک کی اندرونی حالت کا حسی طور پر مشاہدہ ہو جائے ۔ (تفسیر عثمانی)

تقدیسِ الٰہی

اہلِ سنت اور علماء متکلمین نے افراط وتفریط سے بعید رہتے ہوئے ان حقائق وشئون کو تسلیم بھی کیا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی متعین کر دیا کہ ذاتِ حق مخلوق کے احوال واوصاف سے منزہ اور پاک ہے چنانچہ کہا گیا کہ خلاّقِ عالم سمیع ہے لیکن وہ ہماری قوتِ سامعہ کی

طرح کسی آلہ کے ذریعے سمیع نہیں۔ وہ بصیر ہے لیکن ہماری طرح بصیر ہونے میں آنکھ، آنکھ کی پتلی اور شعاعِ بصریہ کا محتاج نہیں۔ تو جس قدر بھی نصوص قرآن وحدیث میں ایسے عنوانات سے وارد ہوئیں؛ اہلِ حق اور علماءِ متکلمین نے ان کا یہی مفہوم اختیار کیا۔ الغرض محشر میں اللہ ربّ العزّت کی ایک خاص قسم کی تجلی ظاہر ہوگی جس کی حقیقت کے ادراک سے انسانی افکار وعقول عاجز ہیں، جس کو کشف ساق سے تعبیر کیا گیا اور اس وقت ہر ایک کو سجدہ کے لیے پکارا جائے گا تو جو بندہ دنیاوی حیات میں ایمان واخلاص سے سجدہ کرتا تھا اس کو وہاں سجدہ نصیب ہو جائے گا، اور جو دنیا میں نفاق وریاء سے سجدہ کرتا تھا اس کو ممکن نہ ہوگا کہ سجدہ کر سکے، خواہ ہزار کوشش کرلے، کیونکہ دنیا میں تو ظاہر و باطن کا اختلاف ہوسکتا ہے مگر آخرت میں یہ ممکن نہیں، وہاں تو جو حقیقت ہوگی وہی ظاہر ہو سکے گی۔

(معارف القرآن کاندھلویؒ)

منافق و کافر حق تعالیٰ کو سجدہ نہ کر سکیں گے

دنیا میں سجدہ کا حکم دیا گیا تھا، جس وقت اچھے خاصے تندرست تھے، اور با اختیار خود سجدہ کر سکتے تھے وہاں کبھی اخلاص سے سجدہ نہ کیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ استعداد ہی باطل ہوگئی، اب چاہیں بھی سجدہ نہیں کر سکتے۔ (تفسیر عثمانی)

نیز سجدے کی طرف بلائے جانے سے یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ دارالتکلیف نہیں ہے، کیونکہ بلائے جانے سے مراد امر بالسجود نہیں ہے، بلکہ اس تجلی میں یہ اثر ہوگا کہ سب بالاضطرار سجدہ کرنا چاہیں گے جن میں مومن اس بات پر قادر ہو جائیں گے اور کفار کا قادر نہ ہونا اس سے بدرجہ اولی مفہوم ہوتا ہے۔ (معارف القرآن، گلدستہ ۷/۲۹۹)

ظہورِ تجلی اور سجدہ کی مناسبت

آپ معراج کی حدیث میں پڑھ چکے ہیں کہ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ کو تجلی الٰہی نے آغوش میں لے لیا تو آپ ﷺ نے سجدہ کیا، اور محشر میں بھی تجلی رب رسول اللہ ﷺ

کو جب نظر آئے گی تو سجدہ کریں گے پھر تفصیلی روایت ہے۔ اور مومنین بھی حق جل مجدہ کی تجلی ساق جس کی تفصیل ابھی آپ نے پڑھی دیکھیں گے تو سجدہ کریں گے اور منافق وکافر حق تعالیٰ کو سجدہ نہ کرسکیں گے معلوم ہوتا ہے یہ امت اور نبی رحمت ﷺ دونوں کی حقیقی شناخت وصفات بارگاہ الٰہی میں سجدہ سے ہی جانی پہچانی جاتی ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے شب معراج سجدہ کیا تو سجدہ والی نماز ملی، اور قیامت میں سجدہ کریں گے تو باب شفاعت کھلے گا، اور امت سجدہ کرے گی تو غیروں سے شناختی علامت کے ساتھ جدا ہوکر ربّ العالمین کی معیت محشر میں اختیار کرلے گی اور موقف میں تمام ادیان باطلہ سے امتیازی شان عبودیت کے ساتھ مسجود ربّ العالمین کی عملی ووجودی شہادت کے ساتھ منزل وکامیابی کی طرف رواں دواں ہوگی الغرض سجدہ امت کی تمام مشکلات کا حل ہے۔ اور سجدہ اقرب ترین ربّ العزّت کی بارگاہ میں تقرب کا راستہ اور اظہار تعبد کا عمل ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بیٹی کو فرمایا تھا اعنی بکثرۃ السجود بیٹی بکثرت نوافل کا اہتمام کرو۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا سجدہ کرو اور قریب ہوجاؤ۔ واللہ اعلم (عثین ۲۹ر رجب المرجب یوم الجمعہ بعد العصر ۱۴۳۲ھ)

باب : جابر بن عبداللّٰہ یسأل عن الورود

باب: جابر بن عبداللہ سے ورود کے متعلق سوال کیا گیا

(٦٦٧) عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ يُسَألُ عن الورود فقال:

" نَجِيءُ نَحْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ كَذَا وَ كَذَا، اُنْظُرْ أَيَ ذٰلِكَ فَوْقَ النَّاسِ قَالَ: فَتُدْعَى الْأُمَمُ بِأَوْثَانِهَا وَ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ، ثُمَّ يَأْتِينَا رَبُّنَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَيَقُولُ مَن تَنْظُرُونَ؟ فَيَقُولُوْنَ: نَنْظُرُ رَبَّنَا. فَيَقُولُ: أَنَّا رَبُّكُمْ. فَيَقُولُوْنَ: حَتّٰى نَنْظُرَ إِلَيْكَ ، فَيَتَجَلَّى لَهُمْ يَضْحَكُ، قَالَ: فَيَنْطَلِقُ بِهِمْ وَ يَتْبَعُوْنَهُ وَ يُعْطٰى كُلُ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مُنَافِقٍ أَوْ مُؤْمِنٍ نُورًا، ثُمَّ يَتْبَعُوْنَهُ وَ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ وَ حَسَكٌ تَأْخُذُ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُطْفَأُ نُوْرُ الْمُنَافِقِيْنَ ثُمَّ يَنْجُو الْمُؤْمِنُوْنَ فَتَنْجُوْ أَوَّلُ زُمْرَةٍ وُجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا لَا يُحَاسَبُوْنَ ثُمَّ الَّذِيْنَ

يَلُوْنَهُمْ كَأَضْوَأِ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ ثُمَّ كَذٰلِكَ ثُمَّ تَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَ يَشْفَعُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيْرَةً ، فَيَجْعَلُوْنَ فِيْ فِنَاءِ الْجَنَّةِ وَ يَجْعَلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ يَرُشُّوْنَ عَلَيْهِمُ الْمَاءَ حَتّٰى يَنْبُتُوْا نَبَاتَ الشَّيْءِ فِي السَّيْلِ وَ يَذْهَبُ حُرَاقُهُ ثُمَّ يَسْأَلُ حَتّٰى تُجْعَلُ لَهُ الدُّنْيَا وَ عَشْرَةُ أَمْثَالِهَا مَعَهَا.'' [صحيح] (أخرجه مسلم ج ١ ص١٧٧)

مومن کا نور تام ہوگا جبکہ منافق کا نور پل صراط پر بجھ جائے گا

(٦٦٧) ترجمہ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ''ورود'' کے متعلق سوال کیا گیا تو بتلایا۔ ہم سبھی لوگ قیامت کے دن اس اس طرح آئیں گے یعنی لوگوں کے اوپر بلندی سے۔ آپ نے فرمایا: تمام امتوں کو اس کے بتوں کے ساتھ بلایا جائے گا اور وہ جس کی عبادت کرتے تھے اس کے ساتھ یکے بعد دیگرے یعنی باری باری سے۔ پھر ہمارا رب اس کے بعد آئے گا اور ارشاد فرمائے گا: تم لوگ کسی کا انتظار کر رہے ہو؟ لوگ کہیں گے: ہم اپنے رب کا انتظار کر رہے ہیں، حق تعالیٰ فرمائے گا: میں تیرا رب ہوں، وہ لوگ کہیں گے ہم رب کی صفات دیکھیں گے تیرے اندر۔ (یعنی تو ہمارا رب ہے یا نہیں علامت سے پہچانیں گے) حق تعالیٰ اپنی تجلی ان لوگوں کے سامنے ظاہر کرے گا، ہنس دے گا۔ لہٰذا وہ لوگ رب تعالیٰ کے ساتھ ہولیں گے اور ہر انسان کو ان میں سے خواہ منافق ہو یا مومن نور دیا جائے گا، اور وہ حق تعالیٰ کے پیچھے چلیں گے اور جہنم کے اوپر جسر و پل ہوگا جس میں لوگوں کو پکڑنے کے لیے کانٹے دار سلاخیں ہوں گی۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ چاہے گا ان کو پکڑ لے گی۔ پھر منافقین کا نور بجھ جائے گا اور مومن نجات پا جائیں گے۔ ان میں پہلی جماعت جو نجات پائے گی ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کے مانند ہوگا، وہ ستّر ہزار ہوں گے جس کا حساب نہ ہوگا، پھر ان سے قریب آسمان کے سب سے زیادہ روشن ستارہ کے مانند۔ پھر اسی طرح سے۔ پھر شفاعت کی اجازت ہوگی اور لوگ شفاعت کریں گے، یہاں تک کہ دوزخ سے وہ لوگ نکالے جائیں گے جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا تھا اور

ان کے دل میں جَو کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا۔ ان کو جنت کے ایک کنارہ میں رکھ دیا جائے گا۔تو ان پر اہل جنت آب حیات کا چھڑکاؤ کریں گے۔ تو وہ اس طرح تازہ ہو جائیں گے جیسے کوئی چیز پانی کے بہاؤ اور کنارہ پر اُگ آتا ہے اوران پر سے جہنم کے جلانے کا اثر ختم ہوجائے گا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا،تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے دنیا اوراس کے دس گنا زیادہ کا فیصلہ کردے گا جو اس کو ملے گا۔ (اخرجہ مسلم۔۱/۱۷۷)

ستر ہزار چودھویں کے چاند کے مانند ہوں گے

اللہ اکبر کبیراً، حدیث بتلارہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت کے اندر ستر ہزار ایسے ہوں گے جن کے چہرے کا نور چودھویں کے چاند کے مانند چمکتا ہوا ہوگا ،اوران کا حساب بھی نہیں ہوگا۔ یہ کتنے عظیم نصیب والے ہوں گے ان کا ایمان واخلاق کتنا بلند و بالا ہوگا، ان کی صفات وخصائل کتنی قابل تحسین ہوگی، یہ وہی لوگ ہیں جن کا توکل واعتماد ہی اللہ حق جل مجدہ سے قوی ومستحکم تھا، ہرحال میں رب کی طرف رجوع کیا، آندھی آئی، سیلاب آیا، طوفان اٹھا، دنیا غبار آلود ہوگئی مگر عقیدۂ توحید میں ذرہ خلل وفطور نہیں آیا۔ لوگوں نے وسائل واسباب کے نام پر مخلوق سے تدبیر چاہی تسہیل کا راستہ نکالا اورانھوں نے اسباب و وسائل کوبھی ربّ الاسباب سے طلب کیا، انہیں سے تعلق استوار کیا۔ الیک اشکو ضعف قوتی کا نغمہ گنگنایا۔ مخلوق کومنانے کے بجائے خالق کا دروازہ کھٹکھٹایا، مخلوق کے دروازہ کی ذلت کو چھوڑ کر خالق کے باب رحمت پر عزت پائی، عہدوفا کی پوری پاسبانی و پاسداری کی ،غم ہے تو انہیں کا خوشی ہے تو انہیں سے، پھر وہ لوگ ہوں گے جو آسمان کے سب سے روشن ستارہ کی طرح ہوں گے، اسلام کا رب، اللہ نور السموات والارض ہے۔ جو اس پر ایمان وایقان کی کیفیت اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دل کی گہرائی میں چھپا چھپا کر بساتا ہے، اللہ تعالیٰ یوم الاشہاد، یوم الشہادۃ عالم کے سامنے ظاہر فرمادیں گے کہ دیکھو میرے ان بندوں کو کہ چاند اورسورج جب بے نور ہوگیا تو امت رحمت کے متقین مخلصین ،صدیقین، وصادقین، صالحین وشاکرین، صابرین وذاکرین کے چہرہ کا نور، چودھویں

کے چاند کے مانند ہے، حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے اس کی بشارت دیدی تھی (اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ وَ بِجَاہِ نَبِیِّکَ الْاَمِیْنِ ، آمین آمین یا ارحم الرحمین) الغرض ایسے بانصیب لوگوں کا حساب نہیں ہوگا۔ وہ بلاحساب و کتاب ربّ العزّت کی جانب سے عزت کے مقام جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ جبکہ اور لوگوں کا حساب و کتاب ہونا باقی ہوگا اور اس پر خطر منزل کو بھی طے کرنا ہوگا، اللہ پاک ہم سب کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمائے۔ آمین

حق تعالیٰ کی تجلی کا ظہور اور حق تعالیٰ کی ہنسی

(٦٦٨) عن جابر بن عبداللّٰه رضی اللہ عنہ يُسأَلُ عن الورود فقال:

”نَحْنُ نَجِيئُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى كَذى وَكَذى اُنْظُرْ أَىْ ذٰلِكَ فَوْقَ النَّاسِ، فَتُدْعَى الْأُمَمُ بِأَوْثَانِهَا وَ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ ثُمَّ يَأْتِينَا رَبُّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فَيَقُوْلُ: مَنْ تَنْتَظِرُوْنَ؟ فَنَقُوْلُ: نَنْتَظِرُ رَبَّنَا. فَيَقُوْلُ : أَنَا رَبُّكُمْ. قَالَ: فَيَتَجَلّٰى لَهُمْ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : يَضْحَكُ.“

[صحيح] (أخرجه أبوعوانه فى مسنده، ج:١، ص:١٣٩)

(٦٦٨) ترجمہ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا 'ورود' کے متعلق تو انھوں نے فرمایا: ہم قیامت کے دن اس اس طرح آئیں گے۔ یعنی لوگوں کے اوپر سے۔ تمام امتوں کو ان کے بتوں کے ساتھ بلایا جائے گا اور وہ جس کی عبادت کرتے تھے، یکے بعد دیگرے باری باری۔ پھر ہمارا رب تشریف لائے گا، ارشاد فرمائے گا: تم کس کا انتظار کررہے ہو؟ ہم لوگ کہیں گے: ہم اپنے رب کا انتظار کررہے ہیں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حق تعالیٰ اپنی تجلی ان لوگوں کے سامنے ظاہر کرے گا۔ راوی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے۔ حق تعالیٰ ہنس دے گا۔ (أخرجہ ابوعوانہ فی مسندہ۔ ١/ ١٣٩)

باب : يجمع الله عزوجل الأمم فى صعيد يوم القيامة ......

باب: تمام امتوں کوایک میدان میں جمع کیا جائے گا

(٦٦٩) عن أبي موسى الأشعری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

”يَجْمَعُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْأُمَمَ فِيْ صَعِيْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِذَا [بَدَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ] أَنْ يَصْدَعَ بَيْنَ خَلْقِهِ مَثَّلَ لِكُلِّ قَوْمٍ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ فَيَتْبَعُوْنَهُمْ حَتّٰى يُقْحِمُوْهُمُ النَّارَ ثُمَّ يَأْتِيْنَا رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ وَ نَحْنُ عَلٰى مَكَانٍ رَفِيْعٍ فَيَقُوْلُ: مَنْ أَنْتُمْ؟ فَنَقُوْلُ: نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ. فَيَقُوْلُ: مَا تَنْتَظِرُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَنْتَظِرُ رَبَّنَا عَزَّوَجَلَّ. قَالَ: فَيَقُوْلُ وَ هَلْ تَعْرِفُوْنَهُ إِنْ رَأَيْتُمُوْهُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَيَقُوْلُ: كَيْفَ تَعْرِفُوْنَهُ وَ لَمْ تَرَوْهُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ إِنَّهُ لَا عِدْلَ لَهُ. فَيَتَجَلّٰى لَنَا ضَاحِكًا. فَيَقُوْلُ: أَبْشِرُوْا أَيُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا جَعَلْتُ مَكَانَهُ فِي النَّارِ يَهُوْدِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا.“

[صحيح لغيره] (أخرجه أحمد ج٤ ص٤٠٧)

قیامت کے دن ہر مسلمان کی جگہ ایک یہودی یا نصرانی کو دوزخ رسید کیا جائے گا

(٦٦٩) ترجمہ: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے کہا: حق جل مجدہ تمام امتوں کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے، جب اللہ پاک تمام لوگوں کے درمیان دیانت کے اعتبار سے تمیز پیدا کرنا چاہے گا تو ہر قوم کے لیے ان کے معبود جس کی وہ عبادت کرتے تھے، ایک مثالی شکل عطا فرمائے گا۔ لہٰذا ہر گروہ اپنے اپنے معبود کے پیچھے ہولیں گے۔ یہاں تک کہ جہنم کی آگ جلا کر ان کو کوئلہ بنادے گی، پھر ہمارا پروردگار عزوجل ہمارے پاس آئے گا، جب کہ ہم لوگ ایک بلند مقام پر ہوں گے، ارشاد ہوگا: تم کون ہو؟ ہم لوگ کہیں گے: کہ ہم مسلمان ہیں، وہ فرمائے گا: تم کس چیز کے منتظر ہو؟ ہم لوگ کہیں گے کہ ہم ربّ العالمین کے منتظر ہیں، وہ فرمائے گا: کیا تم اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو

پہچانتے ہو، اور کیا تم نے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے؟ ہم کہیں گے: ہاں! بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کی کوئی نظیر ومثال نہیں لہٰذا حق جل مجدہ ہمارے سامنے تجلی کا ظہور ہنستے ہوئے فرمائے گا۔ ارشاد ہوگا: اے مسلمانوں کی جماعت خوش ہوجاؤ، بشارت قبول کرو، یقیناً تم میں سے ہر ایک مسلمان کی جگہ ایک یہودی یا نصرانی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

حق تعالیٰ کی ہنسی پر مومنین سجدہ کریں گے

(٦٧٠) أبو هريرة رضي الله عنه يقول: قال رسول الله ﷺ:

"إِذَا جَمَعَ اللّٰهُ الْأُوْلٰى وَ الْأُخْرىٰ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، جَاءَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى إِلَى الْمُؤْمِنِيْنَ، فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰى كُوْمٍ، فَقَالُوْا لِعُقْبَةَ مَا الْكُوْمُ؟ قَالَ: مَكَانٌ مُرْتَفِعٌ، فَيَقُوْلُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ رَبَّكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: إِنْ عَرَّفَنَا نَفْسَهُ عَرَفْنَاهُ، ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُمُ الثَّانِيَةَ فَيَضْحَكُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ فَيَخِرُّوْنَ لَهُ سُجَّدًا." [صحيح لغيره] (أخرجه ابن خزيمه فى كتاب التوحيد، ص٢٣٦)

(٦٧٠) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ تمام اول وآخر کو قیامت کے دن جمع فرمادے گا، تو حق جل مجدہ خود تشریف لائے گا مومنین کے پاس، اور وہیں جلوہ افروز رہے گا اور مومنین ایک بلند ٹیلہ پر ہوں گے۔ صحابہؓ نے سوال کیا حضرت عقبہؓ سے کہ 'کوم' کیا چیز ہے؟ عقبہؓ نے جواب دیا، بلند ٹیلہ و مقام۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم لوگ اپنے رب کو پہچانتے ہو؟ مومنین جواب دیں گے: جب ہم اپنے آپ کو پہچانتے ہیں تو رب کو بھی پہچانتے ہیں (یعنی جب ہم اپنے آپ کو پہچانتے ہیں تو رب کو کیوں نہیں پہچانیں گے) پھر ان سے دوسری بار یہی بات کہی جائے گی۔ تو حق تعالیٰ ان کی یہ بات سن کر ان لوگوں کے سامنے ہنس دے گا، بس مومنین حق سبحانہ تعالیٰ کو سجدہ کردیں گے۔ (اخرجہ ابن خزیمہ فی کتاب التوحید، ص:٢٣٦)

مومنین کو حق جل مجدہ کی شناخت کیسے ہوگی؟

(٦٧١) عن أبی هريرةؓ أن رسول اللہ ﷺ قال:

”إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَمعَ اللّٰهُ الْأَوَّلِينَ وَ الْآخِرِيْنَ فَيَجِيْئُ اللّٰهُ تَبارَكَ وَ تَعَالٰى وَ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰى (قَوْمٍ) فَيَقِفُ عَلَيْهِمْ. فَيَقُوْلُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ رَبَّكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: إِنْ عَرَّفَنَا نَفْسَهُ عَرَفْنَاهُ. وَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ ثَلاثًا وَ يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ ثَلاثًا: إِنْ عَرَّفَنَا نَفْسَهُ عَرَفْنَاهُ فَيَتَجَلّٰى لَهُمْ يَضْحَكُ.“

[صحيح] (أخرجه ابن أبی عاصم فی السنن ج ١ / ٦٣١)

(٦٧١) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمام اولین وآخرین کو جمع فرمائے گا۔ حق جل مجدہ، تبارک وتعالیٰ تشریف لائیں گے اور مومنین بھی میدان حشر میں ایک اونچے ٹیلے پر آئیں گے۔ حق تعالیٰ وہاں جلوہ افروز رہیں گے اور ارشاد فرمائیں گے: کیا تم لوگ اپنے رب کو پہچانتے ہو، وہ لوگ جواب دیں گے: جب ہم لوگ اپنے آپ کو پہچانتے ہیں تو اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو بھی پہچانتے ہیں۔ یہ گفتگو حق تعالیٰ کی اور بندہ کی تین بار ہوگی کہ جب اپنے آپ کو پہچانتا ہوں تو رب کو بھی پہچانتا ہوں۔ پھر حق جل مجدہ اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا ان کے لیے اور ہنس دے گا۔ (اخرجہ ابن عاصم فی السنن۔ ١/٦٣١)

باب : يا موسى لن ترانی...... إنما يرانی أهل الجنة......

باب: اے موسیٰ! آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے، مجھ کو تو اہلِ جنت ہی دیکھیں گے

(٦٧٢) للحکيمؒ من حديث ابن عباسؓ:

”قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَا مُوْسٰى! لَنْ تَرَانِیْ إِنَّهُ لَنْ يَّرَانِیْ حَيٌّ إِلَّا مَاتَ وَ لَا يَابِسٌ إِلَّا تَدَهْدَهُ، وَ لَا رَطْبٌ إِلَّا تَفَرَّقُ، إِنَّما يَرَانِی أَهْلُ الْجَنَّةِ الَّذِيْنَ لَا تَمُوْتُ أَعْيُنُهُمْ، وَ لَا تُبْلٰى أَجْسَادُهُمْ.“

[ضعيف] (كما فی كنز العمال ج ١٤ / ٣٩٢١٤، وفی الاتحافات / ٧٥)

دیدارِ حق جنت میں ہی ممکن ہے

(۶۷۲) ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! تو مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے کہ جب کسی زندہ نے مجھ کو دیکھنے کی کوشش کی تو اس پر موت طاری ہوگئی؛ خشک چیز ریزہ ریزہ ہوگئی اور تر چیز ٹکڑے ٹکرے ہوگئی۔ مجھے تو صرف اہل جنت ہی دیکھیں گے، جن کی نہ تو کبھی بینائی ختم ہوگی اور نہ ہی ان کے جسم فنا ہوں گے۔

دنیا میں دیدارِ الٰہی ممتنع ہے

حق جل مجدہ نے موسیٰ علی السلام کو فرمایا لَنْ تَرَانِیْ تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا، یعنی دنیا میں کسی مخلوق کا یہ فانی وجود اور فانی قویٰ اس ذو الجلال والاکرام لم یزل ولایزال کے دیدار کا تحمل نہیں کرسکتے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ دنیا میں کسی کی موت سے پہلے دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہونا شرعاً ممتنع ہے، گو عقلاً ممکن ہو، کیونکہ اگر امکان عقلی بھی مانا جائے تو موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی نسبت یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ایک محال عقلی کی درخواست کرتے اہل السنّت والجماعت کا یہ ہی مذہب ہے کہ رؤیت باری دنیا میں عقلاً ممکن، شرعاً ممتنع الوقوع اور آخرت میں اس کا وقوع نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔
(تفسیر عثمانی)

لَنْ تَرٰانِیْ آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ اس میں اشارہ ہے کہ رویت ناممکن نہیں مگر مخاطب بحالت موجودہ اس کو برداشت نہیں کرسکتا، ورنہ اگر رویت ممکن ہی نہ ہوتی تو لَنْ تَرَانِیْ کے بجائے لَنْ اُریٰ کہا جاتا کہ میری رویت نہیں ہوسکتی، ممکن ہے مگر شرعاً ممتنع، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے لن یری احد منکم ربہ حتی یموت یعنی تم میں سے کوئی شخص مرنے سے پہلے اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتا۔ (گلدستہ)

پہاڑ بھی جھلک برداشت نہیں کرسکتا

وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ اس میں اس امر کی شہادت ہے کہ بحالت موجودہ

مخاطب رویت الٰہی کو برداشت نہیں کرسکتا اس لیے پہاڑ پر ادنیٰ سی جھلک ڈال کر بتلا دیا گیا کہ وہ بھی برداشت نہیں کرسکتا، انسان تو ضعیف الخلقت ہے، وہ کیسے برداشت کرے۔
(معارف القرآن مفتی اعظم)

قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ اللہ نے فرمایا تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ پائے گا نہ کوئی انسان دنیا میں میری طرف نگاہ کرسکتا ہے جو شخص میری طرف دیکھے گا مرجائے گا، موسیٰؑ نے کہا الٰہی میں تیرا کلام سن کر تیرے دیدار کا مشتاق ہوا اگر میں تیری طرف دیکھ لوں اور مرجاؤں تو بغیر دیدار زندہ رہنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ لَنْ تَرَانِیْ (تو مجھے نہیں دیکھ پائے گا) فرمایا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا دیدار فی نفسہ محال نہیں ہے (اگرچہ اس عالم میں اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا)۔ اِلَی الْجَبَلِ مدین میں یہ سب سے بڑا پہاڑ تھا جس کو زبیر کہا جاتا تھا۔

تجلی کا منظر

وہب بن منبہ اور ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب موسیٰؑ نے دیدار کا سوال کیا تو کہرا اور تاریکی چار چار فرسخ تک پہاڑ پر چھا گئی، بجلیاں چمکنے لگیں بادل گرجنے اور کڑ کنے لگے اور اللہ نے آسمانوں کے فرشتوں کو حکم دیدیا کہ موسیٰؑ کے سامنے آجائیں، حسب الحکم اس نچلے آسمان کے ملائکہ بیلوں کی شکل میں بادل کی طرح گرجدار آواز میں اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتے سامنے سے گزرے پھر دوسرے آسمان کے ملائکہ بشکل شیر سامنے آئے ان کے منہ سے بھی اللہ کی تسبیح و تقدیس کی چیخیں نکل رہی تھیں ضعیف بندہ (موسیٰؑ) بن عمران اس منظر کو دیکھ کر اور اس کی آوازوں کو سن کر خوف زدہ ہوگیا لرز گیا بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا اب مجھے اپنی درخواست پر پشیمانی ہے کاش کوئی چیز مجھے اس مقام سے الگ کردیتی (کہ میں یہ منظر نہ دیکھتا) اس پر ملائکہ کے سرگروہ نے جو سب کا بزرگ تھا کہا موسیٰ ابھی اپنے سوال پر قائم رہو! ابھی تو بہت میں سے تھوڑا تم نے دیکھا ہے، پھر تیسرے آسمان کے فرشتے اتر کر موسیٰ کے سامنے آئے ان کی شکلیں بھی شیروں جیسی تھیں، گرجیلی

آوازوں سے متواتر تسبیح وتقدیس کا شور کر رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی لشکر کا مخلوط شور ہے۔ آگ کے شعلے کی طرح ان کا رنگ موسیٰؑ خوف زدہ ہوگئے اور زندگی کی آس نہ رہی سرکردہ ملائکہ نے کہا ابن عمرانؑ ابھی اپنی جگہ ٹھہرو تمہارے سامنے تو ایسا منظر آئے گا کہ برداشت نہ کرسکو گے پھر چوتھے آسمان کے ملائکہ موسیٰ (علیہ السلام) کے سامنے آئے پچھلے ملائکہ کی شکلوں سے الگ ان کی صورتیں تھیں رنگ تو شعلہ کی طرح تھا اور جسم برف کی طرح سفید تھا، ان کی تسبیح وتقدیس کی اونچی آوازیں ایسی تھی کہ سابق فرشتوں کی آوازیں ان جیسی نہ تھیں حضرت موسیٰؑ کا جوڑ جوڑ چٹکنے اور دل دھڑکنے لگا اور شدت کے ساتھ گریہ طاری ہوگیا سید الملائکہ نے کہا ابن عمرانؑ ابھی اپنے سوال پر ٹھہرو کم دیکھا ہے زیادہ دیکھنا ہے۔ پھر پانچویں آسمان کے ملائکہ اتر کر موسیٰؑ کے سامنے آئے جن کے سات رنگ تھے، موسیٰؑ کو دیکھتے رہنے کی تاب نہ رہی ایسی شکلیں تو انھوں نے پہلے نہیں دیکھی تھیں نہ ایسی آوازیں سنی تھیں، دل بھر آیا غم نے گھیر لیا اور خوب رونے لگے۔ سرکردہ ملائکہ نے کہا ابن عمرانؑ ابھی اپنی جگہ (یعنی اپنے سوال پر) صبر کیے رہو ایسی چیزیں سامنے آئیں گی کہ صبر نہ کرسکو گے، پھر حسب الحکم چھٹے آسمان کے فرشتے اتر کر موسیٰ (علیہ السلام) کے سامنے آئے ہر فرشتے کے ہاتھ میں سورج سے زیادہ روشن درخت کھجور کی طرح لمبا آگ کا ایک ڈنڈا تھا سب کا لباس آگ کے شعلوں کی طرح تھا، ہر فرشتے کے ایک سر میں چار منہ تھے، گزشتہ فرشتوں کی مجموعی آواز کی طرح اونچی آواز سے تسبیح وتقدیس کر رہے تھے انتہائی بلند آواز سے کہہ رہے تھے سُبُوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ رَبُّ الْعِزَّةِ اَبَدًا لَا يَمُوْتَ موسیٰ ان کی تسبیح کی آواز سن کر خود بھی پڑھنے اور رونے لگے اور عرض کرنے لگے اے میرے رب مجھے یاد رکھنا اپنے بندہ کو نظر انداز نہ کرنا معلوم نہیں اس منظر سے میرا چھٹکارا ہوگا یا نہیں اگر میں (یہاں سے) نکلتا ہوں تو جل جاؤں گا اور رُکتا ہو تو مر جاؤں گا۔

(تفسیر مظہری)

فرشتوں کے سردار نے کہا اے ابن عمرانؑ تیرا خوف تو حد سے بڑھ گیا اور تیرا دل

نکلا پڑتا ہے مگر جس چیز کا تو نے سوال کیا ہے اس کے لیے صبر کر اس کے بعد ساتویں آسمان کے ملائکہ کو عرش الٰہی اٹھانے کا حکم ہوا جونہی نور عرش نمودار ہوا پہاڑ پگھل گیا اور تمام فرشتوں نے سُبْحَانَ الملک القدوس رَبُّ الْعِزَّةِ اَبَدًا لَا یَمُوْت کی آوازیں بلند کیں پہاڑ میں لرزہ آیا اور جو درخت بھی وہاں تھا پھٹ گیا اور بندۂ ضعیف موسیٰؑ منہ کے بل بے ہوش ہو کر گر پڑا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس کے پاس روح کو بھیجا روح موسیٰؑ پر سایہ فگن ہو گیا اور چھا گیا اور جس پتھر پر موسیٰؑ کھڑے ہوئے تھے اسی پتھر کو موسیٰؑ پر الٹ کر قبہ کی طرح بنا دیا تا کہ موسیٰؑ جل نہ جائیں کچھ دیر کے بعد روح نے ان کو کھڑا کیا موسیٰؑ تسبیح پڑھتے اٹھ کھڑے ہوئے اور مناجات کرنے لگے میرے مالک میں تجھ پر ایمان لایا اور تصدیق کرتا ہوں کہ جو شخص بھی تجھے دیکھے گا زندہ نہ رہے گا جو شخص تیرے فرشتوں کو بھی دیکھے گا اس کا دل (خوف سے) باہر نکلنے لگے گا۔ تیری عظمت بہت بڑی ہے تو سب کا رب اور معبود کل اور شاہنشاہ ہے۔ تیرے مساوی اور مقابل کوئی شئے نہیں اے میرے رب تو بڑی بزرگی والا ہے تو بڑی عظمت رکھتا ہے تو ربّ العالمین ہے۔ (تفسیر مظہری، گلدستہ ۲/ ۵۴۸)

باب : إِذَا حُشِرَ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَامُوْا أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ......

باب: لوگ محشر میں چالیس سال تک کھڑے رہیں گے

(٦٧٣) لإسحاق من حديث عبد الله بن مسعود ﷛ :

قال عبدالله بن مسعود ﷛ حدَّث عمر بن الخطاب ﷛ هذا الحديث فقال:

"إِذَا حُشِرَ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَامُوْا أَرْبَعِيْنَ سَنَةً عَلٰى رُؤُوْسِهِمُ الشَّمْسُ شَاخِصَةً أَبْصَارُهُمْ إِلَى السَّمَاءِ يَنْتَظِرُوْنَ الْفَصْلَ كُلُّ بِرٍّ مِنْهُمْ وَ فَاجِرٍ، لَا يَتَكَلَّمُ مِنْهُمْ بَشَرٌ ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ : أَ لَيْسَ عَدْلًا مِّنْ رَّبِّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ صَوَّرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ ثُمَّ عَبَدْتُمْ غَيْرَهُ أَنْ يُوَلِّي كُلُّ قَوْمٍ مَا تَوَلَّوْا؟ فَيَقُوْلُوْنَ : بَلٰى. فَيُنَادِي بِذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يُمَثِّلُ لِكُلِّ قَوْمٍ آلِهَتَهُمُ الَّتِيْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا فَيَتْبَعُوْنَهَا حَتّٰى تُوْرِدَهُمُ النَّارَ، فَيَبْقَى الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُنَافِقُوْنَ فَيَخِرُّ الْمُؤْمِنُوْنَ سُجَّدًا وَ

تُـدْمَـجُ أَصْلَابُ الْمُنَافِقِيْنَ فَتَكُوْنُ عَظْمًا وَاحِدًا كَأَنَّهَا صَيَاصِيُ الْبَقَرِ، وَ يَخِرُّوْنَ عَـلٰـى أَقْـفِيَتِهِـمْ. فَيَـقُـوْلُ اللّٰهُ لَهُمْ، إِرْفَعُوْا رُؤُوْسَكُمْ إِلٰى نُوْرِكُمْ بِقَدْرِ أَعْمَالِكُمْ فَيَرْفَعُ الرَّجُلُ رَأْسَهُ وَ نُوْرُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ الْجَبَلِ وَ يَرْفَعُ الرَّجُلُ رَأْسَهُ وَ نُوْرُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ الْقَصْرِ وَ يَرْفَعُ الرَّجُلُ رَأْسَهُ وَ نُوْرُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ الْبَيْتِ حَتّٰى ذَكَرَ مِثْلَ الشَّجَرَةِ فَيَصْدُرُ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ وَ كَالرِّيْحِ وَ كَحضرِ الْفَرَسِ وَ كَـاشْتِـدَادِ الـرَّجُـلِ حَتّٰـى يَـبْـقِـىَ آخِرُ النَّاسِ نُوْرُهُ عَلٰى إِبْهَامِ رِجْلِهِ مِثْلُ السِّرَاجِ فَـأَحْيَـانًـا يَـضِيُ لَهُ وَ أَحْيَانًا يَخْفٰى عَلَيْهِ فَتَنْفُثُ مِنْهُ النَّارُ فَـلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَـخْـرُجَ فَيَـقُـوْلُ: مَـا يَـدْرِىْ أَحَـدٌ مَـا نَجَا مِنْهُ غَيْرُ نَبِيٍّ وَ لَا أَصَابَ أَحَدًا مِثْلَ مَا أَصَبْتُ إِنَّمَا أَصَابَنِىْ حَرُّهَا وَ نَجوْتُ مِنْهَا قَالَ: فَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِنَ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ أَدْخِـلْـنِـىْ هٰـذَا الْبَـابَ. فَيَـقُوْلُ : عَبْدِىْ لَعَلِّىْ إِذَا أَدْخَلْتُكَ تَسْأَلُنِىْ غَيْرَهُ، قَـالَ: فَيَدْخُلُ فَبَيْنَمَا هُوَ مُعْجِبٌ بِمَا هُوَ فِيْهِ إِذْ فُتِحَ بَابٌ آخَرُ فَيَسْتَحْقِرُ فِىْ عَيْنِهِ الَّـذِىْ هُـوَفِيْـهِ فَيَـقُوْلُ يَا رَبِّ ! أَدْخِلْنِىْ هٰذَا فَيَقُوْلُ: أَوَلَمْ تَزْعَمْ أَنَّكَ لَا تَسْأَلُنِىْ غَيْـرَهُ فَيَـقُـوْلُ : وَعِـزَّتِكَ وَ جَلَالِكَ لَـئِـنْ أَدْخَـلْـتَـنِيْـهِ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهُ. قَالَ فَيُدْخِلُهُ حَتّٰى يُدْخِلَهُ أَرْبَعَةَ أَبْوَابٍ كُلَّهَا يَسْأَلُهَا: ثُمَّ يَسْتَقْبِلُهُ رَجُلٌ مِثْلُ النُّوْرِ فَإِذَا رَآهُ هَـوَى لِيَسْـجُدَ لَهُ فَيَقُوْلُ: مَا شَأْنُكَ؟ فَيَقُوْلُ : أَلَسْتَ بِرَبِّى؟ فَيَقُوْلُ إِنَّمَا أَنَا قَهْـرَمَـانٌ لَكَ فِـى الْـجَنَّةِ أَلْفُ قَهْرَمَانٍ عَلٰى أَلْفِ قَصْرٍ بَيْنَ كُلِّ قَصْرَيْنِ مَسِيْرَةُ السَّـنَةِ يَـرىٰ أَقْـصَـاهَـا كَمَا يَرىٰ أَدْنَاهَا ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِنْ زَمُرَّدَةٍ خَضْرَاءَ فِيْهَا سَبْعُوْنَ بَابًا فِى كُلِّ بَابٍ مِنْهَا أَزْوَاجٌ وَ سُرُرٌ وَ مَنَاصِفُ فَيَقْعُدُ مَعَ زَوْجَتِهِ فَتُنَاوِلُهُ الْـكَـأْسَ فَتَـقُـوْلُ: لَأَنْتَ مُنْذُ نَاوَلْتُكَ الْكَأْسَ أَحْسَنَ مِنْكَ قَبْلَ ذٰلِكَ سَبْعِيْنَ ضِـعْـفًـا وَ عَـلَيْهَـا سَبْعُوْنَ حُلَّةً أَلْوَانُهَا شَتّٰى يُرٰى مُخُّ سَاقِهَا وَ يَلْبِسُ الرَّجُلُ ثِيَابَهُ عَلٰى كَبِدِهَا وَ كَبِدُهَا مِرْآتُهُ.“

[ضعيف] (كما فى المطالب العالية لابن حجر ج ٤/٤٦١١)

جس دن لوگوں کو محشر میں اٹھایا جائے گا ۴۰ سال تک کھڑے رہیں گے

(٦٧٣) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو چالیس سال تک کھڑے رہیں گے، جبکہ سورج ان کے سروں پر ہوگا وہ ٹکٹکی باندھ کر آسمان کی طرف دیکھ رہے ہوں گے، فیصلے کے انتظار میں؟ یہ ہر نیک و بد کا حال ہوگا، کسی انسان کو زبان کھولنے کی جرأت و ہمت نہیں ہوگی۔ پھر ایک آواز دینے والا پکارے گا، تم لوگوں کے ساتھ یہ حالت انصاف وعدل کی نہیں ہے۔اس رب کی طرف سے جس نے تم لوگوں کو پیدا کیا اور تمہاری خوبصورت شکل وصورت بنائی اورتم لوگوں کو روزی فراہم کی (یہ ہولنا کی میں جو تم لوگوں کی حالت ہو رہی ہے، بالکل اللہ عزوجل کی طرف سے عین انصاف ہے کہ تم کو تخلیق سے لے کر رزق تک فراہم کیا)۔ پھر بھی تم نے غیر اللہ کی عبادت کی، لہٰذا تم میں سے جس نے جس کی عبادت کی اسی کے پیچھے ہو جائے، وہ لوگ عرض کریں گے: ہاں ٹھیک ہے، یہ آواز تین بار لگائی جائے گی۔ پھر ہر قوم کے الٰہ کو ایک مثالی صورت دے کر ان کے سامنے کر دیا جائے گا جس کے پیچھے پیچھے اس کی عبادت کرنے والے ہو جائیں گے، حتیٰ کہ وہ سب کے سب جہنم میں پہنچ جائیں گے، اور مومنین ومنافقین بچ جائیں گے۔ مومنین تو سجدہ میں چلے جائیں گے اور منافقین کی پشت سخت تر ہو جائے گی، ایک ہی ہڈی ہو جائے گی جیسے گائے کی پشت کی ہڈی وہ اپنے پشت کے بل گر پڑیں گے۔ حق جل مجدہ ان لوگوں کو فرمائے گا: تم لوگ اپنا سر اٹھاؤ تا کہ اپنے اپنے اعمال کے بقدر نورِ نجات حاصل کرلو۔ ایک آدمی سر اٹھائے گا اور اس کا نور اس کے سامنے پہاڑ کے برابر ہوگا۔ ایک آدمی اپنا سر اُٹھائے گا جبکہ اس کا نور سامنے محل کے برابر ہوگا۔ اور ایک آدمی اپنا سر اٹھائے گا اور اس کے سامنے نور گھر کے برابر ہوگا، حتیٰ کہ ایک آدمی کا نور درخت کے برابر ہوگا۔ اب حکم ہوگا پل صراط پار کرلو۔ لہٰذا کوئی بجلی چمکنے کی رفتار سے تو کوئی تیز ہوا، یا تیز رفتار گھوڑا یا خوب تیز قدم (الغرض ہر شخص اپنی روشنی کے بقدر پل صراط پار کرے گا) ایک آخری شخص بچے گا

جس کا نور پاؤں کے انگلی انگوٹھے کے برابر ہوگا جیسے ٹمٹماتا ہوا چراغ کبھی جلے گا، کبھی بجھے گا، تو اس کو آگ جلادے گی وہ اسی طرح پل صراط سے نکل جائے گا۔ اب وہ کہے گا: کہ مجھے نہیں معلوم کہ نبی ﷺ کے علاوہ بھی کوئی اس سے نجات پاسکا یا نہیں پاسکا اور شاید جو میرے ساتھ ہوا کسی کے ساتھ نہیں ہوا کہ مجھ کو نار جہنم کی گرمی لگی مگر اس سے نجات مل گئی، فرمایا: کہ اس شخص کے لیے ایک دروازہ جنت کی طرف سے کھولا جائے گا، وہ عرض کرے گا: ربّ العزّت اس دروازہ کے اندر ہی داخل کردیجیے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میرا بندہ اگر میں تجھ کو اندر داخل کردوں تو پھر ممکن ہے دوسرا سوال کرنے لگے۔ فرمایا: کہ اس کو داخل کردیا جائے گا۔ وہ وہاں کی چیزوں کو دیکھ کر حیران وتعجب میں ہوگا کہ اچانک ایک دوسرا دروازہ کھولا جائے گا۔ اس کو دیکھ کر اس کے خیال میں آئے گا کہ یہ جہاں موجود ہے وہ جگہ نہایت ہی کمتر (اور جو ابھی کھلی ہے وہ نہایت ہی اعلیٰ وبالاتر ہے) اب عرض کرے گا: ربّ العزّت اس میں داخل کردیجیے، حق تعالیٰ فرمائے گا: تو نے دوسرا سوال نہ کرنے کا عہد نہ کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: تیری عزت وجلال کی قسم اگر تو نے اس میں داخل کردیا تو پھر میں دوسرا سوال نہ کروں گا۔ فرمایا: اس کو داخل کردیا جائے گا، حتیٰ کہ چار دروازوں سے اس کو گزارا جائے گا جس کا اس نے سوال کیا تھا۔ پھر اس کو سامنے سے ایک شخص ملے گا جو مکمل نور ہی ہوگا جب اس کو دیکھے گا تو اس کو سجدہ کرنا چاہے گا تو وہ اس سے کہے گا: ہاں کیا بات ہے تو کیا چاہتا ہے؟ وہ بندہ عرض کرے گا: کیا آپ میرے رب نہیں ہیں؟ وہ نورانی آدمی عرض کرے گا میں تو جنت میں تیرا میر منشی ومنتظم جنت ہوں۔ جنت میں ایک ہزار منتظم جنت ہوں گے، ایک ہزار محل ہیں جبکہ ایک جنت سے دوسرے جنت کی مسافت ایک سال کے سفر کے برابر مسافت ودوری پر ہوگی اور اوپر کی منزل ایسی ہی نظر آئے گی جیسی نچلی منزل نظر آئے گی پھر اس کے لیے ایک دروازہ کھلے گا سبز زمرد کا جس میں ستر دروازہ ہوگا، ہر دروازہ میں بیویاں، پلنگ مسہری، حسین وخوبصورت جگہ، وہاں وہ اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھے گا اور سیراب ہوگا، اس کی بیوی کہے گی: جس وقت سے میں نے آپ کو پلانا شروع کیا

ہے اس وقت سے ابھی تک میں ستر بار پہلے سے زیادہ حسین بن چکی ہوں اوران بیویوں پر ستر لباس وحلہ، یعنی مختلف رنگ کا جوڑا ہوگا۔ پھر بھی پنڈلی کی ہڈی کے اندر کا گودا نظر آئے گا۔ اور مرد اپنا لباس جگر پر پہنے گا اوراس کا جگر آئینہ ہوگا کہ اس میں سب کچھ نظر آئے گا۔
(المطالب العاليه ۔٤ / ٤٦١١)

باب : ذِكْرُ الدَّجَّالِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ......وَ فِيْهِ رُؤْيَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

باب: دجال کا تذکرہ

(٦٧٤) عن أبی الزعراء رضی اللہ عنہ قال:

" ذُكِرَ الدَّجَّالُ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ: يَفْتَرِقُ النَّاسُ عِنْدَ خُرُوْجِهِ ثَلَاثَ فِرَقٍ، فِرْقَةٌ تَتْبَعُهُ ،وَ فِرْقَةٌ تَلْحَقُ بِأَهْلِهَا مَنَابِتَ الشيح، وَ فِرْقَةٌ تَأْخُذُ شَطَّ هٰذَا الْفُرَاتِ يُقَاتِلُهُمْ وَ يُقَاتِلُوْنَهُ حَتّٰى يَقْتَتِلُوْا بِغَرْبِىِّ الشَّامِ فَيَبْعَثُوْنَ طَلِيْعَةً فِيْهِمْ فُرَسٌ أَشْقَرُ أَوْ أَبْلَقُ فَيَقْتَتِلُوْنَ فَلَا يَرْجِعُ مِنْهُمْ أَحَدٌ. قَالَ: وَ أَخْبَرَنِىْ أَبُوْصَادِقٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ نَاجِذٍ أَنَّهُ فُرَسٌ أَشْقَرُ قَالَ: وَ يَزْعَمُ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنَّ الْمَسِيْحَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ فَيَقْتُلُهُ وَ يَخْرُجُ يَأْجُوْجُ وَ مَأْجُوْجُ وَ هُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ، فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ دَابَّةً مِثْلَ النَّغَفِ فَتَلِجُ فِىْ أَسْمَاعِهِمْ وَ مَنَاخِرِهِمْ فَيَمُوْتُوْنَ، فَتَنْتُنُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ فَيُجْأَرُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَيُرْسِلُ مَاءً فَيُطَهِّرُ الْأَرْضَ مِنْهُمْ وَ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا فِيْهَا زَمْهَرِيْرٌ بَارِدَةٌ فَلَا تَدَعُ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنًا إِلَّا كَفَتْهُ تِلْكَ الرِّيْحُ، ثُمَّ تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ ثُمَّ يَقُوْمُ مَلَكٌ بِالصُّوْرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ فَيَنْفَخُ فِيْهِ فَلَا يَبْقٰى مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ فِى السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ إِلَّا مَاتَ إِلَّا مَنْ شَاءَ رَبُّكَ ثُمَّ يَكُوْنُ بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَلَيْسَ مِنْ بَنِىْ آدَمَ أَحَدٌ إِلَّا فِى الْأَرْضِ مِنْهُ شَىْءٌ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَاءً مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ كَمَنِىِّ الرِّجَالِ فَتَنْبُتُ لُحْمَانُهُمْ وَ جُثْمَانُهُمْ كَمَا تَنْبُتُ الْأَرْضُ مِنَ الثَّرٰى ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ.

﴿وَ اللّٰهُ الَّذِىْ أَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ إِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ﴾

حَتّٰی بَلَغَ:

﴿كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ﴾ (فاطر:٩)

ثُمَّ يَقُوْمُ مَلَكٌ بِالصُّوْرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ فَيَنْفُخُ فِيْهِ فَيَنْطَلِقُ كُلُّ رُوْحٍ إِلٰى جَسَدِهَا فَتَدْخُلُ فِيْهِ فَيَقُوْمُوْنَ فَيَجِيْئُوْنَ مَجِيْئَةَ رَجُلٍ وَاحِدٍ قِيَامًا لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ، ثُمَّ يَتَمَثَّلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْخَلْقِ فَيَلْقَى الْيَهُوْدُ فَيَقُوْلُ مَنْ تَعْبُدُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعْبُدُ عُزَيْرًا. فَيَقُوْلُ: هَلْ يَسُرُّكُمُ الْمَاءُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ. فَيُرِيْهِمْ جَهَنَّمَ وَ هِيَ كَهَيْئَةِ السَّرَابِ. ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ:

﴿وَ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا﴾ (الكهف:١٠٠)

ثُمَّ يَلْقَى النَّصَارٰى فَيَقُوْلُ: مَنْ تَعْبُدُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ. فَيَقُوْلُ: هَلْ يَسُرُّكُمُ الْمَاءُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَيُرِيْهِمْ جَهَنَّمَ وَ هِيَ كَهَيْئَةِ السَّرَابِ. ثُمَّ كَذٰلِكَ مَعَ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مِنْ دُوْنَ اللّٰهِ شَيْئًا. ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ:

﴿وَ قِفُوْهُمْ إِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ﴾ (الصافات:٢٤)

حَتّٰی يَبْقَى الْمُسْلِمُوْنَ. فَيُقُوْلَ: مَنْ تَعْبُدُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعْبُدُ اللّٰهَ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا فَيَنْتَهِرُهُمْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. مَنْ تَعْبُدُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعْبُدُ اللّٰهَ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا. فَيَقُوْلُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ رَبَّكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: إِذَا اِعْتَرَفَ لَنَا سُبْحَانَهُ عَرَفْنَاهُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَكْشِفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا يَبْقِى مُؤْمِنٌ إِلَّا خَرَّ لِلّٰهِ سَاجِدًا، وَ يَبْقِى الْمُنَافِقُوْنَ ظُهُوْرُهُمْ طَبَقٌ وَاحِدٌ كَأَنَّمَا فِيْهَا السَّفَافِيْدُ، فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا فَيَقُوْلُ قَدْ كُنْتُمْ تُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَ أَنْتُمْ سَالِمُوْنَ، ثُمَّ يَأْمُرُ اللّٰهُ بِالصِّرَاطِ فَيُضْرَبُ عَلٰى جَهَنَّمَ فَيَمُرُّ النَّاسُ بِقَدَرِ أَعْمَالِهِمْ زُمَرًا أَوَائِلُهُمْ كَلَمْحِ الْبَرْقِ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ ثُمَّ كَمَرِّ الْبَهَائِمِ حَتّٰی يَمُرَّ الرَّجُلُ سَعْيًا ثُمَّ يَمُرُ الرَّجُلُ مَشْيًا حَتّٰی يَجِيْءُ آخِرُهُمْ رَجُلٌ يَتَلَبَّطُ عَلٰى بَطْنِهِ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ لِمَ أَبْطَأْتَ بِيْ؟ قَالَ: اِنِّيْ لَمْ أُبْطِئْ بِكَ إِنَّمَا اَبْطَأَ بِكَ عَمَلُكَ، ثُمَّ يَأْذَنُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الشَّفَاعَةِ فَيَكُوْنُ

أَوَلَّ شَافِعٍ رُوْحُ اللّٰهِ الْقُدُسِ جِبْرِيْلُ ثُمَّ إِبْرَاهِيْمُ ثُمَّ مُوْسٰى ثُمَّ عِيْسٰى ثُم يُقَدَّمُ نَبِيُّكُمْ ﷺ فَلَا يَشْفَعُ أَحَدٌ فِيْمَا يُشْفَعُ فِيْهِ وَ هُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِىْ ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ فَلَيْسَ مِنْ نَفْسٍ إِلَّا وَ هِىَ تَنْظُرُ إِلٰى بَيْتٍ فِى الْجَنَّةِ، قَالَ سُفْيَانُ: أَرَاهُ قَالَ لَوْ عَلِمْتُمْ يَوْمَ يَرىٰ أَهْلُ الْجَنَّةِ الَّذِىْ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَا أَنْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا. ثُمَّ تَشْفَعُ الْمَلَائِكَةُ وَ النَّبِيُّوْنَ وَ الشُّهَدَاءُ وَ الصَّالِحُوْنَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ: فَيُشَفِّعُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ فَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ أَكْثَرَ مِمَّا أَخْرَجَ جَمِيْعَ الْخَلْقِ بِرَحْمَتِهِ حَتّٰى لَا يَتْرُكَ أَحَدًا فِيْهِ خَيْرٌ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُاللّٰهِ

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ﴾ (المدثر:٤٢)

وَ قَالَ بِيَدِهِ فعقده فقالوا:

﴿وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ٥ وَ كُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَآئِضِينَ ٥ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (المدثر: ٤٤-٤٦)

هَلْ تَرَوْنَ فِىْ هٰؤُلَآءِ مِنْ خَيْرٍ وَ مَا يُتْرَكُ فِيْهَا أَحَدٌ فِيْهِ خَيْرٌ، فَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ لَا يُخْرِجَ أَحَدًا غَيَّرَ وُجُوْهَهُمْ وَ أَلْوَانَهُمْ فَيَجِيْءُ الرَّجُلُ فَيَشْفَعُ فَيَقُوْلُ مَنْ عَرَفَ أَحَدًا فَلْيُخْرِجْهُ فَيَجِيْءُ فَلَا يَعْرِفُ أَحَدًا فَيُنَادِيْهِ رَجُلٌ فَيَقُوْلُ: أَنَا فَلَانٌ فَيَقُوْلُ مَا أَعْرِفُكَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ قَالُوْا:

﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظٰلِمُوْنَ ٥ قَالَ اخْسَئُوا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ (المؤمنون:١٠٧-١٠٨)

فَإِذَا قَالَ ذٰلِكَ أُنْطُبِقَتْ عَلَيْهِمْ فَلَمْ يَخْرُجْ مِنْهُمْ بَشَرٌ.“

[ضعيف] (أخرجه الحاكم فى المستدرك، ج:٤، ص:٥٩٨)

(٦٧۴) ترجمہ: ابوالزعراء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دجال کا ذکر عبداللہؓ کے پاس ہوا تو انھوں نے فرمایا: جب دجال کا خروج وظہور ہوگا تو اس وقت لوگوں کے تین

گروپ ہوجائیں گے۔ایک جماعت وگروہ تواس کی اتباع کریں گے(یعنی اس کے ساتھ ہوجائیں گے) اور ایک جماعت منابت شیح کے مقام پر اپنے اہل وعیال کے ساتھ چلی جائے گی۔اور ایک جماعت دریائے فرات کے کنارہ پر اس سے قتال کرے گی۔ دجال بھی لوگوں سے قتال کرے گا، یہاں تک کہ غرب شام میں دونوں جماعت کی شدید لڑائی ہوگی۔ ایک جماعت بھیجی جائے گی اس سے لڑنے کے لیے، اس میں سرخ رنگ کے گھوڑے ہوں گے یا چتکبرے وہ جانباز خوب لڑیں گے کہ ان میں کا ایک شخص بھی واپس نہیں آئے گا۔ اورفرمایا: کہ ہم کو ابوصادق نے ربیعہ بن ناجذ سے روایت کیا کہ ان کے پاس خوب سرخ رنگ کا گھوڑا ہوگا اوراہل کتاب گمان کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور اس دجال لعین کوقتل کریں گے اور یاجوج وماجوج بلندی سے نیچے آرہے ہوں گے، پس اللہ تعالیٰ ان یاجوج ماجوج پر گٹھلی کے برابر ایک کیڑا بھیج دے گا، جوان کے کان اور ناک کے راستے داخل ہوجائیں گے،جس کے سبب سب مرجائیں گے۔جس سے پوری روئے زمین پر بدبو پھیل جائے گی۔سبھی لوگ اس بدبو سے حق تعالیٰ کی پناہ حاصل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا۔جسکے ذریعے پوری زمین کو بدبو سے پاک و صاف کردے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ خوب ٹھنڈی ہوا چلائے گا ، پھر یہ ہوا زمین پر ایک مومن کو نہیں چھوڑے گی، تمام کی روح پرواز ہوجائے گی۔ پھر قیامت برے لوگوں پر قائم ہوگی۔ پھر ایک فرشتہ زمین وآسمان کے درمیان کھڑا ہوکر صور پھونکے گا تو زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق نہیں بچے گی، سب کی سب موت کے دامن میں چلے جائے گی۔مگر اللہ جس کو چاہیں، پھر دونوں صور کے درمیان اللہ جتنا چاہے گا فصل ہوگا۔ سو زمین پر بنی آدم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے پانی نازل کرے گا جو مرد کی منی کی طرح ہوگا، جس سے لوگوں کے جسم کے گوشت وپوست ظاہر ہوجائیں گے جیسے کہ درخت وپودہ زمین کے نیچے سے اگ آتا ہے۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَ اللّٰهُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ﴾ (فاطر :١٩)

اور اللہ ایسا قادر ہے جو بارش سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر ہم اس بادل کو خشک قطعہ زمین کی طرف لے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے پانی کے ذریعہ سے زمین کو زندہ کرتے ہیں۔ اسی طرح قیامت میں آدمیوں کا جی اٹھنا ہے۔

پھر وہ فرشتہ صور لے کر زمین وآسمان کے درمیان کھڑا ہوگا اور اس میں پھونک مار دے گا جس سے ہر جسم میں روح داخل ہوجائے گی اور سب کے سب جی اٹھیں گے۔ اور سب کے سب ایک چال سے، گویا کہ ایک آدمی کی رفتار سے ربّ العالمین کی جناب میں کھڑے ہوجائیں گے۔ پھر حق تعالیٰ مخلوق کے لیے جلوہ افروز ہوں گے تو یہود سامنے ہوں گے، ان کو کہیں گے: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: عزیرؑ کی عبادت کرتے تھے۔ ارشاد ہوگا: کیا تم لوگوں کو پانی چاہیے؟ وہ عرض کریں گے: ہاں ہمیں پانی چاہیے۔ تو ان کو جہنم دکھلا دیا جائے گا گویا کہ وہ چمکتا ہوا ریت کا تودہ ہے۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پڑھا:

﴿وَ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴾ (الكهف:١٠٠)

اور دوزخ کو اس روز کافروں کے سامنے پیش کردیں گے۔

پھر نصاریٰ ملیں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم مسیحؑ کی عبادت کرتے تھے۔ ان سے بھی پوچھا جائے گا، کیا تمھیں پانی چاہیے؟ وہ عرض کریں گے: ہاں ان کو بھی جہنم دکھلا دیا جائے گا، جو سراب کی طرح چمکتا ہوگا۔ پھر اسی طرح جو جس کی عبادت کرتا تھا، پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے آیت تلاوت کی:

﴿وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ﴾ (الصافات:٢٤)

اور اچھا ان کو ذرا ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جائے گا۔

حتیٰ کہ میدان میں مسلمان بچ رہیں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا: تم کس کی

عبادت کرتے تھے؟ مسلمان عرض کریں گے: ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے ہم اللہ کے ساتھ ذرّہ بھی شریک نہیں کرتے تھے۔ تو دو یا تین بار ذرا ڈانٹ کر پوچھا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ مسلمان عرض کریں گے: ہم ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے اور اللہ کے ساتھ ذرہ بھی شریک نہیں کرتے تھے۔ ارشاد ہوگا: تم اپنے رب کو پہچانتے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ہاں جب میرا رب اپنی پہچان کرائے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے۔ اس وقت ساق کی تجلی ظاہر ہوگی جس کو دیکھ کر ہر مسلمان اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جائے گا اور منافقین سجدہ نہ کرسکیں گے کہ ان کی پیٹھ ایک سیدھی سخت لوہے کی سلاخ وسیخ کی طرح ہو جائے گی۔ وہ عرض کریں گے: ہمارے رب۔ ارشاد ہوگا: تم کو سجدہ کی طرف بلایا گیا، مگر تم نے سجدہ نہ کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ پل کو جہنم پر نصب و کھڑا کرنے کا حکم دے گا۔ تو پل صراط جہنم پر کھڑی کردی جائے گی۔ لوگ اس پر سے اپنے اعمال کے بقدر تیزی سے گزریں گے، جماعت جماعت، گروہ، گروہ، پہلی جماعت بجلی کی رفتار، پھر ہوا کی رفتار، پھر پرندے کی طرح، پھر چوپائے کی طرح۔ پھر دوڑ کر آدمی کی طرح۔ پھر پیدل چلتے ہوئے، حتیٰ کہ آخری ایک شخص اپنے پیٹ کے بل چمٹ کر چلے گا۔ وہ عرض کرے گا: اے ہمارے رب تو ہم کو آہستہ آہستہ کیوں اس پر چلا رہا ہے؟ ارشاد ہوگا: میں تم کو آہستہ آہستہ نہیں چلا رہا ہوں بلکہ تیرا عمل تجھے تیز چلنے نہیں دے رہا ہے۔

پھر حق تعالیٰ شفاعت کی اجازت دیں گے تو سب سے پہلے روح القدس جبرئیل علیہ السلام شفاعت کریں گے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام، پھر موسیٰ علیہ السلام، پھر عیسیٰ علیہ السلام، پھر تمہارے اپنے نبی ﷺ آگے آئیں گے۔ رسول اللہ ﷺ جو شفاعت کریں گے اس شفاعت کا کوئی بھی اہل نہیں ہے اور وہ ہے مقامِ محمود جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں:

﴿ عَسَى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾

اُمید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا (جو مقامِ شفاعتِ کبریٰ ہے اور شفاعتِ کبریٰ وہ مقام ہے جس میں تمام خلائق کے حساب وکتاب شروع ہونے کی شفاعت ہوگی)۔

کوئی جان اس وقت ایسی نہیں ہوگی جو جنت کے گھر کی طرف نہ دیکھ رہی ہوگی۔ سفیانؒ نے کہا: کیا میں دیکھوں گا؟ کہا: اگر تم جان جاؤ جس دن اہل جنت دیکھیں گے جو کچھ اہل جہنم پر گزرے گی (تو تم کو صحیح اندازہ ہوگا)۔ تو انھوں نے جواب دیا، اگر اللہ اپنا فضل نہ کرے ہم پر تب۔

پھر فرشتہ کی شفاعت ہوگی، انبیاء، شہداء، صالحین، مومنین، پھر حق تعالیٰ کی شفاعت ہوگی، پھر اللہ فرمائے گا: میں ارحم الراحمین ہوں، جہنم سے اللہ تعالیٰ اتنی بڑی تعداد کو اپنی رحمت سے نکالے گا، جتنی بڑی تعداد تمام مخلوقات نے بھی نہیں نکالی ہوگی۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں کسی بھی شخص کو نہیں چھوڑے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

﴿مَاسَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ﴾ (المدثر: ٤٢)

تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا۔

راوی کہتے ہیں: انھوں نے اپنے ہاتھ پر شمار کیا۔

﴿وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾

اور نہ غریب کو جس کا حق واجب تھا کھانا کھلایا کرتے تھے۔

﴿وَ كُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَآئِضِينَ﴾

اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی اسی مشغلہ میں رہا کرتے تھے۔

﴿وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾

اور قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔

کیا تم لوگوں نے ان لوگوں میں خیر وبھلائی دیکھی، جبکہ جہنم میں کسی ایسے شخص کو نہیں

چھوڑا جائے گا جس میں ذرہ برابر بھی خیر ہو۔لہٰذا جب اللہ تعالیٰ یہ ارادہ کرلے گا کہ اب جہنم سے کسی کونہیں نکالنا۔تو ان جہنم والوں کی شکل وصورت اور رنگ وروپ بدل دیے جائیں گے۔ایک شخص آئے گا اور شفاعت کرے گا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: جوبھی کسی کو پہچانتا ہو، تو اس کوجہنم سے نکال لائے۔ وہ شخص جہنم میں آئے گا، مگرکسی کو پہچانے گا ہی نہیں۔تو ایک شخص اس کو پکارکر کہے گا: میں فلاں شخص ہوں، وہ عرض کرے گا: میں تم کونہیں پہچانتا۔اس وقت اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا دیا جائے گا۔

﴿ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظٰلِمُوْنَ ○ قَالَ اخْسَئُوا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ (المؤمنون:۱۰۷۔۱۰۸)

اے ہمارے رب ہم کواس جہنم سے اب نکال دیجیے پھراگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو ہم بے شک پورے قصوروار ہیں،ارشاد ہوگا: کہ اسی جہنم میں راندے ہوئے پڑے رہو اورمجھ سے بات مت کرو۔

جب یہ آیت سنادی جائے گی جہنم کا منہ سِل پیک کردیا جائے گا۔پھر وہاں سے کوئی بھی نہ نکل سکے گا۔ (اخرجہ الحاکم۔۴/ ۵۹۸)

حق جل مجدہ مُردوں کوزندہ کریں گے

اللہ کے حکم سے ہوائیں بادلوں کواٹھا کر لاتی ہیں اورجس ملک کا رقبہ مردہ پڑا تھا، یعنی کھیتی وسبزہ کچھ نہ تھا، چاروں طرف خاک اُڑ رہی تھی، بارش کے پانی سے اس میں جان پڑجاتی اسی طرح سمجھ لوکہ اللہ تعالیٰ تم کوبھی مرنے کے بعد جِلا کر کھڑا کردے گا، روایات میں ہے کہ جب اللہ مردوں کوزندہ کرنا چاہے گا عرش کے نیچے سے ایک خاص قسم کی بارش ہوگی جس کا پانی پڑتے ہی مردے اس طرح جی اٹھیں گے جیسے ظاہر بارش ہونے پر دانہ زمین سے اُگ آتا ہے۔ (تفسیر عثمانی)

مُردوں کے زندہ ہونے کی کیفیت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت مسلم میں ہے جس میں بعث کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ پھر اللہ ایک بارش شبنم کی طرح بھیجے گا جس کی وجہ سے اجسام اگیں گے۔ ابوالشیخ نے العظمت میں وہب کی روایت سے بیان کیا ہے کہ بحر مسجور (آتشیں سمندر) کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوگی اور اس کا آخری کنارہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں ہوگا اس کے اندر مادہ منویہ کی طرح گاڑھا پانی ہوگا، جس کو راجفہ اور رادفة (زمین کے دوزلزلے) کے درمیان اللہ تعالیٰ برسائے گا، جس سے لوگ اس طرح اُگیں گے جس طرح سیلابی مٹی میں سبزہ اگتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کی روحوں کو جنت سے لاکر اور کافروں کی روحوں کو دوزخ سے لاکر یکجا کرے گا تاکہ ان کو صورتیں عطا فرمائے، اسرافیل بحکم الٰہی صور پھونکیں گے، جس سے ہر روح اپنے بدن میں داخل ہو جائے گی۔ (تفسیر عثمانی)

صحیح حدیث میں ہے، ابن آدم تمام کا تمام گل سڑ جاتا ہے مگر ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی، اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے ترکیب دیا جائے گا، یہاں بھی نشان بتا کر فرمایا، اسی طرح موت کے بعد کی زیست ہے۔ (تفسیر ابن کثیر گلدستہ ۶/ ۶۰۸)

سدِّ سکندری بنانے کی درخواست

ذوالقرنینؒ کے غیر معمولی اسباب و وسائل اور قوت وحشمت کو دیکھ کر انھیں خیال ہوا کہ ہماری تکالیف ومصائب کا سد باب اس سے ہو سکے گا اس لیے گزارش کی کہ 'یاجوج وماجوج' نے ہمارے ملک میں اودھم مچا رکھی ہے یہاں آکر قتل وغارت اور لوٹ مار کرتے رہتے ہیں، آپ اگر ہمارے اور ان کے درمیان کوئی مضبوط روک قائم کر دیں جس سے ہماری حفاظت ہو جائے تو جو کچھ اس پر خرچ آئے ہم ادا کرنے کو تیار ہیں، چاہے آپ ٹیکس لگا کر ہم سے وصول کرلیں۔ (تفسیر عثمانی)

یاجوج وماجوج کے متعلق حضرت علامہ عثمانیؒ کی تحقیق

(تنبیہ) 'یاجوج ماجوج' کون ہیں؟ کس ملک میں رہتے ہیں؟ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی سد (آہنی دیوار) کہاں ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے متعلق مفسرین ومؤرّخین کے اقوال مختلف رہے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یاجوج وماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے اور جیسا کہ کعب احبارؓ نے فرمایا اور نوویؒ نے فتاویٰ میں جمہور علماء سے نقل کیا ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب باپ کی طرف آدم علیہ السلام پر منتہیٰ ہوتا ہے مگر ماں کی طرف سے حواء تک نہیں پہنچتا گویا وہ عام آدمیوں کے محض باپ شریک بھائی ہوئے۔

کیا عجب ہے کہ دجال اکبر جسے تمیم داریؓ نے کسی جزیرہ میں مقید دیکھا تھا، اس قوم میں کا ہو، جب حضرت مسیح علیہ السلام جو محض ایک آدم زاد خاتون (مریم صدیقہ) کے بطن سے بتوسط نفخہ ملکیہ پیدا ہوئے، نزول من السماء کے بعد دجال کو ہلاک کردیں گے، اس وقت یہ قوم یاجوج ماجوج دنیا پر خروج کرے گی، اور آخرکار حضرت مسیحؑ کی دعا سے غیر معمولی موت مرے گی، اس وقت یہ قوم کہاں ہے اور ذوالقرنین کی دیوار آہنی کس جگہ واقع ہے؟ سو جو شخص ان سب اوصاف کو پیش نظر رکھے گا جن کا ثبوت اس قوم اور دیوارِ آہنی کے متعلق قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ملتا ہے، اس کو کہنا پڑے گا کہ جن قوموں، ملکوں اور دیواروں کا لوگوں نے رائے سے پتہ دیا ہے، یہ مجموعہ اوصاف ایک میں بھی پایا نہیں جاتا۔ لہٰذا وہ خیالات صحیح معلوم نہیں ہوتے، اور احادیث صحیحہ کا انکار یا نصوص کی تاویلات بعیدہ دین کے خلاف ہے۔ رہا مخالفین کا یہ شبہ کہ ہم نے تمام زمین کو چھان ڈالا مگر کہیں اس کا پتہ نہیں چلا، اور اسی شبہ کے جواب کے لیے ہمارے مولفین نے پتہ بتلانے کی کوشش کی ہے، اس کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ آلوسی بغدادیؒ نے دیا ہے کہ ہم کو اس کا موقع معلوم نہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور یہ دعویٰ

کرنا کہ ہم تمام خشکی وتری پر محیط ہوچکے ہیں، واجب التسلیم نہیں۔ عقلاً جائز ہے کہ جس طرح اب سے پانچ سو برس تک ہم کو چوتھے براعظم (امریکہ) کے وجود کا پتہ نہ چلا، اب بھی کوئی پانچواں براعظم ایسا موجود ہو جہاں تک ہم رسائی حاصل نہ کرسکے ہوں اور تھوڑے دنوں بعد ہم وہاں تک یا وہ لوگ ہم تک پہنچ سکیں۔ سمندر کی دیوار اعظم جو آسٹریلیا کے شمال ساحل پر واقع ہے آج کل برطانوی سائنسداں ڈاکٹر سی ایم ینگ کے زیر ہدایات اس کی تحقیقات جاری ہے۔ یہ دیوار ہزار میل سے زیادہ لمبی اور بعض بعض مقامات پر بارہ بارہ میل تک چوڑی اور ہزار فٹ اونچی ہے۔ جس پر بے شمار مخلوق بستی ہے، جو مہم اس کام کے لیے روانہ ہوئی تھی حال میں اس نے اپنی ایک سالہ تحقیقات ختم کی ہے جس سے سمندر کے عجیب وغریب اسرار منکشف ہوتے ہیں اور انسان کو حیرت واستعجاب کی ایک نئی دنیا معلوم ہورہی ہے، پھر کیسے دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ہم کو خشکی وتری کی تمام مخلوق کے مکمل اکتشافات حاصل ہوچکے ہیں۔ بہرحال مخبر صادق ﷺ نے جس کا صدق دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہے جب اس دیوار کی مع اس کے اوصاف کے خبر دی تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں اور ان واقعات کے منتظر رہیں جو مُشکّکین ومنکرین کے علی الرغم پیش آکر رہیں گے۔

ستبدی لك الایام ماکنت جاھلا　　　ویاتیك بالاخبار مالم تزود

(تفسیر عثمانی)

یاجوج ماجوج کی تعداد

حضرت حذیفہؓ کی مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یاجوج (ایک الگ) قوم ہے اور ماجوج (دوسری) قوم ہے، ہر ایک کی تعداد چار سو ہزار (چار لاکھ) ہے، وہ سب آدم کی اولاد ہیں ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک اپنی پشت (یعنی نسل) سے پیدا شدہ ایک ہزار آدمی ایسے نہ دیکھ لے جو ہتھیار اٹھانے کے قابل ہوں (یعنی جوان ہوں) یہ لوگ غیر آباد دنیا کی طرف پھیلتے جائیں گے۔

میں کہتا ہوں شاید حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب ذوالقرنین نے دیوار بنوائی تھی

اور یاجوج وماجوج کی ادھر آنے سے بندش کردی تھی تو اس وقت ان کے دوگروہ تھے ہر گروہ کی تعداد چار لاکھ تک پہنچ چکی تھی اس کے بعد کتنی ہوگئی تو ظاہر ہے کہ جب ہر شخص اپنی نسل کے ایک ہزار آدمی چھوڑ کر مرتا ہے تو ان کی گنتی کون کرسکتا ہے۔

یاجوج وماجوج کی تین قسمیں

بغویؒ نے لکھا ہے یاجوج وماجوج تین طرح ہیں ایک قسم تو درخت ارز کے برابر ہے ان میں سے ہر شخص کا قد ایک سوبیس ہاتھ لمبا ہے دوسری قسم کا طول وعرض برابر ہوتا ہے ۱۳۰ ہاتھ لمبا اور اتنا ہی چوڑا ان کے سامنے کوئی پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ تیسری قسم وہ ہے جو ایک کان بچھاتے اور ایک کان اوڑھتے ہیں (قیامت کے قریب جب یہ برآمد ہوں گے تو) جو گھوڑا یا خنزیر یا جنگلی وحشی جانور ان کے سامنے آجائے گا اس کو بغیر کھائے نہیں چھوڑیں گے، ان میں سے جو کوئی مرجاتا ہے اس کو کھالیتے ہیں ان کا اگلا دستہ شام میں اور پچھلا حصہ خراسان میں ہوگا۔ مشرق کے (تمام) دریاؤں اور بحیرہ طبریہ (بحیرہ مردار) کا پانی پی جائیں گے، بغویؒ نے لکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں سے بعض کا طول ایک بالشت اور عرض ایک ہاتھ ہے اور بعض بہت زیادہ لمبے ہیں۔

یاجوج وماجوج کس سے پیدا کیے گئے

کعب احبار رضی اللہ عنہ نے کہا وہ اولادِ آدم میں ایک عجیب مخلوق ہیں۔ ایک روز حضرت آدمؑ کو احتلام ہوا اور نطفہ مٹی کے ساتھ مخلوط ہوگیا۔ اس نطفے سے اللہ نے یاجوج وماجوج کو پیدا کردیا۔ وہ باپ کی طرف سے تو ہمارے (علاتی) بھائی ہیں لیکن ہماری اماں کی نسل سے نہیں ہیں۔

ذوالقرنین اپنی جوانی سے سد سکندری تک

بغویؒ نے وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ذوالقرنینؒ رومی تھا اور ایک بڑھیا کا بیٹا تھا، جوان ہوا تو نیک مومن بندہ ہوا اور اللہ نے اس سے فرمایا: میں تجھے ایسی

قوموں (کی اصلاح کے لیے بھیجوں گا جن کی زبانیں مختلف ہوں گی ان میں سے دوقومیں ایسی ہوں گی جن کے درمیان پوری زمین کے طول کا فاصلہ ہوگا، ایک غروب آفتاب کے مقام پر ہوگی جس کو ناسک کہا جائے گا اور دوسری سورج نکلنے کے مقام پر ہوگی، جس کو منسک کہا جائے گا، اور دوقومیں اور ہوں گی جن کے درمیان پوری زمین کا عرض فاصل ہوگا، جنوب کی طرف والی قوم کو ہاویل کہا جائے گا اور شمال والی کو قاویل، باقی اقوام وسط ارض پر آباد ہوں گی، جن میں جنات بھی ہوں گے، اور انسان بھی اور یاجوج وماجوج بھی۔ ذوالقرنین نے عرض کیا پھر کس قوم کو ساتھ لے کر میں ان سے قوت اور کثرت میں مقابلہ کروں گا اور کس زبان میں ان سے گفتگو کروں گا، اللہ نے فرمایا میں تجھے طاقت عطا کروں گا، تیری زبان میں پھیلا دوں گا اور تیرا بازو مضبوط کر دوں گا، تجھے کوئی چیز خوف زدہ نہ کرے گی، تجھے ہیبت کا لباس پہناؤں گا کہ تجھے کوئی شئے روک نہ سکے گی میں نور وظلمت کو تیرا فرماں بردار بنادوں گا، اور دونوں کو تیرا مددگار کردوں گا، نور تجھے آگے آگے راستہ دکھائے گا اور تاریکی پیچھے پیچھے سے تجھے گھیرے میں لیتی رہے گی، حسب الحکم ذوالقرنین چل دیا اور آفتاب کے غروب ہونے کے مقام تک پہنچ گیا، وہاں اس کو دشمنوں کی ایک جماعت ملی جو بے شمار تھی ان کی گنتی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا، ذوالقرنین نے ظلمت سے مدد لے کر ان سے مقابلہ کیا سب کو ایک جگہ جمع کر کے اللہ کی عبادت کی ان کو دعوت دی کچھ لوگوں نے دعوت کو مان لیا، کچھ کترا گئے جو لوگ روگرداں ہو گئے ان پر ذوالقرنین نے ظلمت کو مسلط کر دیا تاریکی ان کے پیٹوں اور گھروں کے اندر گھس گئی، آخر وہ ذوالقرنین کی دعوت میں داخل ہو گئے اسی جگہ مغرب والوں کا ذوالقرنین نے ایک لشکر تیار کیا اور اس کو ساتھ لے کر ہاویل (جنوبی قوم) کے پاس پہنچ گیا اور یہاں بھی وہی سلوک کیا، جیسا ناسک کے ساتھ کیا تھا، پھر منسک کی طرف گیا جو طلوع آفتاب کے مقام کے قریب آباد تھے، یہاں پہنچ کر ذوالقرنین اور اس کے لشکر نے وہی عمل کیا جو مذکورہ دونوں قوموں کے ساتھ کر چکا تھا، پھر قاویل (شمالی قوم) کی طرف رخ کیا اور ان سے بھی وہی معاملہ کیا، جو

مندرجہ بالا اقوام کے ساتھ کیا تھا، اس کے بعد وسطی اقوام کی طرف توجہ کی مشرقی جانب ترکوں کی سرحد پر پہنچا تو وہاں نیک ایمان دار آدمیوں کا ایک گروہ اس کے پاس آیا اور کہا ذوالقرنین ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مخلوق ایسی ہے جو بہائم (چوپایوں) کی طرح ہے اور درندوں کی طرح ان کے نوکیلے دانت اور کچلیاں ہیں سانپوں اور بچھوؤں کو کھا جاتے ہیں اور گھوڑوں گدھوں اور جنگلی جانوروں کو پھاڑ کھاتے ہیں ان کی تعداد ان کی افزونی ہے کہ کسی مخلوق کی اتنی تعداد نہیں ہے اور اتنی ہی ان کی افزونی ہے کہ کسی مخلوق کی نہیں ہے۔ ہماری سرزمین پر آجاتے ہیں تسلط جماتے ہیں اور تباہی مچاتے ہیں کیا ہم آپ کے لیے چندہ کر کے رقم جمع کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بندھ بنا دیں، ذوالقرنین نے کہا میرے رب نے جو مجھے طاقت ودولت وغیرہ عطا فرمائی ہے وہ (تمہارے چندہ سے) بہتر ہے تم لوگ میرے لیے پتھر کی چٹانیں اور لوہا اور تانبا فراہم کردو، اور میں جا کر ان کے حالات معلوم کرتا ہوں، یہاں سے ذوالقرنین ان لوگوں کے احوال دریافت کرنے کے لیے چلا، اور ان کی بستیوں کے اندر داخل ہو گیا، اس نے دیکھا کہ سب لوگ ایک ہی قد کے ہیں ہمارے متوسط القامت آدمی کے طول سے ان کا طول قامت آدھا ہے، ان کے پنجے اور نوکیلے دانت اور کچلیاں درندوں کی طرح ہیں۔ اور سارے بدن پر سخت بال اتنی کثرت سے ہیں کہ جسم کو چھپائے ہوئے ہیں سردی گرمی سے بچاؤ ان کو ان بالوں ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے، ہر شخص کے دو بڑے بڑے کان ہیں ایک کان بچھاتا ہے اور ایک اوڑھتا ہے، ان کانوں ہی سے موسم گرما وسرما میں کام چلاتا ہے جہاں جمع ہوتے ہیں آپس میں جانوروں کی طرح جماع کرتے ہیں ذوالقرنین یہ کیفیت دیکھ کر لوٹ آیا اور دونوں پہاڑوں کے درمیان پہنچ کر اس نے پیمائش کی پھر پانی تک بنیاد کھدوا کر پتھر کی چٹانوں سے اس کو بھر دیا اور تانبا پگھلا کر اس سے مصالحہ کا کام لیا، اس طرح دیوار مکمل ہو گئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین کے نیچے سے ایک پہاڑ پھوٹ آیا ہے۔ (بیضاوی/تفسیر مظہری)

یاجوج وماجوج کی آناً فاناً موت

احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد دجال کو قتل کریں گے، پھر یاجوج وماجوج کے نکلنے کا وقت قریب ہوگا۔ وہ بھی نکل پڑیں گے۔ جس کا شمار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، دنیا ان کے مقابلہ سے عاجز ہوگی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کے حکم سے مومنین مخلصین کو لے کر طور پر چلے جائیں گے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارگاہِ احدیت میں دست دعا دراز کریں گے، اس کے بعد یاجوج وماجوج پر ایک غیبی وبا مسلط ہوگی جس سے سب ایک دم مرجائیں گے۔ حدیث میں اسی کا نام نغف دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

ان کو کھڑا رکھو، ان سے پوچھنا ہے

حق تعالیٰ ان تمام لوگوں کو جو غیر اللہ کی پرستش کرتے تھے حکم ہوگا ان کو جہنم پر روک لو ان سے حساب ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم مشرب لوگوں کو مثلاً زانی زنا کار کے ساتھ سودخور سودخواروں کے ساتھ، اور شرابی شرابیوں کے ساتھ آئیں گے، سب ہم مشرب جنت میں ساتھ ہوں گے اور ہم مشرب دوزخ میں بھی ساتھ ہوں گے۔ (تفسیر مظہری)

مسلم میں ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندے کے قدم پل صراط کو نہیں چھوڑیں گے جب تک اس سے چار باتوں کی پرسش نہیں کرلی جائے گی۔

(۱) عمر کس کام میں گزاری (۲) جسم کو کس کام میں لگا کر کمزور کیا (۳) علم کے بعد کیا عمل کیا (۴) مال کہاں سے کمایا اور کس راستے میں صرف کیا۔

جہنم کے پل

ابن ابی حاتمؒ نے ابقع بن عبداللہ کلاعی رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جہنم کے سات پل ہیں، راستہ سب پلوں پر سے گزرتا ہے۔ (ممکن ہے سات پل سے مراد سات دروازے ہوں)

(۱) پہلے پل کے پاس لوگوں کو روک لیا جائے گا اور (ملائکہ) کہیں گے ان کو روک لو ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی، چنانچہ نماز کے متعلق باز پرس کی جائے گی نتیجہ میں جو ہلاک ہونے والے ہیں وہ ہلاک ہوجائیں گے، (دوزخ میں گرادیئے جائیں گے)اور جو نجات پانے والے ہیں وہ نجات پا جائیں گے۔

(۲) دوسرے پل پر پہنچ کر امانت کے متعلق دریافت کیا جائے گا کہ امانت میں خیانت کی تھی یا پوری پوری ادا کی تھی اس کے نتیجے میں جو لوگ ہلاک ہونے والے ہیں ہلاک ہوجائیں گے اور جو نجات پانے والے ہیں نجات پا جائیں گے۔

(۳) تیسرے پل پر پہنچیں گے تو قرابت داری کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ رشتہ قرابت توڑ دیا تھا یا جوڑے رکھا تھا، اس کے نتیجہ میں ہلاک ہونے والے ہلاک ہوجائیں گے اور نجات پانے والے نجات پا جائیں گے۔ راوی نے کہا اس روز رحم (رشتۂ قرابت) ہوا میں معلق ہوگا اور کہے گا اے اللہ جس نے مجھے جوڑے رکھا اس کو تو بھی جوڑے رکھ اور جس نے مجھے کاٹا اس سے تو بھی تعلق منقطع کرلے۔

(تفسیر مظہری، گلدستہ ۶/ ۶۵۵)

بغوی میں حضرت بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کے سات دروازے (یعنی درجے) ہیں ان میں سے ایک ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے میری امت پر تلوار سونتی یا فرمایا: محمد کی امت پر تلوار کھینچی۔ (گلدستہ ج۴/ ۳۶)

ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہنم کے سات دروازے ہیں سب زیادہ غم آگیں، کرب، افریں اور حزن آلود اور متعفن ترین دروازہ ان زنا کاروں کے لیے ہوگا جنھوں نے جانتے ہوئے زنا کا ارتکاب کیا ہوگا۔

جہنم کے سات طبقات

﴿لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ﴾ (الحجر: ۴۴)

ابن ابی الدینا نے صفت النار میں بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک ہاتھ

دوسرے ہاتھ کے اوپر اور انگلیوں کو الگ الگ کر کے فرمایا دوزخ کے دروازے اسی طرح ہوں گے۔ یعنی ہر دروازہ کے اوپر دروازہ ہوگا (اسی طرح دوزخ کی سات منزلیں اور درجات ہوں گے) اوّل پہلی منزل بھری جائے گی پھر دوسری منزل پھر تیسری پھر چوتھی پھر پانچویں پھر چھٹی پھر ساتویں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پھیلاؤ میں رکھا ہے (یعنی جنت کے اوپر جنت نہیں) اور دوزخ کو ایک کو دوسرے کے اوپر بنایا ہے۔

دوزخ کے دروازے اور ان سے بچاؤ کا عمل

امام بیہقی نے خلیل بن مرہ کی مرسل روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بغیر **تبارک الذی** اور **حٰمٓ سجدة** پڑھے نہیں سوتے تھے اور فرماتے تھے حٰمٓ والی سورتیں سات ہیں اور دوزخ کے بھی سات طبقات ہیں۔ جہنم، لظیٰ، سقر، حُطمة، سعیر، ہاویہ، جحیم، قیامت کے دن ان (حٰمٓ والی سورتوں) میں سے **حٰمٓ سجدة** ان طبقات کے دروازہ پر کھڑی ہو جائے گی اور عرض کرے گی اے اللہ جو مجھ پر ایمان رکھتا تھا اور مجھے پڑھتا تھا وہ اس میں داخل نہ ہو۔ (گلدستہ، ج:۴، ص:۳۶)

دوزخ میں ڈالنے والے چار جرائم

جب قیامت کے دن حق جل مجدہ مومنین کو جنت میں داخل کر دے گا، شفاعت ہو چکی ہوگی تو اہل جنت شاداں و فرحاں فارغ البالی میں ہوں گے تو آپس میں ایک دوسرے سے یا فرشتوں سے گنہگاروں کے متعلق پوچھیں گے، وہ لوگ کہاں گئے، الغرض گنہگاروں کی طرف متوجہ ہو کر یہ سوال کریں گے کہ باوجود عقل و دانائی کے تم اس دوزخ کی آگ میں کیسے آپڑے۔

اہلِ دوزخ کا جواب

اہلِ نار و دوزخ چار جرائم کا اعتراف کریں گے کہ اس کے سبب ہم دوزخ میں

پھنس گئے (۱) نماز نہیں پڑھتے تھے (۲) دوسرے یہ کہ کسی مسکین وغریب کو کھانا نہیں کھلاتے تھے یعنی غریبوں کی ضرورتوں کا خیال نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی ان کی فریادرسی کرتے تھے۔ (۳) تیسرے یہ کہ اہل باطل جو اسلام وایمان کے خلاف باتیں کرتے یا معاصی وفواحش میں مبتلا تھے یہ بھی ان کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ ان سے نفرت وبیزاری کا اظہار نہیں کرتے تھے، بس انہیں کی ہاں ہوں میں لگے رہتے تھے (۴) چوتھے قیامت اور بعث بعد الموت کا انکار کرتے تھے۔

الغرض، نہ اللہ تعالیٰ کا حق پہچانا نہ بندوں کی خبر لی، البتہ دوسرے لوگوں کی طرح حق کے خلاف بحثیں کرتے رہے اور بد صحبتوں میں رہ کر شکوک وشبہات کی دلدل میں دھنستے چلے گئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم کو یقین نہ ہوا کہ انصاف کا دن بھی آنے والا ہے، ہمیشہ اس بات کو جھٹلایا کیے یہاں تک کہ موت کی گھڑی سر پر آن پہنچی اور آنکھوں سے دیکھ کر ان باتوں کا یقین حاصل ہوا، جن کی تکذیب کیا کرتے تھے۔ (تفسیر عثمانی)

قیامت کا انکار کرنا کفر ہے، اس کو شفاعت نصیب نہ ہوگی

جو شخص شفاعت کے حق ہونے کا ہی منکر ہو اس کو شفاعت نصیب نہ ہوگی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوضِ کوثر کے وجود کا منکر ہو اس کو بھی شفاعت نصیب نہ ہوگی، نہ ہی حوضِ کوثر میں اس کا کوئی حصہ ہے۔ مسلمان گرچہ گنہگار ہو اس کی شفاعت ہوگی کہ وہ منکرِ قیامت نہیں اور ان کفار کی طرح شفاعت سے محروم نہیں کیونکہ ان چار جرائم میں دخولِ ابدی کا سبب انکارِ قیامت اور انکارِ بعث بعد الموت ہے، جو کافر میں ہی پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

مؤلف کا مختصر تعارف

نام: ثمین محمد ابراہیم (قلمی نام: محمد ثمین اشرف قاسمی) ولدیت: حاجی محمد ابراہیم نقشبندیؒ (۱۹۱۰ء - ۱۹۹۳ء)

جد امجد (دادا): حاجی جان علیؒ جد امجد (نانا): حضرت مولانا عبدالغفار صاحبؒ

پیدائش: ۱۹۵۹ء بمقام مادھوپور، سلطانپور، سیتامڑھی، بہار تعلیم: عالم فاضل و مفتی از دارالعلوم دیوبند

تربیت و تزکیہ: والد علیہ الرحمۃ۔ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ۔ حاجی منظور احمد صاحبؒ، مصرولیا۔ مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ

بیعت وارشاد: حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، خلف مجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

خلافت واجازت: حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ محبوب العلماء حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ
پیر طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی مدظلہ

موجودہ ذمہ داریاں: امامت وخطابت مصلّٰی جبتور، بردبئ۔ مفسرِ مجلسِ تفسیرِ قرآن، مصلّٰی جبتور، بردبئ۔
معاون خصوصی، ادارۂ دعوۃ الحق، مادھوپور سلطانپور، بہار۔ ٹرسٹی، مسجد جان علی، جان علی اسٹیٹ، مادھوپور، سلطانپور

تالیفات:

* احکام و مسائل (دس ایڈیشن)
* علاماتِ ایمان (چار ایڈیشن)
* تجلیاتِ قدسیہ (چھ جلدیں)
* حق جل مجدہ کی باتیں (احادیثِ قدسیہ)
* وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا (چار جلدیں)
* مسلمانوں پر بلائیں کیوں آتی ہیں؟
* تعوّذ کی حکمتیں
* خواصِ اُمت سے چند صاف صاف باتیں
* کیمیائے درویشاں
* لاحول ولا قوۃ الا باللہ
* علاماتِ سعادت

زیرِ طبع تالیفات:

* نفحاتِ قدسیہ (دو جلدیں)
* یأتی علی الناس زمان (علاماتِ قیامت)
* دیدارِ الٰہی کا شوق
* اسماء النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور درود وسلام کا مقبول وظیفہ
* درود وسلام کا مقبول وظیفہ
* خصائصِ صغریٰ

اسفار: پاکستان، سلطنت عمان، سعودی عربیہ، عرب امارات

Tajalliyyaat -e- Qudsiyyah

Volume Four

Translation & Commentary by

Mufti Muhammad Sameen Ashraf Qasmi

Publisher

Hafiz Muhammad Razeen Ashraf Nadvi, 09370187569

Madni Graphics, 9595031666